65 تقاریر

برائے

انصار اللہ

یکے از آن لائن مطبوعات ”مشاہدات“

9

حنیف احمد محمود

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

”میں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے ان شاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز میں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔“

ان شاء اللہ تعالیٰ

65 تقاریر

برائے

انصار اللہ

حنیف احمد محمود

رابطہ کرنے کے لیے

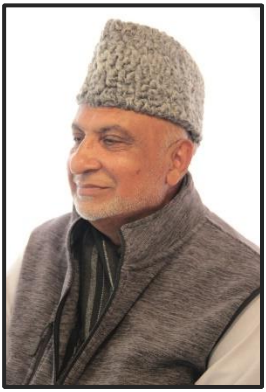

ای میل ایڈریس: hanifahmadmahmood@hotmail.com

ویب سائیٹ: www.mushahedat.com

فون نمبر: +44 73 7615 9966

خخخخ

پیش لفظ

(65 تقاریر برائے انصار اللہ)

انسان اپنے ہر پروجیکٹ کا پلان بنا کر آغاز کرتا ہے۔ ہم نے مکان بنتے دیکھے ہیں۔ ہر مکان کا ایک باقاعدہ نقشہ بنتا ہے جس کے مطابق اُس کی تعمیر ہوتی ہے مگر تعمیر کے دوران یا رنیوویشن (Renovation) کے دوران مالک مکان اپنی اپنی ضرورت کے مطابق بعض تبدیلیاں کرواتے رہتے ہیں۔ یہی چیز خاکسار نے مضمون کی تحریر یا کتاب کی تیاری کے دوران محسوس کی ہے۔ ہر مضمون یا کتاب کا ایک خاکہ آغاز میں تیار ہوتا ہے۔ جس کو مد نظر رکھ کر مضمون یا کتاب لکھی جاتی ہے لیکن دورانِ تحریر ذہن و قلب اور دماغ میں دعاؤں اور درود شریف کے ذریعے بعض مزید بہتر نکات آتے ہیں اور تحریر کا بسا اوقات دھارا مکمل طور پر نیا رخ اختیار کر جاتا ہے۔ یہی چیز خاکسار نے ”مشاہدات“ میں بھی محسوس کی۔ آغاز میں ذیلی تنظیموں کی اہمیت و ضرورت کو مد نظر رکھ کر تقاریر لکھنے کا ارادہ تھا۔ آغاز بھی اس سے ہی کیا اور لجنہ کے سوسالہ جشن پر 100 تقاریر پر مشتمل تقاریر کا ایک مجموعہ منظرِ عام پر آیا اور باقی تنظیموں جیسے مجلس انصاراللہ، مجلس خدام احمدیہ، مجلس اطفال الاحمدیہ اور ناصرات الاحمدیہ پر بھی تقاریر کی تیاری اور اشاعت کا سلسلہ حسب پروگرام جاری رہا۔ مگر درمیان میں احبابِ جماعت کی ضرورت اور ان کے مطالبات پر مختلف عناوین پر تقاریر لکھنے کی توفیق ملتی رہی اور جماعت کے اہم دنوں کی مناسبت سے بھی تقاریر کے مجموعے تیار ہونے لگے جیسے ربیع الاول کے موقع پر سیرت النبیؐ پر تقاریر، یوم مسیح موعودؑ، یوم خلافت، یوم مصلح موعود اور رمضان کے اہم مواقع پر بھی تقاریر کے ضخیم مجموعے تیار ہو کر قارئین سے دادِ تحسین وصول کر چکے ہیں اور یوں ”مشاہدات“ کی یہ نویں کاوش منظرِ عام پر آ رہی ہے۔

اب چونکہ ذیلی تنظیموں کے دنیا بھر میں سالانہ اجتماعات کے انعقاد کا سلسلہ شروع ہونے والا ہے اس لیے ضروری سمجھا کہ کم از کم انصار اور خدام بھائیوں کی تعلیم و تربیت اور اصلاحِ احوال کے لیے الگ الگ سے تقاریر پر مشتمل مجموعے افادہ عام کے لئے تیار کر دئے جائیں۔ انصار بھائیوں کی عمر کے اعتبار سے ذمہ داریوں، ضرورت اور تربیتِ اولاد پر مشتمل 65 تقاریر کو عزیزم مکرم زاہد محمود نے کتابی شکل دی ہے اور اِس کتاب کا خوبصورت سرورق مکرم فضل عمر شاہد لٹویا نے تیار کیا ہے۔ امید ہے انصار بھائیوں کو

اپنی اپنی ضروریات کے مطابق بہت سے اہم اور ضروری مواضیع / عناوین پر تقاریر مل جائیں گی۔ تقریر میں یہ بات ملحوظِ خاطر رہنی چاہیے کہ متعلقہ موضوع کو مضمون نگار ایک خاص عنوان دیتا ہے لیکن اگر اس مضمون کو بغور پڑھا جائے تو نفسِ مضمون کے اندر سے ہی یا اس سے متعلقہ مزید کئی مختلف عناوین دے کر وہی تقریر ذرا تبدیلی کے ساتھ کی جاسکتی ہے۔ اس لیے 651 صفحات پر مشتمل اس کتاب میں 65 تقاریر کا عنوان دیا گیا ہے لیکن اسی مواد کو مد نظر رکھ کر سینکڑوں عناوین پر تقاریر تیار ہو سکتی ہیں یا کی جاسکتی ہیں۔ امید ہے انصار بھائیوں کے لیے یہ حقیر سی کوشش مفید ثابت ہو گی اور خدام بھائیوں کے مجموعہ کی تیاری کے لیے دعاؤں کے ساتھ خاکسار کی معاونت کریں گے۔ محرم الحرام کے سلسلہ میں جو تقاریر تیار ہو کر منظرِ عام پر آنے والی ہیں اُن کی تکمیل کے لئے بھی دعا کی درخواست کرتا ہوں۔

"مشاہدات" کے ذریعہ تقاریر کے منظرِ عام پر آنے سے بہت سے خیر خواہ اپنی آراء کا اظہار کرتے رہتے ہیں جس سے کام میں بہتری لانے کی طرف توجہ پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ حوصلہ افزائی بھی ہوتی ہے۔

جیسے مکرم مرزا نصیر احمد صاحب چٹھی مسیح مربی سلسلہ لکھتے ہیں:

"گزشتہ ہفتے کے روز آپ کا مالی قربانیوں والا آرٹیکل ملا اور اس کے معاً بعد ایک جماعت کی طرف سے مجھے ان کی ایک میٹنگ میں آن لائن مالی قربانیوں پر خطاب کرنے کی فرمائش موصول ہوئی۔ چنانچہ الٰہی تائید سمجھ کر مَیں نے ان کے جلسہ میں وہی تقریر پڑھ کر سنادی جس کو بہت سراہا گیا۔ فالحمدللہ و جزاکم اللہ خیراً فی الدارین"

اِسی طرح مکرم بہادر علی صاحب تحریر کرتے ہیں:

"اب تو یہی کوشش ہے کہ جو آپ بھجوا رہے ہیں ان کو جمع کر لیا جائے۔ کل ہی ہمارے اطفال الاحمدیہ کے اجتماع میں بچوں کو تمام تقاریر خاکسار نے آپ کے بھجوائے ہوئے مواد سے تیار کر کے دیں۔ آپ کی تقاریر سے ہی بھرپور تیاری کر کے بچوں نے پیاری تقاریر کی ہیں۔"

مکرم حافظ عبد الحمید صاحب ترکی سے لکھتے ہیں:

"تقریر کے حوالہ سے آپ بہت خدمت کر رہے ہیں۔"

تقاریر کی تیاری میں باقی معاونین کے اسماء بغرض دعا ذیل میں درج ہیں۔

مکرمہ عائشہ منصور چوہدری آف جرمنی۔ مکرم منہاس محمود آف جرمنی۔ مکرمہ فائقہ بشریٰ ۔ مکرمہ عطیۃ العلیم آف ہالینڈ، مکرم سعید الدین احمد آف برطانیہ، مکرم عامر محمود آف شیفیلڈ یو کے اور مکرم سید عمار احمد آف جرمنی۔

جن احباب وخواتین کے مضامین اور کتب سے ان تقاریر کی تیاری میں مدد لی گئی وہ اور اِن کے علاوہ روزانہ کی بنیاد پر تقاریر کو پڑھ کر آگے Large Scale پر شیئر کرنے والے بھی شکریہ کے مستحق ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان تمام کے ساتھ ہو۔ ان کے نفوس و اموال میں برکت ڈالے اور اس سے استفادہ کرنے والوں کے علمی رزق میں اللہ تعالیٰ برکت ڈالتا چلا جائے۔کَانَ اللّٰہُ مَعَہُم۔ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ

خاکسار

حنیف احمد محمود۔برطانیہ

(سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل آن لائن لندن)

14 جون 2024ء

تقاریر کے حوالے سے چند باتیں

1. خاکسار نے جو تقاریر تیار کیں وہ سات سے آٹھ منٹ دورانیہ کی ہیں اس میں نیت یہ تھی کہ جماعتی و ذیلی تنظیموں کے تربیتی و تبلیغی اجلاسات میں پڑھی جاسکیں۔

2. جہاں تک مقابلہ جات کی تقاریر کا تعلق ہے ان میں ان تقاریر کو ذرا مختصر کر کے حسب پروگرام کی جاسکتی ہیں کیونکہ چھوٹی تحریر کو بڑا کرنا قدرے مشکل ہوتا ہے جبکہ بڑی یا لمبی تحریر بآسانی مختصر کی جاسکتی ہے۔

3. بعض دوست جب کسی عنوان کے تحت تقریر کا مطالبہ کرتے ہیں تو ان کو وہ تقریر عنوان کی قدرے تبدیلی سے جب بھجوائی جاتی ہے وہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ وہ عنوان تو نہیں ہے جبکہ عنوان تبدیل کرکے اگر وہی تقریر کر دی جائے تو وہ عین درست ہوتا ہے جیسے آنحضورؐ کا عفو کا مقام اور آنحضورؐ اور غصہ نہ کرنے کی تعلیم۔

4. تقریر کرتے وقت صاحب صدر یا سامعین کو مخاطب کرتے موقع و محل کو مد نظر رکھنا چاہئے کیونکہ صاحب تحریر کے مد نظر بھائی اور بہنیں دونوں ہوتی ہیں۔ اس طرح مخاطب ضمیر بھی بدل جائے گی۔

5. اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ تقریر خود تیار کرنے کی کوشش کیا کریں۔ اس سے کتب بینی کا بھی موقع میسر آتا ہے۔ مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ کی بھی توفیق ملتی ہے۔ عنوان کو ذہن میں رکھ کر درود شریف اور دعائے قرآنیہ رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ وَیَسِّرۡ لِیۡۤ اَمۡرِیۡ بار بار پڑھیں۔ اپنے خدا سے مدد مانگیں اور اگر ممکن ہو تو صدقہ بھی دیں۔ اللہ تعالیٰ مضمون سلجھا دے گا اور تقریر لکھنے میں الٰہی مدد و نصرت بھی ملے گی۔

ظظظظ

یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات" بر مشتمل تقاریر

1۔ جماعت احمدیہ و ذیلی تنظیموں کے عہد اور ہماری ذمہ داریاں

2۔ تقاریر سیرت و شمائل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

3۔ 100 تقاریر برائے ممبرات لجنہ اماء اللہ بر موقع صد سالہ جوبلی

4۔ 52 علامات 52 تقاریر بابت پیشگوئی مصلح موعود

5۔ 50 تقاریر بر موقع یوم مسیح موعودؑ

6۔ 30 دروس بابت رمضان المبارک

7۔ 50 تقاریر بر موقع یوم خلافت (حصہ اول)

8۔ 25 تقاریر بابت انفاق فی سبیل اللہ

9۔ 65 تقاریر برائے انصار اللہ

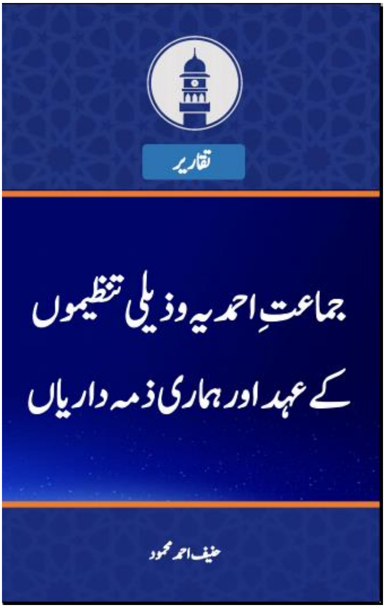
تقاریر
جماعتِ احمدیہ و ذیلی تنظیموں
کے عہد اور ہماری ذمہ داریاں
حنیف احمد محمود

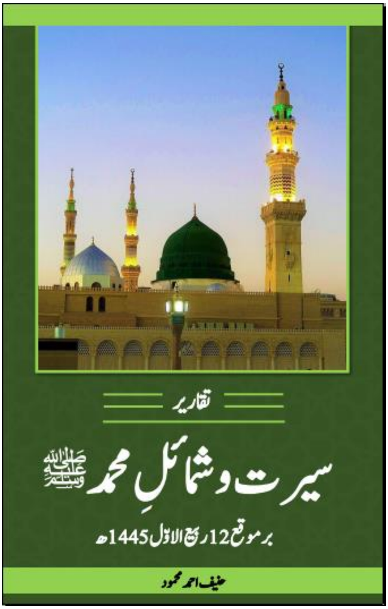
تقاریر
سیرت و شمائلِ محمد ﷺ
بر موقع 12 ربیع الاوّل 1445ھ
حنیف احمد محمود

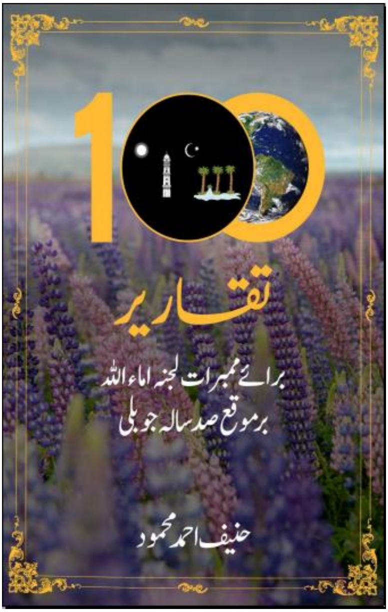
100
تقاریر
برائے ممبرات لجنہ اماء اللہ
بر موقع صد سالہ جوبلی
حنیف احمد محمود

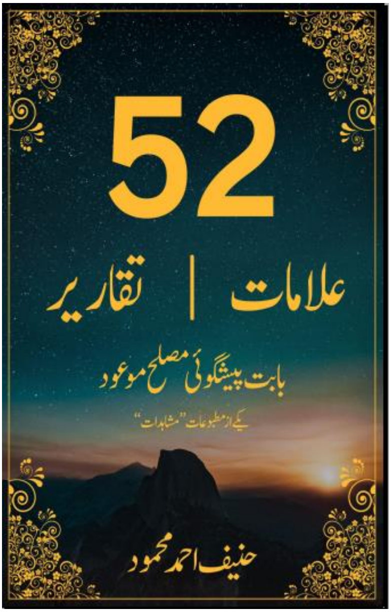
52
علامات | تقاریر
بابت پیشگوئی مصلح موعود
یکے از مطبوعات "مشاہدات"
حنیف احمد محمود

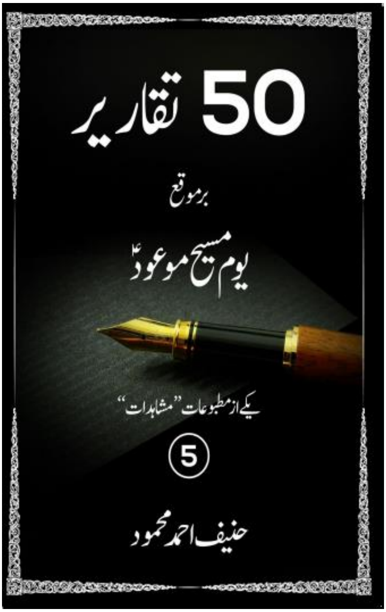
50 تقاریر
برموقع
یوم مسیح موعودؑ
یکے از مطبوعات ”مشاہدات“
5
حنیف احمد محمود

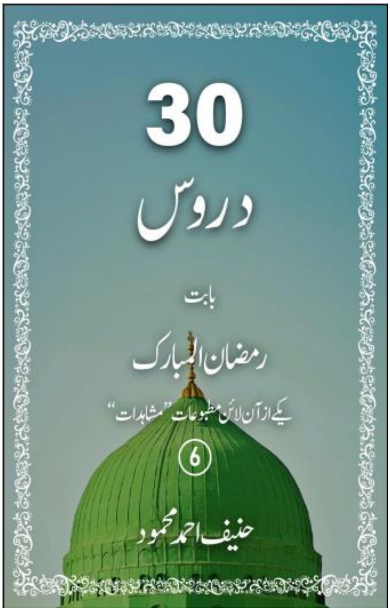
30
دروس
بابت
رمضان المبارک
یکے از آن لائن مطبوعات ”مشاہدات“
6
حنیف احمد محمود

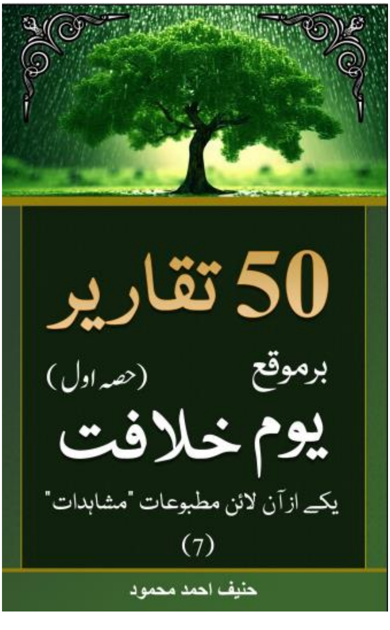
50 تقاریر
برموقع
(حصہ اول)
یوم خلافت
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
(7)
حنیف احمد محمود

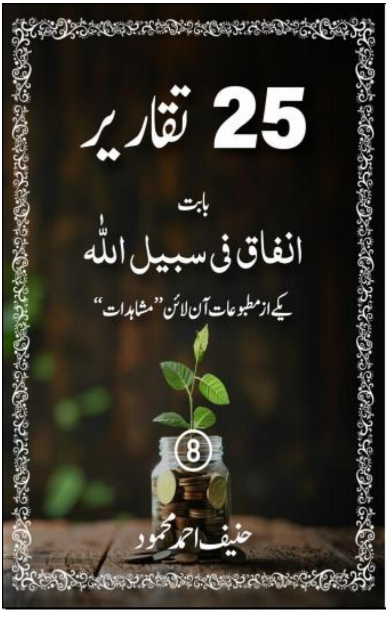
25 تقاریر
بابت
انفاق فی سبیل اللہ
یکے از مطبوعات آن لائن ”مشاہدات“
8
حنیف احمد محمود

بعض اصطلاحات کی درستی

انصارُ اللہ بعض دوست اِسے انصارَ اللہ پڑھتے ہیں (رَ کے ساتھ) جو غلط ہے۔

اَنصارُ اللہ بعض دوست اِسے اِنصار اللہ پڑھتے ہیں (اِ کے ساتھ) جو غلط ہے۔

ناصِر بعض دوست اِسے ناصَر پڑھتے ہیں (صَ کے ساتھ) جو غلط ہے۔

انڈیکس

نمبر شمار	مشاہدات	عنوان	صفحہ
1	278	ذیلی تنظیموں کا قیام اور حضرت مصلح موعودؓ کا عظیم کارنامہ	1
2	205	مجلس انصار اللہ کا قیام اور مقاصد	13
3	44	عہد انصار اللہ اور ہماری ذمہ داریاں	30
4	176	خلافت احمدیہ سے وابستگی اور استحکام میں مجلس انصار اللہ کا کردار (عہد انصار اللہ کی روشنی میں)	35
5	300	میں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا	44
6	434	مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ	51
7	130	جماعتی و ذیلی عہدیداران کو اپنے سپرد امانتوں کا حق ادا کرنے کی ہدایات	59
8	319	جماعتی پروگرامز، میٹنگز اور اجلاسات میں شمولیت کی اہمیت و برکات	72
9	230	محبتِ الٰہی	83
10	59	اللہ کا رنگ پکڑیں	93
11	7	تعلق باللہ کے مختلف پہلو	102
12	304	ہم اللہ تعالیٰ سے تعلق کیسے مضبوط کر سکتے ہیں؟	107
13	192	صحابہ رسول رِضوانُ اللہ علیہم کا تعلق باللہ اور ذوق عبادت	112
14	126	سر جھکا بس! مالکِ ارض و سماء کے سامنے	126
15	163	استغفار نہ کرنے والا بے ادب دہریہ ہے	134
16	39	نماز کی اہمیت و ضرورت اور انصار اللہ	143
17	55	نماز باجماعت اور مساجد میں نمازیوں کی تعداد بڑھانے کے ذرائع	151
18	40	نماز تہجد اور انصار بطور نمونہ	159

19	159	آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدین کو بچوں سے دوستانہ تعلق کی تعلیم	168
20	81	آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں کے ساتھ شفقت و محبت بھرا سلوک	180
21	156	آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں کو نصائح	187
22	251	رحمۃ للعالمین ؐ اور عالمِ اَطفال	199
23	323	حضرت مسیح موعودؑ کا بچوں سے پیار و شفقت اور اُن کی تعلیم و تربیت	210
24	331	حضرت مسیح موعودؑ کی اپنی اولاد کے حق میں دعائیں	218
25	201	دُعَاءُ الْوَالِدِ لِوَلَدِہٖ کَدُعَاءِ النَّبِیِّ لِأُمَّتِہٖ	228
26	47	تربیتِ اولاد اور انصار کی ذمہ داریاں	240
27	160	صحبت صالح ترا صالح کند	249
28	248	صحبتِ صالحین (ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روشنی میں)	264
29	57	تلاوت قرآن کریم کی اہمیت، برکات اور آداب	275
30	196	تلاوتِ قرآن کے آداب، قرآن کی زبان سے	286
31	197	روحانی حیات کا آبِ حیات (کتب حضرت مسیح موعودؑ کی اہمیت بزبان حضرت مسیح موعودؑ)	294
32	198	مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اہمیت، ضرورت اور برکات (از ارشادات خلفائے کرام)	305
33	199	کتب مسیح موعود علیہ السلام کی تاثیرات اپنوں اور غیروں کی نظر میں	319
34	200	مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اہمیت و برکات	331
35	52	ابراہیم بنو	344
36	254	حضرت مسیح موعودؑ کی احباب جماعت کو قیمتی و زریں نصائح	357
37	90	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں درازی عمر کا نسخہ	370
38	38	خطبات امام کی اہمیت و برکات اور انصار کی ذمہ داریاں	377

39	113	اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ	384
40	117	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیویوں سے حسن معاشرت	394
41	189	حضرت فاطمہ اور حضرت علی کی شادی کے موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے تناظر میں شادی بیاہ کے متعلق چند اسلامی تعلیمات	402
42	321	عائلی زندگی اور حضرت مسیح موعودؑ کا بہترین اُسوہ	415
43	25	پر سکون عائلی زندگی بہترین تربیت اولاد کی ضامن	424
44	27	بچوں کے رشتوں کے لیے انتخاب کے لیے زریں ہدایات	430
45	202	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے سسرالی رشتہ داروں سے حسن سلوک	439
46	208	ذاتیں وجہ شرافت نہیں	451
47	290	ذاتی اصلاح کے لئے عملی کوششیں	461
48	293	ذاتی اصلاح کا ذریعہ خشیتِ الٰہی	471
49	291	ذاتی اصلاح کے بغیر معاشرے کی اصلاح ممکن نہیں	477
50	439	ذاتی اصلاح اور اس کی شرائط	483
51	297	ذاتی اصلاح کی اہمیت اور طریقے	494
52	309	تبلیغ حق۔ اصلاح نفس کا ذریعہ	498
53	299	عِبادِ صالحین کی صفات	504
54	302	عباد صالحین کیسے بنا جائے	512
55	380	اپنے نفس کا مطالعہ کرتے رہو	518
56	374	انصار اللہ اور انفاق فی سبیل اللہ	528
57	218	ہمارا امتیازی نشان، خدمت خلق (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں)	537
58	214	جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا	550
59	71	وقف زندگی کی اہمیت اور برکات	570

60	229	وقف عارضی کی ضرورت واہمیت	579
61	79	جادو، ٹونہ ٹوٹکا اور مزاروں پر جانا	596
62	43	صحت مند اور توانا مومن، کمزور مومن سے بہتر ہے	604
63	143	فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ	610
64	234	شخصیت پرستی اور اس کے مضر اثرات	619
65	354	رمضان اور والدین کی اطاعت کا سبق	629

ظظظظ

ضروری نوٹ

ہر مقرر یعنی تقریر کرنے والا اپنی تقریر کا آغاز درج ذیل تشہد سے کرے۔

تشہد

اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

ظظظظ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ / خطاب کے آغاز میں تشہد بھی پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس خطبہ / خطاب میں تشہد نہ ہو وہ یَدِجَذْمَاء یعنی ایک ٹنڈے (کٹے ہوئے) ہاتھ کی

(3015

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ (الصف:15)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کے انصار بن جاؤ جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا تھا (کہ) کون ہیں جو اللہ کی طرف راہ نمائی کرنے میں میرے انصار ہوں؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے انصار ہیں۔

{1} {مشاہدات۔278}

ذیلی تنظیموں کا قیام اور حضرت مصلح موعودؓ کا عظیم کارنامہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ (المجادلہ:22)

اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ ضرور مَیں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔ یقیناً اللہ بہت طاقتور (اور) کامل غلبہ والا ہے۔

جب گزر جائیں گے ہم تم پہ پڑے گا سب بار
سستیاں ترک کرو طالبِ آرام نہ ہو
خدمتِ دین کو اک فضلِ الٰہی جانو
اس کے بدلہ میں کبھی طالبِ انعام نہ ہو
دل میں ہو سوز تو آنکھوں سے رواں ہوں آنسو
تم میں اسلام کا ہو مغز فقط نام نہ ہو

مکرم سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **ذیلی تنظیموں کا قیام اور حضرت مصلح موعودؓ کا عظیم کارنامہ**

اللہ تعالیٰ کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ جو وعدے تھے اُن میں سے ایک وعدہ تا قیامت ایسی روحانی تربیت سے لبریز جماعت قائم کرنا تھی جو اپنی روحانی لَو سے دوسری لَو جلاتے ہوئے نیک اور مخلصین کی جماعت کو مستحکم کرتے چلے جائیں۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ آپؑ کی وفات کے بعد خلفاء کی ایسی قیادت مہیا کرتا چلا جائے جو حضرت مسیح موعودؑ کے اُستوار کردہ خطوط پر جماعت کو استحکام بخشتے جائیں۔ اس تقویٰ، طہارت اور الٰہی نور کو نسلاً بعد نسل منتقل کرنے کے گُر کو تمام خلفاء نے ہی خوب جانا اور

اللہ کے دیئے ہوئے قویٰ اور اُسی کی مدد سے اِسے نبھایا۔ بالخصوص موعود فرزند دلبند گرامی ارجمند حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ اِسے خوب سمجھتے تھے۔ آپؓ نے مرکزی نظامِ جماعت کو مستحکم بنیادوں پر قائم کرنے کے بعد جماعت میں ذیلی تنظیموں کا قیام فرما کر جماعت کے ہر فرد کو ایک مضبوط لڑی میں پرو دیا۔

آپؓ نے انسانی جسم کے نظام کا خوب سمجھا اور اِس کا بھرپور مطالعہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم میں ہنگامی صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لئے بکثرت متبادل راستے تجویز کر رکھے ہیں۔ اگر ایک شریان بند ہو تو دوسری شریان نیا راستہ تلاش کر کے زندگی کو محفوظ کر لیتی ہے۔ ہم نے اکثر سنا ہے کہ ڈاکٹرز سے آپریشنز کے دوران بہت سی شریانیں اور باریک رگیں کٹ جاتی ہیں اور اُن رگوں میں بہنے والا خون متبادل رگوں کو تلاش کر کے خون کی روانی برقرار رکھتا ہے۔ اِسی مضمون کو سامنے رکھ کر آپؓ نے لجنہ اماء اللہ، ناصرات الاحمدیہ ، مجلس خدام الاحمدیہ ، مجلس اطفال الاحمدیہ اور مجلس انصار اللہ کا قیام فرمایا اور نظامِ جماعت کے ساتھ ان کا رابطہ قائم کرتے ہوئے فرمایا:

”اگر ایک طرف نظارتیں جو نظام کی قائم مقام ہیں عوام کو بیدار کرتی رہیں اور دوسری طرف خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ جو عوام کے قائم مقام ہیں نظام کو بیدار کرتے رہیں تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ کسی وقت جماعت کُلی طور پر گر جائے اور اس کا قدم ترقی کی طرف اٹھنے سے رک جائے۔ جب بھی ایک غافل ہو گا دوسرا اسے جگانے کے لئے تیار ہو گا ..... یاد رکھو! اگر اصلاحِ جماعت کا سارا دارومدار نظارتوں پر ہی رہا تو جماعت احمدیہ کی زندگی کبھی لمبی نہیں ہو سکتی۔ یہ خدائی قانون ہے جو کبھی بدل نہیں سکتا کہ ایک حصہ سوئے گا اور ایک حصہ جاگے گا۔ ایک حصہ غافل ہو گا اور ایک حصہ ہوشیار ہو گا۔ خدا تعالیٰ نے دنیا کو گول بنا کر فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے قانون میں یہ بات داخل ہے کہ دنیا کا ایک حصہ سوئے اور ایک حصہ جاگے ....یہی نظام اور عوام کے کام کا تسلسل دنیا میں دکھائی دیتا ہے۔“

(الفضل 17 نومبر 1943ء)

سامعین! ان سب تنظیموں نے جو اثرات مرتب کئے ان کا ذکر کرتے ہوئے مجلس احرار کا ترجمان زمزم لکھتا ہے:

''ایک ہم ہیں کہ ہماری کوئی بھی تنظیم نہیں اور ایک وہ ہیں کہ جن کی تنظیم در تنظیم کی تنظیمیں ہیں۔ ایک ہم ہیں کہ آوارہ منتشر اور پریشان ہیں۔ ایک وہ ہیں کہ حلقہ در حلقہ محدود و محصور اور مضبوط اور منظم ہیں۔ ایک حلقہ احمدیت ہے۔ اس میں چھوٹا بڑا زن و مرد، بچہ بوڑھا، ہر احمدی مرکز ''نبوت'' پر مرکوز و مجتمع ہے۔ مگر تنظیم کی ضرورت اور برکات کا علم و احساس ملاحظہ ہو کہ اس جامع و مانع تنظیم پر بس نہیں۔ اس وسیع حلقہ کے اندر متعدد چھوٹے چھوٹے حلقے بنا کر ہر فرد کو اس طرح جکڑ دیا گیا ہے کہ ہل نہ سکے۔ عورتوں کی مستقل جماعت لجنہ اماء اللہ ہے۔ اس کا مستقل نظام ہے۔ سالانہ جلسہ کے موقع پر اس کا جداگانہ سالانہ جلسہ ہوتا ہے۔ خدام الاحمدیہ نوجوانوں کا جدا نظام ہے۔ پندرہ تا چالیس سال کے ہر فرد جماعت کا خدام الاحمدیہ میں شامل ہونا ضروری ہے۔ چالیس سال سے اوپر والوں کا مستقل ایک اور حلقہ ہے۔ انصاراللہ جس میں چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان تک شامل ہیں۔ میں ان واقعات اور حالات میں مسلمانوں سے صرف اس قدر دریافت کرتا ہوں کہ کیا ابھی تمہارے جاگنے اور اٹھنے اور منظم ہونے کا وقت نہیں آیا؟ تم نے ان متعدد مورچوں کے مقابلہ میں کوئی ایک بھی مورچہ لگایا؟ حریف نے عورتوں تک کو میدان جہاد میں لا کھڑا کیا..... میرے نزدیک ہماری ذلت و رسوائی اور میدان کشاکش میں شکست و پسپائی کا ایک بہت بڑا سبب یہی غلط معیار شرافت ہے۔''

(زمزم لاہور 23 جنوری 1945ء بحوالہ الفضل 18 اپریل 1945ء)

حضورؓ نے ایک موقع پر خدام، اطفال، انصار اور لجنہ کو نظام جماعت کی چار دیواری سے تشبیہ دے کر اِن تنظیموں میں تمام احباب و خواتین کو اُن کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جس طرح ہم اپنے گھروں کی دیواروں کی حفاظت کرتے ہیں، سفیدی، رنگ و روغن کرتے اور اُن کی مرمتیں کرواتے رہتے ہیں تا اِن پر قائم چھت مضبوط رہے اِسی طرح اپنے اعمال، نیکیوں اور تقویٰ سے جماعت کی اِن ذیلی تنظیموں کی صورت میں دیواروں کو مضبوط کرنا اور رکھنا ہمارا فرض ہے۔

سامعین! اب مَیں ذیلی تنظیموں کے قیام کو اُسی ترتیب سے آپ سامعین کے سامنے رکھتا ہوں جس ترتیب سے اِن کا قیام عمل میں آیا۔ سب سے پہلے لجنہ اماءِ اللہ کو لیتے ہیں۔

لجنہ اماء اللہ کا قیام

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی زوجہ مکرمہ امۃ الحیٔ صاحبہ کی تحریک پر 25 دسمبر 1922ء کو لجنہ اماءِ اللہ کی بنیاد رکھی۔ جب اس تنظیم کا قیام عمل میں آیا تو لجنہ کی ممبرات نے اُمّ المؤمنین حضرت نصرت جہاں بیگمؓ کی خدمت میں اس کی صدارت قبول کرنے کی درخواست کی۔ آپؓ نے پہلے ہی اجلاس میں حضرت ام ناصرؓ کو اپنی جگہ بٹھا کر صدارت کے لئے آپ کو نامزد فرمایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 15 دسمبر 1922ء کو اپنے قلم سے قادیان کی مستورات کے نام ایک 17 نکاتی مضمون میں عورتوں کو دینی تعلیم و تربیت کے لئے ایک مجلس کے قیام کی ترغیب دی اور فرمایا کہ جو عورتیں اس سے متفق ہوں وہ مجھے اطلاع دیں۔ اس ابتدائی تحریک پر قادیان کی تیرہ خواتین نے دستخط کئے۔ حضورؓ کے فرمان پر 25 دسمبر 1922ء کو دستخط کرنے والی تمام خواتین حضرت اماں جانؓ کے گھر میں جمع ہوئیں۔ حضور نے نماز ظہر کے بعد ایک مختصر تقریر فرمائی اور لجنہ کا قیام عمل میں آیا۔ اس اجلاس اوّل کے بعد لجنہ اماء اللہ کے مفصل قواعد رسالہ تادیب النساء میں شائع کر دئے گئے اور اس طرح باقاعدہ سرگرمیوں کا آغاز ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے احمدی مستورات کی اصلاح و تنظیم کے لئے فروری اور مارچ 1923ء کے تین اجلاسوں میں نہایت جامعیت کے ساتھ دینی اور دنیاوی علوم کی تفصیلات بیان فرمائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ حضورؓ نے خدمتِ دین کا عملی جوش پیدا کرنے کے لئے تعمیر مسجد برلن کی ذمہ داری بھی احمدی مستورات پر ڈالی اور اس کے لئے چندہ کی فراہمی کا کام ”لجنہ اماء اللہ“ کے سپرد فرمایا اور دو سال بعد خواتین میں دینی تعلیم عام کرنے کے لئے 17 مارچ 1925ء کو مدرسۃ الخواتین جاری فرمایا۔ جس میں حضورؓ اور دیگر علمائے کرام تعلیم دیتے رہے اِس کے نتیجہ میں خواتین کے مرکزی اداروں اور درسگاہوں کے لئے معلمات اور کارکنات میسّر آتی رہیں۔ 15 دسمبر 1926ء کو لجنہ کا ماہوار رسالہ ”مصباح“ جاری ہوا جس سے احمدی خواتین کی تربیت و تنظیم کو بہت تقویت پہنچی۔

سامعین! ممبرات میں علمی ذوق بڑھانے کی بات ہو رہی ہے اِس ضمن میں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ 16 ستمبر 1927ء کو حضرت امۃ الحئ صاحبہ کی یاد میں "امۃ الحئ لائبریری" کا قیام عمل میں آیا اور اس کی نگرانی حضرت سیدہ اُمّ طاہر کو تفویض ہوئی۔ پارٹیشن کے بعد اس لائبریری کا احیاء جنوری 1960ء کو ربوہ میں ہوا۔

1930ء میں لجنہ کو مجلس شوریٰ میں نمائندگی کا حق ملا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے یکم اپریل 1938ء کو حکم دیا کہ جہاں جہاں لجنہ ابھی قائم نہیں ہوئی وہاں کی عورتیں اپنے ہاں لجنہ اماء اللہ قائم کریں اور وہ بھی اپنے آپ کو تحریک جدید کا حصہ سمجھیں۔ ماہ اپریل 1944ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو الہام ہوا۔

"اگر تم پچاس فیصدی عورتوں کی اصلاح کر لو تو اسلام کو ترقی حاصل ہو جائے گی۔"

سامعین! لجنہ اماء اللہ کی تنظیم اپنی نوعیت اور ہیئت کے اعتبار سے ایک مثالی تنظیم بنتی گئی۔ مولوی عبد المجید صاحب قرشی ایڈیٹر اخبار تنظیم امرتسر نے اِس بارہ میں لکھا:

"لجنہ اماء اللہ قادیان احمدیہ خواتین کی انجمن کا نام ہے۔ اس انجمن کے ماتحت ہر جگہ عورتوں کی اصلاحی مجالس قائم کی گئی ہیں اور اس طرح پر وہ تحریک جو مردوں کی طرف اٹھتی ہے خواتین کی تائید سے کامیاب بنائی جاتی ہے اس انجمن نے تمام احمدیہ خواتین کو سلسلہ کے مقاصد کے ساتھ عملی طور پر وابستہ کر دیا ہے۔ عورتوں کا ایمان مردوں کی نسبت زیادہ مخلص اور مربوط ہوتا ہے۔ عورتیں مذہبی جوش کو مردوں کی نسبت زیادہ محفوظ رکھ سکتی ہیں۔ لجنہ اماء اللہ کی جس قدر کارگذاریاں اخبارات میں چھپ رہی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ احمدیوں کی آئندہ نسلیں موجودہ کی نسبت زیادہ مضبوط اور پُرجوش ہوں گی اور احمدی عورتیں اس چمن کو تازہ دم رکھیں گی جس کا مرور زمانہ کے باعث اپنی قدرتی شادابی اور سرسبزی سے محروم ہونا لازمی تھا۔" (تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 310)

ناصرات الاحمدیہ کا قیام

سامعین! حاضرین کی دلچسپی برقرار رکھنے کے کئے ناصرات الاحمدیہ کے قیام کا ذکر کر دوں۔ فروری 1939ء میں احمدی بچیوں کے لئے "ناصرات الاحمدیہ" کے نام سے ایک انجمن کا قیام عمل میں آیا جس کی

صدر محترمہ استانی میمونہ صوفیہ صاحبہ، سیکرٹری صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور اسسٹنٹ سیکرٹری طاہرہ بیگم صاحبہ مقرر ہوئیں۔ (الفضل 5 جولائی 1939ء)

ناصرات الاحمدیہ کی محرک مکرمہ صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ کا بیان ہے کہ:

"جب میں دینیات کلاس میں پڑھتی تھی۔ میرے ذہن میں یہ تجویز آئی کہ جس طرح خواتین کی تعلیم وتربیت کے لئے لجنہ اماء اللہ قائم ہے۔ اسی طرح لڑکیوں کے لئے بھی کوئی مجلس ہونی چاہئے۔ چنانچہ محترم ملک سیف الرحمٰن صاحب کی بیگم صاحبہ اور مکرم و محترم حافظ بشیر الدین صاحب کی بیگم صاحبہ اور اسی طرح اپنی کلاس کی بعض اور بہنوں سے اس خواہش کا اظہار کیا اور ہم سب نے مل کر لڑکیوں کی ایک انجمن بنائی جس کا نام حضرت اقدس کی منظوری سے ناصرات الاحمدیہ رکھا گیا۔ شروع میں تو اس کے اجلاس بھی ہمارے سکول میں ہوتے رہے اور سکول کی طالبات ہی اس کی ممبر رہیں۔ لیکن میری شادی کے بعد جب میں سندھ چلی گئی تو اس مجلس کا انتظام لجنہ اماء اللہ نے سنبھال لیا اور اس کے زیر انتظام اس مجلس کے امور سرانجام پاتے رہے۔"

یہاں پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ احمدی عورتوں کی عمومی تعلیم کا معیار بلند کرنے کے لئے حضور کی دیگر تحریکات کا ذکر کر دیا جائے۔

مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے مبارک ہاتھوں مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام 1938ء کے آغاز میں ہوا۔ تا ہر زمانے میں جماعت احمدیہ کے نوجوانوں کی تربیت اس طور پر ہوتی رہے کہ وہ احمدیت کا جھنڈا وہ بلند رکھیں۔

حضرت مصلح موعودؓ کی براہ راست قیادت، غیر معمولی توجہ اور حیرت انگیز قوت قدسی کی بدولت مجلس خدام الاحمدیہ میں تربیت پانے کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ کو ایسے مخلص اور ایثار پیشہ اور درد مند دل رکھنے والے اور انتظامی قابلیتیں اور صلاحیتیں رکھنے والے مدبّر دماغ میسر آتے گئے جنہوں نے آگے چل کر سلسلہ احمدیہ کی عظیم ذمہ داریوں کا بوجھ نہایت خوش اسلوبی اور کامیابی سے اپنے کندھوں پر اٹھایا اور آئندہ زمانہ میں بھی اللہ تعالیٰ ہر نسل میں ایسے لوگ پیدا کرتا چلا جائے گا۔ ان شاء اللہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اس کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"میری غرض اس مجلس کے قیام سے یہ ہے کہ جو تعلیم ہمارے دلوں میں دفن ہے اسے ہوا نہ لگ جائے بلکہ وہ اسی طرح نسلاً بعد نسلٍ دلوں میں دفن ہوتی چلی جائے۔ آج وہ ہمارے دلوں میں دفن ہے تو کل وہ ہماری اولادوں کے دلوں میں دفن ہو اور پرسوں ان کی اولادوں کے دلوں میں۔ یہاں تک یہ تعلیم ہم سے وابستہ ہو جائے۔ ہمارے دلوں کے ساتھ چمٹ جائے اور ایسی صورت اختیار کرے جو دنیا کے لئے مفید اور بابرکت ہو۔ اگر ایک یا دو نسلوں تک یہ تعلیم محدود رہی تو کبھی ایسا پختہ رنگ نہ دے گی جس کی اس سے توقع کی جاتی ہے۔" (الفضل 17 فروری 1939ء)

سامعین! 31 جنوری 1938ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خصوصی اجازت اور شیخ محبوب عالم صاحب ایم اے کی دعوت پر قادیان کے دس نوجوان ان کے مکان (متصل بورڈنگ مدرسہ احمدیہ) پر جمع ہوئے۔ ان دس احباب نے صدارت کے لئے مولوی قمر الدین صاحب کا اور سیکرٹری کے لئے شیخ محبوب عالم صاحب خالد کا انتخاب کیا۔ ان نوجوانوں نے خدا تعالیٰ کے فضل و نصرت پر بھروسہ رکھتے ہوئے تائید خلافت میں کوشاں رہنے اور اس کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنہ کے خلاف سینہ سپر ہونے کا عزم کیا۔

حضورؓ نے 4 فروری 1938ء کو اس تنظیم کو "مجلس خدام الاحمدیہ" کے نام سے موسوم فرمایا اور فروری اور مارچ میں قادیان کے مختلف حلقوں میں اس کی شاخیں قائم کر دی گئیں۔ اس دوران میں مجلس کا کام یہ تھا کہ اس کے ارکان قرآن وحدیث، تاریخ، فقہ اور احمدیت کے متعلق کتب دینیہ کا مطالعہ کرتے اور مخالف احمدیت فتنوں کے جواب میں تحقیق و تدقیق کرتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اِن اراکین کی ابتدائی علمی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

"اگر دوست چاہتے ہیں کہ وہ تحریک جدید کو کامیاب بنائیں تو ان کے لئے ضروری ہے کہ جس طرح ہر جگہ لجنات اماء اللہ قائم ہیں اسی طرح ہر جگہ نوجوانوں کی انجمنیں قائم کریں۔ قادیان میں بعض نوجوانوں کے دل میں اس قسم کا خیال پیدا ہوا تو انہوں نے مجھ سے اجازت حاصل کرتے ہوئے ایک مجلس خدام الاحمدیہ کے نام سے قائم کر دی ہے ..... میں نے خاص طور پر انہیں یہ ہدایت دی ہے کہ جن لوگوں کی شخصیتیں نمایاں ہو چکی ہیں ان کو اپنے اندر شامل نہ کیا جائے تا انہیں خود کام کرنے کا موقع ملے ہاں دوسرے درجہ یا

تیسرے درجہ کے لوگوں کو شامل کیا جاسکتا ہے تا انہیں خود کام کرنے کی مشق ہو اور قومی کاموں کو سمجھ سکیں اور انہیں سنبھال سکیں۔ چنانچہ میں نے دیکھا ہے کہ اس وقت تک انہوں نے جو کام کیا ہے اچھا کیا ہے اور محنت سے کیا ہے..... شروع میں وہ بہت گھبرائے۔ انہوں نے اِدھر اُدھر سے کتابیں لیں اور پڑھیں اور لوگوں سے دریافت کیا کہ فلاں بات کا کیا جواب دیں۔ مضمون لکھے اور بار بار کاٹے مگر جب مضمون تیار ہو گئے اور انہوں نے شائع کئے تو وہ نہایت اعلیٰ درجہ کے تھے۔‘‘

(الفضل 10 اپریل 1938ء)

سامعین! اپریل 1938ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ارشاد فرمایا کہ قبل ازیں مجلس خدام الاحمدیہ کا کام صرف علمی حد تک تھا۔ مگر اب اس کا پروگرام مندرجہ ذیل تجویز ہوا:

1۔ اپنے ہاتھ سے روزانہ اجتماعی صورت میں آدھا گھنٹہ کام کرنا

2۔ درس و تدریس۔

3۔ تلقین پابندی نماز۔

4۔ بیوگان، معذوروں اور مریضوں کی خبر گیری۔

5۔ تکفین و تدفین اور تقاریب میں امداد وغیرہ

اس بنیادی پروگرام کے ساتھ ساتھ حضرت مصلح موعودؓ نے جماعت کے نوجوانوں کو آوارہ گردی کو روکنے اور فریضہ تبلیغ کی ادائیگی کی طرف بھی متوجہ فرمایا۔

ان ابتدائی مراحل سے گزرنے کے بعد بالآخر خدام الاحمدیہ کا مستقل لائحہ عمل حسب ذیل قرار پایا اور اسی کے مطابق مجلس کا کام بھی مختلف شعبوں میں تقسیم کیا گیا۔

1۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نوجوانوں کی تنظیم

2۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نوجوانوں میں قومی روح اور ایثار پیدا کرنا

3۔ دینی تعلیم کی ترویج و اشاعت

4۔ نوجوانوں میں ہاتھ سے کام کرنے اور صاف ماحول میں رہنے کی عادت پیدا کرنا۔

5۔ نوجوانوں میں مستقل مزاجی پیدا کرنے کی کوشش کرنا۔

6۔نوجوانوں کی ذہانت کو تیز کرنا۔

7۔نوجوانوں کو قومی بوجھ اٹھانے کے قابل بنانے کے لئے ان کی ورزش جسمانی کا اہتمام

8۔نوجوانوں کو دینی اخلاق میں رنگین کرنا(مثلاً سچ،دیانت اور پابندی نماز وغیرہ)

9۔ قوم کے بچوں کو اس رنگ میں تربیت اور نگرانی کہ ان کی آئندہ زندگیاں قوم کے لئے مفید ثابت ہو سکیں۔

10۔نوجوانوں کو سلسلہ کے کاموں میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لینے کی ترغیب و تحریص

11۔نوجوانوں میں خدمت خلق کا جذبہ

12۔نوجوانان سلسلہ کی بہتری کے لئے حتی الوسع ہر مفید بات کو جامۂ عمل پہنانا

سامعین! یہ تنظیم جماعت احمدیہ میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے جس کا ماٹو ”قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی“ اور ”تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں“ ہے۔

اس تنظیم کی تربیت خلفاء سلسلہ کے مقدس ہاتھوں سے ہوتی رہی اور خود حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ خلافت سے قبل اِن تنظیموں کے صدر رہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی کلیدی عہدوں پر خدمات سرانجام دی ہیں۔

26جولائی 1940ء کو حضورؓ نے مجلس اطفال الاحمدیہ کے قیام کا اعلان فرمایا۔ یہ تنظیم مجلس خدام الاحمدیہ کے زیر نگرانی بہترین تربیتی و تعلیمی خدمات سرانجام دے رہی ہے۔

مجلس انصار اللہ کا قیام

سامعین! دو تنظیموں کے قیام کی وجہ سے جماعت میں خدمت دین کا ایک خاص ماحول پیدا ہو چکا تھا۔ جبکہ تیسرا طبقہ یعنی جماعت کے بزرگ احباب کو سٹریم لائن میں لانا ابھی باقی تھا۔ چنانچہ حضورؓ نے 26جولائی 1940ء کو چالیس سال سے اوپر کے احمدیوں کی ایک مستقل تنظیم کی بنیاد رکھی ، جس کا نام ”مجلس انصاراللہ“ تجویز فرمایا اور آغاز سے ہی قادیان میں رہنے والے اس عمر کے تمام احمدیوں کی شمولیت اس میں لازمی اور ضروری قرار دی۔ انصار اللہ کی تنظیم کا عارضی پریذیڈنٹ مولوی شیر علی صاحب کو نامزد فرمایا۔ اس موقع پر حضور نے مجلس انصار اللہ کی نسبت بعض بنیادی ہدایات بھی دیں۔

حضورؓ نے فرمایا:

"چالیس سال سے اوپر والے جس قدر آدمی ہیں وہ انصار اللہ کے نام سے اپنی ایک انجمن بنائیں اور قادیان کے وہ تمام لوگ جو چالیس سال سے اوپر ہیں اس میں شریک ہوں۔ ان کے لئے لازمی ہوگا کہ وہ روزانہ آدھ گھنٹہ خدمت دین کے لئے وقف کریں۔ اگر مناسب سمجھا گیا تو بعض لوگوں سے روزانہ آدھ گھنٹہ لینے کی بجائے مہینہ میں 3 دن یا کم و بیش اکھٹے بھی لئے جاسکتے ہیں۔ مگر بہر حال تمام بچوں، بوڑھوں اور نوجوانوں کا بغیر استثناء کے قادیان میں منظم ہو جانا لازمی ہے..... تین سیکرٹری میں نے اس لئے مقرر کئے ہیں کہ مختلف محلوں میں کام کرنے کے لئے زیادہ آدمیوں کی ضرورت ہے ان کو فوراً قادیان کے مختلف حصوں میں اپنے آدمی بٹھادینے چاہئیں اور چالیس سال سے اوپر عمر رکھنے والے تمام لوگوں کو اپنے اندر شامل کرنا چاہئے۔ یہ بھی دیکھ لینا چاہئے کہ لوگوں کو کس قسم کے کاموں میں سہولت ہو سکتی ہے اور جو شخص جس کام کے لئے موزوں ہو اس کے لئے اس سے نصف گھنٹہ روزانہ کام لیا جائے۔ یہ نصف گھنٹہ کم سے کم وقت ہے اور ضرورت پر اس سے بھی زیادہ وقت لیا جاسکتا ہے۔ میرا ان دونوں مجلسوں سے ایسا ہی تعلق ہوگا جیسا مربی کا تعلق ہوتا ہے اور ان کے کام کی آخری نگرانی میرے ذمہ ہوگی یا جو بھی خلیفہ وقت ہو۔ میرا اختیار ہوگا کہ جب بھی مناسب سمجھوں ان دونوں مجلسوں کا اجلاس اپنی صدارت میں بلالوں اور اپنی موجودگی میں ان کو اپنا اجلاس منعقد کرنے کے لئے کہوں۔

یہ اعلان پہلے صرف قادیان والوں کے لئے ہے اس لئے ان کو میں پھر متنبہ کرتا ہوں کہ کوئی فرد اپنی مرضی سے ان مجالس سے باہر نہیں رہ سکتا۔ سوائے اس کے جو اپنی مرضی سے ہمیں چھوڑ کر الگ ہو جانا چاہتا ہو۔ ہر شخص کو حکماً اس تنظیم میں شامل ہونا پڑے گا اور اس تنظیم کے ذریعہ علاوہ اور کاموں کے اس امر کی بھی نگرانی رکھی جائے گی کہ کوئی شخص ایسا نہ رہے جو مسجد میں نماز باجماعت پڑھنے کا پابند نہ ہو۔ سوائے ان زمینداروں کے جنہیں کھیتوں میں کام کرنا پڑتا ہے۔ یا سوائے ان مزدوروں کے جنہیں کام کے لئے باہر جانا پڑتا ہے۔ گو ایسے لوگوں کے لئے بھی میرے نزدیک کوئی نہ کوئی ایسا انتظام ضرور ہونا چاہئے جس کے ماتحت وہ اپنی قریب ترین مسجد میں نماز باجماعت پڑھ سکیں۔ اس کے ساتھ ہی میں بیرونی جماعتوں کو بھی اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ خدام الاحمدیہ کی مجالس تو اکثر جگہ قائم ہی ہیں۔ اب انہیں ہر

جگہ چالیس سال سے زائد عمر والوں کے لئے مجالس انصار اللہ قائم کرنی چاہئیں۔ ان مجالس کے وہی قواعد ہوں گے جو قادیان میں مجلس انصار اللہ کے قواعد ہوں گے۔ مگر سر دست باہر کی جماعتوں میں داخلہ فرض کے طور پر نہیں ہو گا بلکہ ان مجالس میں شامل ہونا ان کی مرضی پر موقوف ہو گا۔ لیکن جو پریذیڈنٹ یا امیر یا سیکرٹری ہیں ان کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ کسی نہ کسی مجلس میں شامل ہوں۔ کوئی امیر نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنی عمر کے لحاظ سے انصار اللہ یا خدام الاحمدیہ کا ممبر نہ ہو۔ کوئی پریذیڈنٹ نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنی عمر کے لحاظ سے انصار اللہ یا خدام الاحمدیہ کا ممبر نہ ہو اور کوئی سیکرٹری نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنی عمر کے لحاظ سے انصار اللہ یا خدام الاحمدیہ کا ممبر نہ ہو۔ اگر اس کی عمر پندرہ سال سے اوپر اور چالیس سال سے کم ہے تو اس کے لئے خدام الاحمدیہ کا ممبر ہونا ضروری ہو گا اور اگر وہ چالیس سال سے اوپر ہے تو اس کے لئے انصار اللہ کا ممبر ہونا ضروری ہو گا۔ اس طرح ڈیڑھ سال تک دیکھنے کے بعد خدا نے چاہا تو آہستہ آہستہ باہر بھی ان مجالس میں شامل ہونا لازمی کر دیا جائے گا۔" (الفضل یکم اگست 1940ء)

سامعین! وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خلافت کے سایہ تلے یہ تنظیمیں پھیلتی، پھلتی اور پھولتی رہیں اور قادیان کے چھوٹے سے ماحول میں جنم لینے والیں یہ تنظیمیں ترقی کرتی ہوئیں کُل عالَم میں پھیل گئیں۔ کہاں مرکز کا صدر مرکزیہ کہلاتا تھا اور وہ حسبِ ضرورت اور حسبِ گنجائش دنیا بھر میں تشکیل پانے والی ذیلی تنظیموں کا جائزہ لینے اور انہیں گائیڈ لائن دینے دورہ کیا کرتا تھا جبکہ اب ہر ملک میں ہر تنظیم کا الگ سے صدر ہے جو براہِ راست خلیفۃ المسیح کی رہنمائی میں کام کرتا ہے یا کرتی ہے۔ اِن کے الگ سے اجتماعات ہوتے ہیں، الگ سے چندہ کا نظام ہے، الگ سے عہدیدار ہیں۔ اِن کے خلیفۃ المسیح کی سربراہی میں الگ سے نگران مقرر ہیں جو حضور ایدہ اللہ سے رہنمائی لے کر مختلف ممالک کے صدور تک ہدایات پہنچاتے ہیں اور یوں یہ تنظیمیں تمام دنیا میں احمدیت اور انسانیت کی خاطر قابل رشک خدمات سر انجام دے رہی ہے۔ اللہ تعالی برکت ڈالتا چلا جائے۔ آمین

میری تو حق میں تمہارے یہ دعا ہے پیارو
سر پہ اللہ کا سایہ رہے ناکام نہ ہو

ظلمتِ رنج و غم و درد سے محفوظ رہو
مہرِ انوار درخشندہ رہے شام نہ ہو

(کمپوزڈبائی: منہاس محمود۔ جرمنی)

ضضضض

{2} {مشاہدات۔205}

مجلس انصار اللہ کا قیام اور مقاصد

ہم مرکزِ تدبیر ہیں
ہم صبح کی تنویر ہیں
ہم عشق کی تفسیر ہیں
ہم کوشش و تدبیر ہیں
ہم احمدی انصار ہیں

دلوں کے ہم حلیم ہیں
ہم فطرتاً سلیم ہیں
ہم نیک خُو کریم ہیں
ہم سادہ دل نعیم ہیں
ہم احمدی انصار ہیں

میرے انصار بھائیو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **مجلس انصار اللہ کا قیام اور مقاصد**

جماعت احمدیہ میں ذیلی تنظیموں کا قیام سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی خداداد ذہانت و فطانت اور علمی وانتظامی صلاحیتوں کا آئینہ دار ہے۔ آپ نے افرادِ جماعت کے مردوزن وبچوں کو اپنی عمر کے لحاظ سے ذیلی تنظیموں میں تقسیم کر کے اُن کی روحانی، اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور جسمانی ترقی کے سامان منظم صورت میں پیدا فرمائے۔ یہ حضرت مصلح موعودؓ کا جماعت پر عظیم الشان احسان ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ (الصف:15)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کے انصار بن جاؤ جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا تھا (کہ) کون ہیں جو اللہ کی طرف راہ نمائی کرنے میں میرے انصار ہوں؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے انصار ہیں۔

سامعین! آج سے قریباً دو ہزار سال قبل اللہ تعالیٰ کے ایک مامور و مرسل کے ذریعہ ایک مجلس انصاراللہ کا قیام عمل میں آیا تھا جب اللہ تعالیٰ کے اِذن سے حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام نے اپنی قوم کو آواز دی تھی کہ اللہ کے کاموں میں میرا مددگار کون بنے گا؟ حواریوں کی ایک جماعت نے حضرت مسیح علیہ السلام کی اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ کا اعلان کیا تھا۔ یہ ماضی کا واقعہ تھا مگر تاریخ گواہ ہے کہ سورۃ الصف میں جو پیغام دیا گیا تھا اسے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے کس شان سے پورا کیا۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار کا یہ عہد کہ ہم آپ کے آگے بھی لڑیں گے، پیچھے بھی لڑیں گے، آپ کے دائیں بھی لڑیں گے، آپ کے بائیں بھی لڑیں گے اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ ہماری لاشوں پر سے گزر کر نہ آئے ان کی اولوالعزمی اور فدائیت کے جذبہ کو ظاہر کرتا ہے اور پھر یہ صرف دعویٰ ہی نہ رہا بلکہ وہ حقیقت میں اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے بھی لڑے اور پیچھے بھی لڑے، دائیں بھی لڑے اور بائیں بھی لڑے اور یہی وجہ ہے کہ آنحضورؐ کے جانثار فدائی اور آپؐ کے متبعین نے نصف صدی سے بھی کم عرصہ میں وہ عظیم انقلاب دنیا میں پیدا کر دکھایا جو مُحالات کی طرح نظر آتا تھا۔ آج یہ حضرت مسیح محمدیؑ کا بابرکت دور ہے۔ گویا یہ دَور مسیح موسویؑ اور مسیح محمدیؑ کے انصار کا موازنہ دنیا کے سامنے پیش کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ نیز یہ انصار محمدیؐ کی قربانیوں اور فدائیت کے احیاء کا زمانہ ہے۔ اس اعتبار سے ہمیں اپنے ایثار اور قربانی کے معیار کا جائزہ لینا ہے اور مسیح محمدی کی مجلس انصار اللہ میں شامل ہونے کے تمام تقاضوں پر پورا اترنا ہے کیونکہ مسیح محمدیؑ کا زمانہ قیامت تک پھیلا ہوا ہے اور آپؑ کا علاقہ کُل عالم پر محیط ہے اور آپؑ کُل اقوام کے لئے مسیح و مہدی بنا کر معبوث کئے گئے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آپؑ کی بیعت کرنے والے سب کے سب انصار ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کے ایک خاص گروہ اور طبقہ کے لئے بھی ’’انصار اللہ‘‘ کا نام مخصوص رہا ہے۔ اس نام سے موسوم ہونے والے یعنی انصار اللہ کہلانے والوں پر کئی ادوار جماعت کی تاریخ کے اعتبار سے آئے ہیں۔ ایک دور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے ابتدائی صحابہ کا ہے اور ایک دور بالخصوص ’’انصاراللہ‘‘ کے نام سے وابستگی کا ہے جس کا آغاز 1911ء میں حضرت مرزابشیر الدین محمود احمدؓ کے ذریعہ خلافت اولیٰ میں حضرت خلیفۃالمسیح الاوّلؓ کی اجازت سے ہوا جس کے لئے حضرت مرزابشیر الدین محمود احمدؓ نے 23فروری 1911ء کو اخبارالبدر میں ’’مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللہ ‘‘کے عنوان سے ایک مضمون دے کر انجمن انصاراللہ میں شمولیت کی احباب کو دعوت دی۔ جس کا بنیادی مقصد خلافت سے وابستگی، جماعت میں وحدت فکر پیدا کرنا اور تبلیغ اسلام کو موئژ اور وسیع کرنا تھا اور اس انجمن کے سب سے پہلے ممبر حضرت خلیفۃالمسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنے تھے۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے اس انجمن کا ممبر بننے کے لیے ایک شرط یہ رکھی کہ

’’اس مجلس کے ممبر خصوصیت سے حضرت خلیفۃالمسیح کی فرمانبرداری کا خیال رکھیں۔‘‘

یعنی ابتداء سے ہی انصاراللہ کے قیام کا بنیادی مقصد خلافت سے پختہ وابستگی، مکمل اطاعت اور کامل فرمانبرداری تھا۔

سامعین! سیدنا حضرت مرزابشیر الدین محمود احمد خلیفۃالمسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 1926ء میں انجمن انصاراللہ کے نام سے بچوں کی ایک مجلس قائم فرمائی جس کا بنیادی مقصد نئی پود کی اصلاح، ان میں خدمت دین کا جذبہ ابھارنا اور انہیں اس قابل بنانا تھا کہ وہ آئندہ کی ذمہ داریاں کماحقہ سنبھال سکیں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تحریک اور رہنمائی میں دسمبر 1922ء سے عورتوں کی تربیت کے لئے لجنہ اماء اللہ اور جنوری 1938ء سے نوجوانوں کی تربیت کے لئے مجلس خدام الاحمدیہ کی تنظیمیں قائم تھیں اور بہت جوش وخروش سے اپنی ذمہ داریاں ادا کر رہی تھیں اور ان کی وجہ سے جماعت میں خدمتِ دین کا ایک خاص ماحول پیدا ہو چکا تھا۔ مگر ایک تیسرا طبقہ ابھی ایسا باقی تھا جو اپنی پختہ کاری، لمبے تجربہ اور فراست کے اعتبار سے اگرچہ سلسلہ احمدیہ کی بہترین خدمات بجالا رہا تھا۔ مگر کسی مستقل تنظیم سے وابستہ نہ ہونے

کے باعث قوم کی اجتماعی تربیت میں پورا حصہ نہیں لے سکتا تھا۔ حالانکہ اپنی عمر اور اپنے تجربہ کے لحاظ سے قومی تربیت کی ذمہ داری براہ راست اسی طبقہ پر پڑتی تھی۔ علاوہ ازیں خدام الاحمدیہ کے نوجوانوں کے اندر خدمت دین کے جوش کا تسلسل قائم رکھنے کے لئے بھی ضروری تھا کہ جب جوانی کے زمانہ کی دینی ٹریننگ کا دور ختم ہو اور وہ عمر کے آخری حصہ میں داخل ہوں تو وہ دوبارہ ایک تنظیم ہی کے تحت اپنی زندگی کے بقیہ ایام گزاریں اور زندگی کے آخری سانس تک دین کی نصرت و تائید کے لئے سرگرم عمل رہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو "مجلس خدام الاحمدیہ" کی بنیاد رکھتے وقت بھی اس اہم ضرورت کا شدید احساس تھا مگر حضور چاہتے یہ تھے کہ پہلے مجلس خدام الاحمدیہ کی رضاکارانہ تنظیم کم از کم قادیان میں اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جائے تو بتدریج کوئی نیا عملی قدم اٹھایا جائے۔

چنانچہ دو اڑہائی سال کے بعد جبکہ یہ مجلس حضور کی تجویز فرمودہ لائنوں پر چل نکلی اور نوجوانوں نے رضاکارانہ طور پر حضور کے منشاء مبارک کے مطابق کام کرنے کا پوری طرح اہل ثابت کر دکھایا تو حضور نے 26 جولائی 1940ء کو اعلان فرمایا کہ:

"آج سے قادیان میں خدام الاحمدیہ کا کام طوعی نہیں بلکہ جبری ہو گا۔ ہر وہ احمدی جس کی پندرہ سے چالیس سال تک عمر ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ پندرہ دن کے اندر اندر خدام الاحمدیہ میں اپنا نام لکھادے۔"

اور خدام الاحمدیہ کو یہ ارشاد فرمایا کہ:

"ایک مہینہ کے اندر اندر خدام الاحمدیہ آٹھ سے پندرہ سال کی عمر تک کے بچوں کو منظم کریں۔ اور اطفال احمدیہ کے نام سے ان کی ایک جماعت بنائی جائے اور میرے ساتھ مشورہ کر کے ان کے لئے مناسب پروگرام تجویز کیا جائے۔"

اس اعلان کے ساتھ ہی حضور نے چالیس سال سے اوپر کے احمدیوں کی ایک مستقل تنظیم کی بنیاد رکھی جس کا نام "مجلس انصار اللہ" تجویز فرمایا اور فی الحال قادیان میں رہنے والے اس عمر کے تمام احمدیوں کی شمولیت اس میں لازمی اور ضروری قرار دی۔ انصار اللہ کی تنظیم کا عارضی پریذیڈنٹ مولوی شیر علی صاحب کو نامزد فرمایا اور ان کی اعانت کے لئے تین سیکرٹری مقرر فرمائے۔

جن کے اسماء یہ ہیں:

1۔ حضرت مولوی عبد الرحیم صاحب درد ایم اے

2۔ حضرت چودھری فتح محمد صاحب سیال ایم اے

3۔ حضرت خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب

اس موقعہ پر حضورؓ نے مجلس انصار اللہ کی نسبت بعض بنیادی ہدایات بھی دیں۔ حضور نے فرمایا:

”چالیس سال سے اوپر عمر والے جس قدر آدمی ہیں وہ انصار اللہ کے نام سے اپنی ایک انجمن بنائیں اور قادیان کے وہ تمام لوگ جو چالیس سال سے اوپر ہیں اس میں شریک ہوں۔ ان کے لئے بھی لازمی ہو گا کہ وہ روزانہ آدھ گھنٹہ خدمت دین کے لئے وقف کریں۔ اگر مناسب سمجھا گیا۔ تو بعض لوگوں سے روزانہ آدھ گھنٹہ لینے کی بجائے مہینہ میں تین دن یا کم وبیش اکٹھے بھی لئے جاسکتے ہیں۔ مگر بہر حال تمام بچوں بوڑھوں اور نوجوانوں کا بغیر کسی استثناء کے قادیان میں منظم ہو جانا لازمی ہے۔

مجلس انصار اللہ کے... تین سیکرٹری میں نے اس لئے مقرر کئے ہیں کہ مختلف محلوں میں کام کرنے کے لئے زیادہ آدمیوں کی ضرورت ہے۔ ان کو فوراً قادیان کے مختلف حصوں میں اپنے آدمی بٹھا دینے چاہئیں اور چالیس سال سے اوپر عمر رکھنے والے تمام لوگوں کو اپنے اندر شامل کرنا چاہئے۔ یہ بھی دیکھ لینا چاہئے کہ لوگوں کو کس قسم کے کام میں سہولت ہو سکتی ہے۔ اور جو شخص جس کام کے لئے موزوں ہو اس کے لئے اس سے نصف گھنٹہ روزانہ کام لیا جائے۔ یہ نصف گھنٹہ کم سے کم وقت ہے اور ضرورت پر اس سے بھی زیادہ وقت لیا جاسکتا ہے۔ یا یہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ کسی سے روزانہ آدھ گھنٹہ لینے کی بجائے مہینہ میں دو چار دن لے لئے جائیں۔ جس دن وہ اپنے آپ کو منظم کرلیں اسی دن میری منظوری سے نیا پریذیڈنٹ اور نئے سیکرٹری مقرر کئے جاسکتے ہیں۔ سر دست میں نے جن لوگوں کو اس کام کے لئے مقرر کیا ہے وہ عارضی انتظام ہے اور اس وقت تک کے لئے ہے جب تک سب لوگ منظم نہ ہو جائیں۔ جب منظم ہو جائیں تو وہ چاہیں تو کسی اور کو پریذیڈنٹ اور سیکرٹری بنا سکتے ہیں مگر میری منظوری اس کے لئے ضروری ہو گی۔ میرا ان دونوں مجلسوں سے ایسا ہی تعلق ہو گا جیسا مربی کا تعلق ہوتا ہے اور ان کے کام کی آخری نگرانی میرے ذمہ ہو گی یا جو بھی خلیفۂ وقت ہو۔ میرا اختیار ہو گا کہ جب بھی مناسب سمجھوں ان دونوں

مجلسوں کا اجلاس اپنی صدارت میں بلالوں اور اپنی موجودگی میں ان کو اپنا اجلاس منعقد کرنے کے لئے کہوں۔

یہ اعلان پہلے صرف قادیان والوں کے لئے ہے اس لئے ان کو میں پھر متنبہ کرتا ہوں کہ کوئی فرد اپنی مرضی سے ان مجالس سے باہر نہیں رہ سکتا۔ سوائے اس کے جو اپنی مرضی سے ہمیں چھوڑ کر الگ ہو جانا چاہتا ہو۔ ہر شخص کو حکماً اس تنظیم میں شامل ہونا پڑے گا۔ اور اس تنظیم کے ذریعہ علاوہ اور کاموں کے اس امر کی بھی نگرانی رکھی جائے گی کہ کوئی شخص ایسا نہ رہے جو مسجد میں نماز باجماعت پڑھنے کا پابند نہ ہو سوائے ان زمینداروں کے جنہیں کھیتوں میں کام کرنا پڑتا ہے۔ یا سوائے ان مزدوروں کے جنہیں کام کے لئے باہر جانا پڑتا ہے۔ گو ایسے لوگوں کے لئے بھی میرے نزدیک کوئی نہ کوئی ایسا انتظام ضرور ہونا چاہئے جس کے ماتحت وہ اپنی قریب ترین مسجد میں نماز باجماعت پڑھ سکیں۔

اس کے ساتھ ہی مَیں بیرونی جماعتوں کو بھی اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ خدام الاحمدیہ کی مجالس تو اکثر جگہ قائم ہی ہیں۔ اب انہیں ہر جگہ چالیس سال سے زائد عمر والوں کے لئے مجالس انصار اللہ قائم کرنی چاہئیں۔ ان مجالس کے وہی قواعد ہوں گے جو قادیان میں مجلس انصار اللہ کے قواعد ہوں گے۔ مگر سردست باہر کی جماعتوں میں داخلہ فرض کے طور پر نہیں ہو گا بلکہ ان مجالس میں شامل ہونا ان کی مرضی پر موقوف ہو گا۔ لیکن جو پریذیڈنٹ یا امیر یا سیکرٹری ہیں ان کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ کسی نہ کسی مجلس میں شامل ہوں۔ کوئی امیر نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنی عمر کے لحاظ سے انصار اللہ یا خدام الاحمدیہ کا ممبر نہ ہو۔ کوئی پریذیڈنٹ نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنی عمر کے لحاظ سے انصار اللہ یا خدام الاحمدیہ کا ممبر نہ ہو۔ اور کوئی سیکرٹری نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنی عمر کے لحاظ سے انصار اللہ یا خدام الاحمدیہ کا ممبر نہ ہو۔ اگر اس کی عمر پندرہ سال سے اوپر اور چالیس سال سے کم ہے تو اس کے لئے خدام الاحمدیہ کا ممبر ہونا ضروری ہو گا اور اگر وہ چالیس سال سے اوپر ہے تو اس کے لئے انصار اللہ کا ممبر ہونا ضروری ہو گا اس طرح ڈیڑھ سال تک دیکھنے کے بعد خدا نے چاہا تو آہستہ آہستہ باہر بھی ان مجالس میں شامل ہونا لازمی کر دیا جائے گا۔ کیونکہ احمدیت صحابہ کے نقش قدم پر ہے۔ صحابہ سے جب جہاد کا کام لیا جاتا تھا تو ان کی مرضی کے مطابق نہیں لیا جاتا تھا بلکہ کہا جاتا تھا کہ جائو کام کرو۔ مرضی کے مطابق کام کرنے کا میں نے جو موقعہ دینا تھا وہ قادیان کی

جماعت کو میں دے چکا ہوں اور جنہوں نے ثواب حاصل کرنا تھا انہوں نے ثواب حاصل کر لیا ہے۔ اب پندرہ سے چالیس سال تک کی عمر والوں کے لئے خدام الاحمدیہ میں شامل ہونا لازمی ہے۔ اور اس لحاظ سے اب وہ ثواب نہیں رہا جو طوعی طور پر کام کرنے کے نتیجے میں ہو سکتا تھا۔ بے شک خدمت کا اب بھی ثواب ہو گا۔ لیکن جو طوعی طور پر داخل ہوئے اور وفا کا نمونہ دکھایا وہ سابق بن گئے البتہ انصار اللہ کی مجلس چونکہ اس شکل میں پہلے قائم نہیں ہوئی اور نہ کسی نے میرے کسی حکم کی خلاف ورزی کی ہے۔ اس لئے اس میں جو بھی شامل ہو گا اسے وہی ثواب ہو گا جو طوعی طور پر نیک تحریکات میں شامل ہونے والوں کو ہوتا ہے۔"

(الفضل یکم/اگست 1940ء)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے پیش نظر مجلس انصاراللہ اور دوسری تنظیموں کے قیام کا مقصد کیا تھا اور حضور کی ان سے کیا توقعات وابستہ تھیں۔ اس کی وضاحت خود حضورؓ ہی کے الفاظ میں کیا جانا مناسب ہے۔ حضور فرماتے ہیں:

"میں نے انصار اللہ، خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ تین الگ الگ جماعتیں قائم کی ہیں تا کہ نیک کاموں میں ایک دوسرے کی نقل کا مادہ جماعت میں زیادہ سے زیادہ پیدا ہو بچے بچوں کی نقل کریں۔ نوجوان نوجوانوں کی نقل کریں اور بوڑھے بوڑھوں کی نقل کریں جب بچے اور نوجوان اور بوڑھے سب اپنی اپنی جگہ یہ دیکھیں گے کہ ہمارے ہم عمر دین کے متعلق رغبت رکھتے ہیں وہ اسلام کی اشاعت کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اسلامی مسائل کو سیکھنے اور ان کو دنیا میں پھیلانے میں مشغول ہیں۔ وہ نیک کاموں کی بجا آوری میں ایک دوسرے سے بڑھ کر حصہ لیتے ہیں تو ان کے دلوں میں بھی یہ شوق پیدا ہو گا کہ ہم بھی ان نیک کاموں میں حصہ لیں اور اپنے ہم عمروں سے آگے نکلنے کی کوشش کریں۔ دوسرے وہ جو رقابت کی وجہ سے عام طور پر دلوں میں غصہ پیدا ہوتا ہے وہ بھی پیدا نہیں ہو گا۔ جب بوڑھا بوڑھے کو نصیحت کرے گا، نوجوان نوجوان کو نصیحت کرے گا اور بچہ بچے کو نصیحت کرے گا تو کسی کے دل میں یہ خیال پیدا نہیں ہو گا کہ مجھے کوئی ایسا شخص نصیحت کر رہا ہے جو عمر میں مجھ سے چھوٹا یا عمر میں مجھ سے بہت بڑا ہے۔ وہ سمجھے گا کہ میرا ایک ہم عمر جو میرے جیسے خیالات اور میرے جیسے جذبات اپنے اندر رکھتا ہے مجھے سمجھانے کی کوشش کر رہا ہے اور اس وجہ سے ان کے دل پر نصیحت کا خاص طور پر اثر ہو گا اور وہ اپنی اصلاح کی

طرف متوجہ ہو جائے گا مگر یہ تغیر اسی صورت میں پیدا ہو سکتا ہے جب جماعت میں یہ نظام پورے طور پر رائج ہو جائے...ہماری جماعت کے سپرد یہ کام کیا گیا ہے کہ ہم نے تمام دنیا کی اصلاح کرنی ہے۔ تمام دنیا کو اللہ تعالیٰ کے آستانہ پر جھکانا ہے۔ تمام دنیا کو اسلام اور احمدیت میں داخل کرنا ہے۔ تمام دنیا میں اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کو قائم کرنا ہے مگر یہ عظیم الشان کام اس وقت تک سرانجام نہیں دیا جا سکتا، جب تک ہماری جماعت کے تمام افراد خواہ بچے ہوں یا نوجوان ہوں یا بوڑھے ہوں، اپنی اندرونی تنظیم کو مکمل نہیں کر لیتے اور اس لائحہ عمل کے مطابق دن اور رات عمل نہیں کرتے جو ان کے لئے تجویز کیا گیا ہے... جب ہم تمام جماعت کے افراد کو ایک نظام میں منسلک کر لیں گے تو اس کے بعد ہم بیرونی دنیا کی اصلاح کی طرف کامل طور پر توجہ کر سکیں گے اس اندرونی اصلاح اور تنظیم کو مکمل کرنے کے لئے میں نے خدام الاحمدیہ، انصاراللہ اور اطفال الاحمدیہ تین جماعتیں قائم کی ہیں اور یہ تینوں اپنے اس مقصد میں جو ان کے قیام کا اصل باعث ہے اسی وقت کامیاب ہو سکتی ہیں جب انصار اللہ، خدام الاحمدیہ اور اطفال احمدیہ اس اصل کو اپنے مد نظر رکھیں جو حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ میں بیان کیا گیا ہے کہ ہر شخص اپنے فرض کو سمجھے اور پھر رات اور دن اس فرض کی ادائیگی میں اس طرح مصروف ہو جائے جس طرح ایک پاگل اور مجنون تمام اطراف سے اپنی توجہ کو ہٹا کر صرف ایک بات کے لئے اپنے تمام اوقات کو صرف کر دیتا ہے۔ جب تک رات اور دن انصار اللہ اپنے کام میں نہیں لگے رہتے جب تک رات اور دن خدام الاحمدیہ اپنے کام میں نہیں لگے رہتے جب تک رات اور دن اطفال الاحمدیہ اپنے کام میں نہیں لگے رہتے اور اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لئے تمام اوقات کو صرف نہیں کر دیتے اس وقت تک ہم اپنی اندرونی تنظیم مکمل نہیں کر سکتے اور جب تک ہم اپنی اندرونی تنظیم کو مکمل نہیں کر لیتے اس وقت تک ہم بیرونی دنیا کی اصلاح اور اس کی خرابیوں کے ازالہ کی طرف بھی پوری طرح توجہ نہیں کر سکتے۔" (الفضل 11/اکتوبر 1944ء)

حضرت مصلح موعودؓ ذیلی تنظیموں کے قیام کی غرض بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ان مجالس کا قیام میں نے تربیت کی غرض سے کیا ہے۔ چالیس سال سے کم عمر والوں کے لئے خدام الاحمدیہ اور چالیس سال سے اوپر عمر والوں کے لئے انصاراللہ اور عورتوں کے لئے لجنہ اماء اللہ ہے۔ ان

مجالس پر دراصل تربیتی ذمہ داری ہے۔ یاد رکھو کہ اسلام کی بنیاد تقویٰ پر ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ ایک شعر لکھ رہے تھے۔ ایک مصرعہ آپ نے لکھا کہ

ہر ایک نیکی کی جڑ یہ اتقاء ہے

اسی وقت آپؑ کو دوسرا مصرعہ الہام ہوا جو یہ ہے کہ

اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

اس الہام میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اگر جماعت تقویٰ پر قائم ہو جائے تو پھر وہ خود ہر چیز کی حفاظت کرے گا۔ نہ وہ دشمن سے ذلیل ہو گی، اور نہ اسے کوئی آسمانی یا زمینی بلائیں تباہ کر سکیں گی۔ اگر کوئی قوم تقویٰ پر قائم ہو جائے تو کوئی طاقت اسے مٹا نہیں سکتی.... پس مجلس انصاراللہ، خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماءاللہ کا کام یہ ہے کہ جماعت میں تقویٰ پیدا کرنے کی کوشش کریں اور اس کے لئے پہلی ضروری چیز ایمان بالغیب ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ، ملائکہ، قیامت، رسولوں اور ان شاندار عظیم الشان نتائج پر جو آئندہ نکلنے والے ہیں، ایمان پیدا کرنا چاہیئے۔ انسان کے اندر بزدلی اور نفاق وغیرہ اسی وقت پیدا ہوتے ہیں جب دل میں ایمان بالغیب نہ ہو۔ اس صورت میں انسان سمجھتا ہے کہ میرے پاس جو کچھ ہے یہ بھی اگر چلا گیا تو پھر کچھ نہ رہے گا اور اس لئے وہ قربانی کرنے سے ڈرتا ہے۔" (سبیل الرشاد جلد اوّل صفحہ 51-55)

ذیلی تنظیموں کے قیام کا ایک مقصد یہ ہے کہ اگر ایک تنظیم سست ہو تو دوسری بیدار کرنے والی ہو۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

"خدام الاحمدیہ اور انصاراللہ اور لجنہ اماءاللہ اسی جماعتی نظام کی دو کڑیاں ہیں اور ان کو اسی لیے قائم کیا گیا ہے تاکہ وہ نظام کو بیدار رکھنے کا باعث ہوں۔" (سبیل الرشاد جلد اوّل صفحہ 80-81)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

"میں نے جماعت میں خدام الاحمدیہ اور انصاراللہ دو الگ الگ جماعتیں قائم کیں کیونکہ میں سمجھتا ہوں ایسا ہو سکتا ہے کہ کبھی حکومت کے افراد سُست ہو جائیں اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کبھی عوام سُست ہو جائیں۔ عوام کی غفلت اور ان کی نیند کو دور کرنے کے لئے جماعت میں ناظر وغیرہ موجود تھے۔ مگر چونکہ ایسا بھی ہو سکتا تھا کہ کبھی ناظر سُست ہو جائیں اور وہ اپنے فرائض کو کماحقہ ادا نہ کریں۔ اس لئے ان کی بیداری کے

لئے بھی کوئی نہ کوئی جماعتی نظام ہونا چاہئے تھا جو ان کی غفلت کو دور کرتا اور اس غفلت کا بدل جماعت کو مہیا کرنے والا ہوتا۔ چنانچہ خدام الاحمدیہ اور انصاراللہ اور لجنہ اماء اللہ اسی نظام کی دو کڑیاں ہیں اور ان کو اسی لئے قائم کیا گیا ہے تا کہ وہ نظام کو بیدار رکھنے کا باعث ہوں۔ میں سمجھتا ہوں اگر عوام اور حکام دونوں اپنے اپنے فرائض کو سمجھیں تو جماعتی ترقی کے لئے خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ ایک نہایت ہی مفید اور خوش کن لائحہ عمل ہو گا۔ اگر ایک طرف نظارتیں جو نظام کی قائم مقام ہیں عوام کو بیدار کرتی رہیں اور دوسری طرف خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ جو عوام کے قائم مقام ہیں، نظام کو بیدار کرتے رہیں۔ تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ کسی وقت جماعت کلّی طور پر گر جائے اور اس کا قدم ترقی کی طرف اٹھنے سے رک جائے۔ جب بھی ایک غافل ہو گا دوسرا اسے جگانے کے لئے تیار ہو گا۔ جب بھی ایک سُست ہو گا دوسرا اسے ہوشیار کرنے کے لئے آگے نکل آئے گا۔ کیونکہ وہ دونوں ایک ایک حصہ کے نمائندے ہیں۔ ایک نمائندہ ہیں نظام کے اور دوسرے نمائندہ ہیں عوام کے۔" (سبیل الرشاد جلد اوّل صفحہ 80-81)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

"یاد رکھو! تمہارا نام انصار اللہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے مدد گار۔ گویا تمہیں اللہ تعالیٰ کے نام کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ ازلی اور ابدی ہے۔ اس لئے تم کو بھی کوشش کرنی چاہئے کہ ابدیت کے مظہر ہو جاؤ۔ تم اپنے انصار ہونے کی علامت یعنی خلافت کو ہمیشہ ہمیش کے لئے قائم رکھتے چلے جاؤ اور کوشش کرو کہ یہ کام نسلاً بعد نسل چلتا چلا جاوے اور اس کے دو ذریعے ہو سکتے ہیں۔ ایک ذریعہ تو یہ ہے کہ اپنی اولاد کی صحیح تربیت کی جائے اور اس میں خلافت کی محبت قائم کی جائے۔ اسی لئے مَیں نے اطفال الاحمدیہ کی تنظیم قائم کی تھی اور خدام الاحمدیہ کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔ یہ اطفال اور خدام آپ لوگوں کے ہی بچے ہیں۔ اگر اطفال الاحمدیہ کی تربیت صحیح ہو گی۔ تو خدام الاحمدیہ کی تربیت صحیح ہو گی اور اگر خدام الاحمدیہ کی تربیت صحیح ہو گی تو اگلی نسل انصاراللہ کی اعلیٰ ہو گی۔ میں نے سیڑھیاں بنا دی ہیں۔ آگے کام کرنا تمہارا کام ہے۔ پہلی سیڑھی اطفال الاحمدیہ ہے۔ دوسری سیڑھی خدام الاحمدیہ ہے۔ تیسری سیڑھی انصار اللہ ہے اور چوتھی سیڑھی خدا تعالیٰ ہے۔ تم اپنی اولاد کی صحیح تربیت کرو اور دوسری طرف خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگو تو یہ چاروں سیڑھیاں مکمل ہو جائیں گی۔ اگر تمہارے اطفال اور خدام ٹھیک ہو جائیں اور پھر تم بھی

دعائیں کرو اور خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرلو۔ تو پھر تمہارے لئے عرش سے نیچے کوئی جگہ نہیں اور جو عرش پر چلا جائے وہ بالکل محفوظ ہو جاتا ہے۔ دنیا حملہ کرنے کی کوشش کرے تو وہ زیادہ سے زیادہ سو دو سو فٹ پر حملہ کر سکتی ہے۔ وہ عرش پر حملہ نہیں کر سکتی۔ پس اگر تم اپنی اصلاح کرلو گے اور خدا تعالیٰ سے دعائیں کرو گے تو تمہارا اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم ہو جائے گا اور اگر تم حقیقی انصار اللہ بن جاؤ اور خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرلو تو تمہارے اندر خلافت بھی دائمی طور پر رہے گی اور وہ عیسائیت کی خلافت سے بھی لمبی چلے گی۔

(سبیل الرشاد جلد اوّل صفحہ 114-115)

آپؓ نے فرمایا۔

”میری غرض انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ کی تنظیم سے یہ ہے کہ عمارت کی چاروں دیواروں کو میں مکمل کر دوں۔ ایک دیوار انصار اللہ ہیں، دوسری دیوار خدام الاحمدیہ ہیں اور تیسری دیوار اطفال الاحمدیہ ہیں اور چوتھی لجنات اماء اللہ ہیں۔ اگر یہ چاروں دیواریں ایک دوسری سے علیحدہ علیحدہ ہو جائیں۔ تو یہ لازمی بات ہے کہ کوئی عمارت کھڑی نہیں ہو سکے گی۔“ (الفضل 30 جولائی 1945ء)

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے اس ارشاد میں نہایت حکمت کے ساتھ جماعت کو یہ درس دیا ہے کہ جماعت احمدیہ ایک عمارت ہے اور یہ چاروں تنظیمیں اس کی چار مضبوط دیواریں ہیں۔ ہم بالعموم مشاہدہ کرتے ہیں کہ عمارت یا کوئی چھت چار دیواروں پر ہی کھڑی ہوتی ہے اور پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ دیواروں کی تعمیر کا کام بنیاد سے شروع ہوتا ہے۔ بلند و بالا عمارت تعمیر کرتے وقت بنیاد کو مضبوط بنایا جاتا ہے۔ کنکریٹ اور لوہے کے سریے سے ان کو مضبوط بنایا جاتا ہے اور پھر اس پر پہلی اینٹ سیدھی کرکے رکھی جاتی ہے۔ اسے پوری محنت کے ساتھ معمار سوتر اور سیدھا کرنے کا پیمانہ لگا کر سیدھا کر رہا ہوتا ہے حالانکہ اس اینٹ نے مٹی کے اندر چھپ جانا ہوتا ہے۔ اور damp proof کے اوپر جا کر وہی معمار بڑی تیزی سے اینٹوں پر اینٹیں جڑتا چلا جاتا ہے۔ اور بسا اوقات اسے سوتر سے سیدھا بھی نہیں کرنا پڑتا۔ کسی فارسی شاعر نے کیا خوب کہا۔

خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

یعنی پہلی اینٹ جب معمار ٹیڑھی لگادے تو اگر دیوار ثریا تک بھی چلی جائے ٹیڑھی ہی۔ ہو گی۔

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

”مسلمانوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت محبت تھی۔ وہ برداشت نہیں کرسکتے تھے کہ دشمن آپؐ کی ذات پر حملہ آور ہو۔ اس لئے وہ بے جگری سے حملہ کرتے اور کفار کا منہ توڑ دیتے۔ ان کے اندر شیر کی سی طاقت پیدا ہو جاتی تھی اور وہ اپنی جان کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

یہ سچی محبت تھی جو صحابہؓ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی۔ آپ لوگ بھی ان جیسی محبت اپنے اندر پیدا کریں۔ جب آپ نے انصار کا نام قبول کیا ہے تو ان جیسی محبت بھی پیدا کریں۔ آپ کے نام کی نسبت اللہ تعالیٰ سے ہے اور خدا تعالیٰ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ اس لئے تمہیں بھی چاہئے کہ خلافت کے ساتھ ساتھ انصار کے نام کو ہمیشہ کے لئے قائم رکھو اور ہمیشہ دین کی خدمت میں لگے رہو۔ کیونکہ اگر خلافت قائم رہے گی تو اِس کو انصار کی بھی ضرورت ہو گی۔ خدام کی بھی ضرورت ہو گی اور اطفال کی بھی ضرورت ہو گی۔ ورنہ اکیلا آدمی کوئی کام نہیں کرسکتا۔ اکیلا نبی کوئی کام نہیں کرسکتا۔ دیکھو! حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حواری دیے ہوئے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کی جماعت دی۔ اسی طرح اگر خلافت قائم رہے گی تو ضروری ہے کہ اطفال الاحمدیہ، خدام الاحمدیہ اور انصاراللہ بھی قائم رہیں اور جب یہ ساری تنظیمیں قائم رہیں گی تو خلافت بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے قائم رہے گی۔ کیونکہ جب دنیا دیکھے گی کہ جماعت کے لاکھوں لاکھ آدمی خلافت کے لئے جان دینے پر تیار ہیں تو جیسا کہ میور کے قول کے مطابق جنگ احزاب کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ پر حملہ کرنے کی وجہ سے حملہ آور بھاگ جانے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ اسی طرح دشمن ادھر کا رخ کرنے کی جرات نہیں کرے گا۔ وہ سمجھے گا کہ اس کے لئے لاکھوں اطفال، خدام اور انصار جانیں دینے کے لئے تیار ہیں۔ اس لئے اگر اس نے حملہ کیا تو وہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔ غرض دشمن کسی رنگ میں بھی آئے جماعت اس سے دھوکہ نہیں کھائے گی۔“ (سبیل الرشاد جلد اوّل صفحہ 121)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

”انصار اللہ کا یہ اولین فرض ہے کہ وہ اشاعتِ قرآن کے لئے کوشاں رہیں۔“

(سبیل الرشاد جلد دوم صفحہ 212)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

”انصار اللہ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور تربیت کا پروگرام بنائیں اور ہر ایک کو معرفت کے مقام پر کھڑا کرنے کی کوشش کریں۔ ٹھیک ہے ہر ایک نے اپنی استعداد اور اپنی قوتوں کے مطابق اس معرفت کو حاصل کرنا ہے لیکن یہ بھی درست ہے کہ ہمارا ہر بچہ جو اپنے دائرہ استعداد کے اندر اپنے کمال کو نہیں پہنچتا وہ مظلوم ہے اور ہمارے اوپر اس کی ذمہ داری آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور ان کو ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہماری نوجوان نسل کو اور نئے آنے والوں کو یہ توفیق دے کہ وہ اپنے مقام کو سمجھیں جس طرح ایک اُبلنے والی دیگ جس کے اُبلنے میں کچھ وقت لگتا ہے ایک دیگ جو ابل رہی ہے وہ بعض دفعہ آدھے گھنٹہ میں یا گھنٹے میں اس درجہ حرارت کو پہنچتی ہے لیکن اُس اُبلتی ہوئی دیگ میں دو قطرے ٹھنڈے پانی کے ڈالو تو ایک سیکنڈ میں اُبلنے لگتی ہے۔ اسی طرح ہمارے اندر بھی خدا تعالیٰ کی محبت اور پیار کی اتنی گرمی ہونی چاہئے کہ اس کے مقابلے میں اُبلتے ہوئے پانی کی کوئی گرمی نہ ہو۔ باہر سے آنے والے ہمارے اندر شامل ہوتے ہیں یا ہماری جو نوجوان نسل ہے جب وہ بڑی ہو کر اپنی ذہنی اور روحانی بلوغت کو پہنچتی ہے تو جس طرح ایک سیکنڈ یا اس کے ہزارویں حصے میں ٹھنڈے پانی کا قطرہ ابلنے لگتا ہے (جو ابلتی دیگ میں ڈالا جائے) اور حرارت کے بلند درجے کو پہنچ جاتا ہے اس طرح یہ بھی خدا کی محبت اور پیار میں انتہائی طور پر گداز ہو جائیں۔“ (خطبات ناصر جلد ششم صفحہ 25-26)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”انصار اللہ کی عمر وہ عمر ہے جس کے بعد کسی اور مجلس میں شامل نہیں ہونا بلکہ دوسری دنیا کی طرف رخصت ہونا ہے۔ اس لئے جو دینی کاموں میں کمزوریاں رہ گئی ہیں ان کو دور کرنا اور ان کا ازالہ کرنا جس حد تک ممکن ہے انصار کو کرنا چاہئے کیونکہ پھر اس کے بعد دوبارہ یہاں واپس نہیں آنا۔ اور اس پہلو سے خدام اور دوسرے ذیلی شعبوں سے مجلس انصار اللہ کو زیادہ مستعد ہونا چاہئے اور زیادہ ان کے دل پر بوجھ پڑنا چاہئے۔ انبیاء کا سب کا یہی حال رہا ہے۔ جوں جوں عمر بڑھتی ہے اور بڑھاپے کی عمر میں وہ داخل ہوتے ہیں کام کی ذمہ داریاں ان پر بڑھتی چلی جاتی ہیں اور پہلے سے زیادہ محنت اٹھاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بھی یہی روایتیں ہیں کہ آخری ایام میں تو یوں لگتا ہے جیسے کوئی شخص غروب

ہوتے ہوئے سورج پر نظر کرتے ہوئے جب کہ ابھی منزل دور ہو بہت تیزی سے قدم اٹھاتا ہے اور بار بار توجہ کرتا ہے کہ کہیں دن غروب نہ ہو جائے۔ اس کیفیت سے آپؓ نے آخری عمر میں کاموں کے بوجھ زیادہ بڑھالئے اور زیادہ اس احساس کے ساتھ کہ جو کچھ بھی اب مجھ سے ممکن ہے میں کرلوں، ان کی ذمہ داریاں ادا فرمائیں۔ پس انصار کا ایک یہ پہلو ہے جو پیش نظر رہنا چاہئے۔

دوسرا یہ کہ انصار کی ذمہ داریوں میں طبعی طور پر ان سے نچلی تمام نسلوں کی ذمہ داریاں داخل ہیں۔ بچوں کی تربیت میں بھی انصار سب سے اچھا کردار ادا کر سکتے ہیں، خواتین کی تربیت میں بھی انصار سب سے اچھا کردار ادا کر سکتے ہیں اس میں بالعموم نفس کی ملونی کا خطرہ باقی نہیں رہتا۔ اس پہلو سے مجلس انصار اللہ کو مستعد بھی ہونا چاہئے اور اپنی ذیلی تنظیموں کی تربیت پر بھی نظر رکھنی چاہئے۔ تربیت کے لحاظ سے ذمہ داری ادا کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ خدام الاحمدیہ کے انتظام میں دخل دیں، لجنہ کے انتظام میں دخل دیں بلکہ گھر کے بڑوں کے طور پر، ایک معزز شہری کے طور پر جس حد تک نیک نصیحت کے ذریعے وہ اپنی سے نچلی نسلوں کی تربیت کے کام سرانجام دے سکتے ہیں ان کو دینے چاہئیں۔“

(سبیل الرشاد جلد سوم صفحہ 426-427)

سامعین! مجلس انصار اللہ جرمنی کے سالانہ اجتماع 2007ء کے موقع پر اپنے پیغام میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے انصار اللہ کو ان کی تین اہم ذمہ داریوں 1۔ قیام نماز 2۔ قرآن کریم سیکھنے اور سکھانے 3۔ تربیت اولاد کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا:

”انصاراللہ کی سب سے اہم ذمہ داری پنجوقتہ نمازوں کا قیام ہے۔ قرآن کریم نے مومنوں کی سب سے پہلی یہی علامت بیان فرمائی ہے کہ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ یعنی وہ نمازوں کو قائم کرتے ہیں۔ اس کو ضائع نہیں ہونے دیتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نماز کی ادائیگی کی بہت تاکید فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ مومن اور کافر میں فرق کرنے والی شئے نماز ہے۔ ایک حدیث میں اس طرح بھی آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نئی جماعت آئی انہوں نے نماز کی معافی کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ جس مذہب میں عمل نہیں وہ مذہب کچھ نہیں..... حضرت مسیح موعودؑ نے نماز کی ادائیگی کی بہت تاکید فرمائی ہے اور میں آپ کو ذَكِّر فَاِنَّ الذِّكرَ تَنفَعُ المُؤمِنِيْنَ (الذاریات :56) کے تحت یاددہانی

کرواتا ہوں کہ انصار اللہ نے نمازوں کے قیام کے لئے اپنی ذمہ داریاں ادا کرنی ہیں۔ خود بھی پنجوقتہ نمازوں پر قائم ہوں اور اپنی بیویوں اور اولادوں کو بھی اس کا عادی بنائیں۔ پانچوں نمازیں وقت پر ادا کریں اور انہیں ہر گز ضائع نہ کریں۔ نمازیں بار بار پڑھیں اور اس خیال سے پڑھیں کہ آپ ایسی طاقت والے کے سامنے کھڑے ہیں کہ اگر اس کا ارادہ ہو تو ابھی قبول کر لیوے۔ یہ آپ کی نسلوں کی روحانی پاکیزگی کی ضمانت ہے۔ دنیا کے گند اور آلائشوں سے بچانے کا ذریعہ ہے۔ یہ سیئات کو دور کرتی ہے۔

دوسری اہم ذمہ داری انصار اللہ کی یہ ہے کہ وہ خود بھی قرآن کریم سیکھیں اور اپنی اولادوں کو بھی سکھائیں۔ اور پھر ہر گھر میں تلاوت قرآن کا اہتمام اور التزام ہو۔ اگر آپ خود روزانہ اس کی تلاوت کریں گے تو آپ کے بچے اس سے نیک اثر لیتے ہوئے تلاوت کے عادی بن جائیں گے۔ میں نے واقفین نو بچوں کو یہ ہدایت کی ہوئی ہے کہ وہ روزانہ کم از کم دو رکوع کی تلاوت کیا کریں۔ آپ نے ان واقفین نو کی تربیت کرنی ہے تو آپ کو اپنا عملی نمونہ ان کے سامنے پیش کرنا ہو گا۔ روزانہ کچھ رکوع تلاوت ضرور کیا کریں کوئی وقت اس کے لئے مقرر کریں سب سے اچھا وقت تو فجر کی نماز کے بعد ہے۔ اس لئے کوشش کریں کہ فجر کے بعد اس کا التزام ہو۔

تیسری ذمہ داری جس کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ بچوں کی تربیت ہے۔ یہ بھی انصار اللہ کا کام ہے کہ وہ احمدی بچوں کی تربیت کی فکر کریں۔ جیسا کہ میں نے نماز اور تلاوت قرآن کریم کا ذکر کیا ہے۔ اگر ان دو امور پر احمدی بچے قائم ہو جائیں تو ان کی احسن تربیت ہو گی۔ وہ یورپ کے گند اور دنیاوی آلائشوں سے پاک ہو جائیں گے۔ تربیت کے مضمون میں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ ماں باپ جتنی مرضی زبانی تربیت کریں اگر ان کا اپنا نمونہ اور کردار ان کے قول کے مطابق نہیں تو بچوں کی تربیت نہیں ہو سکتی۔ بچے کمزور پہلو کو لے لیں گے اور مضبوط پہلو کو چھوڑ دیں گے۔ اس لئے آپ کو اپنا عملی نمونہ پیش کرنا ہو گا۔ نمازوں پر قائم ہونا پڑے گا۔ تلاوت قرآن کریم کا روزانہ اہتمام کرنا ہو گا۔ گھروں میں پاکیزہ ماحول اور پاکیزہ باتیں رواج دینی ہوں گی۔ گھروں میں نظام جماعت کے خلاف باتیں نہ ہوں جن سے بچوں کی تربیت پر بُرا اثر پڑے۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ وہ گھر جن میں نظام جماعت کے خلاف باتیں ہوتیں ہیں ان کے بچے جماعت سے دور ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ دہریہ ہو جاتے ہیں۔ پس اگر آپ نے اپنے بچوں کو

احمدیت، حقیقی اسلام پر قائم رکھنا ہے تو ان کے دلوں میں خلافت احمدیہ اور نظام جماعت کی محبت اور احترام پیدا کریں اور یہ تبھی ہو گا جب یہ محبت اور احترام آپ کے دلوں اور آپ کے عملی نمونہ سے پھوٹ رہا ہو گا۔ (سبیل الرشاد جلد چہارم صفحہ 187-189)

حضرت مصلح موعودؓ نے مجلس انصاراللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع منعقدہ 1956ء میں 26 اکتوبر کو اپنے افتتاحی خطاب میں مجلس انصاراللہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

"یہ سب برکت جو ہمیں ملی ہے محض حضرت مسیح موعودؑ کے طفیل ملی ہے۔ اب آپ لوگوں کا کام ہے کہ اپنی ساری زندگی آپ کے لائے ہوئے پیغام کی خدمت میں لگا دیں اور کوشش کریں کہ آپ کے بعد آپ کی اولاد، پھر اس کی اولاد اور پھر اس کی اولاد بلکہ آپ کی آئندہ ہزاروں سال تک کی نسلیں اس کی خدمت میں لگی رہیں اور حضرت مسیح موعودؑ کی خلافت کو قائم رکھیں۔"

(الفضل 24 مارچ 1957ء، سبیل الرشاد جلد اول صفحہ 119)

اسی اجتماع میں 27 اکتوبر کو حضرت مصلح موعودؓ نے ممبرانِ مجلس کے لیے ایک عہد تجویز فرمایا۔ آپؓ نے اپنے اختتامی خطاب سے قبل اس عہد کو کہلوایا۔ اگر دیکھا جائے تو کلیۃً اس عہد کے الفاظ نظامِ خلافت سے وابستگی کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ گویا حضرت مصلح موعودؓ کا منشاء و مقصد یہی تھا کہ انصار قولی و فعلی ہر لحاظ سے خلافتِ احمدیہ سے وابستہ ہو جائیں کیونکہ اسی وابستگی میں ہی آئندہ نسلوں کی بقا اور انجام بخیر ہونے کی ضمانت ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ کے مجلس انصاراللہ کو عطا فرمودہ عہد کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

"اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ میں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظامِ خلافت کی حفاظت کے لیے ان شاء اللہ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لیے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز میں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)" (تاریخ مجلس انصاراللہ جلد اول صفحہ 144-143)

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”انصار اللہ کا ایک بہت بڑا کام خلافت کی حفاظت کرتا ہے۔ دعائیں کرتے ہوئے اللہ کے اور اس کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی کرتے ہوئے اپنے اور اپنے بیوی بچوں میں خلافت کی مکمل اطاعت کی روح قائم کرتے ہوئے اس جذبہ کو بڑھائیں... خلافت کا انعام ان شاء اللہ ہمیشہ جاری رہے گا لیکن اپنے معیار ایسے بلند کریں جو ایک حقیقی مومن کا ہونا چاہیے۔“

(اجتماع مجلس انصاراللہ برطانیہ سے اختتامی خطاب 5 نومبر 2006ء الفضل انٹرنیشنل 17 نومبر 2006ء صفحہ 13)

لہرائیں گے اکناف میں دین کا پرچم
جاں دیں گے خلافت کی حفاظت کیلئے ہم
اولاد کو رکھیں گے خلافت کا وفادار
اللہ کے انصار ہیں، اللہ کے انصار

ضضض

{3} {مشاہدات۔44}

عہد انصار اللہ اور ہماری ذمہ داریاں

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولاً (بنی اسرائیل:35)

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے **"عہد انصار اللہ اور ہماری ذمہ داریاں"**

عہد	شکنی	نہ	کرو	اہل	وفا	ہو جاؤ
اہل	شیطان	نہ	بنو	اہل	خدا	ہو جاؤ

سامعین! سورۃ المومنون میں کامیاب اور فلاح پا جانے والے مومنین کی علامات اور خوبیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْن (المومنون:9)

فلاح پاگئے وہ مومن جو اپنی امانتوں اور عہدوں کی پاسداری کرتے ہیں۔

ایک عہد وہ ہے جو ہم لوگوں سے کرتے ہیں اس کو بھی پورا کرنا مومن کا کام ہے لیکن جو عہد خدا کو حاضر ناظر جان کر، اس کو گواہ ٹھہرا کر کیا جائے اس کی پاسداری تو بدرجہ اَولیٰ فرض ہو جاتی ہے اور پھر اس عہد کو پورا کرنے پر اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں سے کئے عہد کو پورا کرتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔

اَوْفُوْا بِعَهْدِیْ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ (البقرہ:40)

کہ تم میرے ساتھ کئے عہد کو ایفا کرو میں تمہارے ساتھ کئے عہد کو پورا کروں گا۔

سامعین کرام! حقیقی نیکی اور اصل نیک لوگ کون ہیں اللہ تعالیٰ ان کی علامات بیان کرتے ہوئے ایک علامت یہ بھی بیان فرماتا ہے کہ

وَالْمَوْفُوْنَ بِعَهْدِهم اِذَا عَاهَدُوا (البقرہ:178)

اور وہ جب کوئی عہد کرتے ہیں تو اس کو پورا کرتے ہیں۔

پس ہم جو تنظیم انصار اللہ میں شامل ہیں اور اپنے اجلاسات میں تشہد یعنی اللہ اور اس کے رسول کو گواہ بنا کر یہ عہد کرتے ہیں:

"میں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے ان شاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز میں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔" ان شاء اللہ تعالیٰ

سامعین! یہ ایک بہت بڑا عہد ہے جو ہم کرتے ہیں۔ اس میں (1) اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت (2) نظام خلافت کی حفاظت کے لئے کوشش اور ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار رہنے کا عہد کیا گیا ہے۔ (3) اور پھر ایک زائد بات سربراہِ خانہ ہونے کے ناطے سے اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرنے کا عہد بھی شامل ہے۔

اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت اور اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کا عہد غیر معمولی عہد ہے جو ہم کرتے ہیں اور یقیناً یاد رکھیں کہ عہدوں کی حفاظت ان کی پاسداری اور ان کو پورا کرنا مؤمنین کی علامت ہے اور بہت بڑی ذمہ داری بھی ہے کیونکہ ان عہدوں کے بارہ میں قیامت کے روز ہم سے سوال کیا جائے گا کہ ہم نے کس قدر اپنے وعدوں اور عہدوں کو نبھایا ہے۔ اگر ہم نے اپنے عہد کو نبھایا ہے جو ہم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہے تو یقیناً ہم اس کا پھل بھی اسی دنیا میں کھائیں گے اور اللہ تعالیٰ نے جو وعدے ہم سے کئے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ پورا کر کے دکھائے گا۔ ان شاء اللہ

انصار کی تنظیم کا مقصد ہی یہی ہے
بس دیں کی اشاعت میں مددگارِ خلافت

معزز سامعین! انصار اللہ تنظیم کے بانی سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ ہمیں ہمارے فرائض کے بارہ میں متوجہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”وہ (یعنی انصار) اگر اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی سے کام لیں گے اور اگر دین کی محبت اپنے نفوس میں اور پھر تمام دنیا کے قلوب میں پیدا کرنے میں کامیاب نہ ہوں گے، وہ اگر احمدیت کی اشاعت کو اپنا اولین مقصد قرار نہ دیں گے اور اگر وہ اس حقیقت سے اغماض کرلیں گے کہ انہوں نے اسلام کو دنیا میں پھر زندہ کرنا ہے تو انصاراللہ کی عمر کے بعد اور کون سی عمر ہے جس میں وہ کام کریں گے۔ انصار اللہ کی عمر کے بعد تو پھر مَلَکُ الموت کا زمانہ ہے اور مَلَکُ الموت اصلاح کے لئے نہیں آتا۔ بلکہ وہ اس مقام پر کھڑا کرنے کے لئے آتا ہے جب کوئی انسان سزا یا انعام کا مستحق ہو جاتا ہے۔ پس میں ایک دفعہ پھر انصاراللہ کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے فرائض کو سمجھیں۔“ (سبیل الرشاد جلد اوّل صفحہ 89)

سامعین کرام! نظام خلافت کے ساتھ گہری وابستگی رکھنا اور دربار خلافت سے اٹھنے والی ہر آواز پر لبیک کہنا انصاراللہ کے عہد کی پاسداری اور ہماری ذمہ داریوں میں شامل ہے اور ہم پر صرف اپنی ذمہ داری ہی نہیں بلکہ سربراہِ خاندان ہونے کے ناطے ہم سے یہ عہد بھی لیا جاتا کہ ہم نے اپنی اولاد کی اعلیٰ تربیت کرنی ہے اور انہیں بھی خلافت کے ساتھ پختہ تعلق اور گہری وابستگی کے لئے اپنے عملی نمونہ سے تیار کرنا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ اِس ذمہ داری کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”جس طرح ہر باپ کا فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت کرے۔ اسی طرح انصاراللہ کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنی جماعت کے بچوں اور نوجوانوں کے حالات اور ان کے اخلاق کا جائزہ لیتے رہیں اور اگر خدانخواستہ ان میں کوئی کمزوری دیکھیں تو نرمی اور محبت کے ساتھ اس کو دور کرنے کی کوشش کریں اور اپنی ظاہری جدوجہد کے ساتھ ساتھ دعاؤں سے بھی اللہ تعالیٰ کی تائید اور اس کی نصرت کو جذب کریں اور سب سے بڑھ کر اپنا نیک نمونہ ان کے سامنے پیش کریں تاکہ ان کی فطرت کا مخفی نور چمک اٹھے اور دین کے لئے قربانی اور فدائیت کا جذبہ ان میں ترقی کرے۔“ (سبیل الرشاد جلد اوّل صفحہ 208)

لہرائیں گے اکناف میں دین کا پرچم
جاں دیں گے خلافت کی حفاظت کیلئے ہم

اولاد کو رکھیں گے خلافت کا وفادار
اللہ کے انصار ہیں، اللہ کے انصار

سامعین کرام! انصاراللہ کا عہد ہمیں غیر معمولی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اس عہد کی پاسداری میں ہماری آئندہ نسل کی تربیت اور احمدیت کا مستقبل وابستہ ہے۔ اس لئے اس عہد کو کبھی معمولی خیال نہ کریں۔

اس طرف ہمیں متوجہ کرتے ہوئے ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”آپ نے ایک عہد بھی کیا ہے کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت کے لئے آخر دم تک کوشش کروں گا۔ نظام خلافت کی حفاظت کے لئے آخر دم تک کوشش کروں گا۔ اپنے بچوں میں بھی یہ روح پھونکنے کی کوشش کروں گا تو یہ عہد جو ہے اس کو معمولی عہد نہ سمجھیں۔ یہ ایک بہت بڑا عہد ہے۔ اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہرا کر ہم یہ عہد کر رہے ہیں اس لئے ہمیشہ یاد رکھیں کہ آپ جو انصار اللہ ہیں اگر آپ نے اپنے اس عہد کو نہ نبھایا، اپنے اس عہد کو نبھانے کے لئے وہ بھرپور کوشش نہ کی جس کی آپ سے توقع کی جاتی ہے تو آئندہ آنے والی نسلیں آپ کو معاف نہیں کریں گی کیونکہ انہوں نے بھی آپ کے نقش قدم پر چلنا ہے۔ جن بچوں کی، جن نوجوانوں کی تربیت آپ نے کرنی ہے وہ آپ کو الزام دیں گی کہ کیوں ہماری تربیت نہیں کی۔ اس لئے یہ یاد رکھیں کہ عہد جو آپ نے کیا ہے اس کو نبھانا آپ کی بہت بڑی ذمہ داری ہے۔“ (الفضل انٹرنیشنل 9، جنوری 2009ء)

سامعین کرام! انصاراللہ کا عہد اور ہماری ذمہ داریاں ہمارے امام نے ہمارے سامنے بیان کر دی ہیں۔ اس عہد کی پاسداری کرنا اور اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرکے ہی ہم وفادارِ خلافت کہلا سکتے ہیں۔ اس ایفائے عہد کے نتیجہ میں یقیناً خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت اور غلبہ احمدیت کا وعدہ بھی ان شاء اللہ ضرور پورا ہو گا اور ہم اللہ تعالیٰ کے حضور حقیقی انصاراللہ کہلانے کے مستحق ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ہم	ہیں	انصار	اللہ
شاہد	رہ	تو	اللہ
عہد	ہے	اپنا	واللہ
ہم	ہیں	انصار	اللہ

(تیار کردہ: ایم-ایم-طاہر)

ضضضض

{4} {مشاہدات۔176}

خلافت احمدیہ سے وابستگی اور استحکام میں مجلس انصاراللہ کا کردار

(عہد انصار اللہ کی روشنی میں)

وَوَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَیۡہِ اِحۡسٰنًا ؕ حَمَلَتۡہُ اُمُّہٗ کُرۡہًا وَّوَضَعَتۡہُ کُرۡہًا ؕ وَحَمۡلُہٗ وَفِصٰلُہٗ ثَلٰثُوۡنَ شَہۡرًا ؕ حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّہٗ وَبَلَغَ اَرۡبَعِیۡنَ سَنَۃً ۙ قَالَ رَبِّ اَوۡزِعۡنِیۡۤ اَنۡ اَشۡکُرَ نِعۡمَتَکَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰہُ وَاَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِیۡ ۚؕ اِنِّیۡ تُبۡتُ اِلَیۡکَ وَاِنِّیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ (الاحقاف:16)

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو تاکیدی نصیحت کی کہ اپنے والدین سے احسان کرے۔ اسے اس کی ماں نے تکلیف کے ساتھ اٹھائے رکھا اور تکلیف ہی کے ساتھ اُسے جنم دیا۔ اور اُس کے حمل اور دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس مہینے ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی پختگی کی عمر کو پہنچا اور چالیس سال کا ہو گیا تو اس نے کہا اے میرے ربّ! مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری اس نعمت کا شکریہ ادا کر سکوں جو تُو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی اور ایسے نیک اعمال بجا لاؤں جن سے تُو راضی ہو اور میرے لئے میری ذرّیّت کی بھی اصلاح کر دے۔ یقیناً میں تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں اور بلاشبہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

سنو! اب وقتِ توحیدِ اتم ہے
ستم اب مائلِ ملکِ عدم ہے
خدا نے روک ظلمت کی اٹھا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

میرے ساتھیو! میری تقریر کا عنوان ہے۔ **خلافت احمدیہ سے وابستگی اور استحکام میں مجلس انصاراللہ کا کردار**

مجلس انصار اللہ، جماعت احمدیہ کے افراد کی وہ تنظیم ہے جس کا ممبر 40 سال کی عمر سے بنتا ہے۔ پھر تا وفات اس کا ممبر رہتا ہے۔ دیگر ذیلی تنظیموں کی طرح مجلس انصارُ اللہ کا بھی ایک عہد ہے جو ہر اجلاس سے قبل دہرایا جاتا ہے اِس موقع پر ہر ناصر خلافتِ احمدیہ کے ساتھ یہ عہد کرتا ہے کہ

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْکَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

میں اقرار کرتا ہوں کہ...... نظامِ خلافت کی حفاظت کے لئے ان شاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا نیز میں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

ذرا دیکھو تو آکے جانشینِ حضرتِ مہدی
خلوصِ دل سے دربارِ خلافت کو چلے آؤ

سامعین! مجلس انصارُ اللہ کے عہد میں خلافت کے حوالے یہ تین باتیں شامل ہیں۔

نمبر:1۔ مَیں خلافتِ احمدیہ کے ساتھ ہمیشہ وابستہ رہوں گا

نمبر:2۔ اِس کے استحکام کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے تیار رہوں گا

نمبر:3۔ اپنی اولاد کو بھی خلافت سے وابستہ رکھوں گا

انصار بھائیو! اگر ہم انصار اللہ کے عہد میں درج اِن الفاظ کا موازنہ دیگر ذیلی تنظیموں کے عہدوں سے کریں تو نمبر تین "اپنی اولاد کو بھی خلافت سے وابستہ رکھوں گا" کا اِس میں اضافہ ہے۔ جس سے انصار اللہ کی اُن ذمہ داریوں کا اندازہ ہوتا ہے جو بانی تنظیم حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ذہن میں تھیں جب آپؓ عہد انصار اللہ تشکیل دے رہے تھے کہ خلافت کی حفاظت، اُس سے وابستگی اور اُس کے استحکام کے لئے نہ ایک ناصر نے خود کوشش کرنی ہے اور اِس کے لئے قربانی دینی ہے بلکہ اپنے اہلِ خانہ، اپنی اولاد اور نسل میں بھی خلافت سے محبت اور عقیدت اور وفا کے قرینے مسلسل پیدا کرتے رہنا ہے اور اِس کی نگرانی بھی کرنی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ایک موقع پر جماعت کے بچوں کی تربیتی ذمہ داری بھی انصار اللہ پر

ڈالتے ہوئے انہیں انصار کی اولاد قرار دیا ہے۔اِس ناطے جماعت کے تمام بچوں کی تعلیم و تربیت اور خلافت سے وابستگی انصار کی اوّلین ذمہ داری ہے۔

نہ ہو گا کبھی اپنا اخلاص کم
بڑھے گا اسی سے ہمارا قدم
خلافت کے زیر نگیں ہو جہاں
خلافت سے ملت ہمیشہ جواں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”جماعتی ترقی اور تعلیم و تربیت اور اگلی نسل کو سنبھالنے میں عورت اور مرد خاص طور پر وہ جو چالیس سال سے اوپر کی عمر کے ہیں بڑا اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اگر اپنی اس ذمہ داری کو ہماری عورتیں اور مرد حقیقی رنگ میں محسوس کر لیں اور جو ذمہ داریاں مرد اور عورت پر ہیں ان پر بھرپور طور پر توجہ دیں اور ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی کوشش کریں تو اگلی نسل کے جماعت سے جڑے رہنے اور ان کے اخلاص و وفا میں بڑھتے چلے جانے کی ضمانت مل سکتی ہے......اگر ہم تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے اپنی اور اپنے بچوں کی اصلاح کی طرف نظر رکھیں گے، اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو اس نظام کا حصہ بنائے رکھیں گے جو اللہ تعالیٰ نے قائم فرمایا تو ہم بھی اس رحمت اور فضل کے حاصل کرنے والے بن جائیں گے جو خدا تعالیٰ نے جماعت کے لئے مقدر کئے ہوئے ہیں۔ اور ہم بھی اور ہماری نسلیں بھی انشاء اللہ تعالیٰ فتوحات دیکھیں گی۔ اگر ہم میں سے کوئی عمر کے اس حصے میں پہنچا ہوا ہے جہاں بظاہر زندگی کا کچھ حصہ نظر آرہا ہے، بڑی عمر ہے، ویسے تو کسی کا نہیں پتہ کہ کب قضا آجائے، لیکن بہر حال بڑی عمر کے لوگوں کو زیادہ فکر ہوتی ہے۔ جو اس میں بھی پہنچا ہوا ہے تو جس طرح بچوں کی دنیاوی بہتری کے لئے بڑی عمر کے لوگوں کو فکر ہوتی ہے، بڑا تردّد ہوتا ہے، اسی طرح اسے دینی حالت کی بہتری اور جماعت سے اپنی نسلوں کو جوڑے رکھنے کے لئے بھی فکر ہونی چاہیے.....انصار اللہ کی عمر چالیس سال سے شروع ہوتی ہے۔ گویا انصاراللہ کی عمر میں انسان اپنی پختگی کی عمر کو پہنچ جاتا ہے اور سوچ میں گہرائی پیدا ہو جاتی

ہے۔ اور جب یہ صورت ہو تو اس عمر میں پھر آخرت کی فکر بھی ہونی چاہئے اور یہی ایک ایسے شخص کا، ایک ایسے مومن کا رویہ ہونا چاہئے جس کو اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو، یقین ہو اور تقویٰ میں ترقی کرنے کے لئے اس کی کوشش ہو تو پھر اس کی یہ سوچ ہونی چاہئے کیونکہ ایک احمدی نے اپنے عہد میں، عہدِ بیعت میں اس بات کا اقرار کیا ہوا ہے کہ اس نے تقویٰ میں ترقی کرنی ہے، تمام اعلیٰ اخلاق اپنانے ہیں، اس لئے اس کو تو عمومی طور پر اور اس پختہ عمر میں خاص طور پر یہ سوچ اپنے اندر بہت زیادہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ انصار اللہ ہیں۔ ایک ایسی عمر ہے جو نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہ کا اعلان کرتے ہیں۔ ان کو تو ہر وقت یہ بات اپنے پیشِ نظر رکھنی چاہئے۔" (خطبہ جمعہ یکم اکتوبر 2010ء)

سامعین! ہم اپنے ماحول میں روزانہ ہی عمارتیں تعمیر ہوتی دیکھتے ہیں۔ اِس کے لئے میٹریل کے استعمال کے لئے مضبوط سے مضبوط اور اچھے سے اچھا میٹریل پر غور کیا جاتا ہے۔ انجنیئرز اور ٹھیکیداروں سے اِس حوالے سے مشورے کئے جاتے ہیں زلزلوں اور سیلاب سے مقابلہ کرنے اور ان کو برداشت کرنے کی سکت پر منصوبہ بندی ہوتی ہے۔ پھر بھی یہ تسلی نہیں دی جاسکتی کہ یہ عمارت ہر قسم کے خطرات اور آفات سے محفوظ ہوگئی ہے۔ لیکن روحانی دنیا میں ایک عمارت ایسی ہے جو اللہ تعالیٰ نے دین کی مضبوطی کے لئے بنائی ہے اور وہ خلافت کی عمارت ہے جو اِس دور میں صرف جماعت احمدیہ کو ملی ہے۔ اِس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اب یہ خلافت تا قیامت تمہارے اندر رہے گی۔ ہاں اس کی حفاظت کرنا، اس کے لئے قربانیاں دینا اب تمہارا کام ہے۔ اِس عمارت کو مضبوط سے مضبوط کرنے کے لئے جس میٹریل کی ضرورت ہے اُس کا ذکر اللہ تبارک و تعالیٰ نے آیتِ استخلاف کے بعد اگلی آیت میں یوں بیان فرمایا ہے۔

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ(النور:57)

ترجمہ: اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

درویش! یہ چمن یوں ہی رہے مہکتا
ہم ہوں اس کی خوشبو بسانے کے قابل

سامعین! اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہاں جس روحانی میٹریل کا ذکر فرمایا ہے اُن میں نماز کے قیام کے ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی اور اطاعتِ رسول کا ذکر ہے۔ اِن میں زکوٰۃ بہت وسیع مفہوم اپنے اندر لئے ہوئے ہے اِس میں ایک مومن جو استعدادیں اور وقت اللہ اور دین کی خاطر خرچ کرتا ہے وہ سب شامل ہیں اور اطاعتِ رسول میں ہر وہ عمل شامل ہے جو ایک مومن اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے نمائندوں کی اقتداء میں کرتا ہے۔ لہٰذا خلافت کی حفاظت اور اِس کے استحکام کے لئے دعائیں کرنا، صدقات دینا، چندوں کی بروقت ادائیگی، نوافل پڑھنا، نمازیں بروقت ادا کرنا، قرآن کریم کی تلاوت روزانہ باقاعدگی سے کرنا اور تسبیح و تحمید اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود پڑھنا روز کا معمول بنا کر خلافت کی عمارت کو مضبوط سے مضبوط تر کیا جا سکتا ہے۔ بالخصوص انصار کو اپنا خون پسینہ اِس میں سب سے پہلے شامل کر کے دوسروں کے لئے نمونہ بننا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر ایسا کرو گے اور خلافت کی مضبوطی کے لیے نمازیں پڑھو گے، زکوۃ دو گے تو اللہ تم پر رحم فرمادے گا۔ گویا خلافت کا روحانی انعام اور استحکام اس صورت میں ممکن ہے کہ مجلس انصاراللہ کا ہر ممبر قیام نماز کے لئے سربستہ ہو جائے۔ جس سے روحانی ترقی ہو گی۔ کیونکہ روحانی ترقی کا عظیم الشان انعام خلافت ہی ہے۔ جس کے لئے مجلس ہمیشہ سرگرم عمل ہے۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے انصار اللہ یوکے 2023ء کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"اس حقیقت کو ہر ناصر کو سمجھنا چاہیے کہ اس نے اپنی عبادت کے معیار کو بڑھانا ہے۔ اپنی نمازوں کی حفاظت کرنی ہے۔ باجماعت نماز کی طرف توجہ دینی ہے۔ گھروں میں اپنی اولاد کے سامنے اپنی عبادت کے معیار کے نمونے قائم کرنے ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثال دی ہے کہ قرآن کریم نے حضرت ابراہیم کی یہی خوبی بیان کی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو نماز کی تلقین کرتے رہتے تھے، اور یہی اصل خدمت اور فرض انصار اللہ کا ہے۔.... حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بار بار اپنی جماعت کو اس طرف توجہ دلائی ہے۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں: نماز کو باقاعدہ التزام سے

پڑھو۔ بعض لوگ صرف ایک ہی وقت کی نماز پڑھ لیتے ہیں وہ یاد رکھیں کہ نمازیں معاف نہیں ہوتیں، یہاں تک کہ پیغمبروں تک کو معاف نہیں ہوئیں۔

پس وہ لوگ جو نمازوں کی ادائیگی میں سستی سے کام لیتے ہیں انہیں بہت فکر کی ضرورت ہے۔ اگر نمازوں کی ادائیگی کے ذریعے اپنے نمونے قائم نہیں کریں گے تو اولادیں کس طرح دین پر قائم ہوں گی۔ پھر اگر اولاد بگڑ جاتی ہے تو شکوہ نہیں ہونا چاہیے۔"

(خطاب بر موقع سالانہ اجتماع انصار اللہ یوکے مورخہ 8 اکتوبر 2023ء)

انصار بھائیو! آج بھی خلافتِ احمدیہ ہم سے تقاضا کرتی ہے کہ ہم اپنی عبادتوں کو زندہ کریں۔ دعائیں کریں۔ روزے رکھیں اور حضرت خلیفۃ المسیح کی آواز پر لبیک کہیں۔ اطاعت کے نمونے دکھائیں کہ جس کی مثالیں ہماری اولادوں کے لئے قابل تقلید ہوں۔

جب مجلس انصار اللہ نے اپنی 75سالہ جوبلی منائی تو خلیفہ وقت نے اس موقع پر بھی انصار کو اپنے معیارِ عبادت اور اپنے معیارِ قربانی بڑھانے کی طرف توجہ دلائی ۔اگر ہم اپنی عبادتوں کو قائم کرتے ہیں۔اس مقصد کو حاصل کر رہے ہیں جو مقصدِ پیدائش ہے تو پھر ہم خلافت کے دست و بازو بنیں گے۔اگر اس مقصد سے دور ہو رہے ہیں تو پھر کھوکھلے نعرے ہیں جس کی کوئی قیمت نہیں۔

جو مانگو گے ملے گا سایہ تخت خلافت میں
دعاؤں کی فلک سے استجابت کو چلے آؤ

انصار بھائیو! حضرت سر چوہدری محمد ظفر اللہ خانؓ سے کسی نوجوان نے پوچھا کہ یورپ میں رہ کر فجر کی نماز پڑھنا بڑا مشکل ہے۔چوہدری صاحب فرماتے ہیں۔مجھے اپنی مثال دیتے ہوئے شرم آتی ہے لیکن مَیں کہتا ہوں کہ میرا زیادہ حصہ زندگی کا یورپ میں گزرا ہے۔ فجر کی نماز تو درکنار میری تہجد بھی کبھی قضا نہیں ہوئی۔ یہ ہے مجلس انصار اللہ کے ایک ممبر کا نمونہ جو اپنی زندگی میں تہجد بھی نہیں چھوڑتا۔ کاش! ہم سب بھی ایسے نمونے زندہ کرتے رہیں۔ پس خلافت کے استحکام میں مجلس انصار اللہ کا یہ بہت بڑا کام ہے کہ اپنے

ہر ممبر کو پانچوں نمازوں کا عادی بنائے۔ پھر ہم اپنی اولاد کو بھی خلافت کے ساتھ وابستہ رکھیں۔ اس کے لئے دعائیں اور عملی نمونہ بہت ضروری ہے۔

انصار بھائیو! ابھی مَیں نے حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی کے نماز اور تہجد کی ادائیگی کا واقعہ سنایا جنہوں نے خلافت کی حفاظت اور استحکام کے لئے ایک مضبوط میٹریل مہیا کیا۔ آیئے! ایک اور بزرگ کا واقعہ سنیں اور خلافت کی دیوار کو مضبوط کرنے کا عزم کریں۔ حضرت مرزا عبدالحق مرحوم کا واقعہ آتا ہے کہ جب شملہ میں ان کی ملاقات حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے ہوئی تو حضور نے ان کو نصیحت فرمائی کہ وکالت پیشہ کے دوران سچائی سے کام لینا ہے۔ کبھی سچائی کو نہیں چھوڑنا۔ کیونکہ وکالت پیشہ کے دوران جھوٹ پر سہارا لیا جاتا ہے مرزا صاحب نے ایک مجلس میں بیان فرمایا کہ حضور کی یہ نصیحت مَیں نے اپنے پلے باندھی رکھی اور ساری عمر اس پر عمل کیا۔ اس سے مجھے ترقی ہی ترقی ملی۔ پھر آپ نے اپنا ظاہری لباس اور چہرہ بھی حضور کی تلقید میں کئے رکھا۔ ہمیشہ شلوار قمیص، اچکن اور سر پر عمامہ یعنی پگڑی پہنتے اور چہرے پر داڑھی رکھی۔ یہ سب کچھ اصل میں مجلس انصار اللہ کے ممبر کی خلافت کے ساتھ وابستگی اور عہد کو نبھانے کا نتیجہ تھا۔

انصار بھائیو! ہم اِس بات کے گواہ ہیں کہ انصار اللہ نے اپنے اِس عہد پر اپنی پوری بساط سے قدم مارے اور جماعت پر ذرا بھر قدغن نہیں آنے دی۔ 1934ء کا زمانہ ہو جس میں احرار نے قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجانے کا دعویٰ کیا یا 1953ء کا زمانہ ہو جس میں حکومت پاکستان کے مولویوں نے جماعت کو تکالیف پہچانے کے سامان پیدا کیے۔ پھر 1974ء کا وقت جس میں حکومت وقت کے قانون سازی کے ذریعہ اپنے زعم میں ایک مسئلہ حل کیا۔ یا 1984ء کا زمانہ ہو جس میں سربراہ حکومت نے براہ راست خلافت سے ٹکر لی۔ ان تمام مشکل اور کٹھن ادوار میں انصار نے اپنی جانیں، اموال اور وقت کو خدا کے لئے قربان کر دیا۔ ہر دور میں مجلس انصار اللہ نے نہ صرف خود بلکہ اپنی اولادوں کو بھی خلافت سے وابستہ رکھا۔

الٰہی ہمیں تو فراست عطا کر
خلافت سے گہری محبت عطا کر

ہمیں دکھ نہ دے کوئی لغزش ہماری
رہے گا خلافت کا فیضان جاری

خلافت احمدیہ آج دنیا میں ایک ایسا چمکتا ہوا ہیرا ہے۔ جس کی قیمت کا اندازہ شاید اس کو ماننے والے بھی نہ لگا سکتے ہوں۔ یہ وعدہ آج دنیا میں صرف خدا تعالیٰ نے احمدیت کے ساتھ کیا ہے کہ ان میں تا قیامت خلافت رہے گی۔اس وعدہ کی تکمیل کے لئے اور خلافت کے استحکام کے لئے سب سے اہم کام مجلس انصاراللہ کے ذمہ اپنی اولاد کو بھی خلافت کے ساتھ وابستہ رکھنا ہے۔ ہم یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم اپنی اولاد کو بھی خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کریں گے۔اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم خلافت کی اطاعت و فرمانبرداری کے اعلیٰ نمونے دکھائیں۔ تا ہمارے نمونے دیکھ کر ہماری اولادیں خلافت کے ساتھ وابستہ رہیں۔

حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ جو حکم رسول سنتے ہی بیٹھ گئے اور یہ نہیں سوچا کہ یہ حکم میرے لئے نہیں ہے۔ بلکہ تعمیل ارشاد پر فوراً لبیک کہا۔ یہ ہے انصاراللہ کا نمونہ کہ خلافت کی آواز پر فوراً تعمیل کرنی ہے۔ پھر اِس دور میں حضرت مسیح پاکؑ کے دیوانے ناصر میاں کریم بخش صاحب نے حکم سنا بیٹھ جاؤ۔ فوراً راستے میں ہی بیٹھ گئے۔ یہ نہ سوچا کہ یہ حکم تو صرف مسجد مبارک قادیان کے اندر والوں کے لئے ہے۔ اطاعت فوری اپنا فرض سمجھا۔

پیارے انصار بھائیو! پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے سالانہ اجتماع انصار اللہ یوکے 2023ء کے موقع پر انصار اللہ سے اپنے خطاب میں فرمایا۔

”انصار کو چاہیے کہ دنیا کو نہیں بلکہ دین کو ترجیح بنادیں۔ گذشتہ ہفتہ میں نے خدام سے عہد لیا تھا۔ خدام الاحمدیہ کے ذمہ اوّل تو خدمت خلق کا کام دیا گیا تھا لیکن بعد میں ان سے تبلیغ اسلام کی خدمت بھی لی گئی لیکن اصل میں تو یہ کام انصار اللہ کا بھی ہے اس لیے یہ عہد اب مَیں دوبارہ لوں گا۔ ہر موقع پر یہ عہد دہرایا جائے۔

اَشۡهَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَاشَرِيۡكَ لَهٗ وَاَشۡهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُهٗ وَرَسُوۡلُهٗ

ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہم اسلام اور احمدیت کی اشاعت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لیے اپنی زندگیوں کے آخری لمحات تک کوشش کرتے چلے جائیں گے اور اس مقدس فریضے کی تکمیل کے لیے ہمیشہ اپنی زندگیاں خدا اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وقف رکھیں گے اور ہر بڑی سے بڑی قربانی پیش کر کے قیامت تک اسلام کے جھنڈے کو دنیا کے ہر ملک میں اونچا رکھیں گے۔ ہم اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ ہم نظام خلافت کی حفاظت اور اس کے استحکام کے لیے آخر دم تک جدوجہد کرتے رہیں گے۔ اور اپنی اولاد در اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے اور اس کی برکات سے آخر دم تک مستفیض ہونے کی تلقین کرتے رہیں گے تاکہ قیامت تک خلافت احمدیہ محفوظ چلی جائے اور قیامت تک سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی اشاعت ہوتی رہے۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اونچا لہرانے لگے۔ اے خدا! تُو ہمیں اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اَللّٰهُمَّ آمِيۡن ۔ اَللّٰهُمَّ آمِيۡن ۔ اَللّٰهُمَّ آمِيۡن

حضور انور نے فرمایا کہ اللہ ہمیں یہ عہد بھی پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین“۔

(خطاب بر موقع سالانہ اجتماع انصار اللہ یو کے مورخہ 8 اکتوبر 2023ء)

رہیں گے خلافت سے وابستہ ہم
جماعت کا قائم ہے اس سے بھرم
نہ ہو گا کبھی اپنا اخلاص کم
بڑھے گا اسی سے ہمارا قدم

ضضض

{5} {مشاہدات۔300}

میں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصٰلُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ۖ حَتّٰى إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِيْ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَأَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ إِنِّيْ تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (الاحقاف:16)

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو تاکیدی نصیحت کی کہ اپنے والدین سے احسان کرے۔ اسے اس کی ماں نے تکلیف کے ساتھ اٹھائے رکھا اور تکلیف ہی کے ساتھ اُسے جنم دیا اور اُس کے حمل اور دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس مہینے ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی پختگی کی عمر کو پہنچا اور چالیس سال کا ہو گیا تو اس نے کہا اے میرے ربّ! مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری اُس نعمت کا شکریہ ادا کر سکوں جو تُو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی اور ایسے نیک اعمال بجالاؤں جن سے تُو راضی ہو اور میرے لئے میری ذرّیّت کی بھی اصلاح کر دے۔ یقیناً میں تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں اور بلاشبہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

نہ ہو گا کبھی اپنا اخلاص کم
بڑھے گا اسی سے ہمارا قدم
خلافت کے زیر نگیں ہو جہاں
خلافت سے ملت ہمیشہ جواں

میرے ساتھیو! مجھے آج اپنی گزارشات میں انصار اللہ کے عہد کے ایک حصے پر روشنی ڈالنی ہے اور وہ الفاظ یہ ہیں کہ **میں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔**

مجلس انصار اللہ، جماعت احمدیہ کے افراد کی وہ تنظیم ہے جس کا ممبر 40 سال کی عمر سے بنتا ہے۔ پھر اپنی وفات تک اس کا ممبر رہتا ہے۔ دیگر ذیلی تنظیموں کی طرح مجلس انصارُ اللہ کا بھی ایک عہد ہے جو ہر اجلاس سے قبل دہرایا جاتا ہے جو یہ ہے کہ

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

"میں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے ان شاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز میں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔" ان شاء اللہ تعالیٰ

سامعین! مجلس انصارُ اللہ کے اِس عہد میں خلافت کے حوالے یہ تین باتیں شامل ہیں۔

نمبر: 1۔ مَیں خلافتِ احمدیہ کے ساتھ ہمیشہ وابستہ رہوں گا

نمبر: 2۔ اِس کے استحکام کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے تیار رہوں گا

نمبر: 3۔ اپنی اولاد کو بھی خلافت سے وابستہ رکھوں گا

انصار بھائیو! اِس وقت مجھے اِن امور میں سے تیسرے حصہ یعنی **مَیں اپنی اولاد کو بھی خلافت سے وابستہ رکھوں گا** پر اپنے انصار بھائیوں کے سامنے کچھ عرض کرنی ہے۔ اگر ہم انصار اللہ کے عہد کا دیگر ذیلی تنظیموں کے عہدوں سے موازنہ کریں تو اِس نمبر تین "اپنی اولاد کو بھی خلافت سے وابستہ رکھوں گا" کا انصار اللہ کے عہد میں اضافہ ہے۔ اولاد کو خلافت سے وابستہ کرنے کا کسی اور ذیلی تنظیم کے عہد میں ذکر نہیں ملتا۔ جس سے انصار اللہ کی اُن ذمہ داریوں کا اندازہ ہوتا ہے جو بانی تنظیم حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ذہن میں تھیں جب آپؓ عہد انصار اللہ تشکیل دے رہے تھے کہ خلافت کی حفاظت، اُس سے وابستگی اور اُس کے استحکام کے لئے نہ ایک ناصر نے خود کوشش کرنی ہے اور اِس کے لئے قربانی دینی ہے بلکہ اپنے اہلِ خانہ، اپنی اولاد، نسل اور جماعت کے بچوں میں بھی خلافت سے محبت اور عقیدت اور وفا کے قرینے مسلسل پیدا کرنا، انہیں سکھلانا اور اِس کی نگرانی بھی کرنی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ایک موقع

پر جماعت کے بچوں کی تربیتی ذمہ داری بھی انصار اللہ پر ڈالتے ہوئے انہیں انصار کی اولاد قرار دیا ہے۔ اِس ناطے جماعت کے تمام بچوں کی تعلیم و تربیت اور خلافت سے وابستگی انصار کی اوّلین ذمہ داری ہے۔

انصار بھائیو! اپنی گزارشات میں آگے بڑھنے سے قبل مَیں عہد انصار اللہ اور تقریر کے آغاز پر تلاوت کی گئی آیتِ کریمہ کی مناسبت سے یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ اِس آیت میں انسان کے چالیس سال کی عمر میں پہنچنے پر اِس کی ذمہ داریوں کا ذکر ہے جن میں ایک یہ ہے کہ وہ دعا کرے وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ کہ مَیں ایسے نیک اعمال بجالاؤں جن سے تُو راضی ہو اور میرے لئے میری ذرّیّت کی بھی اصلاح کردے۔ اور اس کے مقابل پر جب ہم عہد انصار کو دیکھتے ہیں جو چالیس سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد لیا جاتا ہے اُس کے الفاظ یہ ہیں کہ **مَیں اپنی اولاد کو بھی خلافت سے وابستہ رکھوں گا۔** ہر دو جگہ اولاد کے حق میں اُن کی تعلیم و تربیت کرنے کے ذکر کے ساتھ خود بھی اور اولاد کو بھی خلافت سے وابستہ رکھنا اور اِس کے لئے دعائیں کرنا چالیس سال سے اوپر انصار بھائیوں کا فریضہ ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”جماعتی ترقی اور تعلیم و تربیت اور اگلی نسل کو سنبھالنے میں عورت اور مرد خاص طور پر وہ جو چالیس سال سے اوپر کی عمر کے ہیں بڑا اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اگر اپنی اس ذمہ داری کو ہماری عورتیں اور مرد حقیقی رنگ میں محسوس کرلیں اور جو ذمہ داریاں مرد اور عورت پر ہیں ان پر بھرپور طور پر توجہ دیں اور ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی کوشش کریں تو اگلی نسل کے جماعت سے جڑے رہنے اور ان کے اخلاص و وفا میں بڑھتے چلے جانے کی ضمانت مل سکتی ہے......اگر ہم تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے اپنی اور اپنے بچوں کی اصلاح کی طرف نظر رکھیں گے، اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو اس نظام کا حصہ بنائے رکھیں گے جو اللہ تعالیٰ نے قائم فرمایا تو ہم بھی اس رحمت اور فضل کے حاصل کرنے والے بن جائیں گے جو خدا تعالیٰ نے جماعت کے لئے مقدر کئے ہوئے ہیں اور ہم بھی اور ہماری نسلیں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ فتوحات دیکھیں گی۔ اگر ہم میں سے کوئی عمر کے اس حصے میں پہنچا ہوا ہے جہاں بظاہر زندگی کا کچھ حصہ نظر آرہا ہے، بڑی عمر ہے، ویسے تو کسی کا نہیں پتہ کہ کب قضا آجائے، لیکن بہرحال بڑی عمر کے لوگوں کو زیادہ فکر ہوتی ہے۔ جو اس میں بھی پہنچا ہوا ہے تو جس طرح بچوں کی دنیاوی بہتری کے

لئے بڑی عمر کے لوگوں کو فکر ہوتی ہے، بڑا تردّد ہوتا ہے، اسی طرح اسے دینی حالت کی بہتری اور جماعت سے اپنی نسلوں کو جوڑے رکھنے کے لئے بھی فکر ہونی چاہیے ..... انصار اللہ کی عمر چالیس سال سے شروع ہوتی ہے۔ گویا انصاراللہ کی عمر میں انسان اپنی پختگی کی عمر کو پہنچ جاتا ہے اور سوچ میں گہرائی پیدا ہو جاتی ہے اور جب یہ صورت ہو تو اس عمر میں پھر آخرت کی فکر بھی ہونی چاہئے اور یہی ایک ایسے شخص کا، ایک ایسے مومن کا رویہ ہونا چاہئے جس کو اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو، یقین ہو اور تقویٰ میں ترقی کرنے کے لئے اس کی کوشش ہو تو پھر اس کی یہ سوچ ہونی چاہئے کیونکہ ایک احمدی نے اپنے عہد میں، عہدِ بیعت میں اس بات کا اقرار کیا ہوا ہے کہ اس نے تقویٰ میں ترقی کرنی ہے، تمام اعلیٰ اخلاق اپنانے ہیں، اس لئے اس کو تو عمومی طور پر اور اس پختہ عمر میں خاص طور پر یہ سوچ اپنے اندر بہت زیادہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ انصار اللہ ہیں۔ ایک ایسی عمر ہے جو نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہ کا اعلان کرتے ہیں۔ ان کو تو ہر وقت یہ بات اپنے پیشِ نظر رکھنی چاہئے۔" (خطبہ جمعہ یکم اکتوبر 2010ء)

سامعین! ہم اپنے ماحول میں روزانہ ہی عمارتیں تعمیر ہوتی دیکھتے ہیں۔ اِس کے لئے میٹریل کے استعمال کے لئے مضبوط سے مضبوط اور اچھے سے اچھا میٹریل پر غور کیا جاتا ہے۔ انجنیئرز اور ٹھیکیداروں سے اِس حوالے سے مشورے کئے جاتے ہیں زلزلوں اور سیلاب سے مقابلہ کرنے اور ان کو برداشت کرنے کی سکت پر منصوبہ بندی ہوتی ہے۔ پھر بھی یہ تسلی نہیں دی جاسکتی کہ یہ عمارت ہر قسم کے خطرات اور آفات سے محفوظ ہو گئی ہے۔ لیکن روحانی دنیا میں ایک عمارت ایسی ہے جو اللہ تعالیٰ نے دین کی مضبوطی کے لئے بنائی ہے اور وہ خلافت کی عمارت ہے جو اِس دور میں صرف جماعت احمدیہ کو ملی ہے۔ اِس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اب یہ خلافت تاقیامت تمہارے اندر رہے گی۔ ہاں اس کی حفاظت کرنا، اس کے لئے قربانیاں دینا اب تمہارا کام ہے۔ اِس عمارت کو مضبوط سے مضبوط کرنے کے لئے جس میٹریل کی ضرورت ہے اُس کا ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیتِ استخلاف کے بعد اگلی آیت میں یوں بیان فرمایا ہے۔

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ(النور:57)

ترجمہ: اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

درویش! یہ چمن یوں ہی رہے مہکتا
ہم ہوں اس کی خوشبو بسانے کے قابل

سامعین! اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہاں جس روحانی میٹریل کا ذکر فرمایا ہے اُن میں نماز کے قیام کے ساتھ زکٰوۃ کی ادائیگی اور اطاعتِ رسول کا ذکر ہے۔ اِن میں زکٰوۃ بہت وسیع مفہوم اپنے اندر لئے ہوئے ہے اِس میں ایک مومن جو استعدادیں اور وقت اللہ اور دین کی خاطر خرچ کرتا ہے وہ سب شامل ہیں اور اطاعتِ رسول میں ہر وہ عمل شامل ہے جو ایک مومن اپنے آقا و مولی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے نمائندوں کی اقتداء میں کرتا ہے۔ لہذا خلافت کی حفاظت اور اِس کے استحکام کے لئے دعائیں کرنا، صدقات دینا، چندوں کی بروقت ادائیگی، نوافل پڑھنا، نمازیں بروقت ادا کرنا، قرآن کریم کی تلاوت روزانہ باقاعدگی سے کرنا اور تسبیح و تحمید اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود پڑھنا روز کا معمول بنا کر خلافت کی عمارت کو مضبوط سے مضبوط تر کیا جا سکتا ہے۔ بالخصوص انصار کو اپنا خون پسینہ اِس میں سب سے پہلے شامل کر کے دوسروں کے لئے نمونہ بننا ہے اور اپنی اولاد اور جماعت کے بچوں کو اِن اوصاف سے آراستہ کرنا بہت ضروری ہے، یہی انصار کی ذمہ داری ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر ایسا کرو گے اور خلافت کی مضبوطی کے لیے نمازیں پڑھو گے، زکوۃ دو گے تو اللہ تم پر رحم فرمادے گا۔ گویا خلافت کا روحانی انعام اور استحکام اس صورت میں ممکن ہے کہ مجلس انصاراللہ کا ہر ممبر قیام نماز کے لئے نہ صرف سربستہ ہو جائے بلکہ اپنی اولاد کو بھی اِس کا عادی بنائے۔ جس سے روحانی ترقی ہو گی۔ کیونکہ روحانی ترقی کا عظیم الشان انعام خلافت ہی ہے۔ جس کے لئے مجلس ہمیشہ سرگرم عمل ہے۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے انصار اللہ یوکے 2023ء کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

”اس حقیقت کو ہر ناصر کو سمجھنا چاہیے کہ اس نے اپنی عبادت کے معیار کو بڑھانا ہے۔ اپنی نمازوں کی حفاظت کرنی ہے۔ باجماعت نماز کی طرف توجہ دینی ہے۔ گھروں میں اپنی اولاد کے سامنے اپنی عبادت کے

معیار کے نمونے قائم کرنے ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثال دی ہے کہ قرآن کریم نے حضرت ابراہیم کی یہی خوبی بیان کی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو نماز کی تلقین کرتے رہتے تھے اور یہی اصل خدمت اور فرض انصار اللہ کا ہے۔....پس وہ لوگ جو نمازوں کی ادائیگی میں سستی سے کام لیتے ہیں انہیں بہت فکر کی ضرورت ہے۔ اگر نمازوں کی ادائیگی کے ذریعے اپنے نمونے قائم نہیں کریں گے تو اولادیں کس طرح دین پر قائم ہوں گی۔ پھر اگر اولاد بگڑ جاتی ہے تو شکوہ نہیں ہونا چاہیے۔" (خطاب بر موقع سالانہ اجتماع انصار اللہ یوکے مورخہ 8اکتوبر 2023ء)

انصار بھائیو! آج بھی خلافتِ احمدیہ ہم سے تقاضا کرتی ہے کہ ہم اپنی عبادتوں کو زندہ کریں۔ دعائیں کریں۔ روزے رکھیں اور حضرت خلیفۃ المسیح کی آواز پر لبیک کہیں۔ اطاعت کے نمونے دکھائیں کہ جس کی مثالیں ہماری اولادوں کے لئے قابل تقلید ہوں۔

جب مجلس انصار اللہ نے اپنی 75سالہ جوبلی منائی تو خلیفہ وقت نے اس موقع پر بھی انصار کو اپنے معیارِ عبادت اور اپنے معیارِ قربانی بڑھانے کی طرف توجہ دلائی۔ اگر ہم اپنی عبادتوں کو قائم کرتے ہیں۔ اس مقصد کو حاصل کر رہے ہیں جو مقصدِ پیدائش ہے تو پھر ہم خلافت کے دست و بازو بنیں گے۔ اگر اس مقصد سے دور ہو رہے ہیں تو پھر کھوکھلے نعرے ہیں جس کی کوئی قیمت نہیں۔

جو مانگو گے ملے گا سایہ تخت خلافت میں
دعاؤں کی فلک سے استجابت کو چلے آؤ

انصار بھائیو! ہم اِس بات کے گواہ ہیں کہ انصار اللہ نے اپنے اِس عہد پر اپنی پوری بساط سے قدم مارے اور جماعت پر ذرا بھر قدغن نہیں آنے دی۔ 1934ء کا زمانہ ہو جس میں احرار نے قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجانے کا دعویٰ کیا یا 1953ء کا زمانہ ہو جس میں حکومت پاکستان کے مولویوں نے جماعت کو تکالیف پہنچانے کے سامان پیدا کیے۔ پھر 1974ء کا وقت جس میں حکومت وقت کے قانون سازی کے ذریعہ اپنے زعم میں ایک مسئلہ حل کیا۔ یا 1984ء کا زمانہ ہو جس میں سربراہ حکومت نے براہ راست خلافت سے ٹکر

لی۔ان تمام مشکل اور کٹھن ادوار میں انصار نے اپنی جانیں، اموال اور وقت کو خدا کے لئے قربان کر دیا۔ ہر دور میں مجلس انصاراللہ نے نہ صرف خود بلکہ اپنی اولادوں کو بھی خلافت سے وابستہ رکھا۔

الٰہی ہمیں تو فراست عطا کر
خلافت سے گہری محبت عطا کر
ہمیں دکھ نہ دے کوئی لغزش ہماری
رہے گا خلافت کا فیضان جاری

خلافت احمدیہ آج دنیا میں ایک ایسا چمکتا ہوا ہیرا ہے۔ جس کی قیمت کا اندازہ شاید اس کو ماننے والے بھی نہ لگا سکتے ہوں۔ یہ وعدہ آج دنیا میں صرف خدا تعالیٰ نے احمدیت کے ساتھ کیا ہے کہ ان میں تا قیامت خلافت رہے گی۔اس وعدہ کی تکمیل کے لئے اور خلافت کے استحکام کے لئے سب سے اہم کام مجلس انصاراللہ کے ذمہ اپنی اولاد کو بھی خلافت کے ساتھ وابستہ رکھنا ہے۔ہم یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم اپنی اولاد کو بھی خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کریں گے۔اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم خلافت کی اطاعت وفرمانبرداری کے اعلیٰ نمونے دکھائیں۔ تا ہمارے نمونے دیکھ کر ہماری اولادیں خلافت کے ساتھ وابستہ رہیں۔

رہیں گے خلافت سے وابستہ ہم
جماعت کا قائم ہے اس سے بھرم
نہ ہو گا کبھی اپنا اخلاص کم
بڑھے گا اسی سے ہمارا قدم

ضضضض

{6} {مشاہدات-434}

مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡۤا اَنۡصَارَ اللّٰہِ کَمَا قَالَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ لِلۡحَوَارِیّٖنَ مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ ؕ قَالَ الۡحَوَارِیُّوۡنَ نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ فَاٰمَنَتۡ طَّآئِفَۃٌ مِّنۡۢ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ وَ کَفَرَتۡ طَّآئِفَۃٌ ۚ فَاَیَّدۡنَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا عَلٰی عَدُوِّہِمۡ فَاَصۡبَحُوۡا ظٰہِرِیۡنَ O

(الصف:15)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کے انصار بن جاؤ جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا تھا (کہ) کون ہیں جو اللہ کی طرف راہ نمائی کرنے میں میرے انصار ہوں؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے انصار ہیں۔ پس بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ ایمان لے آیا اور ایک گروہ نے انکار کر دیا۔ پس ہم نے اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اُن کے دشمنوں کے خلاف مدد کی تو وہ غالب آ گئے۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مَے ان کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الّذی اخزی الاعادی

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان سورۃ الصف کی آخری آیت کے الفاظ مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو مخاطب کر کے اللہ کے انصار بنے رہنے کی ہدایت دی اور اس ہدایت کو ذرا واضح کرنے کے لیے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی مثال بھی دی کہ جیسے حضرت عیسیٰؑ

نے اپنے حواریوں سے کہا تھا کہ کون اللہ کے لیے میرے مدد گار ہیں۔ جس پر حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے انصار ہیں۔ اس مضمون کے بعد اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی کمال کے ساتھ بنی اسرائیل کے حوالے سے جہاں حقیقت بیان فرمائی وہاں بنی اسرائیل میں سے حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لانے والوں کے غالب رہنے کی پیش گوئی بھی فرمادی جو دو ہزار سال گزرنے کے بعد بھی پوری ہو رہی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ سورۃ الصف کے متعلق فرماتے ہیں:

”چونکہ اس سورت کے آخر پر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام اور آپؑ کی پیشگوئیوں کا ذکر چل رہا ہے اس لیے جس طرح آپؑ نے یہ اعلان کیا تھا کہ کون ہے جو اللہ کے لیے آپؑ کو مدد گار بنے گا، اسی طرح لازم ہے کہ دور آخرین میں جب دوبارہ یہ اعلان ہو تو تمام وہ مسلمان جو سچے دل سے ان پیشگوئیوں پر ایمان لائے ہیں وہ بھی اعلان کرتے ہوئے مسیح محمدیؑ کے کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں کہ ہم ہر طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی نصرت کے لیے مسیح محمدیؑ کے خدمت دین کے کاموں میں اس کے مدد گار ہوں گے۔“ (فٹ نوٹ۔ قرآن کریم ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 1023)

سورۃ الصف کی اس آیت پر جس کی مَیں نے تلاوت کی ہے، اگر غور کریں تو مومنوں کو جانی اور مالی قربانیوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اس آیت کو مد نظر رکھ کر آج کی تقریر کے درج ذیل چار عناوین بن سکتے تھے۔

i۔كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ کہ اللہ کے انصار یعنی مدد گار بنے رہو۔

ii۔مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰهِ کہ کون ہے جو اللہ کی خاطر میرے مدد گار ہوں گے۔

iii۔نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ کہ ہم اللہ کے مدد گار ہیں۔

iv۔اور انبیاء پر ایمان لانے والا اور اُن کی مدد کرنے والا گروہ ہی غالب آتا ہے۔

سامعین! مگر مَیں آج اس کے دوسرے عنوان یعنی مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰهِ پر گفتگو کرنے جارہا ہوں۔ دنیا کی مذہبی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ قریباً ہر نبی نے اپنے متبعین کو مخاطب ہو کر مدد کرنے کی درخواست کی ہے۔ گو وہ الفاظ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰهِ کے نہ ہوں لیکن اپنے دین اور مذہب کی اشاعت کے لیے مالی و جانی قربانیوں کا مطالبہ کرتے آئے ہیں۔ تب جا کر یہ سلسلے آگے بڑھتے گئے۔ قربانی کا اعلیٰ ترین معیار ہمیں سرکار دو عالم، خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں آپؐ کی آواز پر صحابہ کرام

رضوان اللہ علیہم نے اپنی اپنی بساط سے بڑھ کر مال کی، جان کی، عزت و آبرو کی اور وقت کی قربانیاں پیش کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ حضرت ابو بکرؓ اپنے گھر کا کُل اثاثہ لے آتے ہیں تو حضرت عمرؓ اپنے گھر کا نصف اثاثہ لاتے دیکھائی دیتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ جنگوں کی تیاری اور صحابہ کو مسلح کرنے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معین و مددگار دیکھائی دیئے۔ وقت کی قربانی دیکھیں تو حضرت ابو ہریرہؓ نے دربار رسولؐ پر دھونی رمالی کہ کوئی ارشاد نبویؐ سننے سے نہ رہ جائے۔ جان کی قربانیوں کا کیا کہنا اس میں تو سینکڑوں صحابہؓ خون سے نہلائے گئے۔ اُف تک نہ کی اور اپنی جانیں اعلائے کلمہ اسلام کے لیے جانِ آفرین کے سپرد کر دیں اور یوں آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی اور جہاں بھی مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ کی صدا بلند کی تو صحابہ رضوان اللہ علیہم ایک دوسرے سے سبقت لیتے ہوئے آگے بڑھے۔ بچوں نے تو اپنے میں ہُنر دکھلا کر جنگ بدر میں اپنی شمولیت کا حق ثابت کیا۔ یہ مسلمان بچے اور صحابہ رضوان اللہ علیہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم یا خواہش کا انتظار نہ کرتے تھے بلکہ آنکھوں کے اشاروں کو سمجھ کر چڑھ دوڑتے تھے۔ اس میدان میں جنگ بدر میں معوذ و معاذ رضی اللہ عنہا کا معرکہ مثالی ہے جب وہ رسول خداؐ کے آنکھوں کے اشارے کو سمجھ کر ابو جہل کی طرف بڑھے اور آناً فاناً اُس کو ہلاک کر کے رکھ دیا۔

سامعین! اسی طرح اس آیت پر غور کرنے سے اخروی زمانے میں آنے والے موعود مسیح جو خاتم النبیینؐ کا سچا عاشق اور جس نے حضرت عیسی بن مریمؑ کا مثیل بن کر آنا تھا کا بھی ذکر ہے جس نے آکر مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ کا اعلان کرنا تھا اور آپؑ کے ماننے والوں کا مسلسل نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ کے الفاظ میں جواب دیتے رہنا اپنی ذات میں دلچسپ اور لطیف مضمون سے خالی نہیں۔ سورۃ الصف میں آخری زمانے کا ذکر ہے اور اس کے دوسرے رکوع کا آغاز ہی اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی تجارت سے کیا ہے جو انفاق فی سبیل اللہ کی تجارت ہے کہ جو ایک مومن اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے وہ اپنی رقم کو تجارت میں لگا رہا ہے جو کبھی گھاٹے کا سودا نہیں۔ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے یوں آگاہ فرمایا کہ اموال اور نفوس کی قربانی ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ تمہارے لیے بہتر ہے۔ اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جس کے دامن میں نہریں بہتی ہیں اور ایسے پاکیزہ گھر ملیں گے جو ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں ہیں اور یہی وہ بڑی کامیابی ہے جسے نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیبٌ کے نام سے پکارا گیا ہے۔ انہی انعامات

کا ذکر کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللہِ کا نعرہ بلند کریں گے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"ہماری جماعت کے اکثر افراد سقیم الحال اور نادار اور عیالدار ہیں گو خدا کی راہ میں صدق دل سے خدمت کے لیے حاضر ہو جانا ہے ایک ایسا مبارک امر ہے جو در حقیقت اور تمام مشکلات اور آفات کا علاج ہے۔ پس جس کو یقین ہے کہ خدا برحق ہے اور دین و دنیا میں اس کی عنایات کی حاجت ہے اس کو چاہیے کہ اس مبارک موقع کو ہاتھ سے نہ دے اور بخل کے دِق میں مبتلا ہو کر اس ثواب سے محروم نہ رہے۔ اس عالی سلسلہ میں داخل ہونے کے لیے وہی لائق ہے جو ہمت بھی عالی رکھتا ہو اور نیز آئندہ کیلئے ایک تازہ اور سچا عہد خدا تعالیٰ سے کر لے کہ وہ حتی الوسع بلاناغہ ہر ایک مہینہ میں اپنے مالی امداد سے ان دینی مشکلات کے رفع کرنے کیلئے سعی کرتا رہے گا۔ یہ منافقانہ کام ہے کہ اگر کوئی مصیبت پیش آوے تب خدا اور اہل خدا یاد آجائیں اور جب آرام اور امن دیکھیں تو لاپرواہ ہو جائیں۔ خدا غنی بے نیاز ہے اس سے ڈرو اور اس کا فضل پانے کیلئے اپنے صدق کو دکھلاؤ۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔" (مجموعہ اشتہارات جلد سوم 165-166)

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس مبارک پکار پر سینکڑوں صحابہ آگے آئے اور انہوں نے تن من دھن کی بازی لگادی۔ اس میدان میں بھی اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ کا نظارہ دیکھنے کو ملا اور صحابہ رسولؐ کی طرح نہایت اخلاص سے انہوں نے اموال اور جان کی قربانیاں کیں اور آگے آپ کی اولادیں بھی لازوال مالی و جانی قربانیاں پیش کرتی چلی جارہی ہیں۔

سامعین! آئیں اولین اور آخرین کے دور کی صرف ایک جھلک مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللہِ کے تناظر میں دیکھیں۔

تاریخ اُمم ان جواں مردوں کے انبیاء پر فدائیت کے واقعات سے بھری پڑی ہے لیکن جس قسم کی فدائیت ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضوان اللہ علیہم نے دکھائی اس کی نظیر تاریخ مذاہب میں نہیں ملتی۔ انہوں نے آپ کے دائیں اور بائیں اور آگے اور پیچھے لڑنے کے دعوے نہیں کئے بلکہ لڑ کر اور اپنی جانیں اسلام کی سربلندی کے لئے نثار کر کے دکھائیں۔

سامعین! حضرت سعدؓ بن معاذ انصاری غزوہ خندق میں شریک تھے۔ حضرت عائشہؓ اپنا یہ چشم دید واقعہ بیان کرتی تھیں کہ غزوہ خندق کے موقع پر وہ بنی حارثہ کے قلعہ میں تھیں اور حضرت سعدؓ بن معاذ کی والدہ بھی ان کے ساتھ تھیں۔ اس وقت عورتوں کیلئے پردہ کے احکام نہیں اترے تھے۔ لوگ تیار ہو کر میدان جنگ کیلئے نکل رہے تھے۔ حضرت سعدؓ بھی وہاں سے گزرے انہوں نے لوہے کی ایک مختصر سی زرہ پہنی ہوئی تھی بازو زرہ سے باہر تھے ہاتھ میں نیزہ تھا اور یہ شعر پڑھتے میدان جنگ کی طرف رواں دواں تھے۔

لَبِّثْ قَلِیلًا یَلحَقُ الحَیْجَا جَمَلْ
مَا اَحسَنَ المَوتُ اِذَا حَانَ الْاَجَلْ

ابھی تھوڑی دیر میں ہمارے اونٹ بھی میدان جنگ میں پہنچ جائے گا اور جب انسان کو اللہ کی طرف سے بلاوا آجائے تو ایسے میں اس کی موت بھی کتنی خوبصورت ہوتی ہے۔ آپؓ کی والدہ نے بھی یہ سنا اور کہا میرے بیٹے! ذرا جلدی کرو تم نے نکلنے میں دیر کر دی ہے۔ (اصابہ جز2 صفحہ 8)

سامعین! آخرین کے دور میں مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ کی ایک جھلک یوں نظر آتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”مَیں رات دن خدا تعالیٰ کے حضور چلّاتا تھا اور کہتا تھا کے اے میرے رب! میرا کون ناصر و مددگار ہے مَیں تنہا اور ذلیل ہوں۔ پس جبکہ دعا کا ہاتھ پے در پے اُٹھا اور آسمان کی فضا میری دعا سے بھر گئی تو اللہ تعالیٰ نے میری عاجزی اور دعا کو قبول کیا اور رب العالمین کی رحمت نے جوش مارا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مخلص صدیق عطا فرمایا جو میرے مددگاروں کی آنکھ ہے ....اس کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نور الدین ہے .... پس مجھ کو اس کے ملنے سے ایسے خوشی ہوئی کہ گویا کوئی جدا شدہ عضو مل گیا اور ایسا سُرور ہوا جس طرح کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاروقؓ کے ملنے سے خوش ہوئے تھے اور جب وہ میرے پاس آیا اور مجھ سے ملا اور میری نظر اس پر پڑی تو میں نے اس کو دیکھا کہ وہ میرے رب کی آیات میں سے ایک آیت ہے اور مجھے یقین ہو گیا کہ میری دعا کا نتیجہ ہے جس پر میں مداومت کرتا تھا اور میری فراست نے مجھے بتا دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں میں سے ہے۔“ (ترجمہ از آئینہ کمالات اسلام طبع اوّل صفحہ 581-582)

اس کے مقابل پر مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ کے جواب میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا اپنا نمونہ آپؓ کے اس بیان سے ظاہر ہے جس میں فرماتے ہیں:

''مَیں سچ کہتا ہوں کہ اگر اب کوئی مجھے ایک لاکھ کیا ایک کروڑ روپیہ یومیہ بھی دے اور قادیان سے باہر رکھنا چاہے میں نہیں رہ سکتا۔ ہاں امام علیہ السلام کے حکم کی تعمیل میں، پھر خواہ مجھے ایک کوڑی بھی نہ ملے۔ پس میری دولت میرا مال، میری ضرورتیں اس امام کے اتباع تک ہیں اور دوسری ساری ضرورتوں کو اس ایک وجود پر قربان کرتا ہوں۔'' (حقائق الفرقان جلد چہارم صفحہ 132)

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ نے خلافت پر متمکن ہونے سے قبل 1911ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی اجازت سے ایک تنظیم بنائی جس کا نام ''انصار اللہ'' رکھا۔

پھر خلافت کے دوران جماعت کے بڑی عمر کے مردوں کے لیے ''مجلس انصار اللہ'' کے نام سے ایک تنظیم بنائی جس میں 40 سال سے زائد عمر کے افراد جماعت شامل ہیں۔ حضورؓ نے اس حوالے سے متعدد خطابات اور خطبات میں مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ کا اعلان فرمایا اور جانباز اور وفادار بزرگوں نے سَمِعۡنَا وَ أَطَعۡنَا اور لبیک یا سیدی! کے نعرے بلند کرتے ہوئے آگے بڑھے اور اپنے آپ کو مال، جان، وقت اور عزت کی قربانیوں کے لیے پیش کر دیا۔ اب تو ایک صدی کے قریب کی لازوال اور قابل قدر قربانیوں کی سنہری تاریخ رقم ہوگئی ہے جو 100 سے زائد ممالک میں پھیلی ہوئی ہے۔ نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ کا نعرہ تو مجلس انصار اللہ کی مناسبت سے بزرگوں کے لیے خلفاء نے بلند کیا مگر دیگر ذیلی تنظیموں میں بھی ہر ممبر نے اپنی ذات کو مخاطب کر کے نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ میں پیش پیش رکھا۔ حتیٰ کہ غیر احمدی معاند اخبار بھی ان قربانیوں کو دیکھ کر یہ لکھنے پر مجبور ہوا۔

جناب عبدالرحیم اشرف مدیر المنبر لائلپور (فیصل آباد) اپنے اخبار میں لکھتے ہیں:

''ہمارے واجب الاحترام بزرگوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ قادیانیت کا مقابلہ کیا لیکن یہ حقیقت سب کے سامنے ہے کہ قادیانی جماعت پہلے سے زیادہ مستحکم اور وسیع ہوتی گئی۔ مرزا صاحب کے بالمقابل جن لوگوں نے کام کیا اُن میں سے اکثر تقویٰ، تعلق باللہ، دیانت، خلوص، علم اور اثر کے اعتبار سے پہاڑوں جیسی شخصیتیں رکھتے تھے۔ سید نذیر حسین صاحب، مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی، مولانا عبد الجبار غزنوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور دوسرے اکابر کے بارہ میں ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ بزرگ قادیانیت کی مخالفت میں مخلص تھے اور ان کا اثر ورسوخ

بھی اتنا زیادہ تھا کہ مسلمانوں میں بہت کم ایسے اشخاص ہوئے ہیں۔ جو ان کے ہم پایہ ہوں... ہم اس تلخ نوائی پر مجبور ہیں کہ ان اکابر کی تمام کاوشوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا ہے۔ متحدہ ہندوستان میں قادیانی بڑھے۔ تقسیم ملک کے بعد اس گروہ نے نہ صرف پاؤں جمائے بلکہ جہاں ان کی تعداد میں اضافہ ہوا وہاں اُن کے کام کا یہ حال ہے کہ ایک طرف تو روس اور امریکہ سے سرکاری سطح پر آنے والے سائنسدان ربوہ آتے ہیں... اور دوسری جانب 1953ء کے عظیم ترین ہنگاموں کے باوجود قادیانی جماعت اس کوشش میں ہے کہ اس کا 1956-1957ء کا بجٹ پچیس لاکھ کا ہو۔" (اخبار المنبر 23/ فروری 1956ء صفحہ 10)

جناب عبد الحمید قریشی (نامور صحافی) "احمدیوں کی آئندہ نسلیں موجودہ نسل سے زیادہ مضبوط اور پُرجوش ہوں گی "کے عنوان کے تحت لجنہ اماء اللہ کو یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

"لجنہ اماء اللہ قادیان احمدیہ خواتین کی انجمن کا نام ہے۔ اس انجمن کے ماتحت ہر جگہ عورتوں کی اصلاحی مجالس قائم کی گئی ہیں اور اس طرح پر ہر وہ تحریک جو مردوں کی طرف سے اٹھتی ہے خواتین کی تائید سے کامیاب بنائی جاتی ہے اس انجمن نے تمام خواتین کو سلسلہ کے مقاصد کے ساتھ عملی طور پر وابستہ کر دیا ہے۔ عورتوں کا ایمان مردوں کی نسبت زیادہ مخلص اور مربوط ہوتا ہے۔ عورتیں مذہبی جوش کو مردوں کی نسبت زیادہ محفوظ رکھ سکتی ہیں۔ لجنہ اماء اللہ کی جس قدر کارگزاریاں اخبار میں چھپ رہی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ احمدیوں کی آئندہ نسلیں موجودہ کی نسبت زیادہ مضبوط اور پُرجوش ہوں گی اور احمدی عورتیں اس چمن کو تازہ دم رکھیں گی جس کا مرور زمانہ کے باعث اپنی قدرتی شادابی اور سرسبزی سے محروم ہونا لازمی تھا۔"

(اخبار تنظیم۔ امرتسر 28 دسمبر 1926ء بحوالہ خلافت وقت کی ضرورت ہے (اغیار کی نظر میں) از حنیف احمد محمود صفحہ 90-100)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس دور میں جو دین کی اعانت کے لیے کثرت سے مالی قربانی کا دور ہوگا، تمام مالی قربانی کرنے والوں کو یہ خوشخبری دی جارہی ہے کہ جو کچھ بھی وہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں گے اس کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہوئے اس کا بہت عظیم اجر عطا فرمائے گا۔"

(فٹ نوٹ۔ قرآن کریم ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع صفحہ 1036)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"جب ہم حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ کے واقعات پڑھتے ہیں یا سنتے ہیں تو ان کی نیک فطرت، ان کی صداقت کی پہچان کے لئے تڑپ، ان کی جان مال قربان کرنے کے لئے تڑپ اور کوشش اور ان کے حضرت مسیح موعودؑ سے عشق و محبت کے اپنے اپنے ذوق اور سمجھ کے مطابق معیار اور اس کا اظہار نظر آتا ہے۔ غرضیکہ یہ وہ آخرین تھے جو پہلوں سے ملنے کے لئے اپنے اپنے رنگ میں حق ادا کرنے والے بننے کے لئے کوشش کرنے والے تھے۔ ہر ایک کا اپنا انداز تھا اور ان کو دیکھنے والوں اور ان سے قریبی تعلق والوں نے بھی ان صحابہ کے ہر انداز اور اخلاق و کردار سے اپنے اپنے رنگ میں نصیحت حاصل کی یا بعض باتوں سے نتائج اَخذ کئے" (خطبہ جمعہ فرمودہ 7 اگست 2015ء)

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(کمپوزڈ بائی: زاہد محمود)

ضضضض

{7} {مشاہدات-130}

جماعتی و ذیلی عہدیداران کو اپنے سپرد امانتوں کا حق ادا کرنے کی ہدایات

(از خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ 18/اگست 2023ء)

ہر عہدیدار کو اپنے شعبہ کی بہتری کے لئے کم از کم دو نفل بھی روزانہ پڑھنے کی ہدایت۔ اگر شعبہ تربیت فعال ہو جائے تو باقی شعبے خود بخود کم از کم ستّر فیصد بہتر رنگ میں کام کرنا شروع کر دیں گے

سامعین! آج میری تقریر کا عنوان حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کے خطبہ جمعہ فرمودہ 18 اگست 2023ء کا خلاصہ پیش کرنا ہے جس میں حضور انور ایدہ اللہ جماعتی و ذیلی عہدیداروں کو اُن کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ **اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا** (النساء:59) یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ امانت اُن کے اہل کے سپرد کرو۔ پھر ایک حدیث میں آتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کوئی عہدہ اور ایسا مقام جس میں لوگوں کے معاملات دیکھنے کا اختیار دیا گیا ہو یا لوگوں کو نگران مقرر کیا گیا ہو تو یہ بھی ایک امانت ہے، پس اِس لحاظ سے ہمارے جماعتی نظام میں بھی ہر عہدہ یا کوئی خدمت جس پر کسی کو مامور کیا جاتا ہے امانت ہے۔

اپنے میں سے بہترین لوگ دعا کر کے منتخب کریں

پس اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جب تم یہ عہدیدار منتخب کرو تو ایسے لوگوں کو منتخب کرو جو بظاہر تمہاری نظر میں اِس کام کے لئے بہترین ہیں اور اپنے کام کی امانت کا حق ادا کر سکتے ہیں۔ انتخاب کے وقت خویش پروری یا رشتہ داری کا خیال نہیں رکھنا چاہئے۔ بہر حال ہمیں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ ہم اپنے میں سے بہترین لوگ منتخب کریں اور دعا کر کے منتخب کریں۔ عام طور پر یہ کوشش ہوتی ہے کہ جو شخص کسی کام کے لئے مقرر کیا

جا رہا ہے وہ ایسا نہ ہو جو آگے بڑھ بڑھ کر صرف اِس لئے آ رہا ہے کہ مَیں عہدیدار بن جاؤں۔ اگر بعض دفعہ ایسے شخص کا نام جماعت کے افراد کی طرف سے کسی عہدہ کے لئے تجویز ہو کر آ بھی جائے تو مرکز یا خلیفۂ وقت کو اگر اُس کے حالات کا پتا ہو تو اُسے کام نہیں دیا جاتا اور یہ بات عین آنحضرتؐ کے ارشاد کے مطابق ہے۔

کبھی عہدہ کی خواہش کر کے عہدہ لینے کی کوشش نہیں ہونی چاہئے

سامعین! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو دو شخص آئے اور کہا کہ ہمیں فلاں کام سپرد کر دیا جائے ہم اِس کے اہل ہیں۔ آپؐ نے فرمایا! جس کو مَیں کسی کام کے لئے مقرر کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اُس کی مدد فرماتا ہے اور جو خواہش کر کے خود کام اپنے سر پر لے اُس کی پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد نہیں ہوتی، اُس کے کام میں برکت نہیں پڑتی، اِس لئے کبھی عہدہ کی خواہش کر کے عہدہ لینے کی کوشش نہیں ہونی چاہئے۔ ہاں! خدمتِ دین کا شوق ضرور ہونا چاہئے، مجھے موقع ملے مَیں خدمتِ دین کروں اور یہ خدمت کسی بھی رنگ میں ملے اِسے بجالانے کے لئے بھرپور کوشش کرنی چاہئے۔ پس عہدہ کی خواہش کرنا، کسی کام کا نگران بن کر اُسے کرنے کی خواہش کرنا پسندیدہ نہیں ہے۔ ہاں! خدمت کا جذبہ ہونا چاہئے۔ چاہے وہ کسی بھی رنگ میں ہو، یہ پسندیدہ امر ہے۔

پس یہ باتیں منتخب کرنے والوں کو بھی ہمیشہ سامنے رکھنی چاہئیں

قرآن کریم کے حکم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے کہ تمہاری نظر میں دعا کے بعد جو کسی خدمت کے لئے اہل ترین لوگ ہیں اُنہیں منتخب کرو اور دوسرا یہ کہ اگر کوئی کسی عہدہ کے لئے خواہش رکھتا ہو تو جماعتی نظام اور ہر انتخابی فورم میں اُس کی حوصلہ شکنی ہونی چاہئے اور منتخب کرنے والے کو انصاف سے اپنا انتخاب کرنے کا حق استعمال کرنا چاہئے۔

عہدیداران کے انتخاب کے نتائج، رائے کے ساتھ خلیفۂ وقت کو پیش کی جاتی ہے

خلیفۂ وقت کو اختیار ہے کہ وہ چاہے کثرتِ رائے سے پیش کئے ہوئے نام کو منتخب کرے یا کم ووٹ حاصل کرنے والے کو منتخب کرے۔ بعض دفعہ بعض ایسے حالات اور اُس شخص کے بارہ میں بعض معلومات کا مرکز اور خلیفۂ وقت کو علم ہوتا ہے اور عام آدمی کو نہیں ہوتا تو بہرحال یہ ضروری نہیں ہے کہ

کثرتِ رائے والے کو ضرور منتخب کیا جائے۔اِسی طرح ملکی جماعتوں کے جو انتخاب ہیں اِن میں حسبِ قواعد بعض کی منظوری مقامی مرکزی انتظامیہ دے دیتی ہے اور اگر کوئی تبدیلی کرنی ہو تو خلیفۂ وقت سے پوچھ لیتے ہیں، کوشش تو بہر حال یہ کی جاتی ہے کہ جس حد تک ممکن ہو اچھے کام کرنے والے عہدیدار میسر آئیں۔ لیکن بعض جگہ جس قسم کے لوگ میسر ہیں اُن میں سے ہی منتخب کرنے پڑتے ہیں لیکن یہاں پھر چننے اور منتخب کرنے والوں کو خیال رکھنا چاہئے کہ امانت کا اپنی استعدادوں کے مطابق بہترین رنگ میں حق ادا کرنے والے لوگ منتخب ہوں اور کبھی کسی خواہش کرنے والے کو دوستی یا رشتہ داری کی وجہ سے یا یہ دیکھ کر کہ اکثر ہاتھ کسی شخص کے لئے کھڑے ہوئے ہیں تو مَیں بھی اپنا ہاتھ کھڑا کر دوں، رائے نہیں دینی چاہئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی نفی ہے۔

گو جماعتی مرکزی نظام کے انتخابات تو اِس سال نہیں ہونے، ہو چکے ہیں

لیکن ذیلی تنظیموں انصار، خدام، لجنہ کے انتخابات بعض جگہ ہونے ہیں تو اِن تنظیموں کے ممبران کو چاہئے کہ جو بھی مجلسِ انتخاب کے ممبر بنیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنی رائے دہی کا حق استعمال کریں اور دعا کے بعد اور انصاف سے اپنی نظر میں بہترین شخص کی سفارش خلیفۂ وقت کو پیش کریں۔ اگر ہم انصاف کے ساتھ اپنے اِس فریضہ کو سر انجام دینے والے بن جائیں گے تو تبھی جماعتی ترقی میں ہمارا کردار مثبت ہو گا اور ہم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے خدمت کا موقع دیا ہے تو زمین پر جھکیں

سامعین! حضورانور ایدہ اللہ نے بعد ازاں عہدیداران کو اُن کی ذمہ داریوں کی جانب توجہ مبذول کرواتے ہوئے ارشاد فرمایا! بے شک جماعتی عہدیدار منتخب ہو چکے ہیں لیکن اُنہیں ہمیشہ اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہونا چاہئے اور ہمیشہ یہ خیال رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خدمت کا موقع دیا ہے کہ اُس فضلوں کو حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کے ذاتی مفاد سے بالا ہو کر اپنے کام کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے سر انجام دینا چاہئے۔ بعض عہدیداروں کے متعلق شکایات آتی ہیں کہ اُن کے رویوں میں عاجزی نہیں ہوتی اور ایسا اظہار ہوتا ہے جیسا اِس عہدہ کے بعد وہ کوئی غیر معمولی شخصیت بن گئے ہیں (مَیں یہ تو نہیں کہتا کہ فرعونیت پیدا ہو گئی) لیکن بہر حال اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ خاص طور پر جن

عہدیداروں کو نامزد کیا جاتا ہے اور وہ واقفِ زندگی بھی ہیں، اُن میں اگر یہ بات پیدا ہو تو بالکل قابل برداشت نہیں، بعض واقفینِ زندگی کو جنرل سیکریٹری بنایا گیا تو اِن کے بارہ میں شکایت ہے کہ بڑا متکبرانہ رویہ ہے، سلام تک کا جواب نہیں دیتے، ایسے رویے دکھانے والے اپنی اصلاح کریں اور اللہ تعالیٰ نے جو خدمت کا موقع دیا ہے تو زمین پر جھکیں اور ہر بچے، بڑے سے پیار اور عاجزی سے ملیں۔ آپ کو مقرر کیا گیا ہے کہ افرادِ جماعت کی خدمت کریں نہ یہ کہ اُن پر کسی قسم کی افسر شاہی کا رعب ڈالیں۔

اِن لوگوں کو اپنی اصلاح کرنی چاہئے

پھر بعض ایسے ہیں جو اپنے کام صحیح طرح سرانجام نہیں دیتے، یہاں میری طرف سے کوئی بعض معاملات رپورٹ کے لئے جاتے ہیں تو اُن کی دراز میں پڑے رہتے ہیں جب تک یاد دہانی نہ کراؤ، بار بار نہ پوچھو اور چھ مہینے، سال بعد پھر ایک معافی نامہ لکھ کر کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے سے غلطی ہوگئی ہم اِن پر بروقت کاروائی نہیں کر سکے۔ اگر مرکز، خلیفۂ وقت کے خطوط کے ساتھ اِن کا یہ سلوک، رویہ ہے تو پھر عام فردِ جماعت کے متعلق اِن سے کس طرح توقع کی جاسکتی ہے کہ نیک سلوک کرتے ہوں گے۔ اِن لوگوں کو اپنی اصلاح کرنی چاہئے ورنہ اِن کو خدمت سے فارغ کر دیا جائے گا۔

یہ سوچ ہو گی تو تبھی صحیح کام کرنے کی روح بھی پیدا ہو گی

عہدیداران کو بعض اور ذمہ داریوں کی جانب توجہ دلاتے ہوئے مزید ارشاد فرمایا! ایک تو یہی کہ اپنے اندر عاجزی پیدا کریں اور جو ذمہ داری دی گئی ہے تو اُسے اِس کا حق اداء کرتے ہوئے اداء کرنے کی کوشش کریں۔ ہر وقت یہ ذہن میں رہے کہ خدا تعالیٰ ہمارے اوپر نگران ہے، وہ ہماری ہر حرکت دیکھ رہا ہے، کوئی عہدہ ملنے کے بعد ہم ہر قسم کی بندشوں سے آزاد نہیں ہوئے بلکہ ہم خدا تعالیٰ کی پکڑ کے نیچے زیادہ آگئے ہیں۔ لوگوں نے ہمیں منتخب کیا ہے، ہم پر اعتماد کر کے خلیفۂ وقت نے ہمیں اِس خدمت کے لئے منظور کیا ہے تو ہم نے اِس اعتماد کو قائم رکھنے کی کوشش کرنی ہے اور اپنی تمام تر صلاحیتیں اِس خدمت کو بہترین رنگ میں ادا کرنے کے لئے صَرف کرنی ہیں۔ یہ سوچ ہو گی تو تبھی صحیح کام کرنے کی روح بھی پیدا ہو گی اور افرادِ جماعت کا بھی تعاون رہے گا۔

اپنے ذاتی نمونے بہت ضروری ہیں

سامعین! حضور نے فرمایا۔ اکثر عہدیدار یہ شکایت کرتے ہیں کہ بعض شعبوں میں افرادِ جماعت تعاون نہیں کرتے ، بے شک یہ افراد کی بھی ذمہ داری ہے کہ جن لوگوں کو اُنہوں نے خود خدمت کے لئے چنا ہے اُن سے تعاون بھی کریں، لیکن ساتھ ہی عہدیداران کا بھی کام ہے کہ اپنی بہترین مثالیں لوگوں کے سامنے قائم کریں۔ اب ایک عہدیدار کی رپورٹ ملی کہ وہ اپنی آمد پر صحیح چندہ نہیں دیتا اور نہ ہی کم شرح سے چندہ ادا کرنے کی اجازت لینا چاہتا ہے تو ایسا شخص پھر دوسروں کے لئے کیا نمونہ قائم کرے گا، دوسروں کو کس طرح کہے گا کہ مالی قربانی کرو، پس اپنے ذاتی نمونے بہت ضروری ہیں۔ بہت زیادہ استغفار، اللہ تعالیٰ کی تسبیح ، اپنی حالتوں کے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ اگر ایک سیکریٹری تربیت خود پانچ وقت نماز باجماعت ادا کرنے کی طرف توجہ نہیں دیتا تو دوسروں کو کیا تلقین کر سکتا ہے کہ نمازوں کی طرف توجہ دو۔

جب یہ ہو گا تبھی ہم اپنی امانتوں کا حق ادا کرنے والے ہیں

اِسی طرح ایک واقفِ زندگی اور مربّی خود نوافل ادا کرنے کی طرف توجہ نہیں دے رہا تو افرادِ جماعت کو کس طرح نصیحت کر سکتا ہے کہ عبادتوں کی طرف توجہ کرو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِسی طرف توہماری توجہ دلائی ہے کہ غیر احمدی مولوی نصیحت کرتا ہے لیکن اُس کے عمل اُس کی نصیحت کے مطابق نہیں ہیں، اِس لئے اُس کی باتوں کا اثر نہیں ہوتا۔ پس ہمارے لئے تو ہر لمحہ بڑی فکر سے گزارنے، ہر قدم بڑا بڑا پھونک پھونک کر اُٹھانے کی ضرورت ہے، جب یہ ہو گا تبھی ہم اپنی امانتوں کا حق ادا کرنے والے ہیں۔ سیکریٹریانِ تربیت اگر اپنے نمونے قائم کرتے ہوئے پیار اور محبت کے ساتھ جماعت کی تربیت کریں تو افرادِ جماعت میں ایک انقلابی تبدیلی پیدا کر سکتے ہیں۔ **ہر عہدیدار کو اپنے شعبہ کی بہتری کے لئے کم از کم دو نفل بھی روزانہ پڑھنے چاہئیں** کہ اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے۔ اگر تربیت کا شعبہ فعال ہو جائے تو میرے اندازہ کے مطابق باقی شعبے خود بخود کم از کم ستّر فیصد بہتر رنگ میں کام کرنا شروع کر دیں گے۔

عہدیداروں نے اپنے نمونے قائم کرنے ہیں

سامعین! پس ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ عہدیداروں نے اپنے نمونے قائم کرنے ہیں اور خاص طور پر اُمراءِ جماعت، صدرانِ جماعت، سیکریٹریانِ تربیت نے خصوصًا، باقی نے بھی کرنے ہیں، یہ نہیں کہ باقی نہ بھی کریں تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میرا اِن عہدیداروں کو خاص طور پر توجہ دلانے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ باقی نہ بھی کریں تو فرق نہیں پڑتا، ہر ایک کرے گا تو تبھی جماعتی ترقی صحیح طرح ہو گی۔ اگر اپنے نمونے نہ دکھائیں تو یہ نہیں ہے کہ کوئی فرق نہیں پڑتا، بہت فرق پڑتا ہے۔ ہر عہدیدار کے عمل کا فرق پڑتا ہے۔ اگر سیکریٹری مال خود اپنے چندے احتیاط سے نہیں اداء کر رہا تو دوسروں کو کیا کہے گا اور پھر اُس کے کہنے میں کیا برکت ہو گی۔ اگر تبلیغ کا سیکریٹری تبلیغ کا حق اداء ہی نہیں کر رہا تو افرادِ جماعت کو کس طرح تبلیغ کے لئے متحرک کرے گا۔ پس ہر شعبہ اہم ہے۔

انتخابات کے وقت امانتوں کے اہل کو منتخب کریں تو شکایات ختم ہوں گی

اِسی طرح ذیلی تنظیموں کے صدران کے عہدے ہیں اور باقی عاملہ ممبران کے عہدے اہم ہیں، ذیلی تنظیموں میں بھی ہر سطح پر اپنے آپ کو فعّال کرنا ہو گا۔ بعض جگہ صدر لجنہ کے بارہ میں شکایت آتی ہے کہ اُن کے رویے ٹھیک نہیں ہیں، بعض کے نومبائعات کے ساتھ رویے ٹھیک نہیں ہیں، اُن کو کھینچنے کے بجائے اُن کو دوڑانے کا باعث بن رہی ہیں۔ نومبائعات کو بڑے غلط رنگ میں کہا جاتا ہے کہ ہم تمہاری اصلاح کریں گے جبکہ میرے نزدیک خود ایسی صدر لجنہ کی اصلاح ہونی چاہئے۔ اور یہ اِس لئے ہوتا ہے کہ چند لوگوں کے پاس عہدے مستقل چلتے رہتے ہیں، ممبرات لجنہ بھی اپنے انتخاب میں نہیں دیکھتیں کہ کون اہل ہے اور کون نہیں، جس کے نتیجہ میں خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور لوگوں کے ایمان کو ٹھوکر لگتی ہے۔ اگر منتخب کرنے والیاں خود اپنا حقِ رائے دہی انصاف سے اور اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے اداء نہیں کر رہیں تو پھر شکایت بھی نہیں ہونی چاہئے۔ پس انتخابات کے وقت امانتوں کے اہل کو منتخب کریں تو شکایات ختم ہوں گی ورنہ ہم اپنی اصلاح نہیں کر سکتے۔

یہی سوچ ہے جو نظام جماعت کو ایک خوبصورت نظام بنا سکتی ہے

حضور انور ایدہ اللہ نے ارشاد فرمایا! عہدیداروں سے مَیں یہ بھی کہوں گا کہ وہ اسٹیجوں پر بیٹھنے کے لئے نہیں ہیں، ہر عہدیدار کو اپنی ڈیوٹی ایک عام کارکن بن کے دینی چاہئے۔ جو اپنی امانت کا حق اداء کرنے والے عہدیدار ہیں وہ دوسروں کی اصلاح کا بھی باعث بنتے اور لجنہ میں بنتی ہیں۔ پس یہ سوچ ہے جو ہمارے ہر عہدیدار میں ہونی چاہئے کہ بافرمانِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قوم کے سردار اُس کے خادم ہیں۔ اِسی طرح عام حالات میں بھی ہر عہدیدار کا یہ کام ہے کہ افرادِ جماعت سے ذاتی رابطہ رکھ کر اِن سے ذاتی تعلق بڑھائیں، اِن کی خوشی، غمی میں شامل ہوں۔ ہر فردِ جماعت کو یہ احساس پیدا کروائیں کہ نظامِ جماعت تو ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کے جذبات پیدا کرنے اور ایک دوسرے کا خیال رکھنے کے لئے بنایا گیا ہے نہ کہ کوئی افسر ہے یا کوئی ماتحت ہے، کوئی بڑا ہے یا کوئی چھوٹا ہے، ہم سب ایک ہیں، بھائی بھائی ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کو پورا کرنے کے لئے اپنی اپنی استعدادوں کے مطابق کوشش کر رہے ہیں۔ یہی سوچ ہے جو نظامِ جماعت کو ایک خوبصورت نظام بنا سکتی ہے اور یہی سوچ ہے جو ہمیں اللہ تعالیٰ کے بھی قریب کر سکتی ہے اور یہ سوچ نہ رکھنے اور اِس کے خلاف عمل کرنے سے ہم اللہ تعالیٰ کی ناراضگی بھی مول لینے والے ہوں گے۔

بہت بڑا اِنذار، مقام خوف اور بڑی فکر والی بات

حضرت معقلؓ بن یسار بیان کرتے ہیں: مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کا نگران اور ذمہ دار بنایا ہے وہ اگر لوگوں کی نگرانی، اپنے فرض کی ادائیگی اور اِن کی خیر خواہی میں کوتاہی کرتا ہے تو اِس کے مرنے پر اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنت حرام کر دے گا اور اُسے بہشت نصیب نہیں کرے گا۔ پس یہ بہت بڑا اِنذار ہے، بڑے خوف کا مقام ہے، بڑی فکر والی بات ہے۔

تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور اپنی رعایا کے متعلق پوچھا جائے گا

سامعین! پھر ایک روایت میں آتا ہے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور اپنی رعایا کے متعلق پوچھا جائے گا۔ امیر بھی نگران ہے (یعنی اِس میں عہدیدار بھی شامل ہیں) اور ہر ایک سے اپنی رعایا کے بارہ میں پوچھا جائے گیا۔ رعایا سے مراد وہ لوگ نہیں جن پر حکومت کی جاتی ہے

بلکہ وہ لوگ ہیں جن کی مدد کرنے، اُن کی اصلاح و بہتری کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔ اگر یہ ذمہ داری ادا نہیں کر رہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق بہشت حرام ہو جاتی ہے۔ پس وہ لوگ جو نگران، عہدیدار بنائے گئے ہیں اگر صحیح طرح کام سرانجام نہیں دے رہے اور اپنے علاقہ میں صرف خلیفۂ وقت کے نام نہاد نمائندے بنے بیٹھے ہیں، وہ خلیفۂ وقت کو بھی بدنام کر رہے ہیں اور خلیفۂ وقت کو بھی گناہگار بنا رہے ہیں۔ جیسا کہ مَیں مثال دی تھی کہ رپورٹیں ہی مہینوں نہیں بھیجتے، اب ایسے لوگوں کے بارہ میں میرے پاس اِس کے علاوہ اور کوئی حل نہیں کہ اگر حقیقت میں وہ اپنی اصلاح نہیں کرتے تو اِن کو خدمت سے فارغ کر دیا جائے اور مَیں پھر اِن کے گناہوں میں شامل نہ ہوں۔ پس مَیں بھی اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں، یہ لوگ بھی استغفار کریں اور اپنی اصلاح کریں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ خلافتِ احمدیہ کو ہمیشہ ایسے سلطانِ نصیر عطاء ہوں جو اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے اپنے کام سرانجام دیں نہ کہ صرف عہدہ لینے کے لئے عہدہ سنبھالیں۔

جہاں یہ ذمہ داری خلیفۂ وقت کی ہے وہاں تمام عہدیداروں کی بھی ہے

یہ بھی ایک بہت توجہ طلب بات ہے جس کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کا ذمہ دار ہو، اللہ تعالیٰ اُس کی حاجات اور مقاصد پوری نہیں کرے گا جب تک وہ لوگوں کی ضروریات پوری نہ کرے۔ پس جہاں یہ ذمہ داری خلیفۂ وقت کی ہے وہاں اِن تمام عہدیداروں کی بھی ہے جو خلیفۂ وقت کے اپنی اپنی جماعتوں میں نمائندے ہیں اور یہ عہدیداروں پر بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ صرف عاملہ کے اجلاسوں میں اپنی رائے دے کر اور میٹنگز میں شامل ہو کر سمجھ لینا کہ ہم نے اپنا فرض اداء کر دیا ہے یہ کافی نہیں۔ لوگوں کی بہتری کے لئے منصوبہ بندی کرنا اور پھر اِس پر عمل درآمد کروانا انتہائی ضروری امر ہے اور جو وسائل ہمارے پاس ہیں اُس کے اندر رہتے ہوئے جو بہترین حل لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کا ہو سکتا ہے وہ ہمیں نکالنا چاہئے۔ اِس کے لئے دنیاوی ضروریات پوری کرنے کے لئے شعبہ امورِ عامہ بھی ہے اور شعبہ صنعت و تجارت ہے اور اِس طرح ذیلی تنظیموں کو اِس کے لئے اپنا فعّال کردار ادا کرنا چاہئے۔ بے شک ہمارے پاس وسائل کم ہیں لیکن جو ہیں اُن کا بہترین استعمال صحیح منصوبہ بندی سے بہت سوں کی مدد کر سکتا ہیں۔

شعبہ رشتہ وناطہ کے لئے بہت وسیع منصوبہ بندی کی ضرورت ہے

ایک شعبہ جو آجکل تقریباً تمام جماعتوں کے لئے ایک چیلنج بنا ہوا ہے وہ شعبہ رشتہ وناطہ ہے، اِس کے لئے بہت وسیع منصوبہ بندی کی ضرورت ہے، جماعتی نظام اور ذیلی تنظیموں کے نظاموں کو بھی ایک دوسرے کے ساتھ مل کر یہ کام کرنا ہوگا۔ یہاں پھر جماعتی اور ذیلی تنظیموں کے بھی شعبہ تربیت کو بہت فعّال کرنے کی ضرورت ہے، پھر اِسی شعبہ کی طرف بات پلٹ جاتی ہے۔ اگر ہمارے نوجوانوں کی صحیح تربیت ہو تو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس ارشاد کو ہمیشہ سامنے رکھیں کہ رشتہ کے معاملہ میں دولت، خاندان اور خوبصورتی کی بجائے دین کو فوقیت دو، اگر یہ ہماری ترجیح ہو جائے گی تو پھر لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی اپنی دینی حالتوں کو بہتر کرنے اور خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کو ترجیح دیں گے اور اِس طرح ہم اپنی اگلی نسل کو محفوظ کر سکیں گے ورنہ آجکل دجّال جو چالیں چل رہا ہے اِس سے معمولی کوششوں سے بچنا بہت مشکل ہے، اِس کے لئے تو بہت وسیع منصوبہ بندی کرنی ہوگی۔

پس ہر عہدیدار کو پہلے اپنے گھر کی اصلاح کی ضرورت ہے

پھر جماعت میں اِس بات کو بہت توجہ دلانے کی ضرورت ہے کہ ہمارا عہد دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا صرف عہد ہی نہ ہو بلکہ ہم میں سے ہر ایک اِس کی عملی شکل بن جائے۔ جب یہ ہوگا تو تبھی ہم دجّال کا مقابلہ کر سکیں گے، اپنی نسلوں کو بچا سکیں گے، اپنے عہدوں کی بھی حفاظت کر سکیں گے، اِن کا حق ادا کر سکیں گے اور اپنی امانتوں کا بھی حق ادا کر سکیں گے۔ پس دنیا کی تمام جماعتوں کی ملکی اور مقامی عاملہ اور اِسی طرح ذیلی تنظیموں کو اِس بارہ میں بہت سوچ بچار اور ایک لائحۂ عمل کی ضرورت ہے تاکہ اپنی امانتوں کا حق ادا کر سکیں۔

ہمارے نظام میں امورِ عامہ کا بھی ایک شعبہ ہے

اور یہ شعبہ بھی بہت اہم سمجھا جاتا اور ہے بھی لیکن عموماً یہ تاثر پیدا ہو گیا ہے کہ اِس شعبہ کا کام لوگوں کو سزائیں دلوانا یا سختی سے لوگوں کو تنبیہ کرنا ہے۔ دنیا میں ہر جگہ امورِ عامہ کے شعبہ میں کام کرنے والوں کو پتا ہونا چاہئے کہ اِن کا صرف اتنا کام نہیں بلکہ یہ تو کام کا ایک حصہ ہے اور سختی سے تنبیہ کرنا تو بہر حال اِن کا کام نہیں ہے، یہ تو ایک انتہاء ہوتی ہے جہاں سزاء کے طور پر سفارش کی جاتی ہے جب کوئی حل نہ ہو۔ یہاں

مَیں پھر یہی کہوں گا کہ اگر شعبہ تربیت فعّال ہے تو امورِ عامہ کے بہت سے مسائل حل ہو جاتے ہیں، پس شعبہ تربیت اور امورِ عامہ کو بعض معاملات میں مل کر کام کرنے کی بہت ضرورت ہے۔

امورِ عامہ کا کام تو بہت وسیع ہے

سامعین! جماعت میں معاشی استحکام پیدا کرنے کے لئے پروگرام بنانا، افرادِ جماعت کو ملازمت اور دیگر ذرائع روزگار کے لئے رہنمائی اور مدد فراہم کرنا، خدمتِ خلق کے کاموں کو سرانجام دینا، پیار اور محبت سے سمجھا کر تنازعات کو ختم کرانا وغیرہ وغیرہ اِن کا کام ہے۔ بہر حال قضائی معاملات میں امورِ عامہ کا دخل نہیں کہ فیصلہ کرنا شروع کریں لیکن ہاں! قضا کے فیصلوں کی تنفیذ کروانا اِن کا کام ہے۔ لیکن اِس میں اگر فیصلہ کے بعد کوئی فریق اِس کی تنفیذ کرنے میں لیت ولعل سے کام لے رہا ہے تو شعبہ امورِ عامہ کا کام ہے کہ اُسے آرام سے سمجھائیں کہ اِس پر عمل نہ کر کے کیوں اپنا دین برباد کرتے ہو، تھوڑے سے دنیاوی مفاد کی خاطر کیوں اپنا دین برباد کرتے ہو اور میرا وقت بھی برباد کرتے ہیں ایسے لوگ بار بار مجھے ہی لکھتے رہتے ہیں حالانکہ خود غلطی پر ہوتے ہیں۔ بہر حال امورِ عامہ کا کام لوگوں کو سزائیں دلوانا نہیں بلکہ اِن سزاؤں سے بچانا ہے اور اِس کے لئے اُنہیں ہر ممکنہ کوشش کرنی چاہئے۔

بعض دفعہ عہدیداروں کے رویے جماعتی نظام کے بارہ میں بدظنیاں پیدا کر دیتے ہیں

مثلاً یہ کہ کسی نے اپنی ضرورت کے لئے خلیفۂ وقت کو درخواست دی ہے تو صدر یا امیر جماعت یا امورِ عامہ یا کسی خاص متعلقہ شعبہ سے اگر متعلق ہے تو اُس کے کام کرنے والے اُس شخص سے سختی کرتے ہیں کہ ہمارے ذریعہ سے کیوں نہیں درخواست دی اور معاملہ لٹک جاتا ہے اور براہِ راست جو لوگ مجھے درخواستیں لکھتے ہیں اُن کو خاص طور بدظنی پیدا ہوتی ہے کہ ہماری درخواستیں نہیں پہنچتیں، لمبا عرصہ جب کاروائی نہیں ہوتی، لوگ سمجھتے ہیں کہ خلیفۂ وقت کو ہماری درخواست پہنچی ہی نہیں۔ پھر خلیفۂ وقت اور خلیفۂ وقت کے دفتر پر بدظنیاں پیدا ہوتی ہیں، حالانکہ یہ سب غلط ہے، ہر خط پہنچتا ہے یہاں اور جو یہاں آجائے وہ پڑھا اور کھولا بھی جاتا ہے اور یہ نہیں ہے کہ اُس کو روک لیا جائے اور ہر قسم کی درخواست متعلقہ جماعت کو رپورٹ کے لئے بجھوائی بھی جاتی ہے۔

یہ عمل فردِ جماعت اور خلیفۂ وقت میں دُوری پیدا کرنے والے ہوتے ہیں

تو بہر حال افرادِ جماعت کو مَیں یہ بتادوں کہ جو بھی خط اُن کا یہاں آتا ہے، یہاں پہنچ جائے، وہ کھولا بھی جاتا ہے، پڑھا بھی جاتا ہے اور اُس پر کاروائی بھی کی جاتی ہے۔ متعلقہ جماعت کا شعبہ اِس کے بارہ میں دیر لگاتا ہے تو ایسے عہدیداران کو خوف کرنا چاہئے کہ اُن کے یہ عمل فردِ جماعت اور خلیفۂ وقت میں دُوری پیدا کرنے والے ہوتے ہیں، نظام کے بارہ میں بدظنیاں پیدا کرنے والے ہوتے ہیں اور اِس طرح وہ متعلقہ عہدیدار گناہگار بن رہا ہوتا ہے۔ کسی کے ایمان سے کھیل کر وہ اپنے آپ کو گناہگار بنا رہا ہوتا ہے۔ پس ایسے لوگوں کو خوف کرنا چاہئے۔ ہر عہدیدار کو یہ سمجھنا چاہئے اور خاص طور پر جن کے سپرد افرادِ جماعت کی ضروریات کا خیال رکھنے کا کام ہے کہ اگر اُنہوں نے اپنے کام میں سستی دکھائی اور لوگوں کے حق ادا نہ کئے تو نہ صرف اپنی امانتوں میں خیانت کرنے والے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں بھی آنے والے ہیں۔

لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے میں جلدی یا کم از کم جلد رپورٹ دیا کریں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ جو امام (اِس سے مراد ہر عہدیدار ہے) حاجت مندوں، ناداروں اور غریبوں کے لئے اپنا دروازہ بند رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کی ضروریات کے لئے آسمان کا دروازہ بند کر دیتا ہے۔ پس اگر کوئی ایسا سوچ رکھنے والا عہدیدار یا اُن کے دفتر میں کام کرنے والا کارکن ہے تو اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے میں جلدی کیا کریں یا کم از کم جلد رپورٹ دیا کریں۔ پھر مرکز کا کام ہے کہ جائزہ لے کر دیکھے کہ کس حد تک یہ حاجت پوری کی جاسکتی ہے۔ لیکن جواب ہی نہ دینا اور درخواست کو ایک کونہ میں رکھ دینا یہ بہت بڑا جرم ہے۔ پس ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی حتی المقدور کوشش کریں۔ ہر نیک کام کرنے کی طرف توجہ رکھیں۔

وہ نصیحت جو ہر عہدیدار کو اپنے لئے رہنما اصول کے طور پر سامنے رکھنی چاہئے

آنحضرتؐ نے فرمایا! جہاں بھی تم ہو اللہ تعالیٰ تقویٰ اختیار کرو، اگر کوئی برا کام کرو تو اِس کے بعد نیک کام کرنے کی کوشش کرو، یہ نیکی بدی کو مٹادے گی اور لوگوں سے خوش اخلاقی اور حسن سلوک سے پیش آؤ۔ اِسی طرح ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرتؐ ابو موسیٰ اور مُعاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یمن کے دو علیحدٰہ حصوں کی طرف والی مقرر کر کے بھیجا تو یہ نصیحت فرمائی کہ آسانی پیدا کرنا، مشکلیں نہ پیدا

کرنا، محبت و خوشی پھیلانا اور نفرت نہ پنپنے دینا۔ پس یہ وہ نصیحت ہے جو ہر عہدیدار کو جو لوگوں سے زیادہ واسطہ رکھتا ہے اپنے لئے رہنما اصول کے طور پر سامنے رکھنی چاہئے، یہی وہ طریق ہے جس سے عہدیدار جماعت کے افراد کی خدمت کا حق ادا کر سکتے ہیں اور اُن کے ایمان کی حفاظت میں بھی کردار ادا کر سکتے ہیں اور جماعت کی اکائی کو قائم رکھنے میں بھی اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں اور اپنی امانتوں کے بھی حق ادا کر سکتے ہیں اور جب یہ ہو گا تو ایک ایسا حسین معاشرہ قائم ہو گا جو صحیح اسلامی معاشرہ ہے اور جس کے قائم کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ آئے تھے اور ہم نے اُن کو مان کر عہدِ بیعت کیا ہے۔

اگر یہ نہیں تو ہم تقویٰ سے دُور ہٹنے والے ہوں گے

سامعین! پس ہمیشہ عہدیدار یہ بات یاد رکھیں کہ افرادِ جماعت نے اُنہیں منتخب کیا ہے یا آئندہ کریں گے کہ اِس لئے کہ وہ اپنی امانتوں کا حق اداء کریں، لیکن اگر منتخب کرنے والوں نے اِس سوچ کے ساتھ انتخاب نہیں بھی کیا تو اب عہدیداروں کا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے سپرد جو امانتیں کر دی ہیں اُن کا حق ادا کریں اور اپنے فرائض نیک نیتی، اللہ تعالیٰ کا خوف اپنے دل میں رکھتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے، خلیفۂ وقت کا سلطانِ نصیر بنتے ہوئے ادا کریں۔ حتی الوسع لوگوں کے ایمانوں میں مضبوطی اور اُن کو فائدہ پہنچانے کے لئے ادا کریں۔ اور جب یہ سوچ رکھیں گے اور اِس سوچ کے ساتھ اپنے فرائض ادا کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے کاموں میں بھی برکت ڈالے گا اور ہر موقع پر معین و مددگار بھی ہو گا۔ اگر یہ نہیں تو ہم تقویٰ سے دُور ہٹنے والے ہوں گے، خدا تعالیٰ اور خلیفۂ وقت سے بھی خیانت کر رہے ہوں گے اور جن لوگوں نے صحیح یا غلط اعتماد کیا تھا اُن کے ایمانوں کو بھی نقصان پہنچانے والے ہوں گے۔

ہم نے اپنے اندر روحانی خوبصورتی پیدا کرنی ہے

خطبۂ کے آخر میں حضور انور ایدہ اللہ نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے اقتباسات بابت امانتوں کی ادائیگی اور ایفائے عہد نیز حقوق اللہ اور حقوق العباد میں تقویٰ سے کام لینے کی روشنی میں تلقین فرمائی! پس ہر عہدیدار کو یہ بات یاد رکھنی ہے کہ ہم نے اپنے اندر روحانی خوبصورتی پیدا کرنی ہے، ہم سب سے زیادہ آپؑ کی اِن باتوں کے مخاطب ہیں (عہدیدار خاص طور پر)، ہر احمدی تقویٰ پر چلنے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کرتا ہے لیکن عہدیداروں اور وہ جن کے سپرد جماعتی خدمات ہیں، وہ سب سے زیادہ اِس بات

کے مخاطب اور ذمہ دار ہیں کہ اپنے عہدوں اور امانتوں کی حفاظت کریں، جو ہمارے سپرد ذمہ داریاں ہیں اُنہیں تقویٰ سے کام لیتے ہوئے اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ ادا کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

ضضض

{8} {مشاہدات۔319}

جماعتی پروگرامز، میٹنگز اور اجلاسات میں شمولیت کی اہمیت و برکات

اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ (البقرہ: 4)

جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم انہیں رزق دیتے ہیں اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

خدمت دین کو ایک فضل الٰہی جانو
اس کے بدلے میں کبھی طالب انعام نہ ہو

سامعین! آج مجھے جس موضوع پر اظہارِ خیال کرنا ہے۔ وہ ہے۔ **جماعتی پروگرامز، میٹنگز اور اجلاسات میں شمولیت کی اہمیت و برکات**

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے اشرف المخلوقات بنا کر انسان پر جہاں احسانِ عظیم کیا وہاں انسان سے اپنے نام اور توحید کو دنیا میں پھیلانے کے لئے قربانی کا مطالبہ بھی کر دیا۔ ہمارے بزرگوں نے **"انفاق فی سبیل اللہ"** کی تشریح میں لکھا ہے کہ **"انفاق فی سبیل اللہ"** میں صرف اموال کی قربانی مراد نہیں ہے بلکہ انسان کی صلاحیتیں اور استعدادیں، اُس کا وقت، اُس کی جان، اُس کی عزت اور خدا تعالیٰ کی دیگر عطایا وغیرہ کی بھی قربانی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو استعدادیں اور صلاحیتیں دے رکھی ہیں۔ اس کو اللہ تعالیٰ کی توحید کے قیام اور اُس کے پیغام کو اکنافِ عالَم مَیں پھیلانے کے لئے خرچ کرنی چاہئے۔ انسان کو جو قیمتی وقت دیا ہے اس میں سے کچھ وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کے علاوہ اعلائے کلمہ حق اور معاشرہ میں اصلاح احوال اور مخلوق الٰہی کی تعلیم و تربیت کے لئے خرچ کرے تا شکرانہ کا حق بھی ادا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی ایک مومن کو تاکیدی حکم دیا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میری عبادت اور میری قربانیاں، میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔(الانعام:63)

آج اِس دنیوی دور میں (جب دین سے دوری عام ہے) حضرت مسیح موعودؑ نے جماعتی تعلیمات کا ایک نچوڑ اور خلاصے کو بیعت کا حصہ بنا دیا کہ بیعت کے وقت ہر احمدی اس بات کا عہد کرے کہ **"میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا"**۔ یعنی میرے ہر کام، میری ہر حرکت اور ہر سکون میں دین ہی مقدم ہو گا نہ کہ دنیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اِس سلسلہ میں ایک موقع پر بیعت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"بیعت کے معنی ہیں بیچ دینا۔ جیسے ایک چیز بیچ دی جاتی ہے تو اس سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ خریدار کا اختیار ہوتا ہے جو چاہے سو کرے۔ تم لوگ جب اپنا بیل (Cow) دوسرے کے پاس بیچ دیتے ہو تو کیا اسے کہہ سکتے ہو کہ اسے اس طرح استعمال کرنا؟ ہرگز نہیں۔ اس کا اختیار ہے جس طرح چاہے استعمال کرے۔ اسی طرح جس سے تم بیعت کرتے ہو۔ اگر اس کے احکام پر ٹھیک ٹھیک نہ چلو تو پھر کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے"

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو یوں بیان فرمایا ہے۔

"شرائط بیعت کا بھی خلاصہ یہی ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھا جائے گا۔ اسی طرح تمام ذیلی تنظیموں کے جو عہد ہیں ان کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ اسی طرح بیعت کے الفاظ میں بھی ہم ان الفاظ کو دہراتے ہیں۔ غرض کہ یہ فقرہ ایک احمدی کا عہد ہے جس پر اس کی بیعت کا انحصار ہے۔ خلافت سے اور نظام سے جڑے رہنے کا انحصار ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر بیعت کا دعویٰ غلط ہو جاتا ہے۔ نظام سے جڑے رہنے کا، خلافت سے وابستگی کا دعویٰ غلط ہو جاتا ہے۔" (خطبہ جمعہ 17 اکتوبر 2014ء)

پھر آپ نے فرمایا:

"ہمارے ذمہ جیسا کہ مَیں نے کہا بہت بڑے کام لگائے گئے ہیں اور جان، مال، وقت اور عزت قربان کرنے کے لئے ہم عہد بھی کرتے ہیں۔ اس کے لئے ہمیں ہمیشہ سنجیدگی سے غور کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے کہ کس طریق سے ہم اپنے عہد کو پورا کرتے ہوئے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے لئے اپنی صلاحیتیں اور استعدادیں بروئے کار لائیں۔" (خطبہ جمعہ 17 اکتوبر 2014ء)

ان ارشادات کی روشنی میں خدمت دین کے جو بھی پہلو ہیں ان تمام کا احاطہ کر کے دین کی خدمت کرنی چاہئے۔ جس کے لئے منصوبہ بندی کرنی ہوتی ہے۔ **جس کا بہترین ذریعہ میٹنگزواجلاسات اور دیگر پروگرامز ہیں۔** عہدیداران پر لازم ہے کہ ان کا حق کریں اور اعلیٰ عہدیداران کی طرف سے جب اور جہاں میٹنگ بلائی جائے ان کی آواز پر سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کہتے ہوئے حاضر ہونا اور مشوروں میں شامل ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ عہدہ ایک امانت ہے۔ اور امانت کا حق ادا کرنا بھی ضروری ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں ایسے کارکنان بھی ہیں جو اپنا سب کچھ بھول جاتے ہیں، بیوی بچوں کو بھی بھول جاتے ہیں، اپنے نفس کے حق بھی ادا نہیں کرتے۔ صبح اپنے کام پر جاتے ہیں اور وہاں سے شام کو سیدھے جماعتی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے پہنچ جاتے۔ انہیں کہنا پڑتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمہارا اور تمہارے بیوی بچوں کا بھی تم پر حق رکھا ہے۔ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں۔"

حضور انور نے خطبہ جمعہ 2 مئی 2008ء میں فرمایا:

"ہر عہدیدار کے پاس کوئی بھی جماعتی کام ایک امانت ہے اسے ایمانداری سے ادا کرنا ضروری ہے۔ ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جو اللہ تعالیٰ کی پسند سے باہر نکل جائے نہ اس کا دین رہتا ہے اور نہ اس کی دنیا رہتی ہے۔"

جماعتی میٹنگز میں شمولیت

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ **"ذکر کی مجالس جنت کے باغ ہیں۔ان باغوں میں چرنے کی کوشش کیا کرو"** اس ارشاد نبویؐ سے اجلاسات کی اہمیت ظاہر وباہر ہے۔ ہمارے اجلاسات اور جماعتی میٹنگز میں ذکر الٰہی ہوتا ہے اور انہی مجالس کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایسی مجالس میں فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اور فرشتے رحمت کے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ یہ رحمت کا سایہ مجلس کے اختتام تک رہتا ہے۔ بلکہ ایسی مجالس جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے ان کے متعلق خود اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ "ان سب کے لئے میری طرف سے مغفرت لکھ دو"

تواریخ میں ایک واقعہ یوں درج ہے کہ ایک آدمی کا سفر میں ذکر کی ایک مجلس کے پاس سے گزر ہوا۔ وہ شخص وہاں بیٹھ گیا۔ ذکر الٰہی اور حمد وثناء میں حصہ لیا تو اللہ تعالیٰ نے چند لمحے ذکر کی مجلس میں بیٹھنے کی بدولت اس شخص کے سارے گناہ معاف کر دیئے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں صادقوں کی معیت یعنی صحبت اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے اور ہماری یہ میٹنگز، اجلاسات محض رضائے الٰہی اور اعلاء کلمۃ الحق کی تجاویز پر غور کرنے کے لئے ہوتے ہیں اس لئے اس میں شامل افراد نیک، صالح اور صادق ہیں۔ جن کی ان میٹنگز واجلاسات میں صحبت حاصل ہوتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (حدیثِ قدسی ہے) کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو میری خاطر آپس میں محبت رکھتے ہیں اور میری خاطر مجالس منعقد کرتے ہیں اور مِل بیٹھتے ہیں اور میری محبت میں اور میری رضا کے حصول کے لئے ایک دوسرے کے پاس جاتے اور ملاقاتیں کرتے ہیں اور میری خاطر اپنے نفوس کی قربانی کرتے ہیں اُن کے لئے مَیں نے اپنی محبت کو واجب کر لیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، جماعتی میٹنگز میں شمولیت کی عظمت واہمیت اور ان میں شامل ہونے والوں کے بلند مقام اور ان کو ترغیب دلاتے ہوئے نیز جماعتی کاموں کی پرواہ نہ کرنے والوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”مؤمن کو چاہئے کہ وہ سلسلہ کی کمیٹیوں کو پارلیمنٹ کی ممبری سے بھی زیادہ مُوجبِ عزت خیال کرے۔ جب تک جماعت میں یہ اِحساس پیدا نہیں ہو گا وہ اپنا کام کامیابی سے جاری نہیں رکھ سکتی.... وہ دن آنے والا ہے جب احمدیت کے کاموں میں حصہ لینے والے بڑی بڑی عزتیں پائیں گے۔ لیکن ان لوگوں کی اولادوں کو جو اس وقت جماعتی کاموں میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے دھتکار دیا جائے گا۔ جب انگلستان اور امریکہ ایسی بڑی بڑی حکومتیں مشورہ کے لئے اپنے نمائندے بھیجیں گی اور وہ اسے اپنے لئے موجب عزت خیال کریں گے اس وقت ان لوگوں کی اولاد کہے گی ہمیں بھی مشورہ میں شریک کرو لیکن کہنے والا انہیں کہے گا۔ جاؤ! تمہارے باپ دادوں نے اس مشورہ کو اپنے وقت میں رد کر دیا تھا اور جماعتی کاموں کی انہوں نے پرواہ نہیں کی تھی اس لئے تمہیں بھی اب اس مشورہ میں شریک نہیں کیا جا سکتا۔ پس اس غفلت کو دور کرو اور اپنے اندر یہ احساس پیدا کرو کہ جو شخص سلسلہ کی کسی میٹنگ میں شامل ہوتا ہے اس پر

اس قدر انعام ہوتا ہے کہ امریکہ کی کونسل کی ممبری بھی اس کے سامنے ہیچ ہے اور اسے سو حرج کر کے بھی اس میٹنگ میں شامل ہونا چاہئے۔ اگر وہ اس میٹنگ میں شامل نہیں ہوتا تو اس کی غیر حاضری کی وجہ سے سلسلہ کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن وہ خود الٰہی انعامات سے محروم ہو جائے گا۔۔ اگر تم اِس وقت جماعتی کاموں میں حصہ نہیں لیتے اور انہیں اپنے لئے مُوجبِ عزت خیال نہیں کرتے تو تمہاری اولادیں آئندہ انعامات سے محروم ہو جائیں گی۔ لوگ اپنی زندگیوں میں اپنی اولادوں کے لئے ہزاروں ہزار روپیہ جائیدادیں بنا جاتے ہیں تا اُن کے کام آئیں۔ تم بھی اگر سلسلہ کے کاموں میں حصہ لیتے رہو گے تو تمہارا ایسا کرنا تمہاری اولاد کے لئے ایک بھاری جائیداد ثابت ہو گا۔"

(رپورٹ مجلس شوریٰ 1956ء)

کلاسز اور اجلاسات منعقد کرنے کی تاکید

خدام بھائیو! ایک دفعہ چند خدام مرکز تربیتی کلاس کے لئے تشریف لائے ۔ حضرت خلیفة المسیح الثالثؒ نے ان سے واپس جا کر اجلاسات و کلاسز منعقد کر کے سیکھی ہوئی تعلیم کو آگے دوسرے خدام تک پہنچانے اور انہیں سکھانے کے حوالہ سے فرمایا:

"آپ نوجوانوں کا فرض ہے کہ یہاں آئیں اور دین سیکھیں اور پھر جو کچھ سیکھیں اسے اپنی ذات تک ہی محدود نہ رکھیں بلکہ اپنی مجلس میں واپس جا کر دوسرے دوستوں کو بھی بتائیں کہ آپ نے یہاں آ کر کیا کچھ سیکھا ہے۔ اپنی مجالس میں واپس جا کر وہاں ایک کلاس جاری کر کے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تک روزانہ ایک ماہ یا دو ماہ تک روزانہ دوسرے خدام کو پڑھائیں ورنہ اس بات کا کوئی فائدہ نہیں کہ اتنی بڑی جماعت میں سے 80 یا 150 طالب علم یہاں آئیں اور تعلیم حاصل کریں اور دوسرے سب نوجوانوں کو اس سے محروم رکھا جائے۔ یہ دوسروں پر بہت بڑا ظلم ہے اور اس ظلم میں آپ بھی شریک ہیں کیونکہ آپ یہاں آتے ہیں۔ کلاس میں شامل ہوتے ہیں لیکن آپ نوٹ نہیں لیتے اور اپنے آپ کو اس قابل نہیں بناتے کہ اپنے دوسرے بھائیوں کے سامنے ان دلائل کو رکھیں اور ان کو آیات قرآنیہ سکھائیں اور اس طرح اپنے آپ کو بھی اور دوسرے نوجوان بھائیوں کو بھی احمدیت کے عالم بنانے کی کوشش کریں۔"

(مشعل راہ جلد 2 صفحہ 40)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اجلاسوں میں، اجتماعوں میں جلسوں میں آکر جو سیکھا جاتا ہے۔ وہیں چھوڑ کر نہ چلے جایا کریں۔ یہ تو بالکل جہالت کی بات ہوگی کہ جو کچھ سیکھا ہے وہ وہیں چھوڑ دیا جائے۔“ (خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 423)

اراکین کو میٹنگز میں شامل ہونے کی ضروری تاکید

ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مؤرخہ 13 دسمبر 2009ء کو بیلجیم کی نیشنل مجلس عاملہ کے اجلاس میں فرمایا۔

”ہر مہینہ عاملہ کی میٹنگ ہونی چاہئے عاملہ کے جو سیکرٹریان باوجود یاددہانیوں کے اجلاس میں شامل نہیں ہوتے ان کے نام مرکز کو بھجوائیں تاکہ ان کو ہٹایا جائے۔“

پھر فرمایا:

”میٹنگ ضرور ہونی چاہئے اور پھر جو غیر حاضر ہوں ان کی رپورٹ ضرور آنی چاہئے۔“

(الفضل انٹرنیشنل لندن 8 تا 14 جنوری 2010ء صفحہ 8)

اسی دورہ کے دوران لجنہ اماء اللہ جرمنی کی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 18 دسمبر 2009ء میں حضور انور کی خدمت میں یہ رپورٹ پیش کی گئی بعض ایسی ہیں جو پندرہ سال سے اوپر ہیں لیکن وہ میٹنگز، اجلاسات میں نہیں آتیں اور مرکز سے ان کا رابطہ بھی نہیں ہے۔ اس پر حضور نے فرمایا:

”ان کے نام مجھے لکھ کر بھیجیں تاکہ ان کو وقف نو سے فارغ کیا جاسکے۔“

(الفضل انٹرنیشنل لندن 29 تا 4 جنوری 2010ء صفحہ 10)

اجلاسات، اجتماعات و میٹنگز کے دیگر فوائد

صحبتِ صالحین کا ذکر مَیں اوپر کر آیا ہوں۔ ان صادق اور نیک لوگوں کے صدق واستقلال کو دیکھ کر اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کا موقع ملتا ہے۔ نمازوں کی ادائیگی باجماعت ہو جاتی ہے۔ صف بندی، وقت کی پابندی، امیر و غریب کی تفریق، نظم وضبط، علم سیکھنے اور بڑھانے کے ذریعہ کے علاوہ یہ محافل پاک تبدیلیوں کا موجب بنتی ہیں۔ خلاصۃً یہ کہ یہ اجلاسات روحانی اور جسمانی بیماریوں کا علاج ہیں، دین و دنیا سنور جاتی ہے۔ ایک موقع پر ہمارے امام ہمام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بچوں

کی ماؤں کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ ”اگر آپ چاہتی ہیں کہ آپ کے بچے اچھے نمبروں میں پاس ہوں تو انہیں خدمت دین کرنے اور اجلاسات میں بھجوایا کریں۔“

روحانی تجارت، روحانی ہجرت

سامعین! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں روحانی تجارت اور روحانی ہجرت کا ذکر فرمایا ہے۔ اگر اس مضمون پر غور کریں تو یہ ہمیں جماعتی کاموں اور جماعتی میٹنگز میں شمولیت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو صحت دی، صلاحیتیں بخشیں، استعدادیں عطا کیں، وقت دیا اور سوچ کے لئے عقل عنایت کی اور انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، دوسرے جانوروں اور چرند پرند سے ممتاز کیا۔ بولنے کی قوت اور صلاحیت عطا کی ان تمام خداداد قوتوں اور صلاحیتوں، سوچوں کا درست اور صحیح استعمال اللہ کے دین کی خدمت ہی ہے۔ اس خدائے واحد و یگانہ کی عبادت میں شامل ہے۔

جس وقت خلیفۃ المسیح یا ان کے کسی نمائندہ کی طرف سے خدمتِ دین کے لئے بلایا جائے۔ کسی میٹنگ میں شمولیت کے لئے کہا جائے تو سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا کہتے ہوئے بھاگتے ہوئے اس میں شامل ہوں۔ یہی وہ روحانی تجارت ہے۔ جو انسان اپنے مالک حقیقی اور رب سے کرتا ہے اور اس کے منافع سے نہ صرف خود مستفیض ہوتا ہے بلکہ اس کی وفات کے بعد اس کی نسلیں بھی اس کے منافع سے حصہ لیتی رہتی ہیں اور یہی وہ روحانی ہجرت ہے جو اپنے مقام سے اس میٹنگ کے مقام تک اللہ کی خاطر کی جاتی ہے۔ جس کے قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی برکتیں، فضل اور انعامات کی بارش ہوتی ہے۔ یہی وہ لطیف مضمون ہے جس کو حضرت مسیح موعودؑ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں:

”عزیزو! یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کے لئے خدمت کا وقت ہے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا“

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے اس مضمون کو یوں بیان فرمایا ہے۔

"اپنے مقصد پیدائش کو سمجھنے اور ایک خدا کے آگے جھکنے اور اس کی عبادت کرنے کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے اس لئے بھی انسان کو دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اس کے جسمانی اعضاء اور طاقتیں بھی اور اس کی ذہنی صلاحیتیں بھی ایسی رکھی ہیں جو اسے دوسری مخلوق سے ممتاز کرتی ہیں۔ پس یہ انسان کی حالت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جب وہ اپنی صلاحیتوں، اپنی ذہنی اور جسمانی طاقتوں کو دیکھے اور ان ایجادات اور سہولیات کی طرف دیکھے جو ان صلاحیتوں کی وجہ سے اسے ملیں تو بجائے خدا سے دور لے جانے کے اسے خدا کے قریب کرنے والی بنیں اور وہ اپنے مقصد پیدائش کو پہچاننے کے قابل ہو سکے۔"

(خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 178-179)

زندگی، عمر اور رزق بڑھانے کا ذریعہ

خدمتِ دین سے انسان کی جہاں زندگی اور عمر میں برکت پڑتی ہے۔ وہاں اموال بھی بڑھتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ تمہیں کیا علم کہ اس (بیٹے) کی خدمتِ دین کی وجہ سے تمہیں رزق مل رہا ہے اور جو شخص نفع رساں وجود ہوتا ہے۔ انسانیت کے لئے کام کرتا ہے اور دین کی خدمت میں لگا رہتا ہے وہ یَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ یعنی اس کا نام رہتی دنیا تک یادگار رہتا۔

دین کی خاطر وقت دینے والوں کے حق میں حضرت مسیح موعودؑ کی دُعا

اور یہی وہ خدمت دین کرنے والے دوست ہیں جن کے لئے دعا کا بے پناہ جوش حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں تھا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"جو حالت میری توجہ کو جذب کرتی ہے۔ اور جسے دیکھ کر میں دعا کے لئے اپنے اندر تحریک پاتا ہوں وہ ایک ہی بات ہے کہ میں کسی شخص کو معلوم کر لوں کہ یہ خدمت دین کے سزاوار ہے۔ اور اس کا وجود خدا کے لئے، خدا کے رسولؐ کے لئے، خدا کی کتاب کے لئے اور خدا کے بندوں کے لئے نافع ہے۔ ایسے شخص کو جو درد و الم پہنچے وہ درحقیقت مجھے پہنچتا ہے۔"

پھر فرمایا:

”ہمارے دوستوں کو چاہئے کہ اپنے اپنے دلوں میں خدمت دین کی نیت باندھ لیں۔ جس رنگ اور طرز کی خدمت جس سے بن پڑے کرے۔“

پھر فرمایا:

”میں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک قدر و منزلت اسی شخص کی ہے جو دین کا خادم اور نافع الناس ہو۔ ورنہ وہ کچھ پرواہ نہیں کرتا کہ لوگ کتوں اور بھیڑوں کی موت مر جاویں۔“

اس کے بعد حضرت مولوی عبد الکریم صاحب لکھتے ہیں:

”مجھے اس پر کسی حاشیہ اور تفسیر کی ضرورت نہیں۔ حضرت کو جو چیز سب سے زیادہ محبوب تھی اور جو روح آپ اپنی جماعت میں پیدا کرنا چاہتے تھے وہ خدمت دین کا جوش تھا۔“

میٹنگز اور اجلاسات میں شمولیت کی ایک برکت، طاقت و قوت اور اتحاد کا بھی مظاہرہ ہوتا ہے۔ دشمن جماعت کے کاموں کی خاطر خدام دین میں منہمک دیکھ کر اس پر ایک رعب اور دبدبہ طاری رہتا ہے بلکہ اس کے لئے 100 بار پہلے سوچتا ہے۔

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ نے جب ذیلی تنظیمیں بنائی تھیں۔ اس وقت خدمت کے لئے کم از کم آدھ گھنٹہ روزانہ کا مطالبہ کیا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے ایک معرکہ آراء خطاب کے آخر پر احباب جماعت کو ان الفاظ میں بُلایا ہے۔

”اَب خدا کی نوبت جوش میں آئی ہے اور تم کو! ہاں تم کو! ہاں تم کو! خدا تعالیٰ نے پھر اِس نوبت خانہ کی ضرب سپرد کی ہے۔ اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! ایک دفعہ پھر اس نوبت کو اِس زور سے بجاؤ کہ دُنیا کے کان پھٹ جائیں۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اِس قرنا میں بھر دو۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اِس قرنا میں بھر دو کہ عرش کے پائے بھی لَرز جائیں اور فرشتے بھی کانپ اُٹھیں تاکہ تمہاری دردناک آوازیں اور تمہارے نعرہائے تکبیر اور نعرہائے شہادتِ توحید کی وجہ سے خدا تعالیٰ زمین پر آجائے اور پھر خدا تعالیٰ کی بادشاہت اِس زمین پر قائم ہو جائے۔ اِسی غرض کیلئے مَیں نے تحریک جدید کو جاری کیا ہے اور اِسی غرض کیلئے مَیں تمہیں وقف کی تعلیم دیتا ہوں۔ سیدھے آؤ اور

خدا کے سپاہیوں میں داخل ہو جاؤ۔ محمد رسول اللہ کا تخت آج مسیح نے چھینا ہوا ہے۔ تم نے مسیح سے چھین کر پھر وہ تخت محمد رسول اللہ کو دینا ہے اور محمد رسول اللہ نے وہ تخت خدا کے آگے پیش کرنا ہے اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت دنیا میں قائم ہونی ہے۔ پس میری سُنو اور میری بات کے پیچھے چلو کہ مَیں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ خدا کہہ رہا ہے۔ میری آواز نہیں ہے، مَیں خدا کی آواز تم کو پہنچا رہا ہوں۔ تم میری مانو! خدا تمہارے ساتھ ہو، خدا تمہارے ساتھ ہو، خدا تمہارے ساتھ ہو اور تم دُنیا میں بھی عزّت پاؤ اور آخرت میں بھی عزت پاؤ۔"

(سیر روحانی تقریر جلسہ سالانہ 1953ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس مضمون کو یوں بیان فرمایا ہے:

"خوشی اور مسرت اور عزم اور یقین کے ساتھ آگے بڑھو۔ تبلیغ کی جو جوت میرے مولیٰ نے میرے دل میں جگائی ہے اور آج ہزار ہا احمدی سینوں میں یہ لَو جل رہی ہے اس کو بجھنے نہیں دینا، اس کو بجھنے نہیں دینا، تمہیں خدائے واحد و یگانہ کی قسم اس کو بجھنے نہیں دینا۔ اس مقدس امانت کی حفاظت کرو۔ میں خدائے ذوالجلال والاکرام کے نام کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم اس شمع نور کے امین بنے رہو گے تو خدا اسے کبھی بجھنے نہیں دے گا۔ یہ لَو بلند تر ہو گی اور پھیلے گی اور سینہ بہ سینہ روشن ہوتی چلی جائے گی اور تمام روئے زمین کو گھیر لے گی اور تمام تاریکیوں کو اجالوں میں بدل دے گی" (خطبہ جمعہ 12 اگست 1983ء)

ایک دوست نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو لکھا کہ حضور! آپ پر مری جان قربان۔ حضور نے جواباً تحریر فرمایا

"اگر آپ اپنے کام سے وقت نکال کر جماعت کے کام میں صرف کریں گے تو پھر جان بھی قربان سمجھی جائے گی ورنہ اگر وقت نہیں تو جان کیسے۔" (الفضل انٹر نیشنل 23 نومبر 1993ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے نیشنل مجلس عاملہ انصاراللہ نیوزی لینڈ سے مخاطب ہو کر جماعتی خدمات کی یوں ترغیب دلائی:

"خدا نے آپ کو جو نعمت دی ہے اس کو کیوں ضائع کر رہے ہیں۔ احمدیت تو انشاء اللہ پھیلے گی۔ نئے آئیں گے اور مضبوط ہو جائیں گے۔ آپ لوگ اپنی نسلوں کی تربیت نہ کرنے کی وجہ سے ضائع ہو جائیں گے اس لئے ہوش کریں۔ اب باتیں چھوڑیں اور کام کرنے کی سکیم بنائیں اور Active ہو کر کام

کریں۔ فرمایا خدا تعالیٰ نے ہمارے سپرد یہ کام کیا ہے کہ ہم پیغام پہنچائیں۔ کوشش کرنا ہمارا کام ہے باقی نتیجہ پیدا کرنا خدا کا کام ہے۔ آپ کی کوشش میں کوئی کمی نہیں ہونی چاہئے۔"

(سبیل الرشاد جلد چہارم صفحہ 150-151)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو خلفاء کی توقعات اور اُمنگوں کے مطابق کام کرنے کی توفیق دیتا چلا جائے تا ہم اور ہماری نسلیں اللہ کے اُن تمام انعامات کے وارث ٹھہریں جن کی ایک جھلک مَیں نے اوپر بیان کی ہے۔ آمین

اے دوستو پیارو عقبیٰ کو مت بسارو
کچھ زاد راہ لے لو کچھ کام میں گذارو
دنیا ہے جائے فانی دل سے اسے اتارو
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِی

ضضضض

{9} {مشاہدات۔230}

محبتِ الٰہی

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرة:166)

وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ کی محبت میں (ہر محبت سے) زیادہ شدید ہیں۔

سب کا وہی سہارا رحمت ہے آشکارا
ہم کو وہی پیارا دلبر وہی ہمارا
اس بن نہیں گزارا غیر اس کے جھوٹ سارا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَّرَانِیْ

سامعینِ کرام! خاکسار کو ارشاد ہوا ہے کہ میں محبتِ الٰہی پر کچھ عرض کروں۔ محبت کا تعلق چونکہ دل کے جذبات سے ہے لہٰذا آج میری گزارشات میں عقل سے زیادہ جذبات کا دخل ہو گا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ کامل محبت، یقین کے بعد ہی پیدا ہوتی ہے۔ ہم دنیا کی کسی بھی شئے سے محبت اس صورت میں کرتے ہیں کہ جب اس کے موجود ہونے اور اس کے حسن و خوبصورتی اور صفات پر ہمارا مکمل یقین ہو۔ مثلاً ماں سے محبت اس لئے ہے کہ ہم ماں کے وجود اور اس کی صفات سے بخوبی واقف ہیں اور بغیر کسی دلیل کے ہمیں علم ہے کہ ماں ہمارے لئے سراسر محبت کا نام ہے کیونکہ ہم ماں کے وجود کی معرفت رکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دنیا عقیدت و محبت کرتی ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کی کسی نہ کسی حد تک معرفت رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ آپؐ کا مبارک وجود اس دنیا میں آیا تھا اور ایک کثیر مخلوق نے آپ کو دیکھا اور سنا۔ اس کے برعکس اکثر انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے وجود کا علم تو ہے لیکن اس کے وجود پر کامل معرفت نہیں ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے محبت تو کجا، اللہ تعالیٰ

کے وجود ہی سے منکر ہو چکے ہیں۔ دوسری اہم بات یاد رکھنے کی یہ ہے کہ دراصل انسان اس دنیا میں سکونِ قلب اور خوشی کا متلاشی ہے جسے وہ مادی اشیاء میں ڈھونڈتا ہے۔ چونکہ تمام مادی اشیاء فانی ہیں لہٰذا وہ جلد ان اشیاء سے مایوس ہو جاتا ہے جبکہ دائمی خوشی ہمیشہ کے لئے قائم رہنے والی ذات سے ہی منسلک ہو کر مل سکتی ہے۔ اس سلسلے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”یہ بات نہایت ہی ظاہر ہے کہ ہر خوف اور محبت معرفت سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ دنیا کی تمام چیزیں جن سے انسان دل لگاتا ہے اور ان سے محبت کرتا ہے یا ان سے ڈرتا اور دور بھاگتا ہے یہ سب حالات انسان کے دل کے اندر معرفت کے بعد ہی پیدا ہوتے ہیں“

اور پھر فرماتے ہیں۔

”یقین ہی ہے (یعنی معرفت) جو خدا کا عاشق بناتا ہے“

آپؑ مزید فرماتے ہیں:

”ہاں یہ سچ ہے کہ (اللہ کی) معرفت حاصل نہیں ہو سکتی جب تک خدا تعالیٰ کا فضل نہ ہو اور نہ مفید ہو سکتی ہے جب تک خدا کا فضل نہ ہو اور فضل کے ذریعے معرفت آتی ہے۔ تب معرفت کے ذریعے حق بینی اور حق جوئی کا ایک دروازہ کھلتا ہے“

سامعین! اس ساری تمہید کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کے لئے پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات پر، اس کی تمام صفات کے ساتھ دل و دماغ کی گہرائیوں سے یقین و معرفت حاصل ہو۔ میں اس وقت اللہ تعالیٰ کے وجود یا ہستی باری تعالیٰ کو ثابت کرنے پر بات نہیں کروں گا بلکہ یہ یقین رکھتے ہوئے کہ ہم سب کو خدا تعالیٰ کے فضل سے اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل معرفت حاصل ہے اور اس کے وجود پر ہم مکمل یقین اور ایمان رکھتے ہیں، اس لئے اس سے آگے کا راستہ یعنی محبتِ الٰہی پر قرآنِ کریم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے چند حوالے پیش کر کے کچھ عرض کروں گا۔

تعلق باللہ یا محبت الٰہی یک طرفہ عمل نہیں بلکہ یہ دو طرفہ کشش ہے جو دو وجودوں کو ایک دوسرے کی طرف کھینچتی ہے۔ قرآنِ کریم بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے خود اپنے بندوں سے پیار و محبت کی ابتداء فرماتا ہے

جس کا آپ حضرات میں سے کئی ایک کو ذاتی تجربہ بھی ہوا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے پیار کا ایک انداز ملاحظہ فرمائیں:

اللہ تعالیٰ سورۃ الحشر آیت 23 میں فرماتا ہے۔

ہُوَ اللّٰہُ الَّذِیۡ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ عٰلِمُ الۡغَیۡبِ وَ الشَّہَادَۃِ ۚ ہُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِیۡمُ

اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں- وہ غائب اور حاضر کو جانتا ہے۔ وہ ہی بے انتہاء کرم کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اب اس ترجمہ کو ایک اور پسِ منظر سے دیکھیں۔ تصور میں لائیں کہ دنیا کا کوئی طاقت ور حکمران ہو اور رعایا پر واضح کر دے کہ اس کے قانون کی خلاف ورزی پر سخت سزا دی جائے گی اور پھر کوئی اس قانون کی خلاف ورزی کرتا ہوا پکڑا جائے تو کیا حکمران اس مجرم کو چھوڑ دے گا؟ ہرگز نہیں بلکہ اسے عبرتناک سزا دے گا تاکہ دوسروں کے لئے نمونہ بنے۔ اب ذرا اس آیت پر غور کریں تو آپ کو اس میں اللہ تعالیٰ کی ایسی محبت نظر آئے گی کہ دل بے اختیار اللہ کی طرف جھکتا چلا جاتا ہے۔ اس آیت کی ابتداء میں ایک قادر خدا کا ذکر ہے، ایسا خدا جو لوگوں کے خیالات اور ان کے اعمال کو بخوبی جانتا ہے اور انکار کی صورت میں ہر قسم کی سزا دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ لہٰذا منطقی طور پر اس آیت کے آخری حصہ میں اس کے عدل و انصاف کا ذکر ہونا چاہیے تھا لیکن اللہ کے پیار کا اندازہ لگائیں کہ وہ بجائے سزا اور جزا کے یکدم مضمون محبت اور پیار کی طرف موڑ دیتا ہے۔ ہمارا پیارا خدا اپنے بندوں کو ڈرا کر نہیں بلکہ محبت سے اپنی طرف بلا رہا ہے کہ تم کیوں میری طرف نہیں آتے؟ تم مجھ سے، جو تمام طاقتوں کا مالک اور ظاہری اور باطنی اشیاء کو جانتا ہے، پیار اور دوستی کیوں نہیں کرتے؟ اگر تم نافرمانی بھی کرو تو ڈرو نہیں میں تو تمہیں معاف کرنے اور تم پر رحم کرنے والا ہوں۔ ذرا غور تو کریں کہ اس وقت دنیا میں خدا تعالیٰ کی کتنے بڑے پیمانے پر اور کتنی شدت سے نافرمانی کی جارہی ہے اور اگر کوئی دنیاوی قانون ہوتا تو آج کی گناہوں سے بھری یہ دنیا تہس نہس ہو چکی ہوتی لیکن اس کے برعکس خدا تعالیٰ کا اپنے بندوں سے پیار کا سلوک دیکھیں کہ کیسے اس نے اس غفلت بھری دنیا پر اپنی رحم کی چادر تان رکھی ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کا ہمارے لئے پیار کا ایک رُخ ہے۔

سورۃ التوبۃ آیت 38 میں بڑے پیار سے ماں جیسے لہجے میں اللہ تعالی فرماتا ہے

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَا لَکُمۡ اِذَا قِیۡلَ لَکُمُ انۡفِرُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہیں کیا ہوا جب تمہیں کہا گیا کہ اللہ کی راہ میں کوچ کرو؟

یہاں اللہ تعالیٰ کا کیسا محبت بھرا اندازِ گفتگو ہے۔ سرزنش سے زیادہ پیار کا عنصر دکھائی دیتا ہے۔ غلطی کرنے پر کس اپنائیت سے پوچھ رہا ہے کہ اے میرے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ میری بات نہیں مانتے جبکہ ، میری جہاد پر جانے والوں کے لئے خوشخبریوں کو جانتے ہو لیکن پھر بھی جہاد پر نہیں جاتے۔ یاد رہے یہ مکالمہ ربِ کائنات اپنی مخلوق سے کر رہا ہے جو مخلوق پر نہ صرف مکمل قدرت رکھتا ہے بلکہ نافرمانوں کو تباہ کر کے نئی قوم لا سکتا ہے۔

سامعین! پھر سورۃ الزمر آیت 54 میں کیسے پیار سے تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے۔

قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ

(میرے بندوں کو) کہہ دیں کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر گناہ کر کے ظلم کیا ہے، تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اللہ تو سب گناہ بخش دیتا ہے۔ وہ بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

یہاں بھی اللہ تعالیٰ کی محبت پر غور فرمائیں کہ وہ گنہگاروں اور نافرمانوں کو جنہوں نے ایسے گناہ کئے ہیں کہ دوزخ کے حقدار ٹھہر گئے ہیں انہیں بھی پیار سے مخاطب ہے اور تسلی دے رہا ہے کہ گو تم نے بہت بڑے بڑے گناہ کئے ہیں لیکن پھر بھی تم میرے پیار اور رحمت سے مایوس کیوں ہو؟ ذرا توبہ کر کے تو دیکھو!

میں تمہارے بڑے سے بڑے گناہ بخش دوں گا۔ میں تو تمام انسانوں کو (جو نادم ہو کر سچی توبہ کرتے ہیں) بخشنے والا اور ان پر رحم کرنے والا ہوں۔

سورۃ الاعراف آیت 154 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَ الَّذِیۡنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِہَا وَ اٰمَنُوۡۤا ۫ اِنَّ رَبَّکَ مِنۡۢ بَعۡدِہَا لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ

اور وہ لوگ جنہوں نے بدیاں کیں پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور ایمان لائے، یقیناً تیرا رب اس کے بعد بھی بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

سامعین! یہاں بھی اللہ تعالیٰ کا رحم اور محبت اپنے بندوں کے لئے موجزن ہے۔ اللہ اپنے پیار کا جلوہ پہلے ہر انسان کی زندگی میں ضرور ڈالتا ہے لیکن پھر یہ انسانوں پر منحصر ہے کہ وہ اس سے فائدہ اٹھا کر اللہ کے قرب کے لئے کیا کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے لوگوں کے لئے پیار کا سلسلہ یہیں ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اگر انسان بھی مستقل مزاجی سے اپنے رب کا قرب حاصل کرنے کی جدوجہد میں لگا رہے تو یہ ایک مسلسل تعلق اختیار کر لیتا ہے۔

سورۃ البقرہ آیت 166 میں اللہ فرماتا ہے۔

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

مومنوں (یعنی جو اللہ کی ذات پر معرفت رکھتے ہیں) کے دلوں میں خدا کی محبت دوسری تمام محبتوں پر غالب ہوتی ہے۔

قرآنِ کریم ایسی بے انتہا آیات سے بھرا پڑا ہے جبکہ میں نے چند نمونے قرآنِ کریم سے پیش کئے ہیں۔ جب ہم قرآنِ کرم میں ایسے پیار کرنے والے خدا کو دیکھتے ہیں جو ہماری طرف دوڑتا چلا آتا ہے اگر ہم اس کی طرف چند قدم بڑھائیں تو یہ ہو نہیں سکتا کہ ہمارا دل بے اختیار اپنے اس پیار کرنے والے رب سے محبت نہ کرنے لگے۔

سامعین! محبت الٰہی کیا ہے؟ اب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس بارے میں چند تحریرات پیش کرتا ہوں۔

آپؑ فرماتے ہیں۔

”خدا کے ساتھ محبت کرنے سے کیا مراد ہے؟ یہی کہ اپنے والدین، جورو، اپنی اولاد اپنے نفس غرض ہر چیز پر اللہ کی رضا کو مقدم کر لیا جاوے۔ چنانچہ قرآن شریف میں آتا ہے۔ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا یعنی اللہ تعالیٰ کو ایسا یاد کرو جیسا کہ تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ اور سخت درجہ کی محبت سے“

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

”وہ خدا نہایت وفادار خدا ہے اور وفاداروں کے لئے اس کے عجیب کام ظاہر ہوتے ہیں“

آپ حضرات نے کشتی نوح کا یہ پیرا گراف کئی مرتبہ سنا ہو گا لیکن آج اس موضوع کے تناظر میں، مَیں دوبارہ پیش کرتا ہوں۔

”ہمارے خدا میں بے شمار عجائبات ہیں مگر وہی دیکھتے ہیں جو صدق و صفا سے اس کے ہو گئے ہیں۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھاؤں، کس دف سے بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں“

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ نماز ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

”تم اس نعمت کو (یعنی اللہ تعالیٰ کو) کیوں کر پا سکو؟ اس کا جواب خود خدا نے دیا ہے جہاں قرآن میں فرماتا ہے، وَ اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَ الصَّلٰوۃِ یعنی نماز اور صبر کے ساتھ خدا سے (اس کے حصول کے لئے) مدد چاہو۔“

جب ہم دنیاوی امور کے لئے دن رات محنت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کو آسان کیوں سمجھتے ہیں۔ انسان کو اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے اپنے پر ایک موت وارد کرنی پڑتی ہے جیسا کہ قرآنِ کریم میں سورۃ الانشقاق آیت 7 میں فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّہَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدۡحًا

اے انسان! تجھے ضرور اپنے رب کی طرف سخت مشقت کرنے والا بننا ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے انسان کو اپنا نفس مارنا پڑتا ہے۔ قرآن کو اس نیت اور درد سے پڑھنا پڑتا ہے کہ میرے محبوب کا خط ہے جو میرے نام آیا ہے۔ نماز جو دراصل دعا ہی ہے، کے ذریعے خدا تعالیٰ سے مدد اور فضل کی التجاء کرنی پڑتی ہے۔ وہ کیسی نماز ہے جو ہمیں عرش تک پہنچا سکتی ہے

اور اللہ تعالیٰ سے ملاتی ہے۔ میں اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک ارشاد پیش کرتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

”یہ خیال مت کرو کہ ہم بھی ہر روز دعا کرتے ہیں اور تمام نماز دعا ہی ہے جو ہم پڑھتے ہیں۔ کیونکہ وہ دعا جو معرفت کے بعد اور فضل کے ذریعے پیدا ہوتی ہے۔ وہ اور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے“

ہمیں ایسی نمازوں کی مثال ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازوں سے ملتی ہے۔ وہ نقشہ ذہن میں لائیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگِ بدر کے میدان میں اللہ تعالیٰ سے مضطربانہ گریہ وزاری کر رہے تھے۔ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راتوں کی وہ نمازیں تھیں جن کا نقشہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

”دعا خدا سے آتی ہے اور خدا کی طرف ہی جاتی ہے۔ دعا سے خدا ایسا نزدیک ہو جاتا ہے کہ جیسا کہ تمہاری جان تم سے نزدیک ہے“

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”پس ایک احمدی ماں جو آج بچوں کی ماں ہے یا مستقبل میں بچوں کی ماں بننے والی ہے اس کا یہ فرض ہے کہ اپنی گود سے ہی اگلی نسلوں میں اللہ تعالیٰ کی حدود کا ادراک پیدا کریں۔ اس کے لیے کوشش کریں، ان کے لیے دعائیں کریں اور احمدی باپوں کا کام ہے کہ اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ اپنی بیویوں کا ہاتھ بٹائیں ورنہ آپ سب کے عہد کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے جھوٹ اور زبانی دعوے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان عہدوں کے پورا نہ کرنے کے بارے میں پھر ضرور پوچھے گا۔ پس اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتے ہوئے ہم سب کو اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم نے جو عہد بیعت کیا ہے اسے پورا کرنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم سے کیا چاہتے ہیں۔ ایک موقعے پر آپؑ نے فرمایا کہ

”خدا ایک پیارا خزانہ ہے اس کی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے۔ تم بغیر اس کے کچھ بھی نہیں اور نہ تمہارے اسباب اور تدبیریں کچھ چیز ہیں۔“ پھر آپؑ فرماتے ہیں ”... خبردار!!! تم غیر قوموں کو دیکھ کر ان کی رِیس مت کرو کہ انہوں نے دنیا کے منصوبوں میں بہت ترقی کر لی ہے۔ آؤ ہم

بھی انہی کے قدم پر چلیں" (یہ نہ سوچو) "سنو اور سمجھو کہ وہ اس خدا سے سخت بیگانہ اور غافل ہیں جو تمہیں اپنی طرف بلاتا ہے۔" وہ تو خدا سے غافل ہو چکے ہیں جو تمہیں اپنی طرف بلا رہا ہے اور جس کی خاطر تم نے مسیح موعود کو مانا ہے، اسلام قبول کیا ہے۔ فرمایا "...... میں تمہیں دنیا کے کسب اور حرفت سے نہیں روکتا" کام اور حرفت وغیرہ ہیں، کام ہیں، نوکری ہے، دکانداری ہے، تجارت ہے، صنعت ہے، اس سے آپؑ نے فرمایا میں نہیں روکتا "مگر تم ان لوگوں کے پیرَومت بنو جنہوں نے سب کچھ دنیا کو ہی سمجھ رکھا ہے۔ چاہیے کہ تمہارے ہر ایک کام میں خواہ دنیا کا ہو خواہ دین کا خدا سے طاقت اور توفیق مانگنے کا سلسلہ جاری رہے لیکن نہ صرف خشک ہونٹوں سے" یہ نہیں کہ منہ سے زبانی کہہ دیا اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے "بلکہ چاہیے کہ تمہارا سچ مچ یہ عقیدہ ہو کہ ہر ایک برکت آسمان سے ہی اترتی ہے۔ تم راستباز اس وقت بنو گے جبکہ تم ایسے ہو جاؤ کہ ہر ایک کام کے وقت، ہر ایک مشکل کے وقت قبل اس کے جو تم کوئی تدبیر کرو۔ اپنا دروازہ بند کرو اور خدا کے آستانہ پر گرو۔" اپنی تدبیریں جو دنیاوی تدبیریں ہیں ان کے لیے پلاننگ کرو لیکن اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور جھکو۔ سجدے کرو اور رکوع کرو اور نمازیں پڑھو اور دعائیں کرو "کہ ہمیں یہ مشکل پیش ہے۔ اپنے فضل سے مشکل کشائی فرما۔ تب روح القدس تمہاری مدد کرے گی اور غیب سے کوئی راہ تمہارے لیے کھولی جائے گی۔ اپنی جانوں پر رحم کرو۔ اور جو لوگ خدا سے بکلی علاقہ توڑ چکے ہیں اور ہمہ تن اسباب پر گر گئے ہیں۔ یہاں تک کہ طاقت مانگنے کے لیے وہ منہ سے ان شاء اللہ بھی نہیں نکالتے۔ ان کے پیرومت بن جاؤ۔ خدا تمہاری آنکھیں کھولے تا تمہیں معلوم ہو کہ تمہارا خدا تمہاری تمام تدابیر کا شہتیر ہے۔ اگر شہتیر گر جائے تو کیا کڑیاں اپنی چھت پر قائم رہ سکتی ہیں؟" تمہاری تدبیریں جو ہیں، تمہاری کوششیں ہیں، وہ اگر کامیاب ہو سکتی ہیں یا کھڑی رہ سکتی ہیں یا تمہیں بچا سکتی ہیں تو صرف خدا تعالیٰ کے فضل سے۔ اس لیے خدا تعالیٰ کے آگے جھکو، وہی شہتیر ہے، ایک بیم (beam) ہے۔ اگر گھر کا بیم گر جاتا ہے تو کمرہ بھی نیچے جا پڑتا ہے، گھر بھی نیچے آپڑتا ہے۔ فرمایا کہ "اگر شہتیر گر جائے تو کیا کڑیاں اپنی چھت پر قائم رہ سکتی ہیں؟ نہیں بلکہ یک دفعہ گریں گی اور احتمال ہے کہ ان سے کئی خون بھی ہو جائیں۔ اسی طرح تمہاری تدابیر بغیر خدا کی مدد کے قائم نہیں رہ سکتیں۔ اگر تم اس سے مدد نہیں مانگو گے اور اس سے طاقت مانگنا اپنا اصول نہیں ٹھہراؤ گے تو تمہیں کوئی کامیابی حاصل نہیں

ہو گی۔ آخر بڑی حسرت سے مرو گے۔ یہ مت خیال کرو کہ پھر دوسری قومیں کیونکر کامیاب ہو رہی ہیں" ان ملکوں کی ترقی یافتہ یہ نام نہاد آزاد قومیں، غیر مذہب لوگ جو ہیں کیوں کامیاب ہو رہے ہیں؟" حالانکہ وہ اس خدا کو جانتی بھی نہیں جو تمہارا کامل اور قادر خدا ہے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ وہ خدا کو چھوڑنے کی وجہ سے دنیا کے امتحان میں ڈالی گئی ہیں۔ خدا کا امتحان کبھی اس رنگ میں ہوتا ہے کہ جو شخص اسے چھوڑتا ہے اور دنیا کی مستیوں اور لذتوں سے دل لگاتا ہے اور دنیا کی دولتوں کا خواہش مند ہوتا ہے تو دنیا کے دروازے اس پر کھولے جاتے ہیں اور دین کے رو سے وہ نرا مفلس اور ننگا ہوتا ہے اور آخر دنیا کے خیالات میں ہی مرتا اور ابدی جہنم میں ڈالا جاتا ہے۔ اور کبھی اس رنگ میں بھی امتحان ہوتا ہے کہ دنیا سے بھی نامراد رکھا جاتا ہے۔" (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 22-24)

(جلسہ سالانہ جرمنی 2019ء کے موقع پر خواتین کے اجلاس سے حضور انور کا خطاب)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اور اپنے نفس پر موت وارد کر کے پڑھی گئی نماز، دردِ دل سے قرآنِ کریم کو سمجھتے ہوئے کی گئی تلاوت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خزانوں سے وافر حصہ لے کر ہی ہم ان راستوں پر چل سکتے ہیں جن سے ہمیں ہمارا پیارا خدا مل سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دونوں جہانوں کی یہ سب سے اعلیٰ ترین نعمت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار

لگاتے	ہیں	دل	اپنا	اس	پاک	سے

لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(تیار کردہ: میجر (ر) میاں عبد الباسط)

ضضضض

{10} {مشاہدات-59}

اللہ کا رنگ پکڑیں

پیارے بھائیو! آج میری تقریر کا عنوان ہے **"اللہ کا رنگ پکڑیں"**

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

صِبۡغَۃَ اللّٰہِ ۚ وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبۡغَۃً

کہ اللہ کا رنگ پکڑو اور رنگ میں اللہ سے بہتر اور کون ہو سکتا ہے؟

قرآن کریم کی تلاوت کے دوران جب بار بار صفات باری تعالیٰ سے گزر ہوتا ہے تو ہر صفت پر سورت البقرہ کی آیت 139 ذہن میں آتی ہے اور اللہ کے رنگ اپنانے کے حوالہ سے اُس اللہ کی ہر صفت پکار پکار کر یہ دعوت دیتی ہے کہ میرے اندر بیان مضمون یا مفہوم کا لبادہ اوڑھیں تا نَحۡنُ لَہٗ عٰبِدُوۡنَ میں بیان عبادت گزاروں کی صفات کو اپنا کر اللہ تعالیٰ کے حقیقی عبد بن جائیں۔

آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے یعنی انسان جو اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اس میں یہ استعداد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو ظلی طور پر اپنا سکے۔

(مسند احمد از حدیقۃ الصالحین صفحہ 40)

پھر فرمایا کہ

اللہ (ذاتی نام) کے علاوہ اس کے ننانوے صفاتی نام ہیں جو شخص زندگی میں ان کو مد نظر رکھے گا اور ان کا مظہر بننے کی کوشش کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (ترمذی از حدیقۃ الصالحین صفحہ 33-34)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

"خدا تعالیٰ تو ہر ایک انسان کو اپنی معرفت کے رنگ میں رنگین کرنا چاہتا ہے کیونکہ انسان کو خدا تعالیٰ نے اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ 23)

سامعین! اللہ اور اس کے بندے کا تعلق کا مضمون بہت گہرا ہے۔ جسے چند منٹ کی ایک تقریر میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم یہاں اللہ تعالیٰ کی چند ایسی صفات کا ذکر کروں گا، جن کو ایک مؤمن یا مؤمنہ اپنے اندر حلول کرے تو حقیقی معنوں میں اللہ کے رنگ میں رنگین ہو سکتا ہے۔ جیسے رمضان میں ایک مومن کم کھا کر، کم سو کر اور کم بول کر اللہ تعالیٰ سے مشابہت یا مماثلت اختیار کر تا لیتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن صفات کا نام لیا ہے۔ اس میں سب سے پہلے ”الرب“ کی صفت ہے۔ جس کے معنی ہیں پالنے والا۔ اس صفت کی مناسبت سے والدین بالخصوص ماں اپنے بچوں کو پالتی پوستی ہے۔

اس صفت کے تحت ہم میں سے ہر ایک مربی ہے۔ ہمیں اپنے خاندان اور پھر معاشرہ میں پلنے والے تمام بچوں کی تعلیم و تربیت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

پھر ایک صفت الرحمٰن بمعنیٰ بن مانگے دینے والا ہے۔ اللہ سے مماثلت کرتے ہوئے ماں باپ اپنی اولاد کی ایسی ضروریات کا خود خیال کرتے ہیں۔ ہمیں معاشرہ میں بھی رحمٰن صفت کے تحت مستحق لوگوں کی ضروریات کا خود خیال رکھنا چاہیے۔

•الرحیم صفت کے معانی ہیں نہایت رحم کرنے والا۔ جو کوئی بھی اپنی ضروریات ہمارے سامنے رکھے ہمیں اللہ کی اس صفت کے تحت حسب توفیق مستحق و غرباء کی ضروریات کو پورا کرنا چاہیے۔

•السّلام بمعنیٰ سلامتی والا۔ ہمیں بھی اس صفت کو اپنے اندر اتار کر اپنے ارد گرد بسنے والے تمام لوگوں کے لیے سلامتی کا موجب بننا چاہیے۔

•المؤمن بمعنیٰ امن دینے والا۔ جس طرح ہم سلامتی کا موجب ہوں۔ اسی طرح ہمارے پلیٹ فارم سے امن شانتی کا ہی پیغام سب کو جانا چاہیے۔

•المہیمن بمعنیٰ پناہ دینے والا۔ مخلوق کو ہماری کوکھ میں سکون ملنا چاہیے اور پناہ کا موجب بنیں۔

•الجبار بمعنیٰ جوڑنے والا۔ ٹوٹے کام بنانے والا۔ یہ صفت تقاضا کرتی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک خاندان کو جوڑنے والا ہو۔ بگڑے کاموں کو سنوارنے والا ہو۔

•الغفّار بمعنیٰ بخشنے والا۔ ہمیں غفور خدا کا رنگ اپنے اوپر چڑھاتے ہوئے لوگوں کے لیے معافی کا پیغمبر بن کر جانا چاہیے۔

•الو ھاب بمعنیٰ بہت دینے والا۔ جب خدا دیتا ہے تو اس کی اقتداء میں ہمیں بھی مخلوق کو دینے والا ہونا چاہیے۔ اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیر مِّنَ الْیَدِ السُّفْلیٰ۔

•الرزاق بمعنیٰ رزق دینے والا۔ اللہ تو بغیر حساب کے دیتا ہے۔ انسان کو اللہ کی مخلوق جو اس کی عیال ہے، کا خیال رکھنا چاہیے اور اپنے سے کم تر لوگوں کے لیے رزق فراہم کرنے والا بننا چاہئے۔

•الباسط بمعنیٰ کشادہ کرنے والا۔ اپنے ہاتھ کو دوسروں کے لیے ہمیشہ کشادہ رکھنے والا ہو۔

•الرافع بمعنیٰ بلند کرنے والا۔ کبھی انسان کے ساتھ تحقیر آمیز رویہ نہ رکھیں بلکہ اس کے مقام و مرتبہ کو بلند کرنا چاہیے۔

سامعین! پھر ایک صفت المعزّ بمعنیٰ بہت عزت دینے والا ہے

•السمیع بمعنیٰ بہت سننے والا۔

سامعین! انسان کے اندر یہ ایک خامی پائی جاتی ہے کہ وہ دوسروں کی باتوں کو ذرا کم سنتا اور اپنی ہانکتا چلا جاتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ السمیع ہے جو اپنی مخلوق کی دادرسی کرتا ہے۔ مخلوق اپنے اللہ سے باتیں کرنا پسند کرتی ہے چونکہ وہ سنتا ہے۔ ایک مشہور مصنفہ ہیلن کیلر جو خود سماعت، گویائی اور نظر سے محروم تھیں کہتی ہیں کہ سننے کی صلاحیت تو اکثر لوگ رکھتے ہیں مگر سماعت کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔

•البصیر بمعنیٰ دیکھنے والا۔ انسان عموماً دیکھی ان دیکھی کر جاتا ہے اور آنکھوں سے دیکھ کر بھی نہ سبق حاصل کرتا ہے اور نہ دوسروں کے لیے رہنما بنتا ہے جبکہ کہا جاتا ہے کہ خوبصورتی منظر میں نہیں ہماری آنکھ میں ہوتی ہے۔ اس کو بصارت بولتے ہیں۔ اگر بصارت حاصل ہو تو پھر اللہ تعالیٰ بصیرت بھی عطا کر دیتا ہے۔

•العدل بمعنیٰ انصاف کرنے والا۔ ایک مومن کو اپنے خالق اللہ کے تابع رہتے ہوئے اپنے آپ اور معاشرے میں بسنے والوں سے عدل و انصاف سے پیش آنا چاہیے۔ اور میانہ روی و متوازن زندگی گزارنی چاہیے۔

•الحلیم بمعنیٰ بُردباد، نرمی حلم والا۔ اپنے خالق سے پیار رکھنے والے ایک مؤمن اور مؤمنہ کو حلیم و ودود بن کر خاندان اور معاشرہ میں لوگوں سے حلم نرمی پیار، رافت اور بردباری سے پیش آنا ضروری ہے۔

•الغفور بمعنیٰ بار بار مغفرت کا عادی۔یعنی بار بار معاف کرنے والا۔ ہم انسانوں کو بھی اپنے ماحول میں بسنے والوں کی غلطیوں کو بار بار معاف کرنا چاہیے۔

•الشکور بمعنیٰ قدردان۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ایک اہم صفت ہے۔ جس کے تحت اللہ، اپنے بندوں کی اداؤں اور اپنے ساتھ بندوں کی محبت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔اس لئے بندوں کو بھی معاشرہ میں اس صفت کو رواج دینا چاہیے اور معاشرہ میں بسنے والے اپنے ساتھی بھائیوں اور بہنوں کی قدر کرنی چاہیے۔

•الحفیظ بمعنیٰ حفاظت کرنے والا ہے۔اس صفت کے تحت ہم اللہ سے اپنی حفاظت کے طلب گار ہوتے ہیں۔اس دنیا میں ہمیں بھی ایک دوسرے کی حفاظت کے ضامن بن کر سامنے آنا چاہیے۔ دوسرے کی ذات پر کیچڑ اچھالنا اور اسے ذلیل کرنے کی اسلام ہرگز اجازت نہیں دیتا۔

•المقیت بمعنیٰ نگران غذا بہم پہنچانے والا۔ اصل میں مقیت اس کو کہتے ہیں جو مخلوقات کو خوردونوش کی اشیاء پہنچائے۔اپنی حکمت اور مرضی سے جس کو جس قدر چاہے رزق پہنچائے۔جو انسان کو چاہے وہ دے۔

•الکریم بمعنیٰ عزت دینے والا۔ اس صفت کے تحت احترام آدمیت و انسانیت لازم ہے۔ بڑوں کو تو ہم عزت و احترام کا درجہ دیتے ہی ہیں۔ اپنے چھوٹوں اور اپنے سے کم مرتبہ، کمزوروں، خادموں اور مزدوروں سے بھی عزت سے پیش آنا اور ان کا احترام کرنا لازم ہے۔

•المجیب بمعنیٰ قبول کرنے والا۔جواب دینے والا۔ گو ان خوبیوں کے حوالہ سے کچھ گفتگو اوپر ہو چکی ہے لیکن خصوصی طور پر اس صفت کو اپنا کر ہر بندے کی بات کو سننا اور جواب دینا نیز اس کی خدمات و جذبات کو قبول کرنا بھی ضروری ہے۔ ورنہ تو بعض متکبرانہ رنگ میں سوالی یا مخاطب کی بات سن تو لیتے ہیں مگر حقارت سے جواب دینے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔

•الودود بمعنیٰ محبت کرنے والا۔خدائے عزوجل کی جو بنیادی صفات ہیں۔ان میں یہ ایک صفت ہے جس کے نظارے ہم روزانہ اپنی زندگیوں میں بھلائی و خیر کی صورت میں دیکھتے ہیں۔ ہمیں آپس میں محبت و شفقت، اخوت و الفت کو اپنانا چاہیے اور ہمیں ایک دوسرے سے محبت پیار سے پیش آنا چاہیے۔ آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک مسلمان کو ہدایت فرمائی کہ ”الودود الولود“ سے شادی کرو یعنی ایسی خاتون سے جو بچے جننے والی اور محبت کرنے والی ہو۔

•الوکیل بمعنیٰ کام سنبھالنے والا۔ ہم اِس لفظ کو اپنے معاشرے میں کثرت سے استعمال کرتے ہیں اور ہم جائز و ناجائز معاملات میں ایک دوسرے کی وکالت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ جبکہ ان معنوں میں معاشرہ کے بے بس و مجبور لوگوں کے کام کرنے اور سنبھالنے کا ذکر ہے۔

بھائیو! الولیُّ بمعنیٰ حمایت کرنے والا دوست۔ یہ لفظ ولایت سے نکلا ہے۔ معاشرہ میں انسان کو خود سری سے پیش نہیں آنا چاہیے بلکہ جائز کاموں کی حمایت کرنا اور ایک دوسرے کو دوست بنا کر گزر بسر کرنی چاہیے۔ انسان کو زندگی گزارنے کے لیے کئی ایسے پیشہ رکھنے والے لوگوں کی ضروریات رہتی ہے جس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس ناطے خیر خواہی کے جذبات رکھ کر دوستی کو اپنانا اور ولی بنانا ضروری ہے۔

•الحیُّ القیوم بمعنیٰ زندہ اور سب کو تھامنے والا۔ بظاہر دیکھنے سے یہ صفات صرف اور صرف خدا کے لئے مختص نظر آتی ہیں۔ لیکن گہرائی سے سوچنے پر اس کے ایسے معانی سامنے آتے ہیں جو ہر انسان اپنے خالق حقیقی کا مظہر بن کر اپنے اوپر لاگو کر سکتا ہے۔ انسان بظاہر تو زندہ ہے اور اپنے آپ کو زندہ رکھنے کے لیے کئی جتن بھی کرتا ہے۔ لیکن اخلاقی و روحانی اعتبار سے اپنے آپ کو زندہ رکھنے اور دوسرے گرتے پڑتے لوگوں کو تھامنے اور ان کو اخلاقیات سے آراستہ کرنے کا مفہوم اس میں موجود ہے گویا کہ داعی الی اللہ بننے کے لیے ان صفات کو اپنے وجود میں اتارنا چاہیے۔

•الماجد بمعنی عزت دینے والا۔ اس حوالہ سے بھی اوپر گفتگو گزر چکی ہے۔ معاشرے میں ہر انسان کو عزت کے ساتھ رہنے کا حق ہے اور دوسروں کی عزت کرنا بھی اتنا ہی فرض ہے جتنا اپنی عزت کے ساتھ دنیا میں رہنے کا حق ہے۔

•المقدّم بمعنی آگے کرنے والا۔ انسان کو اس صفت سے اپنے آپ کو رنگین کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں، کولیگز کو معاشرے میں اچھے معنوں میں پیش کرنے، انہیں ترقیات کے لئے آگے کرتے رہنا چاہیے۔

•الاوّل بمعنیٰ سب سے پہلے۔ **سامعین!** مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مکرم سید میر محمود احمد عفی عنہ نے مسجد مبارک ربوہ میں حدیث کے درس میں یہ اہم نکتہ اپنے شاگردوں کو سمجھایا تھا کہ اللہ تعالیٰ "الاوّل" ہے۔ آپ کو بھی دنیا کے ہر میدان میں اول رہنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

•اَلْبَرُّ بمعنی احسان کرنے والا۔ اسلامی تعلیمات میں احسان سے پیش آنے کی بہت تلقین ملتی ہے۔ والدین، عزیزو اقارب، کمزوروں، یتیموں، بے کسوں، خادموں، مزدوروں اور پسے ہوئے طبقہ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آکر ''اَلْبَرُّ ''صفت کا لبادہ انسان پہن سکتا ہے۔

•الستار بمعنیٰ ستر یعنی پردہ پوشی کرنے والا۔ معاشرے میں بالعموم غیروں کی برائیوں کو اچھالنے، تجسس و عیب جوئی کرنے کی عادت عام ہوتی ہے۔ جبکہ خدائے کریم و برتر نے آپ کے بے شمار عیوب کو ڈھانپ رکھا ہے۔ اس کے پیش نظر ہم پر لازم ہے کہ ہم دوسروں کے عیوب کو عیاں کرنے کی بجائے ستر، پردہ پوشی، چشم پوشی سے کام لیں۔

بھائیو! باقی صفات میں سے التوّاب بمعنیٰ رجوع کرنے والا ہے۔ گھروں میں برتن رکھے ہوں وہ آپس میں ٹکرا کر آواز پیدا کر ہی دیتے ہیں۔ اسی طرح معاشرہ میں لڑائی جھگڑا اور تو تکرار ہونا بھی حقیقت ہے۔ مگر اس کے بعد اکڑ میں رہنا اور میل ملاقات بند کر دینا انسانیت کے دائرہ سے باہر جانے کی بات ہے۔ رجوع کر کے اللہ کی صفت کو اپنے اوپر چڑھانا ضروری ہے۔

•العفو بمعنیٰ معاف کرنے والا۔ یہ صفت تو بہت واضح ہے۔ ہم ہر روز گناہ کرتے ہیں اور پھر اللہ سے معافی کے طلبگار ہوتے ہیں اور وہ ہمیں معاف بھی کر دیتا ہے۔ ہم بار بار غلطی کرتے ہیں اور وہ بار بار رجوع برحمت ہو کر ہمیں معاف کرتا چلا جاتا ہے۔ جبکہ ہم اپنے ہی کسی ساتھی کی ایک ہی غلطی کو دل میں بٹھا کر سالوں سال انتقام کی آگ میں جلتے بھڑکتے اور معاف کرنے کا نام ہی نہیں لیتے اور خدا سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ ہماری غلطیوں کو معاف کرتا رہے۔ اللہ کی صفت ''العفو ''کو اپنا کے اسے معاشرہ میں عام کرنے کی ضرورت ہے۔

•الرؤوف بمعنیٰ مہربانی کرنے والا۔ معاشرہ کو حسین اور اسلامی بنانے کے لیے یہ صفت بھی ہر فرد کو اپنانا ضروری ہے۔ اگر ہم معاشرے میں ایک دوسرے سے مہربانی، رافت و نرمی سے پیش آئیں تو ہر جگہ اللہ ہی اللہ ہو اور معاشرہ جنت نظیر بن جائے۔

•اَلْمُقْسِطُ بمعنیٰ انصاف کرنے والا۔ اوپر ''العدل ''صفت کے تحت انصاف کا ذکر ہو آیا ہے عدل اور قسط میں معمولی فرق ہے لیکن مفہوم وہی ہے جو پہلے بیان ہو چکا ہے۔

•النافع بمعنیٰ نفع پہنچانے والا۔ ہمارے معاشرہ میں بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن سے کسی کو نفع کی امید نہیں کی جاتی۔ جبکہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ''النافع ''کو سامنے رکھ کر انسان کو دوسروں کے لیے نفع رساں وجود بننا چاہیے۔

•النور بمعنیٰ روشن کرنے والا۔ اللہ کی اس صفت کو مدنظر رکھ کر انسان کو دوسروں کے لیے روشنی کا مینار بن کر علمی، اخلاقی، معاشرتی روشنی سے متمتع کرتے رہنا چاہیے۔

•الہادی بمعنیٰ ہدایت دینے والا۔ ویسے تو ہدایت اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے لیکن ہدایت بمعنی راہنمائی لیے جائیں تو ایک مومن دوسرے مومن کے لیے راہنمائی کے اصول وضع کرتا ہے۔

•الرشید بمعنیٰ نیک راہ چلنے والا۔ یہ لفظ بھی رشد یعنی ہدایت ورہنمائی سے نکلا ہے۔ ایک مومن کو خود بھی نیکی کی راہیں اختیار کرنی چاہیں اور دوسروں کو بھی نیکی کی راہوں پر چلانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ الغرض اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ کی دعا کو ہر وقت مشعل راہ بنائے رکھنا چاہیے۔

پیارے بھائیو! ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صِبۡغَۃَ اللّٰہِ وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبۡغَۃً۔ وَنَحۡنُ لَہٗ عٰبِدُوۡنَ (البقرۃ: 139) کہ اللہ کا رنگ پکڑو اور رنگ میں اللہ سے بہتر اور کون ہو سکتا ہے اور ہم اُسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔ پس مقصدِ پیدائش کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ کا رنگ پکڑنے، اُس کی صفات اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنا بھی ضروری ہے تبھی انسان حقیقی عبد بن سکتا ہے۔ دنیاوی رشتوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ پیار کا یہ رشتہ تو ایک طرف رہا، خونی رشتے تو ایک طرف رہے، آقا اور غلام کے رشتوں میں بھی غلام اپنے آقا کی پسند اور ناپسند کو اپنے اوپر طاری کر لیتا ہے یا اس کی کوشش کرتا ہے۔ ان رشتوں میں تو بعض دفعہ دکھاوا اور جھوٹ بھی شامل ہو جاتا ہے اور فائدہ بھی یقینی نہیں ہوتا۔ جیسا کہ مختلف قصے آتے ہیں ایک قصہ مشہور ہے کہ ایک بادشاہ کا درباری تھا، بادشاہ کو کہیں سے بینگن تحفہ آئے اور اُس کی بڑی تعریف ہوئی تو اس نے روزانہ وہی کھانے شروع کر دیئے۔ درباری نے بے تحاشہ اُس کی تعریفیں کیں، اتنی زیادہ مبالغہ آمیز تعریفیں کہ حد کر دی۔ آخر بادشاہ نے ہر کھانے پر جب اُسے کھانا شروع کیا تو بیمار ہو گیا۔ اُس بادشاہ نے جب اس کی بد تعریفی کی تو اُسی درباری نے اُس کی بد تعریفیں شروع کر دیں۔ تو بادشاہ نے پوچھا پہلے تم

تعریف کر رہے تھے اب تم بد تعریفیں کر رہے ہو۔ اس نے کہا جی حضور میں تو آپ کا غلام ہوں، ان بینگنوں کا غلام تو نہیں۔ تو یہ رنگ نہیں چڑھتا۔ اُس نے تو اپنے پر وہ رنگ چڑھانے کی کوشش کی تھی کہ جو مالک کہہ رہا ہے مَیں بھی وہ کہتا جاؤں لیکن اللہ تعالیٰ کا رنگ ایسا ہے جو انسان جب چڑھاتا ہے تو اپنی دنیا و عاقبت سنوار لیتا ہے۔ خدا تعالیٰ جو زمین و آسمان کا مالک ہے، اُس کے رنگ میں رنگین ہونے والا تو اپنی دنیا و عاقبت سنوار رہا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنا کر ایک بندہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے۔ یہی رنگ ہے جو مومن اپنے اوپر چڑھاتا ہے تو اپنی پیدائش کے حقیقی مقصد کو حاصل کر لیتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کا عبد بننے کے لئے اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بننے کی بھی ایک مؤمن کو کوشش کرنی چاہئے۔ اُن چیزوں کو کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، وہ اعمال بجالانے کی کوشش کرنی چاہئے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔ اُن باتوں سے رُکنا چاہئے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ تبھی صحیح رنگ میں انسان اللہ تعالیٰ کا عبد بن سکتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کا رنگ اختیار کرنے کی کوشش کرو، اُس کی صفات کا مظہر بننے کی کوشش کرو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت انسان کو عطا فرمائی ہے کہ وہ یہ صفات اپنا سکے۔ اور پھر اپنے دائرہ کے اندر اُن صفات کا اظہار بھی کر سکے۔ انسان اپنے دائرہ میں مالکیت کا رنگ بھی اختیار کر سکتا ہے، رحمانیت کا رنگ بھی اختیار کر سکتا ہے، رحیمیت کا رنگ بھی اختیار کر سکتا ہے، ربوبیت کا رنگ بھی اختیار کر سکتا ہے، ستار ہونے کا رنگ بھی اختیار کر سکتا ہے، وہاب ہونے کا رنگ بھی اختیار کر سکتا ہے بلکہ ایک عام انسان کی زندگی میں بسا اوقات ان باتوں کے اظہار ہو بھی رہے ہوتے ہیں۔ بہت سے لوگ ہیں جو ان صفات کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں لیکن اس نیت سے نہیں کہ خدا کے رنگ میں رنگین ہوں۔ لیکن ایک حقیقی مؤمن جو ہے، وہ مومن جو خدا تعالیٰ کی رضا اور اُس کے پیار کو چاہتا ہے، اُس کی نشانی یہ ہے کہ ان صفات کا اظہار اس لئے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے پیار کو جذب کرنے کے لئے ان صفات کا اظہار ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے ان صفات کا اظہار ضروری ہے۔ انسانیت کو برائیوں سے بچانے کے لئے ان صفات کا اظہار ضروری ہے۔ اپنے مقصدِ پیدائش کے حصول کے لئے ان صفات کا اظہار ضروری ہے۔ تو یہ رنگ اپنانا اور ان کا اظہار کرنا پھر ثواب بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیار کو جذب کرنے والا بن جاتا ہے۔" (خطبہ جمعہ 10 اگست 2012ء)

پیارے بھائیو! یہاں خاکسار نے وقت کی مناسبت سے اللہ تعالی کی 40 صفات کا اختصار سے ذکر کیا ہے۔ جو صرف ایک نوالہ کے طور پر ہے تا ان کی روشنی میں ہم اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی ہر صفت سے رنگیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بن کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ضضضض

{11}　{مشاہدات۔7}

تعلق باللہ کے مختلف پہلو

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرماتا ہے:
قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ

(آل عمران:32)

کبھی نُصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو
وُہی اُس کے مقرّب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
نہیں رہ اُس کی عالی بارگہ تک خُود پسندوں کو
یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اُس سے قُربت کو
اُسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جَلاؤ سب کمنُدوں کو

آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **تعلق باللہ کے مختلف پہلو**

سامعین! تعلق باللہ کے مضمون کو سمجھنے کے لیے اولاد اور والدین کے پیار بھرے اور مطیع و مطاع کے تعلق کو جاننا ضروری ہے۔ اولاد اپنے والدین سے اطاعت اور محبت کا سلوک کرتی ہے اور والدین اس کے مقابل پر انعامات اور احسانات کی بارش کرتے ہیں اور یوں یہ تعلق مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جاتا ہے۔ ویسے بھی ماں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مماثلت دی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اللہ، ماں سے کہیں بڑھ کر اپنی مخلوق جو اللہ کی عیال ہے سے پیار محبت کا تعلق رکھتا ہے۔

حضرات! جہاں تک انسان کے اپنے خالق اللہ تعالیٰ سے گہرے تعلق کا ذکر ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی پیاری کتاب خاتم الکتب قرآن کریم میں انسانی پیدائش کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (الذٰریات:57) کہ میں نے جنّ وانس کو صرف اس غرض کے لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

اولاد اور والدین کی مثال کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک مومن جس حد تک اپنے خالق اللہ کی عبادت کا حق ادا کرے گا۔ خدا تعالیٰ سے حقیقی محبت رکھے گا۔ ایسی محبت جو کسی سے نہ کی ہو نہ اپنے والد سے، نہ اپنی ماں سے، نہ اپنے بہن بھائیوں اور عزیز و اقارب میں کسی سے نہ کی ہو تو اللہ تعالیٰ اس مومن پر بے انتہا انعامات نازل کرے گا۔ اُسے سچی خوابیں آئیں گی۔ اللہ تعالیٰ اس سے مکالمہ مخاطبہ کرے گا۔ اُس کی دعائیں سنی جائیں گی اور وہ دربار الٰہی میں مستجاب الدعوات تصور کیا جائے گا تو یہ تعلق حقیقی تعلق کہلائے گا جو وقت کے ساتھ ساتھ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے۔

حضرات! اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک ایمان افروز واقعہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ ایک دفعہ آپؑ بٹالہ کی عدالت میں ایک مقدمہ کا سامنا کرنے کے لیے موجود تھے کہ نماز کا وقت جا رہا تھا۔ آپؑ نے نماز پڑھنے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ آپؑ کو وکلاء نے روکا کہ اگر اس دوران عدالت میں پیشی کے لیے آواز لگ جائے اور آپ موجود نہ ہوں تو مقدمہ ہمارے خلاف جا سکتا ہے۔ مگر آپؑ نے اللہ کے حق کو مقدم رکھا اور آپؑ انسانی مقصد حیات یعنی عبادت کے لیے چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے اس فعل کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور مقدمہ میں نہ صرف آواز نہیں لگی بلکہ جج نے فیصلہ بھی آپؑ کے حق میں کر دیا۔

سامعین! کہا جاتا ہے کہ ایک ولی کے گھر کے پاس ایک بہت ہی متمول آدمی کا گھر تھا جو رات کو ناچ گانے کی محفلیں سجاتا رہتا تھا جس سے ولی کی رات کی عبادات میں خلل واقع ہوتا۔ ولی نے ایک دو بار اسے سمجھایا۔ امیر آدمی نے بادشاہ سے شکایت کر ڈالی۔ جس پر بادشاہ نے اس متمول آدمی کی حفاظت کی خاطر کچھ پہرہ دار، اہلکار متعین کر دیے۔ اس نے ولی کو کہلا بھیجا کہ اب میری طرف مَیلی نگاہ سے نہ دیکھنا۔ ولی چونکہ عبادت الٰہی کا پورا پورا حق ادا کرتے تھے اور تعلق باللہ بھی مضبوط تھا۔ انہوں نے واپس پیغام بھجوایا

کہ ہم رات کے تیروں سے مقابلہ کریں گے۔ جس پر امیر شخص ڈر گیا کہ ہم رات کے تیروں کے مقابلہ کی سکت نہیں رکھتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قریباً تمام صحابہؓ کا اپنے اللہ سے مضبوط تعلق تھا۔ راتوں کو بیدار ہوتے اور نوافل و دعاؤں سے اپنے خالق حقیقی سے اپنا تعلق مضبوط کیا کرتے۔ اس موقع پر بے شمار واقعات پیش کیے جاسکتے ہیں۔ لیکن وقت کی رعایت سے حضرت غلام رسول راجیکی رضی اللہ عنہ کے تعلق باللہ کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ دوست احباب اپنی مشکلات اور دیگر امور بارے ذکر کر کے آپ مولوی صاحب موصوف سے دعا کی درخواست کیا کرتے تھے۔ آپ کا طریق تھا کہ آپ وہیں کھڑے کھڑے ہاتھ اٹھاتے اور کہا کرتے کہ آو! دعا کر لیں اور دعا کے بعد سائل کو دعا کی قبولیت کا بتا بھی دیا کرتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ربوہ میں ایک طالب علم نے امتحان میں کامیابی کے لیے آپ سے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی اور ساتھ ہی اس طالب علم کو خوشخبری سنا دی کہ تم سیکنڈ ڈویژن میں پاس ہو جاؤ گے۔ نتائج آنے پر ایسا ہی ہوا۔

سامعین! اللہ کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرنے کے لیے جہاں خداوند کریم سے محبت ضروری ہے وہاں قرآنی حکم ”صبغۃ اللہ“ کے تحت اللہ کے رنگ میں رنگین ہونا، اس کی پاک صفات سے متصف ہونا بھی ضروری ہے۔ کسی قسم کے شرک کی ملونی نہ ہو اور خداوند کریم کو اَحَد اور وحدہٗ لاشریک تصور کیا جائے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس مضمون کو سورۃ الشعراء آیت 2 کی تفسیر میں یوں بیان فرماتے ہیں۔

”خدا تعالیٰ سے اتصال اور اس کے قرب کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ انسان اپنے اندر صفات الٰہیہ پیدا کرے اور اس کی محبت کو اپنے اندر جذب کرے پھر جس طرح مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے اسی طرح محبت الٰہی اسے خدا تعالیٰ کی طرف کھینچنے لگ جاتی ہے۔“ (تفسیر کبیر جلد 9 صفحہ 250-251 لندن ایڈیشن)

پھر آپؓ فرماتے ہیں۔

”صفات الٰہیہ کو جب ہم اپنے ذہن میں بٹھا لیتے ہیں تو خدا تعالیٰ کی ایک تصویر ہمارے سامنے آجاتی ہے اور اُس کے نتیجہ میں ہمارے دلوں میں اُس کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ غرض صفات الٰہیہ کے بار بار دہرانے اور تواتر سے دہرانے کے نتیجہ میں چونکہ خدا تعالیٰ کی ایک تصویر بنتی ہے اور اس تصویر کی وجہ سے ہمارے

دل میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح بچوں کے دل میں اپنے ماں باپ کی ملاقات کا اشتیاق ہوتا ہے۔ اسی طرح تمہارا بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ ایسا ہی روحانی تعلق ہونا چاہیے۔ گویا تمہارا چَین اور تمہارا آرام صرف خدا تعالیٰ کے ساتھ ہی وابستہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ اسی پر تمہاری روحانی زندگی کا مدار ہے۔" (تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 444)

سامعین! تعلق باللہ کے سلسلہ میں اللہ سے تعلق کو مربوط کرنے کے لیے سورۃ آل عمران آیت 32 کو بھی مد نظر رکھنا ضروری ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے پیارے رسول خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب ہو کر فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

ترجمہ: (اے محمد) تُو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

سامعین! ہمارا راہ عمل اور مشعلِ راہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ اور سیرت کو اپنانا ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ میں بیان ہوا ہے تب اللہ ہم سے پیار کرے گا اور ہمارا اپنے اللہ سے تعلق بھی مضبوط ہوتا چلا جائے گا۔

اس ضمن میں سورۃ الانشقاق آیت 7 کو سامنے رکھ کر ایک مومن کو اپنے تعلق باللہ کو استوار رکھنے کے سفر کو باحسن طریق جاری و ساری رکھنا ہو گا جس کے لیے سعی کو اپنے آخری مقام تک پہنچانا ہے تا اللہ کی زیارت ہو جس کے لیے ذاتی محبت اور ذاتی تعلق بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ (الانشقاق:7)

ترجمہ: اے انسان! تجھے ضرور اپنے ربّ کی طرف سخت مشقّت کرنے والا بننا ہو گا۔ پس (بہر حال) تُو اُسے رُوبرو ملنے والا ہے۔

اپنے متعلق اور جماعت میں اللہ سے روحانی تعلق کے انتشار کے حوالہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"مجھ سے خدا تعالیٰ باتیں کرتا ہے اور مجھ سے ہی نہیں جو شخص میری اتباع کرے گا اور میرے نقش قدم پر چلے گا اور میری تعلیم کو مانے گا اور میری ہدایت قبول کرے گا خدا تعالیٰ اس سے باتیں کرے گا"

پھر فرمایا۔ "لکھا ہے کہ مسیح موعودؑ کے ظہور کے وقت یہ انتشار نورانیت اس حد تک ہو گا کہ عورتوں کو بھی الہام شروع ہو جائے گا اور نابالغ بچے نبوت کریں گے اور عوام الناس روح القدس سے بولیں گے اور یہ سب کچھ مسیح موعودؑ کی روحانیت کا پرتو ہو گا۔" (ضرورۃ الامام از روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 475)

حضرات! میں اپنی تقریر کا اختتام تعلق باللہ کے اس اہم روحانی اور دینی مضمون کو حدیث میں بیان ایک واقعہ بیان کرنے سے کرتا ہوں۔

بدر کے مقام پر ایک عورت اپنے گمشدہ بچے کو تلاش کرتے دوسروں کے بچوں کو چومتی چاٹتی اپنے سینے سے لگاتی اور پھر چھوڑ دیتی۔ کچھ دیر بعد جب اسے اپنا گمشدہ بچہ مل گیا تو وہ سکون میں آگئی اور بچے سے پیار کرنے لگی، دودھ پلانے میں لگ گئی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت کو دیکھ رہے تھے۔ آپؐ نے صحابہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جو محبت کا نظارہ تم نے اس عورت میں اپنے بچے کے ساتھ دیکھا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اس سے بھی بڑھ کر محبت کرتا ہے اور یہی اس تعلق کا نتیجہ ہے جو ایک مومن اپنے اللہ سے کرتا ہے اور پھر اپنے اللہ سے انعامات بھی پاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد محترم کی وفات پر آپؑ کی پریشانی کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے الیس اللہ بکاف عبدہ کی نوید سنائی اور پھر ہم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف آپ اور آپؑ کے خاندان بلکہ پوری جماعت پر انگنت فضلوں اور رحمتوں کی بارش کی جو آج بھی پوری آب و تاب کے ساتھ ساری دنیا کے احمدیوں پر موسلا دھار برس رہی ہے اور تا قیامت برستی رہے گی اور افراد جماعت کا اپنے خداوند کریم سے تعلق مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جائے گا۔ (ضمیمہ تریاق القلوب نمبر 5 صفحہ اوّل۔ مطبوعہ 1902ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحیح اور سچا تعلق اس وقت پیدا ہوتا ہے جب انسان پورا وفادار اور مخلص ہو جو شخص وفادار نہیں اگر وہ ہر روز اس قدر روتا رہے کہ اس کے آنسوؤں کا ایک چھپڑ لگ جاوے تو بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کوئی قدر نہیں ہے اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ تمہارا تعلق خدا تعالیٰ کے ساتھ کامل وفاداری کا نمونہ ہو۔" (ملفوظات جلد 7 صفحہ 401 ایڈیشن 1984ء)

ضضضض

{12} {مشاہدات۔304}

ہم اللہ تعالیٰ سے تعلق کیسے مضبوط کر سکتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں انسان کی پیدائش کی علتِ غائی بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔
وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذّٰریات:57)
کہ میں نے جنّ وانس کو صرف اس غرض کے لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

کبھی نُصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو
وُہی اُس کے مقرّب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
نہیں رہ اُس کی عالی بارگہ تک خُود پسندوں کو
یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اُس سے قُربت کو
اُسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمنُدوں کو

سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **ہم اللہ تعالیٰ سے تعلق کیسے مضبوط کر سکتے ہیں؟**

سب سے پہلے تعلق کے معانی کو سمجھنا ہو گا۔ لغات میں لفظِ تَعَلُّقْ کے تحت لکھا ہے۔ محبت، واسطہ، میلان، لگاؤ اور رشتہ داری کے ہیں۔ اِس مضمون کو آسانی سے سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ یہ ذہن میں رہے کہ انسان اللہ کی طرف سے آتا ہے اور اُسی کی طرف لَوٹ کر جانا ہے اِس لئے اپنے اللہ کے ساتھ تعلق کو مضبوط رکھنے کے لئے ساری عمر سعی کرتے رہنا چاہیئے۔

تعلق باللہ کے مضمون کو مزید سمجھنے کے لیے بیٹے اور ماں باپ کے پیار بھرے اور مطیع و مطاع کے تعلق کو جاننا ضروری ہے۔ ہم اپنے والدین سے اطاعت اور محبت کا سلوک کرتے ہیں اور ہمارے ماں باپ اس کے مقابل پر انعامات اور احسانات کی بارش کرتے ہیں اور یوں یہ تعلق مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جاتا ہے۔ ماں

باپ میں سے ماں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مماثلت بھی دی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اللہ اپنی عیال یعنی مخلوق سے، ماں سے کہیں بڑھ کر پیار محبت کا تعلق رکھتا ہے۔ اِس لئے پہلی بات تو یہ ہے کہ جس طرح ہم اپنی ماؤں سے پیار بھری اداؤں اور لاڈ سے اپنی باتیں منوانے کی کوشش کرتے ہیں اِسی طرح بلکہ اِس سے بڑھ کر ہم اپنے خالق سے پیار کی پینگیں ڈال کر، نِت نئی اداؤں سے اُسے منانے اور راضی کرنے کے کوشش میں لگے رہیں۔ جس طرح آپ کی اداؤں سے ماں کا دل پسیج جاتا ہے اور وہ ہماری ہر ضرورت پورا کرنے کی کوشش کرتی ہے اِسی طرح ہم اپنے خدا کی طرف چل کر جاتے ہیں تو ہمارا خدا ہماری طرف دوڑ کر آتا ہے اور ہمارے سے پیار کرتا اور ہماری ضروریات پوری کرتا ہے۔

سامعین! والدین ہی کی مثال میں دوسرا طریق مَیں یہ بیان کرنا چاہوں گا کہ اِس سے یہ ہرگز مطلب نہ لیا جائے کہ ماں اور خدا برابر ہیں۔ اللہ سب سے بڑا ہے اِس کا کوئی ثانی نہیں یہ پختہ خیال اپنی ذات میں اللہ سے تعلق مضبوط کرنے کا ذریعہ ہے۔ ایک مومن جس حد تک اپنے خالق، اللہ کی عبادت کا حق ادا کرے گا۔ خدا تعالیٰ سے حقیقی محبت رکھے گا۔ ایسی محبت جو کسی سے نہ کی ہو نہ اپنے والد سے، نہ اپنی ماں سے، نہ اپنے بہن بھائیوں اور عزیز و اقارب میں سے بھی کسی سے نہ کی ہو تو اللہ تعالیٰ اس مومن پر بے انتہا انعامات نازل کرے گا۔ اُسے سچی خوابیں آئیں گی۔ اللہ تعالیٰ اس سے مکالمہ مخاطبہ کرے گا۔ اُس کی دعائیں سنی جائیں گی اور وہ دربار الٰہی میں مُستَجابُ الدعوات تصور کیا جائے گا تو یہ تعلق حقیقی تعلق کہلائے گا جو وقت کے ساتھ ساتھ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے۔

اس ضمن میں مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک ایمان افروز واقعہ اپنی بہنو اور بھائیو کی خدمت میں پیش کرنا چاہوں گا جس سے یہ بخوبی عیاں ہو گا کہ آپؑ کو اللہ کی عبادت ہر دوسرے فعل سے فوقیت رکھتی تھی۔ ایک دفعہ آپؑ بٹالہ کی عدالت میں ایک مقدمہ کا سامنا کرنے کے لیے موجود تھے کہ نماز کا وقت جارہا تھا۔ آپؑ نے نماز پڑھنے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ آپؑ کو وکلاء نے روکا کہ اگر اس دوران عدالت میں پیشی کے لیے آواز لگ جائے اور آپ موجود نہ ہوں تو مقدمہ ہمارے خلاف جا سکتا ہے۔ مگر آپؑ نے اللہ کے حق کو مقدم رکھا اور آپؑ انسانی مقصد حیات یعنی عبادت کے لیے چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے اس

فعل کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور مقدمہ میں نہ صرف آواز نہیں لگی بلکہ جج نے فیصلہ بھی آپؑ کے حق میں کر دیا۔

سامعین! اللہ کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرنے کے لیے جہاں خداوند کریم سے محبت ضروری ہے وہاں قرآنی حکم ''صبغۃ اللہ'' کے تحت اللہ کے رنگ میں رنگین ہونا، اس کی پاک صفات سے متصف ہونا بھی ضروری ہے۔ کسی قسم کے شرک کی ملونی نہ ہو اور خداوند کریم کو اَحَد اور وحدہٗ لاشریک تصور کیا جائے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس مضمون کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

''خدا تعالیٰ سے اتصال اور اس کے قرب کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ انسان اپنے اندر صفات الٰہیہ پیدا کرے اور اس کی محبت کو اپنے اندر جذب کرے پھر جس طرح مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے اسی طرح محبت الٰہی اسے خدا تعالیٰ کی طرف کھینچنے لگ جاتی ہے۔'' (تفسیر کبیر جلد 9 صفحہ 250-251)

سامعین! تعلق باللہ کے سلسلہ میں اللہ سے تعلق کو مربوط کرنے کے لیے ایک ذریعہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب ہو کر فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

ترجمہ: (اے محمدؐ) تُو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ اور سیرت کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ کہ حضورؐ کے اخلاق و اطوار عین قرآن کی تعلیمات کے مطابق تھے۔ اگر ہم بھی قرآن کو فالو کریں گے تو اللہ ہم سے پیار کرے گا اور ہمارا اپنے اللہ سے تعلق بھی مضبوط ہوتا چلا جائے گا۔

سامعین! ہم میں سے ہر ایک کو اللہ سے اپنے تعلق کو استوار رکھنے اور مزید مضبوط کرنے کے سفر کو باحسن طریق جاری و ساری رکھنے کے لیے اپنی سعی کو آخری مقام تک پہنچانا ہے تا اللہ کی زیارت ہو جس کے لیے ذاتی محبت اور ذاتی تعلق بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ (الانشقاق:7)

ترجمہ: اے انسان! تجھے ضرور اپنے ربّ کی طرف سخت مشقّت کرنے والا بننا ہو گا۔ پس (بہر حال) تُو اُسے رُوبرو ملنے والا ہے۔

اِس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”مجھ سے خدا تعالیٰ باتیں کرتا ہے اور مجھ سے ہی نہیں جو شخص میری اتباع کرے گا اور میرے نقش قدم پر چلے گا اور میری تعلیم کو مانے گا اور میری ہدایت قبول کرے گا خدا تعالیٰ اس سے باتیں کرے گا“

پھر فرمایا۔

”لکھا ہے کہ مسیح موعودؑ کے ظہور کے وقت یہ انتشار نورانیت اس حد تک ہو گا کہ عورتوں کو بھی الہام شروع ہو جائے گا اور نابالغ بچے نبوت کریں گے اور عوام الناس روح القدس سے بولیں گے اور یہ سب کچھ مسیح موعودؑ کی روحانیت کا پرتَو ہو گا۔“ (ضرورۃ الامام از روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 475)

آپ واقفینِ نو بچے اور بچیاں کس قدر خوش قسمت ہیں کہ مندرج بالا ارشاد میں اُن بچوں کا بھی ذکر ہے جو اپنی کوششوں سے اللہ کے ساتھ اپنے تعلق کو اِس حد تک مضبوط کریں گے کہ اُن کو الہام ہوں گے اور روح القدس سے مدد پائیں گے۔

سامعین! اللہ کے اپنے تعلق کو مضبوط کرنے کا ایک ذریعہ خلافت کے ساتھ مضبوط تعلق قائم کر کے دربارِ خلافت سے اُٹھنے والی ہر آواز پر لبیک کہنا ہے۔ یہ سیڑھی ہے یہ زینہ ہے اللہ سے ملاپ کا، اللہ سے تعلق قائم کرنے کا۔ آپ کے والدین نے خلیفۃ المسیح کی آواز پر لبیک کہہ کر آپ کو اسلام احمدیت کی اشاعت کے لئے وقف کیا۔ اِس لئے ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ خلیفہ وقت سے اپنا تعلق بنائے اور اِس مبارک زینہ کو استعمال کر کے اللہ سے اپنا تعلق جوڑے۔

اپنی تقریر کے آخر پر حدیث میں بیان ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔ جس سے تعلق باللہ کا گُر پتہ چلتا ہے۔ لکھا ہے بدر کے مقام پر ایک عورت اپنے گمشدہ بچے کو تلاش کرتے دوسروں کے بچوں کو چومتی چاٹتی اپنے سینے سے لگاتی اور پھر چھوڑ دیتی۔ کچھ دیر بعد جب اسے اپنا گمشدہ بچہ مل گیا تو وہ سکون میں آگئی اور بچے سے پیار کرنے لگی، دودھ پلانے میں لگ گئی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت کو دیکھ رہے تھے۔ آپؐ نے صحابہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جو محبت کا نظارہ تم نے اس عورت میں اپنے بچے کے ساتھ دیکھا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اس سے بھی بڑھ کر محبت کرتا ہے اور یہی اس تعلق کا نتیجہ ہے جو ایک مومن اپنے اللہ سے کرتا ہے اور پھر اپنے اللہ سے انعامات بھی پاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحیح اور سچا تعلق اس وقت پیدا ہوتا ہے جب انسان پورا وفادار اور مخلص ہو جو شخص وفادار نہیں اگر وہ ہر روز اس قدر روتا رہے کہ اس کے آنسوؤں کا ایک چھپڑ لگ جاوے تو بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کوئی قدر نہیں ہے اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ تمہارا تعلق خدا تعالیٰ کے ساتھ کامل وفاداری کا نمونہ ہو۔“ (ملفوظات جلد 7 صفحہ 401 ایڈیشن 1984ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقی معنوں میں اپنے رب سے اپنے اپنے تعلق کو مضبوط کرنے کی توفیق دیتا چلا جائے۔ آمین

ضضضض

{13} {مشاہدات۔192}

صحابہ رسول رِضوانُ اللہ علیہم کا تعلق باللہ اور ذوق عبادت

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ۫ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛۚ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا (الفتح:30)

محمد رسول اللہ اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کفار کے مقابل پر بہت سخت ہیں (اور) آپس میں بے انتہا رحم کرنے والے۔ تُو انہیں رکوع کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھے گا۔ وہ اللہ ہی سے فضل اور رضا چاہتے ہیں۔ سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں پر ان کی نشانی ہے۔ یہ اُن کی مثال ہے جو تورات میں ہے۔ اور انجیل میں ان کی مثال ایک کھیتی کی طرح ہے جو اپنی کونپل نکالے پھر اُسے مضبوط کرے پھر وہ موٹی ہو جائے اور اپنے ڈنٹھل پر کھڑی ہو جائے، کاشتکاروں کو خوش کر دے تا کہ ان کی وجہ سے کفار کو غیظ دلائے۔ اللہ نے ان میں سے اُن سے، جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے، مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہوا ہے۔

تَرَكُوا الغَبُوْقَ وَبَدَّلُوْا مِنْ ذَوْقِهِ
ذَوْقَ الدُّعَاءِ بِلَيْلَةِ الْأَحْزَانِ

انہوں نے شام کو پی جانے والی شراب چھوڑ دی اور اس کی لذت کو غم کی راتوں میں دعا کی لذت سے بدل دیا۔

سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **صحابہ رسول رِضوانُ اللہ علیہم کا تعلق باللہ اور ذوق عبادت**

سورت الفتح کی جس آیت کی مَیں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اُس میں اللہ تعالیٰ نے وَ الَّذِیْنَ مَعَہٗ کہہ کر اُن فضائل اور مناقب کی صحابہؓ کے اندر سرایت کرنے کا ذکر فرمایا ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے جن کی بنا پر وہ کَانَ خُلُقُہٗ الْقُرْآن کہلائے۔ جن میں سے ایک صفت عنوانِ بالا تعلق باللہ اور ذوقِ عبادت سے متعلقہ ہے۔ جو اِس آیت کے الفاظ تَرٰ ھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضْوَانًا سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَ ثَرِ السُّجُوْدِ میں بیان ہوئے ہیں اور کہا گیا ہے کہ (اے محمدؐ) تُو اُنہیں رکوع کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے دیکھے گا۔ وہ اللہ ہی سے فضل اور رضا چاہتے ہیں۔ سجدوں کے اثر سے اُن کے چہروں پر اُن کی نشانی ہے۔

مجھے آج اِسی آیت کی روشنی میں صحابہ کرام کا تعلق باللہ اور اُن کا ذوقِ عبادت بیان کرنا ہے۔ احادیث میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب فرمایا۔ پس آپؐ کو اپنی رسالت سے سرفراز فرمایا۔ یہ انتخاب اللہ نے اپنے علم کی بنا پر کیا۔ آپؐ کے انتخاب کے بعد پھر لوگوں پر اللہ نے نگاہ ڈالی تو بہترین عباد کو صحابہ کے طور پر منتخب فرمایا اور اِن کو دینِ محمدؐ کے انصار اور اپنے نبی کے وزراء بنا دیا۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو ایک لشکر پر سردار بنا کر بھیجا۔ وہ صحابی اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتے تو اپنی قراءت کو **قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد** پر ختم کرتے۔ جب وہ لوگ واپس لوٹے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس بات کا ذکر ہوا تو آپؐ نے فرمایا۔ اُن سے دریافت کریں کہ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ صحابہؓ کے دریافت کرنے پر انہوں نے جواب دیا کہ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ کی صفت ''اَحَد'' کا ذکر ہے اور مَیں اس کے پڑھنے کو محبوب رکھتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو بتا دو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس کو محبوب جانتا ہے۔

سامعین! جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو صحابہ کرام پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ ان کے دلوں کو یقین نہیں آتا تھا کہ ان کا محبوب آقا جدا ہو گیا ہے۔ حضرت عمرؓ تلوار لہرا کر کہنے لگے کہ جو یہ کہے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں مَیں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ ایسے میں سیدنا حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھایا، اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ

رَاجِعُوْن پڑھا اور باہر تشریف لائے اور صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ محمدؐ فوت ہو چکے اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ خدا زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا۔ اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی کہ

وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ ؕ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ ؕ وَ مَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْہِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰہَ شَیْئًا ؕ وَ سَیَجْزِی اللّٰہُ الشّٰکِرِیْنَ

(آل عمران:145)

جس توحید کے قیام کی خاطر رسول اللہؐ تشریف لائے تھے اور اس راہ میں بیشمار دکھ و مصائب برداشت کئے تھے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدنا حضرت ابو بکرؓ نے توحید کا ہی درس دیا۔

سامعین! صحابہ کرامؓ نے توحید باری تعالیٰ کی خاطر المناک مشکلات کو برداشت کیا۔ اس راہ میں جانیں قربان کیں۔ تپتی گرم ریت اور پتھروں پر گھسیٹا گیا۔ الٹا لٹکا کر نیچے آگ جلا دی گئی۔ لوہے کی زرہیں پہنا کر چلچلاتی دھوپ میں کھڑا کر دیا گیا۔ بھوک اور پیاس کی اذیتیں دی گئیں۔ شیر خوار بچوں کو دودھ سے محروم کیا گیا۔ سوشل بائیکاٹ کیا گیا۔ اموال اور جائیدادیں چھین لی گئیں۔ ماں باپ نے مسلمان بچوں سے جدائی اختیار کرلی۔ وطن سے بے وطن کر دیا گیا۔ حاملہ عورتوں کے حمل گرا دیئے گئے۔ عبادت گاہیں گرا دی گئیں۔ غرضیکہ روزانہ نئے ظلم و ستم ایجاد کئے گئے۔ ہر رات نے ظلم تراشے۔ صبح و شام کو مصائب و آلام کی چکیوں میں تبدیل کر دیا گیا۔ زندگی ہر گھڑی موت کا الارم سناتی تھی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے یہ سب دکھ مصائب اور تکالیف ربِ ذوالجلال کی خاطر خندہ پیشانی سے قبول کئے اور توحید کے عَلَم کو بلند سے بلند تر کرتے چلے گئے۔ خدائے بزرگ و برتر نے ان شاندار قربانیوں کو بہت ہی پیار اور محبت کی نظر سے دیکھا اور شرفِ قبولیت عطا فرماتے ہوئے ان بزرگ ہستیوں کو زندہ جاوید کر دیا۔ جن پر قومیں ابد الآباد تک فخر کرتی رہیں گی۔

ایک دن سرداران قریش نے مسجد حرام کے پاس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال و جواب کرنا شروع کر دیئے پھر پکڑ کر زدوکوب کرنے لگ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے شور وغل سنا اور دوڑے ہوئے آئے اور کہا: تمہارا بُرا ہو۔ اس عظیم انسان سے اس لئے لڑتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا ربّ اللہ ہے اور یہ تمہارے پاس روشن دلائل لے کر آیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا اور

حضرت ابو بکرؓ کو مارنے لگ گئے۔ آپ کی بیٹی حضرت اَسماءؓ کہتی ہیں کہ ابا گھر آئے۔ آپ جب بالوں کی مینڈھی کو ہاتھ لگاتے تو وہ آپ کے ہاتھ میں آ جاتی اس پر بھی کوئی شکوہ نہ تھا۔ بلکہ فرماتے رہے۔ تَبَارَکْتَ یَا ذَالْجَلَالِ وَ الْاِکْرَام

سامعین! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں بتوں کے پجاریوں کی ایسی کایا پلٹی کہ عبادت الٰہی ان کی محبوب غذا بن گئی۔ بعض صحابہ اس بات کی خاص پابندی کیا کرتے تھے کہ ہر نماز سے قبل نیا وضو کیا جائے۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے بارہ میں کتب احادیث میں یہی لکھا ہے۔

صحابہ کرامؓ سخت سے سخت مصروفیت کی حالت میں بھی جب نماز کا وقت آتا تو تمام کاروبار چھوڑ کر سیدھے مسجد کی طرف ادائیگی نماز کے لئے چلے جاتے۔ حضرت سفیان ثوریؒ سے روایت ہے کہ صحابہ خرید و فروخت کیا کرتے تھے۔ لیکن فرض نمازوں کو ہر صورت میں جماعت کے ساتھ ادا کرتے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار مَیں بازار میں تھا کہ نماز کا وقت آ گیا۔ تمام صحابہ دکانیں بند کر کے مسجد چلے گئے۔ قرآن کریم کی آیت رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ... (النور: 41) انہی کے بارہ میں نازل ہوئی۔ یعنی یہ ایسے لوگ ہیں جن کو تجارت، خرید و فروخت خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔

احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہؓ کو نماز باجماعت ادا کرنے کا اس حد تک شوق تھا کہ بیماری اور تکلیف کے باوجود مسجد میں نماز ادا کرنے کی کوشش کرتے۔ بعض صحابہؓ دوسروں کا سہارا لے کر مسجد آتے اور نماز باجماعت ادا فرماتے۔

سامعین! ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز کسی کام کی وجہ سے عشاء کی نماز بہت دیر سے پڑھائی اور صحابہؓ انتظار میں بیٹھے رہے۔ بعض کو نیند بھی آ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا۔ تم لوگ نماز کی انتظار میں تھے گویا نماز ہی پڑھتے رہے۔ یعنی نماز پڑھنے کا ثواب ملتا رہا۔

آئیں! آپ کو ایک اور دلچسپ واقعہ سناؤں۔ ایک دن حضرت ابو طلحہ انصاریؓ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک چڑیا اُڑتی ہوئی آئی چونکہ باغ بہت گھنا تھا اور کھجوروں کی شاخیں باہم ملی ہوئی تھیں۔ چڑیا ان میں پھنس گئی اور نکلنے کی راہ ڈھونڈنے لگی۔ ان کو باغ کی شادابی اور اس کی اُچھل کود کا یہ منظر بہت پسند آیا

اور اس کو تھوڑی دیر دیکھتے رہے۔ پھر نماز کی طرف توجہ کی تو یہ یاد نہ آیا کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ دل میں کہا کہ اس باغ نے یہ فتنہ پیدا کیا ہے۔ فوراً حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کرنے کے بعد عرض کی کہ اس باغ کو مَیں صدقہ میں دیتا ہوں۔

اسی طرح ایک اور صحابی کے متعلق روایت ہے کہ وہ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ فصل کا زمانہ تھا دیکھا تو کھجوریں پھل سے لدی ہوئی تھیں۔ ان کو دیکھ کر نماز سے توجہ ہٹ گئی اور بھول گئے کہ کس قدر رکعتیں پڑھی ہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر سیدنا حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اس باغ کی وجہ سے مَیں فتنہ میں مبتلا ہوا ہوں۔ اس لئے اس باغ کو صدقہ کرتا ہوں۔

سامعین! سخت سے سخت تکلیف میں بھی صحابہ کرامؓ کی نماز قضا نہیں ہوتی تھی۔ جس دن حضرت عمرؓ کو زخم لگا اسی رات، صبح لوگوں نے نماز فجر کے لئے جگایا تو بولے۔ ہاں! جو شخص نماز چھوڑ دے اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ چنانچہ اسی حالت میں کہ زخم سے مسلسل خون جاری تھا آپؓ نے نماز پڑھی۔

بزرگ صحابی حضرت خبیبؓ کو جب شہید کیا جانے لگا تو انہوں نے اپنے قاتلوں سے اجازت مانگی کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ بخاری میں روایت ہے کہ یہ پہلے شخص تھے جنہوں نے قتل کے وقت دو رکعت ادا کرنے کا طریق جاری کیا۔ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم کہو گے کہ گھبرا کر ایسا کر رہا ہے تو مَیں اور زیادہ خدا سے محو راز و نیاز ہوتا۔ پھر یہ اشعار پڑھتے ہوئے اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئے۔

فَلَسْتُ أُبَالِي حِيْنَ أُقتَلُ مُسْلِماً
عَلَى أيِّ جَنْبٍ كَانَ فِي اللهِ مَصرَعِي

وَلَسْتُ بِمُبدٍ لِلعَدُوِ تَخَشُّعاً
وَلَا جِزَعَاً، إنِّي إلَى اللهِ مَرْجِعِي

کہ جب مَیں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جاؤں تو مَیں پرواہ نہیں کرتا کہ کس پہلو گرتا ہوں۔ اگر خداوند تعالیٰ کو منظور ہوا تو میرے جسم کے ٹکڑوں میں بھی برکت دے دے گا۔

سامعین! اگر کسی رکاوٹ کی وجہ سے نماز قضا ہو جاتی تو صحابہ کرام کو اس کا بہت دکھ اور رنج ہوتا۔ غزوہ خندق میں کفار سے برسرِپیکار ہونے کے باعث حضرت عمرؓ کی عصر کی نماز قضا ہو گئی تو آپؓ انتہائی رنج میں کفار کو بُرا بھلا کہتے ہوئے آئے اور رسول اللہ کے سامنے اپنے دکھ کا اظہار کیا۔

سامعین! خدائے واحد و یگانہ کی عبادت کرنے کے جرم میں کفارِ مکہ کی اذیتوں سے مجبور ہو کر سیدنا حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت لے کر رختِ سفر باندھا تو راستہ میں ابنُ الدغنہ رئیس قارہ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے پوچھا ابو بکر! کہاں کا قصد ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ قوم نے مجھے جلاوطن کر دیا ہے۔ اب ارادہ ہے کہ کسی اَور ملک کو چلا جاؤں اور آزادی سے خدا کی عبادت کروں۔ ابن الدغنہ نے کہا کہ تم سا آدمی جلاوطن نہیں کیا جا سکتا۔ تم مفلس و بے نوا کی دستگیری کرتے ہو، قرابت داروں کا خیال رکھتے ہو، مہمان نوازی کرتے ہو، مصیبت زدوں کی اعانت کرتے ہو۔ میرے ساتھ واپس چلو اور اپنے وطن ہی میں اپنے خدا کی عبادت کرو۔ چنانچہ آپ ابن الدغنہ کے ساتھ پھر مکہ واپس آئے۔ ابن الدغنہ نے قریش میں پھر کر اعلان کر دیا کہ آج سے ابو بکرؓ میری امان میں ہیں۔ ایسے شخص کو جلاوطن نہ کرنا چاہئے جو محتاجوں کی خبر گیری کرتا ہے۔ قرابت داروں کا خیال رکھتا ہے۔ مہمان نوازی کرتا ہے اور مصائب میں لوگوں کے کام آتا ہے۔ قریش نے ابن الدغنہ کی امان کو تسلیم کیا لیکن فرمائش کی ابو بکر کو سمجھا دو کہ وہ جب اور جس طرح جی چاہے اپنے گھر میں نمازیں پڑھیں اور قرآن کی تلاوت کریں لیکن گھر سے باہر نمازیں پڑھنے کی ان کو اجازت نہیں۔ مگر حضرت ابو بکرؓ صدیق نے عبادت الٰہی کے لئے اپنے صحن خانہ میں ایک مسجد بنالی تھی۔ کفار کو اس پر بھی اعتراض ہوا۔ انہوں نے ابن الدغنہ کو خبر دی کہ ہم نے تمہاری ذمہ داری پر ابو بکرؓ کو اس شرط پر امان دی تھی کہ وہ اپنے مکان میں چھپ کر اپنے مذہبی فرائض ادا کریں۔ لیکن اب وہ اپنے صحن میں مسجد بنا کر اعلان کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں، اس سے ہم کو خوف ہے کہ ہماری عورتیں اور بچے متاثر ہو کر اپنے آبائی مذہب سے بدعقیدہ نہ ہو جائیں۔ اس لئے تم انہیں مطلع کر دو کہ اس سے باز آ جائیں ورنہ تم کو ذمہ داری سے بَری سمجھیں۔ ابن الدغنہ نے ابو بکر صدیقؓ سے جا کر کہا: تم جانتے ہو کہ مَیں نے کس شرط پر تمہاری حفاظت کا ذمہ لیا ہے اس لئے یا تو تم اس پر قائم رہو یا مجھے ذمہ داری سے بری سمجھو، میں نہیں چاہتا کہ عرب میں مشہور ہو کہ مَیں نے کسی کے ساتھ بدعہدی کی

لیکن حضرت ابو بکرؓ نے نہایت استغنا کے ساتھ جواب دیا کہ مجھے تمہاری پناہ کی حاجت نہیں میرے لئے خدا اور اس کے رسول کی پناہ کافی ہے۔

سامعین! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت ابو الدرداءؓ کو بھائی بھائی بنا دیا تھا۔ حضرت سلمانؓ، حضرت ابو الدرداءؓ سے ملنے گئے۔ دیکھا تو ام درداء (ان کی بیوی) میلی کچیلی ہیں انہوں نے حال پوچھا تو کہا تمہارا بھائی ابو الدرداء تارک الدنیا ہو گیا ہے اتنے میں ابو الدرداء بھی آئے اور سلمان کے لئے کھانا تیار کیا اور کہنے لگے تم کھاؤ۔ مَیں روزے سے ہوں۔ سلمان نے کہا جب تک تم نہ کھاؤ گے مَیں نہیں کھاؤں گا۔ خیر! ابو الدرداء نے کھالیا جب رات ہوئی تو ابو الدرداء عبادت کے لئے اٹھے سلمان نے کہا سو جاؤ وہ سو گئے پھر اٹھنے لگے تو کہا سو جاؤ جب رات آخر ہوئی تو سلمان نے کہا اب اٹھو! پھر دونوں نے نماز پڑھی تو حضرت سلمانؓ نے ان کو سمجھایا۔ بھائی دیکھو! اللہ کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری جان کا بھی اور تمہاری بیوی کا بھی اور ہر ایک کا حق ادا کرو۔ یہ سن کر ابو الدرداء آنحضورؐ کے پاس آئے اور آپؐ سے یہ سب واقعہ بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا: سلمان نے سچ کہا۔

حضرت امام حسنؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌo مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍo (الطور:8-9) تیرے رب کا عذاب یقیناً واقع ہونے والا ہے اور اس کو کوئی دُور کرنے والا نہیں تو بہت متاثر ہوئے۔ رقت طاری ہو گئی اور روتے روتے آنکھیں سوج گئیں۔ اسی طرح ایک دفعہ تلاوت کرتے ہوئے آپ پر اس قدر خشوع طاری ہوا کہ اگر ان کے حال سے ناواقف شخص انہیں دیکھ لیتا تو یہ سمجھتا کہ آپ کی روح ابھی اسی حالت میں پرواز کر جائے گی۔

حضرت عمرؓ نماز میں عموماً ایسی سورتیں پڑھتے جن میں قیامت کا ذکر ہوتا یا اللہ تعالیٰ کی عظمت کا بیان ہوتا اور خشوع و خضوع اور رقّت کی وجہ سے آنسو رواں ہو جاتے۔ حضرت عبد اللہ بن شدادؓ کا بیان ہے کہ باوجودیکہ مَیں پچھلی صف میں رہتا تھا لیکن حضرت عمرؓ جب یہ آیت اِنَّمَا اَشْكُوْا بَثِّی وَ حُزْنِی پڑھتے تو آپ کے رونے کی آواز مجھے سنائی دیتی۔

غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر دو صحابی ایک پڑاؤ پر پہرہ دینے کے لئے مقرر تھے۔ ایک صحابی اپنی ڈیوٹی دے کر سو گئے جبکہ دوسرے نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک مشرک نے نماز پڑھنے والے صحابی کو تیر مارا جو ان

کے بدن میں پیوست ہو گیا۔ اس صحابی نے تیر نکالا اور نماز پڑھتے رہے۔ اس مشرک نے دوبارہ تیر مارا جو انہیں لگا۔ اس کو بھی انہوں نے نکالا لیکن نماز میں مشغول رہے۔ مشرک نے تیسرا تیر پیوست کر دیا۔ انہوں نے نکال کر رکھ لیا اور رکوع اور سجدہ میں چلے گئے اور اتنے میں سوئے ہوئے صحابی کو جگا دیا اور وہ مشرک بھاگ کھڑا ہوا۔ زخمی صحابی سے جب ان کے ساتھی نے دریافت کیا کہ مجھے پہلے کیوں نہ جگایا تو وہ کہنے لگے کہ مَیں ایک ایسی سورۃ پڑھ رہا تھا کہ اسے ختم کئے بغیر مجھے پسند نہ آیا کہ نماز ختم کر دوں۔ جب مشرک نے مجھ پر تیر اندازی کی تو مَیں نے رکوع کیا اور تمہیں جگا دیا۔ لیکن خدا کی قسم! اگر اس پہرہ داری کے فریضہ کے ضائع ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو خواہ میری جان چلی جاتی میں اس سورۃ کو پورا کئے بغیر نماز ختم نہ کرتا۔

سامعین! صحابہ کرام انتہائی ذوق و شوق اور مستعدی سے رضائے باری تعالیٰ حاصل کرنے کے لئے فرض نمازیں ادا کرتے تھے اسی طرح نوافل، نماز تہجد، اشراق اور صلوٰۃ کسوف وغیرہ پڑھا کرتے تھے۔ قرآن مجید میں صحابہ کرامؓ کی فضیلت اور عبادت کے شوق و لگن کو ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے۔ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ۫ وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (السجدۃ:17) آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام راتوں کو دیر تک نماز پڑھا کرتے یہاں تک کہ پاؤں سوجھ جاتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت انس بن مالکؓ سفر میں ہوتے تھے تو سواری کے اوپر ہی بیٹھے بیٹھے نفل کی نمازیں پڑھ لیا کرتے تھے اور اس کو رسول اللہؐ کی سنت سمجھتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابو الدرداءؓ کو نماز اشراق کی وصیت فرمائی تو یہ دونوں بزرگ باقاعدگی کے ساتھ نماز اشراق ادا کیا کرتے تھے۔

چاند اور سورج کو جب گہن لگتا تو تمام صحابہ صلوٰۃ الکسوف ادا کیا کرتے تھے۔ ایک بار جب گہن لگا تو حضرت عبد اللہ ابن عباس نے صفہ زمزم میں لوگوں کو جمع کیا اور باجماعت نماز ادا کی۔

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام مغرب اور عشاء کے درمیان بھی نوافل ادا کیا کرتے تھے۔ اصحاب الصفہ دن کو جنگل سے ایندھن لاتے اور (فرض نماز کے علاوہ) رات کو نوافل ادا کرتے۔ چنانچہ

خدا تعالیٰ فرماتا ہے: كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَايَهْجَعُوْنَ (الذّٰريٰت:18) یہ لوگ عبادت میں مشغول رہنے کے سبب راتوں کو بہت کم سوتے ہیں۔

سامعین! صحابہ کرام نہ صرف خود نفل نمازیں ذوق و شوق سے ادا فرماتے بلکہ اپنے اہل و عیال کو بھی بیدار کرکے نماز میں شریک کیا کرتے تھے۔

ایک روز حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو گھر سے نکلے تو دیکھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پست آواز کے ساتھ قراءت کررہے ہیں۔ آگے بڑھے تو حضرت عمرؓ کو نہایت بلند آواز سے نماز میں قراءت کرتے دیکھا۔ جب یہ دونوں بزرگ صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابو بکر! نماز میں تمہاری آواز دھیمی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں جس (خدا) سے سرگوشی کررہا تھا۔ اس کے کان میں میری آواز پہنچ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے دریافت کیا کہ تمہاری آواز نماز میں بہت بلند تھی تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! مَیں سونے والوں کو جگاتا اور شیطان کو دھتکارتا ہوں۔

حضرت عمرؓ نہایت خشوع و خضوع سے نماز تہجد ادا کرتے۔ صبح ہونے کے قریب ہوتی تو گھر والوں کو جگاتے اور یہ آیت پڑھتے: وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ (طٰہٰ:133) کہ اپنے گھر والوں کو بھی نماز کا حکم دے۔

ابو عثمان نہدی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے سات دن حضرت ابو ہریرہؓ کی مہمانی کا شرف حاصل ہوا۔ گھر میں تین افراد تھے۔ ابو ہریرہؓ ان کی بیوی اور ایک خادم۔ رات کو انہوں نے تین حصوں میں تقسیم کررکھا تھا۔ ایک حصہ میں ایک فرد عبادت کرتا تھا۔ جب وہ سونے لگتا تو دوسرے کو اٹھا دیتا اور جب دوسرا سونا چاہتا تو تیسرے کو اٹھا دیتا۔

سامعین! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد میں لمبی لمبی سورتیں مثلاً سورۃ البقرہ، آل عمران، المائدہ اور الانعام وغیرہ پڑھا کرتے تھے اور جس قدر لمبا قیام ہوتا تھا اسی طرح رکوع اور سجود بھی طویل ہوتے تھے۔ اس لئے اس قدر طویل اور پُرسکون نماز میں وہی شخص شریک ہوسکتا تھا جس کا دل شوقِ عبادت سے لبریز ہوتا۔ بعض صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس نفلی طویل عبادت میں بھی شریک ہوجاتے۔ حضرت عوف بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز تہجد

میں شریک ہوا۔ آپؐ نے بہت طویل سورتیں پڑھیں اور مَیں عبادت میں شریک رہا۔ ایک بار حضرت حذیفہؓ کو بھی یہ شرف نصیب ہوا۔ نیز حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو بھی۔

اسی طرح حضرت عائشہؓ کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز تہجد ادا کرنے کی توفیق و سعادت ملتی رہی۔

یہ شوق صرف چند صحابہ کرامؓ تک محدود نہ تھا بلکہ عموماً سب صحابہ میں پایا جاتا تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز تہجد پڑھی لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ پڑھی۔ پھر دوسری رات بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تو بہت سے صحابہ شریک ہو گئے پھر تیسری اور چوتھی رات بھی صحابہ جمع ہو گئے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لائے۔ جب صبح ہوئی تو آپؐ نے فرمایا۔ میں نے تمہارا کام دیکھا (یعنی نوافل ادا کرتے ہوئے) مگر مَیں اس بات کے ڈر سے نہ نکلا کہ تم پر یہ عبادت فرض نہ ہو جائے۔

بعض صحابہ کو اس حد تک عبادت کا شوق و ذوق تھا کہ ساری رات عبادت میں اور دن کو روزہ میں گزارتے لیکن ایسا کرنے سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع فرمایا۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم رات کو عبادت کرتے اور دن کو روزہ رکھتے ہو۔ مَیں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ درست ہے، مَیں ایسا ہی کرتا ہوں۔ اس پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے۔ تیری اہلیہ کا بھی تجھ پر حق ہے بے شک روزہ بھی رکھو۔ افطار بھی کرو۔ عبادت بھی کرو اور سو بھی۔

حضرت عتبان بن مالک انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں اپنی قوم بنی سالم کی امامت کیا کرتا تھا میرے گھر اور ان کے درمیان ایک نالہ تھا۔ بارش ہو جاتی تو میرے لئے یہ نالہ پار کرنا مشکل ہو جاتا اور میری بینائی میں فتور آ گیا تھا۔ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی اس مشکل کا ذکر کر کے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میرے گھر تشریف لا کر ایک جگہ نماز پڑھ کر برکت بخشیں تا کہ مَیں وہ جگہ نماز کے لئے مقرر کر لوں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز حضرت ابو بکرؓ سمیت میرے گھر تشریف لائے۔

اس وقت دن چڑھ چکا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ اللہ اکبر کہاتو ہم لوگوں نے بھی آپ کے پیچھے صف باندھ کر دو رکعتیں پڑھیں۔

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ان کی نانی ملیکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی۔ حضور تشریف لائے اور کھانا تناول فرمایااور پھر ارشاد فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ مَیں تمہیں نماز پڑھاؤں۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ مَیں ایک بوریئے کی طرف گیاجو سیاہ ہو چکا تھا۔ مَیں نے اس پر پانی چھڑکا۔ اسی بوریئے پر آنحضرتؐ کھڑے ہوئے اور مَیں اور ایک اور بچے نے آپ کے پیچھے صف باندھی اور بڑھیا (نانی) نے ہمارے پیچھے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو رکعات نماز پڑھائی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے ایک رات اپنی خالہ حضرت امّ المومنین میمونہؓ کے پاس گزاری۔ جب آدھی رات گزر گئی یا اس سے کچھ پہلے یا اس سے کچھ بعد۔ تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے۔ سورہ آل عمران کی آخر کی دس آیتیں پڑھیں پھر وضو کیا اور نماز تہجد کے لئے کھڑے ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز تہجد ادا کی۔ حضورؐ نے دو دو رکعتیں کرکے نماز تہجد پڑھی اور آخر میں وتر پڑھے۔ پھر لیٹ گئے یہاں تک کہ فجر کی نماز کا وقت ہو گیا۔

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ سخت گرمی کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازیں ادا کیا کرتے تھے۔ گرمی کی شدت اس قدر ہوتی کہ زمین پر پیشانی لگانا مشکل ہو جاتا تو بعض صحابہ کپڑا اچھا کر اس پر سجدہ کرتے۔

بخاری شریف میں بیان ہے کہ صحابہ اذان دینے کے لئے مسابقت کرتے۔ ایک بار حضرت سعد بن ابی وقاص نے ان میں قرعہ بھی ڈالا۔

بعض صحابہ کا یہ طریق تھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد پھر اپنی قوم کے پاس واپس جاتے اور انہیں نماز پڑھاتے۔ چنانچہ حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ

حضرت معاذ بن جبلؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز (فرض) پڑھا کرتے تھے پھر جا کر اپنی قوم میں امامت کرتے اور وہی نماز ان کو پڑھاتے۔

سامعین! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں عورتیں بھی اپنے ربّ کی عبادت بجالانے کے شوق میں مساجد میں جایا کرتی تھیں۔ کیونکہ آنحضورؐ کا ارشاد مبارک تھا کہ عورتوں کو رات کے وقت مسجدوں میں جانے سے نہ روکو۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز میں کئی مسلمان عورتیں بھی چادروں میں لپٹی ہوئی نماز ادا کرتیں۔ پھر (نماز کے بعد) اپنے گھروں کو لوٹ جاتیں (اندھیرے کی وجہ سے) کوئی انہیں نہ پہچانتا۔

ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں دو ستونوں کے درمیان ایک رسی بندھی ہوئی دیکھی۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ کیسی رسی ہے؟ بتایا گیا کہ یہ رسی امّ المومنین زینب نے باندھی ہے۔ جب وہ کھڑی کھڑی عبادت کرتے تھک جاتی ہیں تو اس سے سہارا لیتی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اس رسی کو کھول دو۔ تم میں سے ہر شخص کو اس وقت تک عبادت کرنی چاہئے جب تک نماز میں دل لگا رہے۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک دن بنی اسد قبیلہ کی ایک عورت میرے پاس بیٹھی تھی اتنے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو دریافت فرمایا یہ کون عورت ہے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ یہ فلاں عورت ہے جو رات بھر عبادت کرتی ہے اور سوتی نہیں۔ پھر اس کے نماز پڑھنے کی کیفیت بیان کی۔ اس پر آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ بس اتنا عمل کرو جتنے کی طاقت ہو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو ثواب دینے سے تھکتا نہیں۔ تم ہی (عمل کرتے کرتے) تھک جاؤ گے۔

سامعین! جس دل میں محبت الٰہی ہوتی ہے وہ ربّ ذوالجلال کے خوف سے لرزاں و ترساں رہتا ہے۔ صحابہ کرام کے دل جو محبت الٰہی سے لبریز تھے وہ خدا کی ہیبت و جلال سے لرزاں بھی رہتے تھے۔ حضرت عثمانؓ خوف خداوندی سے اکثر آبدیدہ رہتے۔ موت، قبر اور عاقبت کا خیال ہمیشہ دامنگیر رہتا۔ کوئی جنازہ گزرتا تو کھڑے ہو جاتے اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکل آتے۔ مقبروں سے گزرتے تو رقّت طاری ہو جاتی اور داڑھی تر ہو جاتی۔ لوگ کہتے کہ جنت و دوزخ کے تذکروں سے تو آپ پر اس قدر رقّت طاری نہیں ہوتی۔ آخر مقبروں میں کیا خاص بات ہے کہ انہیں دیکھ کر آپؓ بیقرار ہو جاتے ہیں۔ فرماتے آنحضرتؐ کا

ارشاد ہے کہ قبر آخرت کی سب سے پہلی منزل ہے۔ اگر یہ معاملہ آسانی سے طے ہو گیا تو پھر تمام منزلیں آسان ہیں۔ اگر اس میں دشواری پیش آئی تو تمام مرحلے دشوار ہوں گے۔

حضرت عمرؓ خشیت الٰہی سے لرزاں و ترساں رہتے۔ قیامت کے مواخذہ سے بہت ڈرتے تھے اور ہر وقت اس کا خیال رہتا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ ایک صحابی سے آپؓ نے فرمایا ”تم کو یہ پسند ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسلام لائے، ہجرت کی، جہاد کیا اور نیک اعمال کئے۔ اس کے بدلہ میں دوزخ سے بچ جائیں اور عذاب و ثواب برابر ہو جائے۔ وہ صحابی کہنے لگے۔ خدا کی قسم! ہم نے روزے بھی رکھے، نمازیں پڑھیں بہت سے نیک کام کئے اور ہمارے ہاتھ پر بہت سے لوگ اسلام لائے۔ ہمیں ان اعمال سے اپنے ربّ سے بہت توقعات ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ مجھے تو یہی غنیمت معلوم ہوتا ہے کہ عذاب سے بچ جائیں اور نیکی اور بدی برابر ہو جائیں۔

حضرت ابو بکرؓ کے متعلق یہ روایت بھی آتی ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے اگر آسمان سے ندا آئے کہ ایک آدمی کے سوا تمام دنیا کے لوگ جنتی ہیں تب بھی مواخذہ کا خوف میرے دل پر ہو گا کہ شاید وہ بد قسمت انسان میں ہی ہوں۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے متعلق احادیث میں لکھا ہے کہ جب آپ کوئی سر سبز درخت دیکھتے تو فرماتے۔ کاش! مَیں درخت ہی ہوتا کہ عاقبت کے جھگڑوں سے چھوٹ جاتا۔ کسی باغ سے گزرتے تو چڑیوں کو چہچہاتے دیکھتے تو آہ سرد کھینچ کر فرماتے پرندو! تمہیں مبارک ہو کہ دنیا میں چگتے پھرتے ہو درخت کے سایہ میں بیٹھتے ہو اور قیامت کے روز تمہارا کوئی حساب نہ ہو گا۔ کاش! ابو بکر بھی تمہاری طرح ہوتا۔

سامعین! صحابہ کی روح کی غذا ذکر الٰہی تھی۔ بڑی کثرت سے نمازوں کے علاوہ بھی ذکر الٰہی اور تسبیحات کیا کرتے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ تم دونوں ہر نماز کے بعد دس بار تسبیح دس بار تحمید اور دس بار تکبیر پڑھ لیا کرو اور جب سونے لگو تو 33 بار تسبیح، 33 بار تحمید اور 34 بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کی تلقین فرمائی۔ مَیں نے اس کو چھوڑا نہیں۔

حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ ہر روز بارہ ہزار دفعہ تسبیحات کرتے اور فرماتے: مَیں اپنے گناہوں کے مطابق تسبیحات کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے یہ کہہ کر نماز شروع کی۔

اَللّٰہُ اَکْبَر کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَّ سُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا

یعنی اللہ سب سے بڑا ہے اور سب تعریفیں اسی کے لئے ہیں اور اس کی ذات پاک ہے صبح بھی اور شام بھی۔

نماز کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کلمے خدا کو ایسے پیارے لگے کہ آسمان کے دروازے ان کے لئے وا کردیئے گئے۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد مَیں ہمیشہ یہ مبارک کلمات دہراتا ہوں۔

(مکرم عبدالستار خان صاحب کے ایک مضمون سے اخذ شدہ۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ)

ضضضض

{14} {مشاہدات۔126}

سَر جُھکا بس! مالکِ ارض و سماء کے سامنے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِہٖ نَفْسُہٗ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ

(ق:17)

اور یقیناً ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں کہ اس کا نفس اُسے کیسے کیسے وساوس میں ڈالتا ہے اور ہم اس سے (اس کی) رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

تجھے سب زور و قدرت ہے خدایا
تجھے پایا ہر اک مقصد کو پایا
ہر ایک عاشق نے ہے اک بت بنایا
ہمارے دل میں یہ دلبر سمایا

بھائیو! آج میری تقریر کا عنوان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک شعر کا دوسرا مصرعہ ہے یعنی "سَر جُھکا بس! مالکِ ارض و سماء کے سامنے" یہ شعر مکمل یوں ہے۔

چاہیے تجھ کو مٹانا قلب سے نقشِ دوئی
سَر جُھکا بس! مالکِ ارض و سماء کے سامنے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے اللہ کی شان میں لکھے گئے اپنے اِس منظوم کلام میں ایک مومن کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہر مومن کو اپنے دل سے اللہ کے سوا جو بھی دوسرا وجود موجود ہے اسے دور ہٹا دینا چاہیے اور ہمیشہ خدائے واحد و یگانہ کے آگے سر جھکا کر زندگی بسر کرنی چاہیے۔ اللہ ہی سب

سے بڑا ہے اور الوہیت ہی سپریم ہے۔ اُسی اللہ نے ہر چیز پیدا کی، دنیا کی کائنات کو بنایا وہ خالق اور ہم اُس کی مخلوق ہیں۔ مخلوق ہی کو اپنے خالق کے سامنے سر جھکانا ہے۔ سر جھکانے کے الفاظ میں بھی ایک بڑی حکمت ہے اور وہ یہ ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب، سوسائٹیوں، تہذیبوں اور کلچرز میں کسی سے مؤدب ملنے میں سر جھکانا پڑتا ہے اور یہ اطاعت، فرمانبرداری اور وفاداری کی علامت ہے۔

یہی وہ سبق ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صِبْغَۃَ اللّٰہِ ۚ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً ۫ وَّ نَحْنُ لَہٗ عٰبِدُوْنَ (البقرہ:139) کے الفاظ میں دیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ

اللہ کا رنگ پکڑو اور رنگ میں اللہ سے بہتر اور کون ہو سکتا ہے۔ ہم تو اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔

سامعین! اب دیکھیں! جہاں ایک مومن کو اللہ کی صفات اپنانے کی تلقین کی گئی ہے وہاں ساتھ ہی اس طرف بھی عٰبِدُوْنَ کے الفاظ کہہ کر مومن کو توجہ دلائی کہ تمہارا کام عبد بننا ہے۔ دوسرے معنوں میں سر جھکا کر رکھنا ہے۔

اس مضمون کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہ (مسلم) کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ اے لوگو! تم اپنے اخلاق کو خدا کے اخلاق کے مطابق بناؤ۔

اللہ تعالیٰ نے عبودیت کے مضمون کو سورۃ الروم کی آیت 31 میں یوں بیان فرمایا ہے:

فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْہَا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی فطرت پر پیدا کیا ہے۔ اس مضمون کو تربیت اولاد کی اس حدیث کے ساتھ ملا کر پڑھیں جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بچے کو فطرت پر پیدا کرتا ہے۔ والدین ہی اسے یہودی، نصرانی اور مسلمان بناتے ہیں۔(بخاری)

فطرت کے لفظ کو اگر لغت میں دیکھیں تو پتا چلتا ہے کہ فطرت اُن صفات کا نام ہے جو ہر بچے میں اُس کی ابتدائے خِلقت کے وقت ودیعت کی جاتی ہے۔ گویا کہ بچہ فطرتاً اللّٰہُ اَحَدٌ کی صدا بلند کرتا ہے۔ ماحول اور معاشرہ کے رنگ اُسے جھوٹ بولنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی نام "اللہ" کے علاوہ اُس کے ننانوے نام ہیں۔ جو شخص بھی اِن صفات کو مد نظر رکھے گا اور اُن کا مظہر بننے کی کوشش کرے گا وہ جنت

میں داخل ہو گا۔ (ترمذی کتاب الدعوات)

پھر ایک اور موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خَلَقَ اللّٰہُ آدَمَ علٰی صُورَتِہٖ

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 40)

جو لوگ اپنے خالق سے عدم اطاعت کا سلوک کرتے ہیں اور گستاخی سے پیش آتے ہیں اُن کے متعلق بھی ایک حدیث قدسی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ میری تکذیب کرتا ہے حالانکہ اُسے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ وہ مجھے گالیاں دیتا ہے حالانکہ اُسے ایسا کرنے کا حق نہیں تھا۔ مجھے جھٹلانے سے مراد یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ ہمیں اس طرح پیدا نہیں کر سکتا جس طرح اس نے ہمیں پہلے پیدا کیا اور گالی دینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنا بیٹا بنایا ہے حالانکہ میری ذات **صمد** یعنی بے نیاز ہے۔ نہ میرا کوئی بیٹا ہے اور نہ میں کسی کا بیٹا ہوں اور نہ میرا کوئی ہمسر ہے۔ (حدیقۃ الصالحین صفحہ 36،37)

حاضرین! آج تقریر کے عنوان میں جو مضمون بیان ہوا ہے اس کی تفصیل میں جانے سے قبل ایک اور اہم حدیث آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے میرے بندو! مَیں نے اپنی ذات پر ظلم حرام کر رکھا ہے۔ تم سب گم گشتہ راہ ہو سوائے اُن لوگوں کے جن کو میں صحیح راستہ کی ہدایت دوں۔ پس مجھ سے ہدایت طلب کرو۔ مَیں تمہیں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے اِس کے جس کو مَیں کھانا کھلاؤں۔ پس مجھ سے ہی رزق طلب کرو۔ مَیں تم کو رزق دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو سوائے اس کے جس کو میں لباس پہناؤں۔ پس مجھ سے لباس مانگو میں تمہیں لباس پہناؤں گا۔ اے میرے بندو! تم دن رات غلطیاں کرو تو بھی مَیں تمہارے گناہ بخش سکتا ہوں۔ پس مجھ سے ہی بخشش مانگو۔ مَیں تمہیں بخش دوں گا۔ اے میرے بندو! تم مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے کہ نقصان پہنچانے کا ارادہ کرو اور نہ ہی تم مجھے نفع پہنچانے کی کوشش کرو۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے سب اگلے اور پچھلے جنؒ و انس سب کے سب

اول درجہ کے متقی اور پرہیز گار بن جائیں اور اس شخص کی طرح بن جائیں جو تم میں سے سب سے زیادہ تقویٰ رکھتا ہے۔ تو تمہارا ایسا ہو جانا بھی میری بادشاہت میں ایک ذرہ بھر اضافہ نہیں کر سکتا۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے سب اگلے اور پچھلے جن و انس تم میں سے جو سب سے زیادہ بدکار ہے اس کے قلبِ بدنہاد کی طرح ہو جائیں تو بھی میری بادشاہت میں کسی چیز کی کمی نہیں کر سکتے۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے سب اگلے اور پچھلے جن وانس ایک میدان میں اکٹھے ہو جائیں اور مجھ سے حاجات مانگیں اور میں ہر ایک انسان کی حاجات پوری کر دوں تو بھی میرے خزانوں میں اتنی بھی کمی نہیں آئے گی جتنی سمندر میں سُوئی ڈال کر اس کو باہر نکالنے سے سمندر کے پانی میں کمی آتی ہے۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جن کا میں نے حساب کیا ہے۔ میں تم کو ان کا پورا پورا بدلہ دوں گا۔ پس جس شخص کا اچھا نتیجہ نکلے وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ اور جو شخص اس کے علاوہ کوئی اور چیز پائے۔ یعنی ناکامی کا منہ دیکھے تو وہ اپنی ہی ذات کو ملامت کرے کہ اس کی اپنی ہی بد عملی کا نتیجہ ہے۔ (حدیقۃ الصالحین صفحہ 38،39)

چشمہ خورشید میں موجیں تیری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشہ ہے تیری چمکار کا

سامعین! اب جہاں تک مالک ارض و سماء کا تعلق ہے یہ وہ مبارک ہستی ہے جس کا ذکر اپنی صفات کے ساتھ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائی ہے۔ جو واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن ہے۔ وہی ہے جس کی ذات باقی رہنے والی ہے، اس کا تمام دنیا میں بادشاہت ہے۔ اللہ اولاد کی ضرورت سے پاک ہے، وہ تولید کے نظام سے کلیتہً پاک ہے۔ وہ ہر عیب سے پاک ہے۔ اُس کی نہ بیوی ہے نہ کوئی بیٹا، اُس کو نہ اُونگھ پکڑتی ہے نہ نیند۔ اس کو کھانے کی کوئی حاجت نہیں۔ ان صفات کے ہوتے یہی ہستی عبادت اور پرستش کے لائق ہے۔ (خلاصہ احکامات الٰہیٰ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے

لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔اے محرومو!اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔"

(کشتی نوح،روحانی خزائن جلد19 صفحہ 21-22)

معزز بھائیو! ہمارے ایشیائی معاشرے میں ایک مسلمان اللہ اور اللہ اکبر کی صدائیں تو بہت بلند کرتا ہے مگر عملی اعتبار سے اس نے اپنے اندر،اپنے دل کے اندر بے شمار خدا پال رکھے ہیں۔شادی بیاہ کے موقع پر وہ ایسی غیر اسلامی رسومات کی بجاآوری کر رہا ہوتا ہے کہ غیر اللہ کی نفی کرتے ہوئے عملاً یہ کہہ رہا ہے کہ اگر میں نے ایسا نہ کیا تو لوگ کیا کہیں گے ؟اسی طرح وفات یا کسی کی موت پر جو رسومات بجالاتے ہیں۔قبروں پر سجدے کرتے ہیں اُن کی پوجا کرتے ہیں یہ دراصل شرک ہی ہے جس کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اس شعر میں کیا ہے۔

چاہیے تجھ کو مٹانا قلب سے نقش دوئی
سر جھکا بس مالک ارض و سما کے سامنے

ایشیائی معاشرے میں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ رشوت پر اس حد تک اعتبار ہے اگر نہ دی تو گذارہ نہیں ہو گا۔دھوکہ بھی اسی غرض سے دیتے ہیں کہ اگر دھوکہ سے کام نہ لیا تو زندگی نہیں چل سکتی۔ہم بھوکے مر جائیں گے۔ان تمام حالات میں مالکِ ارض و سماء کے سامنے سر ہی جھکانا ہے اور دل کو نقشِ دوئی سے پاک کرنا ہے۔مشرق میں بسنے والے احمدی اپنی مذہبی مشکلات کی دوری کی خاطر مغربی دنیا کی طرف ہجرت کر آتے ہیں اور اپنے کیسسز کو یقینی بنانے کے لیے بعض دفعہ جھوٹی باتیں بھی involve کر دیتے ہیں۔جو غلط ہے۔یہ خیالی بت ہے جو وہ اپنے اندر پالتے ہیں۔ایسے مواقع پر جن لوگوں نے مالکِ ارض و سماء کے سامنے سر جھکا کر دعائیں کیں۔اُس خدا کی ذات پر مکمل بھروسہ اور کامل یقین رکھا۔وہ جو کامل اور جامع صفات کی طرف جھکے وہی کامیاب ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ

(الانعام:104)

آنکھیں اس کو نہیں پا سکتیں ہاں وہ خود آنکھوں تک پہنچتا ہے اور وہ بہت باریک بین اور ہمیشہ باخبر رہنے والا ہے۔

اس کی تشریح حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ نے کی ہے وہ یہ ہے کہ

”یعنی انسانی بصارت خدا تک پہنچنے اور اس کا علم اور عرفان حاصل کرنے سے عاجز ہے۔ اس لیے خدا نے یہ انتظام کیا ہے کہ وہ خود اپنے آپ کو انسانی بصارت تک پہنچاتا ہے یعنی خود ایسا انتظام فرماتا ہے کہ انسان خدا کا علم اور عرفان حاصل کر سکے۔ کیونکہ اگر خدا لطیف ہونے کی وجہ سے انسان کی ظاہری نظر کی پہنچ سے باہر ہے تو وہ خبیر بھی تو ہے اور جانتا ہے کہ انسان کی روحانی زندگی میرے عرفان کے بغیر ممکن نہیں۔ پس وہ خود اپنی طرف سے ایسے سامان پیدا کرتا ہے کہ اس کے لطیف اور پوشیدہ ہونے کے باوجود انسان کو خدا کا عرفان حاصل ہو سکے۔

گویا لَا تُدۡرِکُہُ الۡاَبۡصَارُ کے مقابل میں خدا کی صفت لطیف کو رکھا گیا ہے تا یہ ظاہر ہو کہ عقل کے ذریعہ خدا کا ادراک اس لیے ناممکن ہے کہ وہ لطیف ہے اور وَہُوَ یُدۡرِکُ الۡاَبۡصَارَ کے مقابل میں صفت خبیر کو رکھا گیا ہے یعنی یہ کہ خدا خود اپنی شناخت کا انتظام کرتا ہے کیونکہ وہ خبیر ہے گویا اللہ تعالیٰ کی دو مقدم الذکر صفات یعنی لَا تُدۡرِکُہُ الۡاَبۡصَارُ ۫ وَہُوَ یُدۡرِکُ الۡاَبۡصَارَ اس کی دو موخر الذکر صفات یعنی الطیف اور الخبیر کا علی الترتیب طبعی نتیجہ ہیں۔“

(ہمارا خدا۔ صفحہ 41)

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اُس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

سامعین! آج کی تقریر کے عنوان کو دوسرے مصرعہ کے ساتھ غور سے پڑھیں تو ایک روحانی لطف جہاں دوبالا ہو جاتا ہے وہاں ایک اور قرآنی آیت کی طرف توجہ مبذول ہو کر ایک لطیف مضمون کی طرف توجہ دلاتی ہے۔ جیسے سورۃ الذاریات آیت 22 کے یہ الفاظ وَفِيٓ اَنۡفُسِكُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ کہ اے لوگو! تمہیں اِدھر اُدھر جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تمہارے تو خود اپنے نفسوں میں خدائی آیات موجود ہیں جس کو تم دیکھنے کی زحمت تو کرو۔

حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ اپنی معرکتہ آراء کتاب "ہمارا خدا" میں اس آیت کو درج کر کے یہ چند سطور تحریر فرمائی ہیں جن کا آج میری تقریر سے بہت گہرا تعلق ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

دل کے آئینہ میں ہے تصویرِ یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

اس شاعر نے تو نہ معلوم کس خیال سے یہ شعر کہا ہو گا لیکن اس میں شک نہیں کہ خدا نے اپنی تصویر ہر انسان کے دل میں منقوش کر رکھی ہے مگر متکبر انسان اپنی گردن کو جھکانے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ خدا نے ہر انسان کی فطرت کے اندر اپنے عشق کی چنگاری مرکوز کی ہے مگر کم ہیں جو اس آگ کو بجھنے سے بچاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

تو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
جس سے ہے شورِ محبت عاشقا بِزار کا
ایک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا
جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا
شور کیسا ہے ترے کوچے میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

(ہمارا خدا صفحہ 56-57)

میرے پیارے بھائیو! تقریر کے عنوان میں درج مکمل شعر پر مزید غور کر کے لطف اٹھائیں تو خدا کی موجودگی اور ہستی باری تعالیٰ پر حق الیقین والی کیفیت کو بھی اسی تقریر کا حصہ بنانا ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مثال کے ساتھ اس مضمون کو یوں سمجھایا ہے کہ اگر دور سے دھواں اٹھتا نظر آئے تو ہم تصور کرتے ہیں آگ لگی ہوگی۔ یہ علم الیقین ہے۔ پھر ذرا قریب گئے اور آگ لگی ہوئی دیکھی تو یہ عین الیقین کا درجہ ہے پھر جب قریب جا کر آگ میں داخل ہوگئے تو یہ حق الیقین کا درجہ ہے۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 431)

یہی کیفیت ایک مومن کی اللہ تعالیٰ کے بارہ میں حق الیقین تک پہنچے درجہ تک ہونی چاہیے تا کہ جب بھی اُس بالا ہستی کے سامنے سر جھکایا جائے تو حق الیقین سے کہا جا سکے کہ یہ میری مرادیں پوری ہوں گی۔ یہی وہ مضمون ہے جو کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ (المجادلہ:22) میں بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مقدر کر لیا ہے کہ وہ اور اُس کے رسول ہمیشہ غالب رہیں گے۔

سامعین! ہماری جماعت پر بعض ممالک میں جو مشکلات اور مصائب کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں اس میں ہمیں یقین ہے کہ اللہ اور اس کا رسول غالب آئیں گے لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنا سر اُس خدا کے سامنے جو مالک ارض و سماء ہے جھکائیں اور اس طرح اپنے گناہوں کی معافی مانگیں جس طرح حضرت یونس علیہ السلام نے تین دن پوری طرح محو ہو کر مانگی تھی۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ہستی باری تعالیٰ پر کامل یقین رکھیں اور اُس ہستی سے ہم ہر ضرورت میں مدد مانگیں، دعا کریں کہ ہر بدی کے ارتکاب سے وہ ہمیں محفوظ رہنے کی توفیق دے، ہر نیکی کی طرف ہمیں رغبت دے اور ہمیں اطمینان قلب حاصل ہو۔ اے اللہ! تُو ایسا ہی کر۔ آمین

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے:

”خدا ایک پیارا خزانہ ہے اُس کی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے تم بغیر اُس کے کچھ بھی نہیں اور نہ تمہارے اسباب اور تدبیریں کچھ چیز ہیں .... اگر تمہیں آنکھ ہو تو تمہیں نظر آ جائے کہ خدا ہی خدا ہے اور سب ہیچ ہے۔“ (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 22)

دیکھتا ہوں اپنے دل کو عرشِ رب العالمیں
قرب اتنا بڑھ گیا جس سے ہے اترا مجھ میں یار

لوگ کچھ باتیں کریں میری تو باتیں اور ہیں
میں فدائے یار ہوں گو تیغ کھینچے صد ہزار

ضضضض

{15} {مشاہدات۔163}

استغفار نہ کرنے والا بے ادب دہریہ ہے

اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے:

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ۔وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِي دِينِ الله أَفْوَاجًا۔فَسَبِّحْ بِحَمْدِرَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا (النصر:2-4)

کیا تضرّع اور توبہ سے نہیں ٹلتا عذاب
کس کی یہ تعلیم ہے دِکھلاؤ تم مجھ کو شتاب

آج میری تقریر کا عنوان ہے: **استغفار نہ کرنے والا بے ادب دہریہ ہے**

معزز بھائیو! اسلامی اصطلاحات میں سے ایک اصطلاح اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ ہے جس کو استغفار اور توبہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد بار مومنوں کو اپنی سابقہ غلطیوں پر توبہ واستغفار کرنے اور آئندہ ایسی غلطیوں کو دہرانے سے باز رہنے کا حکم دیا ہے۔ جیسے وَاسۡتَغۡفِرُوا اللّٰہَ اور اللہ سے بخشش مانگو۔ (البقرہ:200)

وَ بِالۡاَسۡحَارِ ہُمۡ یَسۡتَغۡفِرُوۡنَ اور صبحوں کے وقت بھی وہ استغفار میں لگے رہتے تھے۔ (الذّٰریات:19)

بلکہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اپنی لغزشوں کی بخشش کے لئے استغفار کرنے کی تلقین فرمائی بلکہ مومنوں کے لئے مغفرت طلب کرنے اوران کے لئے بخشش کی دُعاکرنے کی نصیحت بھی فرمائی۔ جیسے فرمایا:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ (محمد:20)

ترجمہ: اور اپنی لغزش کی بخشش طلب کر۔

پھر فرمایا:

فَاعْفُ عَنْھُمْ وَاسْتَغْفِرْلَھُمْ (آل عمران:160)

ترجمہ: پس ان سے دَرگزر کراوران کے لئے بخشش کی دعاکر۔

کتب احادیث میں بھی استغفار کی بہت زیادہ فضیلت اور تاکید بیان ہوئی ہے۔ بلکہ اس توبہ واستغفار کو اللہ تعالیٰ کے بارہ میں حسنِ ظن کے ساتھ باندھ دیاہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتاہے جتنا کوئی آدمی جنگل بیابان میں (کھانے پینے سے لدا) گمشدہ اونٹ کے مل جانے پر خوش ہوتاہے۔ (بخاری کتاب الدعوات)

معزز بھائیو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سابقہ امتوں میں سے مغفرت کا یہ واقعہ بڑے ذوق وشوق سے صحابہؓ کو سُناکر استغفار کی جہاں تلقین فرمایاکرتے تھے وہاں اپنے خدا کے رحم اور انسانیت سے پیار کے ذکر پر بھی محظوظ ہوتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایاکرتے تھے کہ تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک آدمی نے 99 قتل کئے۔ آخر اس کے دل میں ندامت پیدا ہوئی۔ اس نے ایک بزرگ عالم سے رابطہ کرکے اس گناہ سے توبہ بارے میں پوچھا۔ جس نے اسے ایک تارک الدنیا زاہد کے بارہ میں بتایا۔ وہ شخص اس کے پاس آیا اور توبہ بارے پوچھا۔ اس نے جواباً کہا کہ اس شخص کی توبہ کیسے قبول ہوسکتی ہے جس نے 99 قتل کئے ہوں۔ اس پر اس شخص نے اس عابدوزاہد کو بھی قتل کرکے اپنی سنچری مکمل کی۔ پھر اسے ندامت ہوئی۔ اسے ایک اور عالم کا پتہ بتایا گیا جس سے اس نے اپنی توبہ بارے سوال کیا۔ اس عالم نے کہا کہ کیوں نہیں توبہ قبول ہوسکتی ہے۔ تم فلاں ایک بزرگ کے پاس جاؤ۔ وہ عبادت اور خدمتِ دین میں مصروف ہوں گے۔ وہ انسانیت کا قاتل

اس بزرگ کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ آدھے راستے میں اسے موت نے آلیا۔ تب اس کے بارہ میں رحمت اور عذاب کے فرشتے جھگڑنے لگے۔ رحمت کے فرشتوں نے اسے جنت لے جانے کی کوشش کی کہ اس نے توبہ کرلی تھی اور عذاب کے فرشتے یہ کہتے رہے کہ اس نے نیکی کا کوئی کام نہیں کیا۔ یہ کیسے بخشا جاسکتا ہے؟ اس پر ایک فرشتہ انسانی صورت میں نمودار ہوا جسے ان دونوں قسم کے فرشتوں نے اپنا ثالث مقرر کرلیا۔

اس نے دونوں کی باتیں سن کر کہا کہ جدھر سے یہ شخص آرہا تھا اور جدھر جارہا تھا دونوں ناپ لیں۔ اگر طے شدہ فاصلہ زیادہ ہے تو جنت کو فرشتے لے جائیں۔ جب ناپا گیا تو منزل مقصود والا فاصلہ چھوٹا پایا گیا اور رحمت کو فرشتے اسے جنت میں لے گئے۔ (مسلم کتاب التوبۃ باب قبول توبۃ)

بلکہ ایک روایت میں ہے کہ طے شدہ فاصلہ کم تھا۔ فرشتوں نے اسے کھینچ کر لمبا کر دیا کیونکہ یہ شخص توبہ کرچکا تھا اور خدا کو صدقِ دل سے کی گئی توبہ بہت پسند ہے۔

انسان غلطیوں کا پُتلا ہے اور روزانہ انجانے میں انسان بیسیوں غلطیاں کرجاتا ہے۔ وہ ان پر توبہ بھی کرتا ہے، استغفار بھی کرتا ہے مگر وہ غلطیاں نہ چاہتے ہوئے بھی دوبارہ سرزد ہوجاتی ہیں۔ مگر خدا غفور ورحیم ہے۔ وہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے اور بار بار کرتا ہے۔ اس لئے ہمیں اپنی روٹین میں استغفار کو حرزِ جان بنانا چاہئے۔

معزز بھائیو! حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''استغفار کے اصل معانی تو یہ ہیں کہ یہ خواہش کرنا کہ مجھ سے کوئی گناہ نہ ہو یعنی میں معصوم رہوں اور دوسرے معانی جو اس کے نیچے درجے پر ہیں کہ میرے گناہ کے بدنتائج جو مجھے ملنے ہیں ان سے محفوظ رہوں'' (تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد اوّل صفحہ 685)

پھر فرمایا:

''روحانی سرسبزی کے محفوظ اور سلامت رہنے کے لئے یا اس سرسبزی کی ترقیات کی غرض سے حقیقی زندگی کے چشمہ سے سلامتی کا پانی مانگنا۔ یہی وہ امر ہے جس کو قرآن کریم دوسرے لفظوں میں استغفار کے نام سے موسوم کرتا ہے۔'' (نورالحق نمبر 1، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 357)

استغفار کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے حضورؑ فرماتے ہیں:

”میرے نزدیک تو استغفار سے بڑھ کر کوئی تعویذ اور کوئی احتیاط و دوا نہیں۔ استغفار بہت پڑھا کرو۔ انسان کے واسطے غموں سے سُبک ہونے کے واسطے یہ طریق ہے۔ استغفار بہت کرو۔ اس سے گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اولاد بھی دے دیتا ہے۔“ (تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد اوّل صفحہ 688)

تمام خلفاء استغفار کی طرف احبابِ جماعت کو توجہ دلاتے رہے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:

”ہر عبادت کے بعد استغفار کا حکم ہے۔ دیکھو! بڑی عبادت سجدہ ہے اور سجدہ کے بعد پڑھا جاتا ہے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِی وَارْحَمْنِی وَعَافِنِی۔ ایسا ہی جب نماز سے فارغ ہو جائیں تو استغفار پڑھتے ہیں۔ اسی طرح بیان فرمایا کہ جب حج کی عبادت ختم ہونے کے قریب آئے تو استغفار پڑھو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مجلس سے اٹھتے تو (70 سے 100 بار) تک استغفار پڑھتے۔“ (حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ 337-338)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”اگر تم اللہ تعالیٰ سے یگانگت پیدا کرنا چاہتے ہو اور تمہارے رستہ میں ایسی رکاوٹیں ہیں کہ جن کی وجہ سے خدا تک پہنچنا تمہارے لئے ناممکن ہو گیا ہے تو اُن کو دور کرنے کا یہ طریق ہے کہ پہلے تم اپنے رب سے غفران (یعنی بخشش) مانگو۔ یعنی گناہوں کی وجہ سے جو تمہارے دلوں پر زنگ لگ گئے ہیں اور وہ خدا تک تمہیں نہیں پہنچنے دیتے ان کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی اعانت طلب کرو اور اس سے دعائیں کرو کہ وہ تمہارے زنگوں کو دور کر دے۔“ (تفسیر کبیر جلد 3 صفحہ 144)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”استغفار کے صحیح معنی جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے بیان کیے ہیں یہ ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کرے کہ اس کی بشری کمزوریوں کو اللہ ڈھانک دے اور دبا دے اور اُبھریں نہ!!! اور ظاہر نہ ہوں۔ تو ایسا شخص جو اپنی فطرت کو اور اپنے نفس کو پہچانتا ہے اور اس کی فطری کمزوریوں کی معرفت رکھتا

ہے وہ شخص تکبر کو جہنم کی جڑ سمجھتا ہے اور جنت اور خدا کی رضا کے حصول کے لیے بے نفسی کی زندگی گزارتا ہے وہ ہر وقت اپنے ربّ کے حضور جھکا رہتا ہے اور ہر آن اُس سے یہ درخواست کرتا ہے کہ اے میرے ربّ! میرے اندر کوئی کمال نہیں تو میری استعداد کے مطابق مجھے کمال دے۔ میرے اندر کوئی روشنی نہیں لیکن میں روشنی سے محبت رکھتا ہوں تُو نور کے سامان میرے لیے پیدا کر دے میں جاہل ہوں علم کا کوئی دعویٰ نہیں رکھتا لیکن اِس یقین پر قائم ہوں کہ تُو ہر علم کا سرچشمہ ہے اس چشمہ سے مجھے سیراب کر اور جو شخص جتنا استغفار کو اپنا شعار بناتا چلا جائے وہ اُتنا ہی اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آجاتا ہے اور شیطانی حملوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔" (خطبات ناصر جلد اوّل، صفحہ 964، خطبہ جمعہ 17 نومبر 1967ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"استغفار کا معنی گناہوں سے بخشش کے معنوں میں بھی آتا ہے جس طرح کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے عرفان کے نتیجہ میں اس معنی کو پایا اور ہمارے سامنے بیان کیا۔ وہ یہ نہیں ہے کہ محض معافی مانگی جائے بلکہ بخشش طلب کی جائے ایک خاص جذبہ کے ساتھ۔ ایسا جذبہ جو روح کی پنہائیوں تک اثر انداز ہونے والا ہو۔ ایسا جذبہ جو بعض دفعہ جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ ایک ایسا جذبہ جس کے نتیجہ میں انسان کا وجود کانپنے لگے اور اس طرح اس کی بدیاں جھڑ جائیں جس طرح خشک پتے ہوا کے جھونکوں سے جھڑ جایا کرتے ہیں اور اس کی نیکیاں قائم رہیں اور یہ ارادے دل سے بلند ہوں کہ آئندہ میں بدیوں کے قریب نہیں جاؤں گا اور استغفار ان معنوں میں انسان کرے کہ اے اللہ! مجھے بدیوں سے آئندہ محفوظ رکھنا اور میرے پچھلے گناہ معاف فرما دے۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ ایسے انسان کی بخشش فرما دیتا ہے اور اس لحاظ سے چونکہ وہ مالک ہے اس لیے کوئی گناہ کا درجہ یا مرتبہ اس کی کمیت اور کیفیت خدا کی بخشش کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتے۔" (خطبات طاہر جلد 3 صفحہ 143)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"**اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی استغفار اور توبہ قبول کرنے والا ہے** بشرطیکہ وہ سچی توبہ ہو، صرف منہ سے الفاظ ہی نہ ادا ہو رہے ہوں۔ قرآن کریم میں اس بات کا مختلف جگہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ سچی توبہ کرنے والوں کو مال و اولاد سے نوازتا ہے (نوح:13)، عذابِ الٰہی سے بچنے کے لیے ایک ذریعہ ہے۔ استغفار

کرنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت جذب کرنے والا بنتا ہے۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے استغفار کرنے والوں کو خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا کہ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا (النساء:65)وہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا پاتے ہیں لیکن شرط یہی ہے کہ حقیقی استغفار ہو، سچی توبہ ہو۔ ایک حدیث میں آتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ **گناہ سے سچی توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔**

جب اللہ تعالیٰ کسی انسان سے محبت کرتا ہے تو گناہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یعنی گناہ کے محرکات اسے بدی کی طرف مائل نہیں کر سکتے اور بدی کے نتائج سے اللہ تعالیٰ اسے محفوظ رکھتا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی کہ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ (البقرة:223) اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! توبہ کی علامت کیا ہے۔ کس طرح پتہ لگے گا صحیح توبہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ندامت اور پشیمانی علامتِ توبہ ہے۔ (کنز العمال جزء 4 صفحہ 261 کتاب التوبۃ حدیث 10428 مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت 1985ء)

پس حقیقی توبہ کرنے والا حقیقی پشیمانی اور ندامت دکھا کر جہاں گناہوں سے پاک ہوتا ہے وہاں اسے اللہ تعالیٰ کی محبت بھی ملتی ہے۔ بار بار اللہ تعالیٰ کے رحم سے حصہ پاتا ہے۔" (خطبہ جمعہ 25 اگست 2023ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"جب انبیاء کی یہ حالت ہو کہ وہ ہر وقت استغفار کرنے، ہر وقت اپنے رب سے اس کی حفاظت میں رہنے کی دعا کرتے ہیں تو پھر ایک عام آدمی کو کس قدر اس بات کی ضرورت ہے کہ اس سے جو روزانہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں غلطیاں ہوتی ہیں یا ہو سکتی ہیں ان سے بچنے کے لئے یا ان کے بد اثرات سے بچنے کے لئے استغفار کرے۔ اور اگر پہلے اس طرف توجہ ہو جائے تو بہت سی غلطیوں اور گناہوں سے انسان پہلے ہی بچ سکتا ہے۔ پس اس بات کی بہت زیادہ ضرورت ہے کہ ہم اس طرف توجہ دیں۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے مومن بندوں کی توبہ قبول کرنے، ان کی بخشش کے سامان پیدا کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہے۔ اور قرآن کریم نے بیسیوں جگہ

مغفرت کے مضمون کا مختلف پیرایوں میں ذکر کیا ہے، کہیں دعائیں سکھائی گئی ہیں کہ تم یہ دعائیں مانگو تو بہت سی فطری اور بشری کمزوریوں سے بچ جاؤ گے۔ کہیں یہ ترغیب دلائی ہے کہ اس طرح بخشش طلب کرو تو اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنو گے۔ کہیں بشارت دے رہا ہے، کہیں وعدے کر رہا ہے کہ اس اس طرح میری بخشش طلب کرو تو اس دنیا کے گند سے بچائے جاؤ گے اور میری جنتوں کو حاصل کرنے والے بنو گے۔ کہیں یہ اظہار ہے کہ میں مغفرت طلب کرنے والوں سے محبت کرتا ہوں۔ غرض اگر انسان غور کرے تو اللہ تعالیٰ کے پیار، محبت اور مغفرت کے سلوک پر اللہ تعالیٰ کا تمام عمر بھی شکر ادا کرتا رہے تو نہیں کر سکتا۔ ہماری بد قسمتی ہو گی کہ اگر اس کے باوجود بھی ہم اس غفور رحیم خدا کی رحمتوں سے حصہ نہ لے سکیں اور بجائے نیکیوں میں ترقی کرنے کے برائیوں میں دھنستے چلے جائیں۔ پس اللہ تعالیٰ سے ہر وقت اس کی مغفرت طلب کرتے رہنا چاہئے۔ وہ ہمیشہ ہمیں اپنی مغفرت کی چادر میں لپیٹے رکھے اور ہمیں ہر گناہ سے بچائے اور گزشتہ گناہوں کو بھی معاف فرماتا رہے۔ (خطبہ جمعہ 14؍ مئی 2004ء)

اسلامی تعلیمات اور کتب میں استغفار اور توبہ کے فضائل اور برکات اور اہمیت سے متعلق بہت کچھ لکھا اور کہا گیا ہے۔ ایک مختصر سے مضمون اور آرٹیکل میں ان سب کا بیان تو بہت مشکل ہے۔ یہاں صرف یہ اشارۃً بتانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی اصطلاحات کے استعمال پر مضامین کی جو سیریز خاکسار نے شروع کر رکھی ہے اس کے مطابق اَسْتَغْفِرُ اللہ کو بھی ایک اسلامی اصطلاح بتا کر بار بار پڑھنے اور اپنی زندگی کا اسے حصّہ بنانے کی طرف ترغیب دلانا مقصود ہوتا ہے۔ بلاشبہ استغفار گناہوں کے مٹانے کا باعث بنتا ہے اور جب گناہ بھسم، بند ہو جائیں تو پھر انسان بے شمار برکات و فیوض کا وارث ٹھہرتا ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن و احادیث میں مختلف اذکار کا ذکر ملتا ہے۔ اگر استغفار پڑھا جائے تو کیا دیگر اذکار کو نہ پڑھا جائے؟ یا کم پڑھا جائے؟ اس پر تو کوئی بحث نہیں۔ اسلامی تعلیمات میں بیان تمام اذکار کی اہمیت اپنی اپنی جگہ پر ہے اور اس کی برکات بھی انسان کو ملنے والی ہیں، ان اذکار کو ایسے ہی کہا جا سکتا ہے کہ انسان مختلف خوشبوؤں والے صابن یا لوشن سے نہاتا ہے۔ صاف ستھرے کپڑے پہنتا ہے، پھر ان پر پرفیوم بھی لگا دیتا ہے تو روحانی غسل کے لئے یہ تمام اذکار انسان کو صاف ستھرا بنانے کے لئے ہیں۔

احادیث اور کتب سلفیہ میں استغفار کے لئے مختلف الفاظ مذکور ہیں۔ اس موقع پر ایک ایسا استغفار دیا جارہا ہے جس کے ساتھ ایسے الفاظ ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اگر ترازو کے ایک پلڑے میں تمام دنیا اور دوسرے میں یہ الفاظ رکھ دیئے جائیں تو یہ پلڑا بھاری ہو گا۔

تُو تو خود واقف ہے میرے حال کا
میرے مولا میں کسی قابل نہیں
کیا نہ رحم آئے گا تیرا جوش میں؟
کیا پُکاریں اپنی جائیں گی یُوں نہیں
مَغفِرت اے میرے مالک مَغفِرت
المدد! اے میرے خیرُ النَّاصِرِیں
میرے اِن الفاظ میں تاثیر ڈال
اور اجابت سے انہیں کر دے قریں

معزز بھائیو! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے یہ فرمایا کرتے تھے:

"سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ۔ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ! میں آپؐ کو دیکھتی ہوں کہ آپؐ بکثرت کہتے ہیں: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ۔ تو آپؐ نے فرمایا: میرے رب نے مجھے خبر دی ہے کہ میں جلدی ہی اپنی امت میں ایک نشانی دیکھوں گا اور جب میں اس کو دیکھ لوں تو بکثرت کہوں: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ تو (وہ نشانی) میں دیکھ چکا ہوں۔ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ۔ فتح مکہ۔ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِي دِينِ اللهِ أَفْوَاجًا۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِرَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا جب اللہ کی نصرت اور فتح آ پہنچے (یعنی فتح مکہ) اور آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوتے دیکھ لیں تو اپنے پروردگار کی حمد کے

ساتھ اس کی پاکیزگی بیان کریں اور اس سے بخشش طلب کریں بلاشبہ وہ توبہ قبول فرمانے والا ہے۔“
(صحیح مسلم)

جون 2012ء میں دورہ امریکہ کے دوران ایک طالبہ نے حضرت خلیفہ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے پریشانیوں کے ازالہ کے حوالہ سے سوال کیا تو آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

”سوسائٹی میں، اپنے گھر میں، اپنے سسرال والوں کے ساتھ اور اپنے ماحول میں جو بھی بے چینیاں اور پریشانیاں پیدا ہوں وہ استغفار کرنے اور لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھنے سے دور کی جاسکتی ہیں۔“ (الفضل انٹرنیشنل 17۔اگست 2012ء)

آج دنیا جس تکلیف دہ، مہلک و متعدی بیماری (وائرس) سے گزر رہی ہے، ہزاروں کی تعداد میں ہلاکتیں ہو چکی ہیں اور اس کے مستقبل کے بارہ میں کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے۔ ان حالات میں ہم مومنوں کا فرض ہے کہ ہم خود اپنے لئے بھی استغفار کریں، امّت مسلمہ کے لئے بھی استغفار کریں اور دنیا میں بسنے والے دیگر انسانوں کی حفاظت، صحت کے لئے دُعاگو رہیں کیونکہ یہ خدا کا کنبہ ہے اور ہم اس کا حصّہ ہیں۔ ہمیں اللہ کے کنبہ (خاندان) کے ہر فرد کے لئے دعا اور استغفار کرنا اپنے اوپر فرض کر لینا چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مؤمنوں کو انتباہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جو شخص انسان ہو کر استغفار کی ضرورت نہیں سمجھتا وہ بے ادب دہریہ ہے۔ (ملفوظات جلد 3 صفحہ 217)

اب دیکھیں استغفار نہ کرنے والا گستاخ اور متکبر تو ہے ہی آپؑ نے اِسے صرف دہریہ نہیں کہا بلکہ بے ادب دہریہ یعنی گستاخ اور پرلے درجے کا متکبر دہریہ کہا ہے جو اپنے خالق کے حوالے سے کبھی بھی سچے بول نہ کہے بلکہ ہمیشہ بکواسیات بکتا رہے۔

اللہ تعالیٰ دنیا بھر کی انسانیت کو ہر تکلیف اور مصیبت سے محفوظ فرمائے اور ہمیں باقاعدگی سے استغفار کی توفیق دیتا چلا جائے۔ آمین

کرو	توبہ	کہ	تا	ہو	جائے	رحمت
دکھاؤ	جلد	تر	صدق	و	انابت

ضضضض

{ 16} {مشاہدات۔39}

نماز کی اہمیت و ضرورت اور انصار اللہ

از روئے ارشادات حضرت مسیح موعودؑ و خلفائے کرام

میرے انصار بھائیو! مجھے آج آپ کے سامنے **نماز کی اہمیت و ضرورت اور انصاراللہ** از روئے ارشادات حضرت مسیح موعودؑ و خلفائے کرام بیان کرنی ہے۔ تاہم اور ہماری اولادیں وہ نمازیں ادا کرنے والی ہو جائیں جو آنحضور ﷺ، آپؐ کے صحابہ اور اس دور کے مسیح اور مہدیؑ، آپؑ کے صحابہ ادا کیا کرتے تھے۔

ارشادات حضرت مسیح موعودؑ

پیارے بھائیو! حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

نمازوں کو باقاعدہ التزام سے پڑھو۔ بعض لوگ صرف ایک ہی وقت کی نماز پڑھ لیتے ہیں۔ وہ یاد رکھیں کہ نمازیں معاف نہیں ہوتیں۔ یہاں تک کہ پیغمبروں تک کو معاف نہیں ہوئیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نئی جماعت آئی۔ انہوں نے نماز کی معافی چاہی۔ آپؐ نے فرمایا کہ جس مذہب میں عمل نہیں وہ مذہب کچھ نہیں۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں۔

نماز کیا چیز ہے نماز دراصل رب العزۃ سے دعا ہے جس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور نہ عافیت اور خوشی کا سامان مل سکتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ اس پر اپنا فضل کرے گا اس وقت اسے حقیقی سرور اور راحت ملے گی اس وقت سے اس کو نمازوں میں لذت اور ذوق آنے لگے گا۔ جس طرح لذیذ غذاؤں کے کھانے سے مزہ آتا ہے اسی طرح پھر گریہ و بکا کی لذت آئے گی اور یہ حالت جو نماز کی ہے پیدا ہو جائے گی اس سے پہلے جیسے کڑوی دوا کو کھاتا ہے تاکہ صحت حاصل ہو اسی طرح بے ذوقی نماز کو پڑھنا اور دعائیں مانگنا ضروری ہے۔ اس بے ذوقی کی حالت میں یہ فرض کر کے کہ اس سے لذت اور ذوق پیدا ہو یہ دعا کرے کہ

اے اللہ! تو مجھے دیکھتا ہے کہ میں کیسا اندھا اور نابینا ہوں اور میں اس وقت بالکل مُردہ حالت میں ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ تھوڑی دیر کے بعد مجھے آواز آئے گی تو میں تیری طرف آجاؤں گا اس وقت مجھے کوئی روک نہ سکے گا لیکن میرا دل اندھا اور ناشناسا ہے۔ تو ایسا شعلہ نور اس پر نازل کر کہ تیرا اُنس اور شوق اس میں پیدا ہو جائے۔ تو ایسا فضل کر کہ میں نابینا نہ اٹھوں اور اندھوں میں نہ جاملوں۔

جب اس قسم کی دعا مانگے گا اور اس پر دوام اختیار کرے گا۔ تو وہ دیکھے گا کہ ایک وقت اس پر ایسا آئے گا کہ اس بے ذوقی کی نماز میں ایک چیز آسمان سے اس پر گرے گی جو رقت پیدا کر دے گی۔

میرے بھائیو! آپؑ نماز کی حقیقت یوں بیان فرماتے ہیں:

نماز کی ظاہری صورت پر اکتفا کرنا نادانی ہے۔ اکثر لوگ رسمی نماز ادا کرتے ہیں اور بہت جلدی کرتے ہیں جیسے ایک ناواجب ٹیکس لگا ہوا ہے جلدی گلے سے اُتر جاوے۔ بعض لوگ نماز تو جلدی پڑھ لیتے ہیں لیکن اس کے بعد دعا اس قدر لمبی مانگتے ہیں کہ نماز کے وقت سے دگنا تگنا وقت لے لیتے ہیں حالانکہ نماز تو خود دعا ہے۔ جس کو یہ نصیب نہیں ہے کہ نماز میں دعا کرے اس کی نماز ہی نہیں۔ چاہئے کہ اپنی نماز کو دعا سے مثل کھانے اور سرد پانی کے لذیذ اور مزیدار کر لو۔ ایسا نہ ہو کہ اس پر ویل ہو۔ نماز خدا کا حق ہے اُسے خوب ادا کرو۔

پھر فرمایا:

انسان کی زاہدانہ زندگی کا بڑا بھاری معیار نماز ہے۔ وہ شخص جو خدا کے حضور نماز میں گریاں رہتا ہے امن میں رہتا ہے۔ جیسے ایک بچہ اپنی ماں کی گود میں چیخ چیخ کر روتا ہے اور اپنی ماں کی محبت اور شفقت کو محسوس کرتا ہے اسی طرح پر نماز میں تضرع اور ابتہال کے ساتھ خدا کے حضور گڑگڑانے والا اپنے آپ کو ربوبیت کی عطوفت کی گود میں ڈال دیتا ہے۔ یاد رکھو کہ اس نے ایمان کا حظ نہیں اٹھایا جس نے نماز میں لذت نہیں پائی۔ نماز صرف ٹکروں کا نام نہیں۔ بعض لوگ نماز کو تو دو چار چونچیں لگا کر جیسے مرغی ٹھونگیں مارتی ہے ختم کرتے ہیں اور پھر لمبی چوڑی دعا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ وہ وقت جو اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرنے کے لئے ملا تھا اس کو صرف ایک رسم اور عادت کے طور پر جلد جلد ختم کرنے میں گزار دیتے ہیں اور حضور الٰہی سے نکل کر دعا مانگتے ہیں۔ نماز میں دعا مانگو، نماز کو دعا کا ایک وسیلہ اور ذریعہ سمجھو۔

نماز کا اصل مغز اور روح تو دعا ہی ہے نماز سے نکل کر دعا کرنے سے وہ اصل مطلب کہاں حاصل ہو سکتا ہے۔ ایک شخص بادشاہ کے دربار میں جاوے اور اس کو اپنا عرض حال کرنے کا موقع بھی ہو، لیکن وہ اس وقت تو کچھ نہ کہے لیکن جب دربار سے باہر جاوے تو اپنی درخواست پیش کرے۔ اسے کیا فائدہ؟ ایسا ہی حال ان لوگوں کا ہے جو نماز میں خشوع و خضوع کے ساتھ دعائیں نہیں مانگتے۔ تم کو جو دعائیں کرنی ہوں، نماز میں کر لیا کرو اور پورے آداب الدّعا کو ملحوظ رکھو۔

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ

حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرماتے ہیں:

میں یقینی طور پر سچا مصداق اس آیت (البقرہ:86) کا انہیں لوگوں کو مانتا ہوں جو کل قرآن شریف پر ایمان لاتے ہیں اور عملی یا اعتقادی طور پر کسی حصہ کا انکار نہیں کرتے ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ مومنوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔ کہ تم ذکر اللہ کی طرف چلے آؤ۔ صلوٰۃ کیا ہے؟ اس کا جواب خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں دیا ہے کہ نماز تمام بے حیائیوں اور بدکاریوں سے روکتی ہے۔ (العنکبوت:46)

پس اگر نماز پڑھ کر بھی بے حیائیاں اور بدیاں نہیں رکتی ہیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ ابھی تک نماز اپنے اصل مرکز پر نہیں اور وہ سچا مفہوم جو نماز کا ہے وہ حاصل نہیں ہوا اس لئے میں تم سب کو جو یہاں موجود ہیں مخاطب کر کے کہنا چاہتا ہوں کہ تم اپنی نمازوں کا اسی معیار پر امتحان کرو اور دیکھو کہ تمہاری بدیاں دن بدن کم ہو رہی ہیں یا نہیں۔ اگر نسبتاً ان میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا تو پھر یہ خطرناک بات ہے۔

آپ ایک اور جگہ نماز کی اقسام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

میں تمہیں مختصر نصیحت کرتا ہوں جو نماز میں کسل کرتے ہیں اور یہ کئی قسم کی ہے۔

1۔ وقت پر نہیں پہنچتے۔

2۔ جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتے۔

3۔ سنن اور واجب کا خیال نہیں کرتے۔

کان کھول کر سنو! جو نماز کا مضیع ہے اس کا کوئی کام دنیا میں ٹھیک نہیں۔

وَالْمُقِيْمَى الصَّلٰوةَ۔ نماز سے بڑھ کر کوئی وظیفہ نہیں۔ تسبیح، تکبیر، تہلیل تمام لوگوں کے لئے دعا اور تبتل الی اللہ، اللہ کی جانب سے پناہ، درود سب کچھ اس میں موجود ہے بلکہ اس کی ہیئت بھی جامع ہے۔ تمام تعظیمات کی اور ذکر جامع ہے۔ تمام اذکار کا اور اس میں تعظیم لامر اللہ ہے۔

ایک نماز ایسی چیز ہے کہ کلمہ شہادت کے بعد کوئی عمل نماز کے برابر نہیں حضرت نبی کریمؐ نے فرمایا: کہ میرا جی چاہتا ہے کہ جب تکبیر ہو جائے تو میں دیکھوں کہ کون کون نماز میں نہیں آیا اور ان کے گھر جلا دوں۔ مگر باوجود اس کے کئی لوگ جو نماز باجماعت نہیں پڑھتے تم ان میں سے نہ بنو۔ منافق اصل میں بڑا مفسد ہوتا ہے۔ اس میں شعور نہیں ہوتا خدا تمہیں سمجھ دے جو میں نے کہا ہے اسے سمجھو۔

انصار بھائیو! الصلوۃ کا مفہوم آپ نے یوں سمجھایا:

الصلوٰۃ! وہ خاص نماز جو کہ رسول اللہ ﷺ نے پڑھ کر دکھلائی...... صلوٰۃ کا لفظ صلّی سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں کسی لکڑی کو گرم کر کے سیدھا کرنا اور چونکہ نماز سے بھی انسان کی تمام کجی نکل کر وہ سیدھا ہو جاتا ہے اس لئے نماز کو صلوٰۃ کہتے ہیں۔ وہ کجیاں کیا ہیں، فحش اور غیر پسندیدہ امور کی طرف انسان کا میلان۔ ان سے یہ نماز روکتی ہے۔

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

نماز یقیناً بُری اور ناپسندیدہ باتوں سے لوگوں کو روکتی ہے۔ ان بُری باتوں سے بھی جو انسان کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں اور ان سے بھی جو سوسائٹی پر گراں گزرتی ہیں۔ کیونکہ نماز باجماعت مسلمانوں میں پانچ وقت کی مقرر ہے۔ اگر نماز باجماعت ان میں قائم ہو جائے گی تو ان کا بہت سا وقت خدا تعالیٰ کی عبادت میں لگ جائے گا اور نماز میں خرچ ہونے والا وقت ان کو بے حیائیوں اور بدکاریوں سے بچاتا رہے گا۔ اسی طرح جب نماز میں دعائیں ہوتی رہیں گی اپنے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی تو وہ دعائیں خدا تعالیٰ کا فضل کھینچ کر ان کی اپنی اصلاح کا بھی موجب ہوں گی اور دوسروں کی اصلاح اور ترقی کا موجب بھی بن جائیں گی۔ اسی طرح نماز میں جو قرآن کریم کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور تسبیح و تحمید کی کثرت ہوتی ہے اس کا دل پر ایسا اثر ہوتا ہے کہ انسان گناہوں سے نفرت کرنے لگ جاتا ہے۔

اقامت الصلوٰۃ ایک نہایت ہی ضروری چیز ہے اور اس میں خود نماز پڑھنا، دوسروں کو پڑھوانا اور اخلاص اور جوش کے ساتھ پڑھنا، باوضو ہو کر ٹھہر ٹھہر کر با جماعت اور پوری شرائط کے ساتھ نماز پڑھنا شامل ہے۔

دعا نماز کا مغز ہے اور دعا اپنے اندر ایسا مقناطیسی اثر رکھتی ہے ایک طرف جو بندے کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتی ہے اور دوسری طرف اس کے لئے ایسی آسانیاں بہم پہنچا دیتی ہیں کہ جن سے وہ گناہوں سے محفوظ رہ سکے۔ جب ہماری استدعاؤں اور التجاؤں کو والدین اور حکام دنیا قبول کرتے ہیں تو کیونکر خیال کیا جائے کہ خدائے تعالیٰ جو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے اپنے بندوں کی دعاؤں کو رد کر دے گا۔ پس نماز کیا ہے؟ دعاؤں کا ایک مجموعہ ہے جس سے ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور دوسری طرف دعائیں قبولیت حاصل کر کے انسان کی ہدایت اور ترقی کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔

بڑا آدمی اگر خود نماز باجماعت نہیں پڑھتا تو وہ منافق ہے۔ مگر وہ لوگ جو اپنے بچوں کو نماز باجماعت ادا کرنے کی عادت نہیں ڈالتے وہ ان کے خونی اور قاتل ہیں اگر ماں باپ بچوں کو نماز باجماعت کی عادت ڈالیں تو کبھی ان پر ایسا وقت نہیں آسکتا کہ یہ کہا جاسکے کہ ان کی اصلاح نہ ممکن ہے اور وہ قابل علاج نہیں رہے۔

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ نے جو یہ فرمایا کہ بچے پر دس سال کی عمر میں نماز فرض ہو جاتی ہے لیکن اس فرض نماز کی عادت ڈالنے کے لئے اگر اس سے بھی پہلے نہیں تو کم از کم سات سال کی عمر کو جب وہ پہنچے تو اس کو نماز کی طرف متوجہ کرتے رہنا چاہئے۔ تا جب نماز فرض ہو تو وہ نماز کا عادی ہو چکا ہو اور نماز سے پیار کرنے لگ چکا ہو اور نماز کی محبت اس کے دل میں گڑ چکی ہو اور وہ ذہنی طور پر اس نتیجہ پر پہنچ چکا ہو کہ جب تک ہم اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز نہیں ہوتے اور اس سے دعائیں نہیں مانگتے ہمیں اس دنیا میں بھی فلاح حاصل نہیں ہو سکتی اور اخروی زندگی میں بھی ہم اس کی رضا کو حاصل نہیں کر سکتے۔

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ

حضور نے 19 نومبر 1982ء کو خطبہ جمعہ میں فرمایا!

صدران محلہ جات اور زعماء انصار اللہ کا فرض ہے کہ بجائے اس کے کہ وہ صرف بیوت الذکر میں نماز کی تلقین اور یاددہانی کا پروگرام بنائیں۔ اگر کوئی ایسے گھر ہیں جو بیت الذکر میں نہیں آتے تو گھروں میں جائیں اور گھر والوں سے ملیں اور ان کی منت کریں اور ان کو سمجھائیں کہ تمہارے گھر بے نور اور ویران پڑے ہیں کیونکہ جو گھر ذکر الٰہی سے خالی ہے وہ ایک ویرانہ ہے اور جس گھر میں بے نمازی پیدا ہو رہے ہیں وہ تو گویا آئندہ نسلوں کے لئے ایک نحوست کا پیغام بن گیا ہے۔ اس لئے ہوش کرو اور اپنے آپ کو سنبھالو اور نمازوں کی طرف توجہ کرو اس سے تمہاری دنیا بھی سنورے گی اور تمہارا دین بھی سنورے گا۔ کیونکہ عبادت میں ہی سب کچھ ہے۔ عبادت پر قائم رہو گے تو خدا کے حقوق ادا کرنے والے بھی بنو گے اور بندوں کے حقوق ادا کرنے والے بھی بنو گے۔

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں۔

میں نے بعض دفعہ ملاقاتوں میں جائزہ لیا ہے کہ نمازوں کی طرف باقاعدگی سے متعلقاً گر پوچھو کہ توجہ ہے کہ نہیں تو اکثر یہ جواب ہوتا ہے کہ کوشش کرتے ہیں یا پھر کوئی گول مول سا جواب دے دیتے ہیں۔ حالانکہ نمازوں کے بارے میں تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ نماز قائم کرو، باجماعت ادا کرو اور نماز کو وقت مقررہ پر ادا کرو۔ جیسا کہ فرمایا یقیناً نماز مومنوں پر وقت مقررہ کی پابندی کے ساتھ فرض ہے۔(النساء:104) (خطبہ جمعہ 24 جون 2005ء)

ہر احمدی کو اپنی نمازوں کی حفاظت کی طرف توجہ دینی چاہئے اور انہیں وقت مقررہ پر ادا کرنا چاہئے۔ اگر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں لے کر آنا ہے، اگر توحید کو قائم کرنے کا دعویٰ کرنے والا بننا ہے تو اپنی عبادتوں کے معیار بلند کرنے ہوں گے اپنی نمازوں کی بھی حفاظت کرنی ہو گی۔

(خطبہ جمعہ 24 جون 2005ء)

نماز کی حفاظت اور نگرانی ہی اس بات کی ضامن ہو گی کہ ہمیں اور ہماری نسلوں کو گناہوں اور غلط کاموں سے پاک رکھے۔ ہماری نمازوں میں باقاعدگی یقیناً ہمارے بچوں میں بھی یہ روح پیدا کرے گی کہ ہم نے بھی نمازوں میں باقاعدہ ہونا ہے۔ (خطبہ جمعہ 24 جون 2005ء)

قیام نماز اور رفقاء حضرت مسیح موعود کا نمونہ

ایک دفعہ بیت اقصیٰ میں درس دیتے ہوئے اچانک حضرت خلیفۃ المسیح الاول کو شدید ضعف ہو گیا بیٹھ گئے۔ ہاتھ پاؤں سرد ہو گئے۔ چلنے کی قوت نہ رہی چارپائی پر اٹھا کر لائے مگر راستہ میں جب بیت مبارک کے پاس پہنچے تو فرمایا: **کہ مجھے گھر نہ لے جاؤ۔ بیت میں لے جاؤ۔**

بمشکل تمام بیت کی چھت پر پہنچ کر نماز پڑھی اور باوجود تکلیف کے نماز مغرب کے بعد ایک رکوع کا درس دیا پھر چارپائی اٹھا کر گھر تک لائے۔ (تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 559)

حضرت سیدہ مریم صدیقہ (چھوٹی آپا) فرماتی ہیں:

حضرت مصلح موعود باجماعت نماز تو مختصر پڑھاتے لیکن علیحدگی میں جب آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے۔ تو آپ کو عبادت الٰہی میں اتنا انہماک ہوتا تھا کہ پاس بیٹھنے والا محسوس کرتا تھا کہ یہ شخص اس دنیا میں نہیں ہے..... آنکھوں سے رواں آنسو ہمیشہ نماز پڑھتے میں دیکھے چہرے کے جذبات سے یہ ظاہر رہتا تھا کہ گویا اپنی جان اور اپنا دل ہتھیلی پر رکھے۔ اللہ تعالیٰ کی نذر کر رہے ہیں اور اس وقت دنیا کا بڑے سے بڑا حادثہ اور بڑے سے بڑا واقعہ بھی آپ کی توجہ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف سے ہٹا نہیں سکے گا۔

(مصباح جنوری 1967ء)

حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے آخری لمحات کے بارے میں روزنامہ جنگ لکھتا ہے۔

سر ظفر اللہ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ دو روز تک بولتے چالتے رہے جب بھی انہیں ہوش آتی تو وہ پوچھتے کون سی نماز کا وقت ہے اور اس کے بعد اپنے اہل خانہ کے بارے میں دریافت کرتے کہ وہ کس حال میں ہیں۔ (روزنامہ جنگ 2 ستمبر 1985ء صفحہ 1)

میں آخر میں اپنے انصار بھائیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر آپ خدا تعالیٰ کے پیارے وجود بننا چاہتے ہیں اور حقیقی مومن کہلانا چاہتے ہیں۔ اپنی پیدائش کے مقصد کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ رسول اللہؐ کے

حقیقی امتی بننا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی پنجگانہ نمازوں کی حفاظت کرنا ہوگی اور ایسی نمازیں ادا کرنا ہوں گی جو خدا کی رحمتوں کو جذب کرنے والی ہوں۔

ہم احمدی انصار پر دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم خلافت حقہ کو ماننے والے ہیں اور خلافت اور عبادت کا آپس میں بڑا گہرا تعلق ہے اور ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اس طرف ہمیں بار بار توجہ دلا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ایسی نمازیں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو اس کی بارگاہ میں قبولیت کا شرف پانے والی ہوں اور ہم دنیا و آخرت میں کامیاب ہونے والے ہوں۔ آمین

ضضضض

{17} {مشاہدات۔55}

نماز باجماعت اور مساجد میں نمازیوں کی تعداد بڑھانے کے ذرائع

میرے انصار بھائیو! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے۔ **نماز باجماعت اور مساجد میں نمازیوں کی تعداد بڑھانے کے ذرائع**

قیام نماز، ایک مومن کے ایمان کی اساس ہے۔ ارکانِ اسلام میں سے دوسرا رکن نماز کا قیام ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاہے کہ نماز کو چھوڑنا انسان کو شرک اور کفر کے قریب کر دیتا ہے۔
ایک موقع پر فرمایا۔ قیامت کے دن سب سے پہلے جس چیز کا بندوں سے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے۔ نیز آقا و مولی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے حوالے سے فرمایا کہ نماز کو وقت پر ادا کرنے کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل قرار دیا گیا اور آپؐ نے باجماعت نماز کو اکیلے نماز پڑھنے سے 27 گنا افضل قرار دیا گیا ہے اور اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِ کہہ کر مومن کو اپنے ایمان کو نماز کے ذریعہ عروج تک پہنچانے کی تلقین فرمائی۔
پیارے انصار بھائیو! اِس زمانہ کے مامور حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام نے شرائط بیعت میں شرک کے بعد "بلا ناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکمِ خدا اور رسول" کی ادائیگی کو رکھ کر ہم احمدیوں کو قیام نماز کی طرف توجہ دلائی ہے۔
پھر ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا "اُٹھو! نمازیں پڑھیں اور قیامت کا نمونہ دیکھیں"۔ اس الہام کے تحت آپؑ نے تحریر فرمایا۔ "اس وقت ہمارا شغل یہی ہو گا کہ نمازیں پڑھیں اور خدا کی عبرت کا نظارہ دیکھیں"
انصار بھائیو! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کمزور بھائیوں کو اپنے ساتھ ملائے رکھنے کے متعلق فرماتے ہیں۔
"یہ دستور ہونا چاہئے کہ کمزور بھائیوں کی مدد کی جاوے اور ان کو طاقت دی جاوے۔

یہ کس قدر نامناسب بات ہے کہ دو بھائی ہیں ایک تیرنا جانتا ہے اور دوسرا نہیں۔ تو کیا پہلے کا یہ فرض (نہیں) ہونا چاہیئے کہ وہ دوسرے کو ڈوبنے سے بچاوے یا اس کو ڈوبنے دے۔ اِسکا فرض ہے کہ اس کو غرق ہونے سے بچائے ۔اس لئے قرآن شریف میں آیا ہے تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰی (المائدہ:3) کمزور بھائیوں کا بار اُٹھاؤ۔ عملی، ایمانی اور مالی کمزوریوں میں بھی شریک ہو جاؤ۔ بدنی کمزوریوں کا بھی علاج کرو۔ **کوئی جماعت، جماعت نہیں ہو سکتی جب تک کمزوروں کو طاقت والے سہارا نہیں دیتے** .... صحابہ کو یہی تعلیم ہوئی کہ نئے مسلموں کی کمزوریاں دیکھ کر نہ چِڑو کیونکہ تم بھی ایسے ہی کمزور تھے"

بھائیو! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کمزوروں کے حوالہ سے فرماتے ہیں۔

"نیکی اور تقوی میں ہمیشہ تمہارا تعاون رہے۔ اصل تقوی تو ایک مومن کے اندر رہے اور ہونا چاہیئے پس نیکی کے کاموں میں تقوی سے کام لیتے ہوئے تعاون ہمیشہ رہنا چاہیئے اور تقوی ہی ہے جو پھر مزید نیکیوں کے بیج بوتا چلا جاتا ہے۔ اگر کوئی چیز ایک مومن کو بار بار دوہرانے کی ضرورت ہے اور دوہرانی چاہیئے تو وہ نیکیوں کی طرف توجہ اور نیکیوں کا فروغ ہے"

انصار بھائیو! کمزوروں کو نماز پر لانے کے لئے مواخات کا نظام قائم کیا جاسکتا ہے۔

حضرت سعید بن ربوحؓ نابینا صحابی تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کے لئے ایک غلام کی ڈیوٹی لگا رکھی تھی جو نماز کے وقت ان کو مسجد لائے اور پھر واپس گھر پہنچایا کرے۔

حضرت سر چوہدری محمد ظفر اللہ خانؓ جب آخری دفعہ بیمار ہوئے تو لاہور کے ایک خادم کی ڈیوٹی آپ کے ساتھ لگائی گئی جو آپ کو نماز باجماعت کے لئے اپنے ساتھ لے کر جاتے تھے۔

پس مستعد نمازی کمزور بھائیوں کو ساتھ لیکر چلیں اور حکمت کے ساتھ مساجد کی راہ دکھائیں۔ گاڑی والے انصار کے ذمہ ایسے انصار کو مساجد اور نماز سنٹرز پر ساتھ لانے کی ذمہ داری لگائی جاسکتی ہے جو گاڑی نہیں رکھتے۔ یوں متقیوں کی صفت "وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ" پر بھی عمل ہو گا۔ کیونکہ خدمت دین کے لئے وقت دینا بھی انفاق فی سبیل اللہ ہے۔

معزز انصار! نمازوں کی حاضری بڑھانے کے لئے ایک ذریعہ سائقین کے نظام کو مربوط کرنا ہے اور ہر حلقہ کا سائق اپنے ماتحت انصار کو نمازی بنانے کے لئے سعی کرے۔

نمازوں میں سست انصار کے گھروں کا دورہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کے متعلق ذکر آتا ہے کہ آپؐ نماز فجر کی باجماعت ادائیگی کے بعد مقتدیوں کی طرف اپنا رخِ مبارک کرکے بیٹھ جاتے اور حاضرین پر نگاہ ڈالتے۔جو صحابہؓ نماز پر حاضر نہ ہوئے ہوتے ان کے گھروں میں ساتھیوں کے ساتھ جاکر حال احوال دریافت فرماتے۔

یوں نمازوں میں حاضری بڑھانے کے لئے ہر ناصر سے انفرادی رابطہ ضروری ہے اور اب تو یاد دہانی کے ذرائع بھی موبائل کے ذریعہ بہت آسان ہو چکے ہیں اور واٹس ایپ کے ذریعہ پیغام بھی بھجوا سکتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کمزور ساتھیوں کے لئے دعا کرنے کے متعلق فرماتے ہیں۔

"نماز کے قیام کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور پھر اپنی اولاد کی نمازوں کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے۔ان کی عبادات کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے ۔اس طرف بھی توجہ دینا ایک راعی (نگران) کی حیثیت سے،گھر کے نگران کی حیثیت سے تمہارا فرض ہے اور پھر اس میں من حیث الجماعت ،افراد جماعت کو توجہ دلائی گئی ہے کہ ایک دوسرے کے لئے دعا کریں اپنے والدین کے لئے بھی اور تمام مومنین کے لئے بھی اللہ تعالی سے بخشش مانگیں جس دن کہ حساب قائم ہو گا"

اپنے کام میں برکت کے لئے خلیفۃ المسیح کو بھی دعا کے لئے لکھا جائے۔

سامعین! مساجد میں نمازیوں کی تعداد بڑھانے کے لئے مجلس عاملہ انصار ماہانہ ایک اجلاس بلانے اور جائزہ لینے کے حوالے سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"تنظیمیں نسبتاً زیادہ بیدار رہ سکتی ہیں اگر وہ ایک معین پروگرام بنالیں کہ ہر ہفتہ یا ہر مہینے میں ایک دفعہ اسی موضوع پر بیٹھا کریں ایک مجلس عاملہ کا اجلاس مقرر ہو جائے ہمیشہ کے لئے آج سے جس کا موضوع سوائے نماز کے کچھ نہ ہو۔اس دن لجنہ بھی نماز کے اوپر غور کر رہی ہو ،خدام بھی نماز پر غور کر رہے ہوں،انصار بھی نماز پر غور کر رہے ہوں اور **یہ فیصلہ کرلیں ہمیشہ کے لئے کہ اب ہم نے ہر مہینے کم از کم ایک مرتبہ اس موضوع پر بیٹھنا ہے،غور کرنا ہے** اور جہاں حالات ایسے ہیں کہ ہر مہینے نہیں بیٹھ سکتے وہاں

02 مہینے مقرر کر لیں، تین مہینے مقرر کر لیں مگر جہاں مقرر کر لیں پھر اس پر قائم رہیں، اس پر صبر دکھائیں اور وہ ہر دفعہ جائزہ لیا کریں کہ کتنے ہمارے Gains ہیں یعنی کتنا ہمیں فائدہ پہنچا ہے اس عرصے میں کتنے نمازی بنائے کتنوں کی نمازوں کی حالت ہم نے درست کی ، کتنوں کو نماز میں لطف حاصل کرنے کے ذرائع بتائے اور ان کی مدد کی"

ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس حکم کی تصدیق فرمائی ہے۔

میرے بھائیو! ہر مجلس کی سطح پر تربیتی کمیٹیوں کا قیام عمل میں لایا جائے اور ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ کم از کم ایک اجلاس ہو۔ جس میں نماز میں سست انصار کو باجماعت نمازی بنانے کے لئے لائحہ عمل بنایا جائے اور ممبران کمیٹی نمازوں میں سست انصار کے گھروں کا دورہ کریں۔

نمازوں میں سست انصار کو الگ سے چائے پر مدعو کریں

ہم نے ایک موثر ذریعہ یہ بھی دیکھا ہے کہ نمازوں میں اور خدمت دین میں سست اور کمزور انصار کو کسی کے گھر چائے پر مدعو کیا جائے۔ تو ان کو نمازی بنانے میں آسانی رہے گی۔

نماز سنٹرز کا قیام

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ جو لوگ جمعہ پر یا نماز پر نہیں آسکتے ان تک جمعہ اور نماز کو پہنچا دیں یعنی کوئی بے نمازی نہ رہے۔

اس ارشاد کی روشنی میں زیادہ سے زیادہ نماز سنٹرز کا قیام ضروری ہے۔ جتنے زیادہ سنٹرز ہوں گے اتنے ہی باجماعت نمازی بڑھیں گے۔ صحابہؓ تو جنگل میں بھی نماز باجماعت ادا کرتے تھے۔

ایک بدری صحابیؓ حضرت عتبان بن مالکؓ قبیلہ بنی سالم میں نماز پڑھایا کرتے تھے۔ بارشوں کے دنوں میں راستہ میں ایک نالہ تھا جسے عبور کرنا مشکل تھا۔ آپ نے آنحضور ﷺ سے اجازت لے کر گھر میں نماز سنٹر بنایا جس کا افتتاح آنحضور ﷺ نے خود فرمایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 20 اکتوبر 2013ء کو نیشنل مجلس عاملہ انصار اللہ آسٹریلیا کی میٹنگ پر قائد صاحب تربیت کو انصار کی نمازوں کا ریکارڈ رکھنے کی ہدایت فرمائی۔

مساجد میں اگر کمیونٹی سنٹر بنانے کی گنجائش ہو تو وہاں Indoors کھیلوں کا انتظام کر کے نمازیوں کی حاضری بڑھائی جاسکتی ہے۔

نئی ایجادات کو بروئے کار لا کر نمازیوں کی حاضری بڑھانے کی کوشش بھی کرنی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ نے آج کل نت نئی ایجادات مہیا کر دی ہیں جن کے منفی اور مثبت دونوں اثرات ہیں۔ مثبت معنوں میں ہم جہاں اپنے موبائل فونز کو دیگر تربیتی و عملی سرگرمیوں کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ نماز کے اوقات بتانے کے لئے Apps بنائی جاسکتی ہے۔ Play Store میں جا کر اذان کو یا الارم کو Set کیا جاسکتا ہے۔ میسجز کے ذریعہ نمازوں کے اوقات اپنے ساتھیوں کو بتائے جاسکتے ہیں۔ آج کل تو مختلف موبائل کمپنیوں نے پیکجز جاری کئے ہیں ان سے استفادہ کر کے انصار کو نمازوں سے آگاہ کیا جاسکتا ہے اور نماز کی اہمیت و برکات بارے قرآن، حدیث، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کے ارشادات Share کئے جاسکتے ہیں۔

انصار بھائی! نماز میں لذت و سرور حاصل کرنے کے واقعات بھی اجلاسات میں Share کریں

جس میں آنحضرت ﷺ، صحابہ رسول ﷺ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کے نماز میں لذت و سرور حاصل کرنے کے واقعات بیان ہوں۔ احمدی گھرانے اپنے خاندان کے بزرگوں کے واقعات بھی بیان کرسکتے ہیں جو نوجوانوں کی سطح پر زیادہ موثر ہونگے۔ اس طرح کے واقعات واٹس ایپ کے ذریعہ بھی Share ہوسکتے ہیں۔

قرآن و احادیث اور ارشادات حضرت مسیح موعودؑ و خلفاء کے خطبات و خطابات میں نماز باجماعت کے قیام کی برکات و انعامات کے تذکرے بھی ہیں اور تنبیہی پیغامات بھی ہیں لیکن نمازوں کی محبت دلوں میں پیدا کرنے کے لئے برکات اور انعامات کے تذکرے فائدہ مند ثابت ہونگے۔ جیسے صحیح وضو کرنے، مساجد کی طرف قدم اٹھنے، تکبیر سے قبل نماز میں شمولیت کی برکات کا ذکر ہو کہ اللہ تعالیٰ گناہ بخش دیتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ "نماز امام ہے نہ کہ ماموم"۔ جب تکبیر ہو جائے تو کوئی اور کام کرنا منع ہے بلکہ جب فرض نماز کھڑی ہو جائے تو نوافل بھی منع ہیں۔ حضرت ملک سیف الرحمن

صاحب مرحوم مفتی سلسلہ، ترمذی کتاب الطہارۃ کی ایک حدیث ”تَحْرِیْمُهَا التَّكْبِيْرُ وَ تَحْلِيْلُهَا التَسْلِيْمُ“ کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

یعنی اللہ اکبر کہنے کے بعد نماز کے علاوہ کوئی اور بات یا کام کرنا منع ہو جاتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایک جگہ فرمایا ہے۔

”ڈیوٹی کے بہانہ سے نمازیں ضائع نہ ہوں“

پھر آپ نے 2016ء کے دورہ کینیڈا کے دوران نیشنل مجلس عاملہ کے اجلاس میں سیکرٹری صاحب تربیت کو مخاطب ہو کر فرمایا۔

”عاملہ کے ممبران ساری رات بھی جاگیں تو اُن کا فرض ہے کہ فجر کی نماز پڑھ کر سوئیں۔ اور اگر نیند نہیں آتی تو نہ سوئیں۔ یہ تو بہانے ہیں۔ یہ سب Flimsy excuses ہیں۔ ایسے لوگ جو یہ کہتے ہیں چاہے وہ لوکل عاملہ کے ممبر ہیں یا ریجنل عاملہ یا مرکزی عاملہ کے ان کو دو دفعہ وارننگ دیں کہ یہ کوئی بہانہ نہیں ہے اور تیسری دفعہ امیر صاحب کو خط لکھیں اور اس کی کاپی مجھے بھی بھیج دیں۔ ایسا شخص پھر عاملہ کا ممبر بھی نہیں رہ سکتا، کہہ دیتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا تھا کہ اللہ کو تیرے کام تیری نمازوں سے زیادہ پسند آئے یا اسی قسم کے الفاظ ہیں۔ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے لئے تھا، میرے اور آپ کے لئے نہیں تھا“

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر ذرا غم پہنچتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے“

آج کل جماعت جس تکلیف دہ اور مشکل دَور سے گزر رہی ہے۔ اس کے ازالہ کے لئے نمازوں کی طرف ترغیب بھی ضروری ہے۔ اسی لئے ہمارے موجودہ حضور ایدہ اللہ نے صدقات، استغفار اور نماز باجماعت کی طرف توجہ دلائی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اسی طرح ایک اور بات کی طرف بھی اس حوالے سے توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ایک عام احمدی اور ایک عہدیدار میں بھی جو فرق ہے وہ عہدیداروں کو بھی ملحوظ رکھنا چاہئے اور نمازوں کے قیام کے لئے بھی اور

دوسری نیکیاں بجالانے کی طرف بھی اپنے نمونے قائم کریں۔ تبھی ایک عام احمدی جو ہے اس کی بھی اس طرف توجہ ہو گی"

اللہ تعالیٰ نے ہمارے بہت ہی پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنے افضال اور نعماء کی بارش کی تو سورۃ الکوثر کا نزول فرما کر فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ کا حکم دیا کہ جو کوثر تجھے عطا کی گئی ہے اس کے شکرانے کے طور پر اپنے رب کی نماز ادا کر اور قربانی کر۔

یہ پیغام ہم تمام احمدیوں کے لئے بھی ہے۔ہم میں سے ہر ایک پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضل اور انعام ہیں۔ان کے شکرانے کے لئے نمازیں پڑھنا اور قربانی دینا ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی فرمایا۔

"ہم نے تجھ کو معارف کثیرہ عطا فرمائے ہیں سو اس کے شکر میں نماز پڑھ اور قربانی دے"

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز موجودہ حالات کے تناظر میں جماعت کو خصوصی توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ایک چیز جس کی طرف دنیا کے ہر احمدی کو بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے عبادات، صدقات اور استغفار کے ذریعہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا۔یہی چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے رحم کو جوش میں لاتی ہیں اور انسان اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہے"

انصار بھائیو! مَیں اپنی تقریر کے آخر پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالی کے ایک خطبہ سے ارشادات پیش کرتا ہوں جن میں انصار کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ آپ فرماتے ہیں۔

- "نمازوں کا حق ادا کرنا کیا ہے؟ بہت سے لوگ جو خاص طور **انصار اللہ کی تنظیم** میں پہنچے ہوئے ہیں نمازیں تو پڑھنے والے ہیں لیکن ان کی اولادیں ان سے نالاں ہیں۔ اپنی نمازوں کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اپنے بچوں کی نمازوں کی نگرانی بھی ماں باپ کا فرض ہے"
- "چالیس سال کی عمر جیسا کہ میں نے کہا۔ بڑی پختگی کی عمر ہے لیکن اس عمر میں اگر ہم جائزے لیں تو بہت سے ایسے لوگ نکل آئیں گے جو اپنی نمازوں کی بھی حفاظت نہیں کرتے۔ اپنے فرائض کو ادا

نہیں کر رہے ہوتے۔ تو پھر اپنے بچوں سے کس طرح امید رکھ سکتے ہیں کہ وہ نیکیوں پر قائم ہوں۔ یا ان کی کیا ضمانت ہے کہ وہ احمدیت کے ساتھ جڑے رہیں گے۔"

❖ "**انصاراللہ** کا نام جو چالیس سال سے اوپر کے مردوں کی تنظیم کو دیا گیا ہے اور جو پیغام نَحْنُ اَنْصَارُ اللہ کے اعلان میں ہے وہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر غیر معمولی قربانی پیش کرنے کے لئے بھی تیار ہیں اور دین کے قیام کے لئے ہم اپنی ہر کوشش اور ہر صلاحیت اور ہر ذریعہ بروئے کار لانے کے لئے تیار ہیں"

❖ "انصار اللہ کی عمر ایک تو پختہ عمر ہے اس میں عارضی اور جذباتی کوششوں پر اکتفا نہیں کرنا چاہئے بلکہ اپنے مستقل جائزے لیتے ہوئے اس حق کو ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جس کا ادا کرنا ہم پر فرض ہے۔ دعاؤں کا حق، نمازوں اور نوافل کے ذریعے ہی صحیح طور پر ادا ہو سکتا ہے"

(خطبہ جمعہ یکم اکتوبر 2010ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان ممکنہ ذرائع کو بروئے کار لا کر مساجد اور نماز سنٹرز میں نمازیوں کی تعداد بڑھانے کی توفیق دے۔ آمین

ضضض

{18} {مشاہدات۔40}

نماز تہجد اور انصار بطور نمونہ

ہر اک بگڑی بناتی ہے، تہجد وہ عبادت ہے
خدا سے جو ملاتی ہے، تہجد وہ عبادت ہے
خدا والا بناتی ہے نصیبوں کو جگاتی ہے
گناہوں سے بچاتی ہے، تہجد وہ عبادت ہے

آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **نماز تہجد اور انصار بطور نمونہ**

پیارے انصار بھائیو! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن کریم میں 2 دفعہ حکماً رات کو آخری پہر بیدار ہو کر نوافل یعنی تہجد ادا کرنے کی تلقین فرمائی اور ہر دو جگہ ان نوافل کے روحانی نتائج کا ذکر فرمایا ہے۔ جیسے سورۃ بنی اسرائیل آیت 80 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ
رات کے ایک حصہ میں (قرآن) کے ساتھ تہجد بھی پڑھ۔ یہ تیرے لئے بطور نفل کے ہو گا اور تہجد کی ادائیگی سے مقام محمود تک رسائی مل سکتی ہے۔
دوسری جگہ سورۃ المزمل آیت 7-3 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رات کو قیام کیا کر مگر تھوڑا۔ اس کا نصف یا اس میں سے تھوڑا سا کم کر دے۔ یا اس پر (کچھ) زیادہ کر دے اور قرآن کو خوب نکھار کر پڑھا کر۔ یقیناً ہم تجھ پر ایک بھاری فرمان اُتاریں گے۔ رات کا اٹھنا یقیناً (نفس کو) پاؤں تلے کچلنے کے لئے زیادہ شدید اور قول کے لحاظ سے زیادہ مضبوط ہے۔ یعنی سچ بولنے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ گویا نفس کی اصلاح و سدھار اور جذبات پر قابو پانے کا ایک اہم حربہ ہے۔ ہر دو مقام پر جو بات سانجھی ہے وہ قرآن کریم کی تلاوت ہے۔ گویا قرآن اور تہجد لازم ملزوم ہے۔

اس کے علاوہ مومنوں کی صفات کے ذکر میں بار بار راتوں کو اٹھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنے اور نفل ادا کرنے کا ذکر قرآن کریم میں ہے جیسے يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّہِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا

پیارے انصار بھائیو! دوسری طرف ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے قرآن کریم کے ان حکموں کی تعمیل میں نہ صرف خود راتوں کو اٹھ کر نوافل ادا کر کے اپنے ماننے والوں کے لئے نمونہ چھوڑا بلکہ اپنی قوت قدسیہ سے ان کی ایسی تربیت فرمائی کہ یہ صحابہ بھی آپ کے نقش قدم پر چل کر تہجد کے عادی ہوں گے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

فِیْ وَقْتِ تَرْوِیْقِ اللَّیَالِیْ نُوِّرُوا
وَاللّٰہُ نَجَّاھُمْ مِنَ الطُّوْفَانِ
تَرَکُوْا الْغَبُوْقَ وَبَدَّ لُوْ امِنْ ذَوْقِہٖ
ذَوْقَ الدُّعَاءِ بِلَیْلَۃِ الْاَحْزَانِ

کہ صحابہؓ راتوں کی تاریکی کے وقت منور ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں طوفان سے نجات دی۔ انہوں نے شام کو شراب چھوڑ دی اور اس کی لذت کو غم کی راتوں میں دعا کی لذت سے بدل دیا۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

”راتوں کو اٹھو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی راہ دکھلائے۔ آنحضرت ﷺ کے صحابہ نے بھی تدریجاً تربیت پائی۔ وہ پہلے کیا تھے۔ ایک کسان کی تخمریزی کی طرح تھے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے آبپاشی کی۔ آپؐ نے ان کے لئے دعائیں کیں۔ بیج صحیح تھا اور زمین عمدہ تو اس آبپاشی سے پھل عمدہ نکلا جس طرح حضور علیہ السلام چلتے اسی طرح وہ چلتے۔ وہ دن کا یا رات کا انتظار نہ کرتے تھے۔ تم لوگ سچے دل سے توبہ کرو، تہجد میں اٹھو، دعا کرو، دل کو درست کرو، کمزوریوں کو چھوڑ دو اور خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق اپنے قول فعل کو بناؤ“

پیارے انصار بھائیو! جہاں تک آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ کی نماز تہجد کا تعلق ہے۔ آپ کے قیام و رکوع و سجود بہت لمبے ہوا کرتے تھے حتی کہ آپؐ کے پاؤں متورم ہو کر پھٹ جاتے۔ رات کی عبادات

تو آپؐ نبوت سے قبل بھی ادا کیا کرتے تھے۔ احادیث میں آتا ہے کہ آپ کچھ زادِ راہ لے کر حرا نامی غار میں جا کر کئی کئی راتیں عبادت میں گزارا کرتے تھے۔

نبوت ملنے کے بعد آپؐ کی عبادات کی لذت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک دفعہ جب آنحضور ﷺ کی نماز تہجد بارے پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا۔ آپ گیارہ رکعات سے زیادہ نماز نہ پڑھا کرتے تھے۔ مگر وہ اتنی لمبی، پیاری اور حسین ہوتیں کہ اس نماز کی لمبائی اور حسن و خوبی کے متعلق نہ پوچھو۔

آپؐ کی شدت گریہ زاری کے باعث آپ کے سینے سے چکی کے چلنے کی آواز آتی۔ ایک روایت کے مطابق ہنڈیا اُبلنے کی آواز کا ذکر ملتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت سودہؓ نے آپ کے ساتھ نماز تہجد ادا کرنے کا ارادہ کیا۔ نماز کا قیام، رکوع اور سجدہ بالخصوص رکوع بہت لمبے تھے کہ نماز ختم ہونے کے بعد آپ نے حضورؐ سے عرض کی یا رسول اللہ! آپ نے اتنا لمبا رکوع کروایا کہ مجھے لگتا تھا جیسے جھکے جھکے کہیں میری نکسیر ہی نہ پھوٹ جائے۔

ایک دفعہ خدمت پر مامور ایک بچے حضرت انسؓ نے آپ کے ساتھ نماز شروع کی۔ آپ ساتھ نبھا نہ سکے اور چھوڑ کر دوبارہ سو گئے۔ حضرت ابن عباسؓ کے متعلق آتا ہے۔ کہ آپ 9 برس کے تھے کہ ایک دفعہ آپ آنحضور ﷺ کے گھر سوئے تھے۔ آپؐ تہجد کے لئے اٹھے تو حضرت ابن عباسؓ بھی اٹھ کر نماز تہجد میں شامل ہو گئے۔

پیارے انصار بھائیو! یہ واقعہ تحریر کر کے حضرت مصلح موعود نے فرمایا کہ اگر گھروں میں بڑے (انصار) نماز تہجد کے عادی ہوں تو ان کو دیکھ کر چھوٹے بچوں کو تہجد کی عادت پڑ سکتی ہے۔

لفظ تہجد ھجد سے نکلا ہے۔ جس کے معنی رات کو سو کر دوبارہ اٹھ کر نماز پڑھنے کے ہیں اور کسی نے کیا خوب لکھا ہے کہ دن کے وقت دنیاوی مصروفیات اور تعلقات سے طبیعت پر جو زنگ لگ جاتا ہے۔ رات کے آخری پہر آرام دہ بستر چھوڑ کر اپنے خدا کے حضور جھک کر دعاؤں سے اس زنگ کو دُور کیا جاتا ہے۔

آنحضور ﷺ نے نماز تہجد کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ہر رات کے تیسرے حصہ میں ہمارا رب آسمان کے نچلے حصہ میں آکر پوچھتا ہے کہ کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے مَیں اس کی دعا قبول کروں۔ کوئی ہے جو مجھ سے مانگے مَیں اسے دوں۔ کوئی ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے مَیں اسے بخش دوں۔

کہاں پر کون ہے کوئی جو بخشش کی طلب میں ہے
اسے بخشش دلاتی ہے، تہجد وہ عبادت ہے

پھر فرمایا کہ میاں بیوی میں سے جو پہلے بیدار ہو وہ دوسرے کے منہ پر پانی کے چھینٹے ڈال کر اُسے جگائے۔ ایک دن آپؐ اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ اپنی بیٹی اور داماد حضرت علیؓ سے استفسار فرمایا کہ کیا آپ دونوں نماز تہجد پڑھتے ہیں؟ نفی میں جواب پا کر آپؐ کچھ کہے بغیر گھر چھوڑ کر چلے آئے۔ گویا آپؐ ان سے ناراض ہو گئے۔

ایک دفعہ آپؐ کے سامنے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی خوبیوں کا ذکر ہونے لگا آپؐ نے فرمایا۔ ہاں اچھے ہیں اگر نماز تہجد بھی پڑھا کریں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ طلوع فجر میں تھوڑا سا وقت رہ جاتا تو مجھے بھی تہجد کے لئے جگا دیتے۔ تو ہم انصار بھائیوں کو بھی اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ کی اقتداء میں اپنی بیویوں کو نماز تہجد کے لئے جگانا چاہئے۔

آنحضرت ﷺ تہجد میں یہ دعا کیا کرتے تھے۔

اے اللہ! میں نے تیرے لئے سجدہ کیا اور تجھ پر ایمان لایا اور تیرا ہی فرمانبردار ہوں۔ اے اللہ! تو ہی میرا رب ہے میرا چہرا اُس ذات کے لئے سجدہ ریز ہے جس نے اسے پیدا کیا اور شکل وصورت بخشی اور کان اور آنکھ عطا کئے۔ بڑی برکتوں والا ہے وہ اللہ جو بہترین خالق ہے۔

(سنن نسائی کتاب التطبیق حدیث نمبر 1116)

حضرت مسیح موعودؑ نے نماز تہجد میں درج ذیل دعا کی تلقین فرمائی۔

”رات کے آخری پہر میں اٹھو اور وضو کرو اور دوگانہ اخلاص سے بجالاؤ اور دردمندی اور عاجزی سے یہ دعا کرو.....اے میرے محسن اور اے میرے خدا! میں ایک تیرا ناکارہ بندہ پُر معصیت اور پُر غفلت ہوں۔ تو

نے مجھ پر ظلم پر ظلم دیکھا اور انعام پر انعام کیا اور گناہ پر گناہ دیکھا اور احسان پر احسان کیا۔ تو نے ہمیشہ میری پردہ پوشی کی اور اپنی بے شمار نعمتوں سے متمتع کیا۔ سو اب بھی مجھ نالائق اور پُر گناہ پر رحم کر اور میری بے باکی اور ناسپاسی کو معاف فرما اور مجھ کو میرے اُس غم سے نجات بخش کہ بجز تیرے اور کوئی چارہ گر نہیں۔ آمین ثم آمین“

پیارے انصار بھائیو! آج کے دور میں بھی مسیح الزمان اور آپ کے خلفاء نے نہ صرف متعدد بار انصار کو نماز تہجد کی تلقین فرمائی بلکہ خود بھی اس میں باقاعدگی اختیار کر کے اپنے محبین کے لئے نمونہ بنے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

”ہماری جماعت کو چاہئے کہ تہجد کی نماز کو لازم کر لیں۔ جو زیادہ نہیں وہ دو ہی رکعت پڑھ لے، کیونکہ اس کو دعا کرنے کا موقع بہر حال مل جائے گا۔ اِس وقت کی دعاؤں میں ایک خاص تاثیر ہوتی ہے، کیونکہ وہ سچے درد اور جوش سے نکلتی ہیں۔ جب تک ایک خاص سوز اور درد، دل میں نہ ہو۔ اس وقت تک ایک شخص خواب راحت سے بیدار کب ہو سکتا ہے؟ پس اِس وقت کا اٹھنا ہی ایک درد دل پیدا کر دیتا ہے جس سے دعا میں رقت اور اضطراب کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور یہی اضطراب اور اضطرار قبولیت دعا کا موجب ہو جاتے ہیں، لیکن اگر اٹھنے میں سستی اور غفلت سے کام لیتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ درد اور سوز دل میں نہیں۔“

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شرائط بیعت میں اسے لازمی قرار دیا ہے۔ تیسری شرط یوں ہے۔

”یہ کہ بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ وِرد بنائے گا“

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ارشاد ”بندہ نوافل کے ذریعہ ہی خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے“ کی تشریح میں فرمایا کہ فرائض انسان کو صرف دوزخ سے بچاتے ہیں۔ لیکن خدا کا قرب اس کی مجلس میں بیٹھنے کا حق نوافل سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ (خلاصہ خطبہ 17 نومبر 1930ء)

پیارے انصار بھائیو! پُرانے وقتوں میں گھروں کے ارد گرد حفاظت کی غرض سے دیواروں کی بجائے باڑ لگائی جاتی تھی۔ اسی طرح نوافل نمازوں کے لئے باڑ کا کام دیتے ہیں اور نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

بانی تنظیم انصار اللہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے 52 سالہ دور خلافت میں بار بار نماز تہجد میں باقاعدگی اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔ 23 جون 1944ء کے خطبہ جمعہ میں خدام کو یوں مخاطب ہوئے۔

”خدام کا فرض ہے کہ کوشش کریں سو فیصدی نوجوان تہجد کے عادی ہوں۔ یہ اُن کا اصل کام ہو گا جس سے سمجھا جائے گا کہ دینی روح ہمارے نوجوانوں میں پیدا ہو گئی ہے“

خدام کو تہجد کا عادی بنانا بھی انصار اللہ کی ذمہ داری ہے اس لئے انصار کو پہلے خود عادی ہونا ہو گا۔

آپؓ نے پھر فرمایا کہ ”مجھے افسوس ہے۔ ہماری جماعت میں بہت کم ایسے لوگ ہیں جو تہجد کے لئے اٹھتے ہیں۔ اگر زیادہ نہیں تو کم از کم جمعہ کی رات ہی تہجد پڑھ لیں۔“

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابع) نے خلافت سے قبل ”موسم کے اشارے“ کے عنوان سے ایک آرٹیکل تحریر فرمایا تھا کہ موسم کی تبدیلی کے اشارے تو چرند پرند اور درخت وغیرہ بھی سمجھ جاتے ہیں۔ ہمیں بھی موسم کے اشارے سمجھنے چاہئے۔ آج کل راتیں لمبی ہو رہی ہیں ہمیں نماز تہجد کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ (خلاصہ ماہنامہ خالد فروری 2008ء)

ہمارے موجودہ امام ایدہ اللہ نے عالمگیر جماعت کو اور اہالیان پاکستان کو خصوصاً تہجد، نوافل اور نفلی روزہ کی طرف توجہ دلائی اور ہر دوسرے تیسرے خطبہ میں توجہ دلا رہے ہیں۔ پاکستان جن نامساعد حالات سے گزر رہا ہے اور احمدی احباب پر دشمن مظالم ڈھا رہے ہیں۔ مساجد گرائی جاتی ہیں۔ احمدیوں کو شہید کیا جاتا ہے۔ احمدیوں کی جائیدادوں کو اپنا مال سمجھ کر قبضہ کر لیا جاتا ہے۔ جھوٹے مقدمات بنائے جاتے ہیں۔ لیکن کوئی شنوائی نہیں ہوتی۔

اس کے پیش نظر حضور انور ہم احمدی پاکستانیوں کو بار بار دعاؤں اور نوافل کی طرف بلاتے ہیں بلکہ ایک موقع پر فرمایا کہ اگر سو فیصد پاکستانی احمدی خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جائیں تو ان حالات کا خاتمہ چند راتوں میں ہو سکتا ہے۔ لیکن ہم اس طرف اُس طرح توجہ نہیں دے رہے جس طرح ہمیں دینی چاہئے۔

پیارے انصار بھائیو! ہمارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ ہم سب احمدیوں کے لئے رول ماڈل ہیں اور ہونے بھی چاہئیں۔ ہم نے بارہا ایم ٹی اے پر واقفین نو یا واقفات نو کی کلاسز میں سوالات کے جواب سنے ہیں۔ جس میں پیارے امام کی روزمرہ زندگی کے حوالہ سے بھی سوال ہیں۔ ایک موقع پر حضور نے فرمایا۔ میں رات کو سونے سے پہلے نیٹ پر جماعتی رسائل وغیرہ دیکھتا ہوں پھر تھوڑے وقت کے لئے سوتا ہوں پھر تہجد کے لئے اُٹھ جاتا ہوں۔ تہجد کی ادائیگی کے بعد تلاوت قرآن کریم کرتا ہوں اور باجماعت نماز کے لئے چلا جاتا ہوں۔

ہم نے اپنے بزرگوں کو دیکھا۔ صحابہ اور تابعین کو بھی دیکھا کہ وہ کس قدر نماز تہجد کی ادائیگی میں کوشاں تھے۔ ان کی سجدہ گاہیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھیں۔ اس وقت فرش بھی پختہ نہ ہوتے تھے۔ اینٹوں کے ہوتے اور بعض جگہوں پر بجری والے کھدرے مگر بزرگ گھنٹوں کھڑے رہتے اور لمبے لمبے سجدے کرتے اور آج اس قدر سہولتوں کے باوجود، فرش بھی پکے ہیں، جائے نماز نرم و نازک قالین والے آگئے ہیں ہم نمازوں کا حق اُس طرح ادا نہیں کر رہے جو ادا کرنے کا حق ہے۔ ہم آج برملا کہہ سکتے ہیں کہ ہم اپنے بزرگوں کی راتوں کی دعاؤں کا کھٹا ہوا کھا رہے ہیں اور اگر ہم نے اپنی اولادوں کے لئے تہجد میں دعائیں نہ کیں تو وہ کس کا کھٹا کھائیں گے۔ اس لئے اپنے بچوں کے محافظ اور ان کے ضامن بنیں اور تہجد میں دعاؤں کو شیوہ بنائیں۔

حضرت اماں جانؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر اپنے بچوں کو مخاطب ہو کر فرمایا تھا۔

بچو! گھر خالی دیکھ کر یہ نہ سمجھنا کہ تمہارے ابا تمہارے لئے کچھ نہیں چھوڑ گئے۔ انہوں نے آسمان پر تمہارے لئے دعاؤں کا بڑا بھاری خزانہ چھوڑا ہے۔

پیارے انصار بھائیو! اللہ تعالیٰ نے جو انعام ہم پر کئے ہیں ہمارے گھر دنیاوی آسائشوں و آرام سے بھر دیئے ہیں۔ کیا یہ فضل اور انعام تقاضا نہیں کرتے، ہمیں دعوت نہیں دیتے کہ ہم اللہ والے ہوں جائیں۔ آج کے دور میں تہجد کی زیادہ ضرورت اس لئے بھی ہے کہ ساری دنیا عدم برداشت کا شکار ہے۔ غصہ، تلخی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ بات بات پر لڑائی جھگڑا، معاشرے اور گلیوں کا سکون برباد ہو رہا ہے۔ سورۃ المزمل کی

آیت 7 کے مطابق نماز تہجد نفس کو قابو میں لانے کا ذریعہ ہے۔ اگر ہم نماز تہجد ادا کرنے والے ہوں گے تو معاشرے میں عدم برداشت میں بھی کمی ہو گی اور گھر جنت نظیر کے طور پر پیش ہو رہے ہوں گے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔

”اگر ایسے لوگ جماعت میں موجود ہیں جو نماز کے پابند نہیں تو مَیں انہیں کہتا ہوں کہ یہ وقت ایسا ہے کہ انہیں اپنی نمازوں کو پکّا کرنا چاہئے اور جو نماز کے پابند ہیں مَیں انہیں کہتا ہوں آپ اپنی نمازیں سنواریں اور جو لوگ نماز سنوار کر پڑھنے کے عادی ہیں مَیں انہیں کہتا ہوں کہ بہتر وقت دعا کا تہجد کا وقت ہے نماز تہجد کی عادت ڈالیں۔ دعائیں کریں کہ خدا تعالیٰ ہماری مشکلات کو دُور فرمائے اور لوگوں کو صداقت قبول کرنے کی توفیق دے۔

پیارے انصار بھائیو! اسی مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے حضورؓ نے اہالیان ربوہ کو مخاطب ہو کر فرمایا۔

ربوہ کی جماعت کے افسران اور عہدیداران محلوں میں تہجد کی تحریک کریں اور جو لوگ تہجد پڑھنے کے لئے تیار ہوں اور یہ عہد کریں کہ وہ تہجد پڑھنے کے لئے تیار ہیں۔ ان کے نام لکھ لیں اور جب وہ چند دنوں کے بعد اپنے نفوس پر قابو پالیں تو انہیں تحریک کی جائے کہ وہ باقیوں کو بھی جگائیں۔ جب سارے لوگ اٹھنا شروع ہو جائیں، پیپے بجنے لگ جائیں تو کئی لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا نماز پڑھنے کو دل تو چاہتا ہے لیکن نیند کے غلبہ کی وجہ سے بیدار نہیں ہوتے وہ بھی تہجد کے لئے اُٹھ بیٹھیں گے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”تیسری خصوصیت عبادالرحمن کی یہ بتائی کہ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا کہ اپنے رب کے لئے راتیں سجدے کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے گزارتے ہیں...... پس یہ ایک احمدی کی بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ خاص طور پر ان حالات میں جبکہ دنیا کے تمام مسلمان ممالک میں احمدیوں کے لئے مصائب اور مشکلات کا دور ہے کہ احمدی نہ صرف اپنی فرض نمازوں کی طرف توجہ دیں بلکہ اپنی راتوں کو نوافل سے سجائیں اور تہجد کی طرف توجہ دیں۔ کیونکہ راتوں کو اٹھنا نفس کو کچلنا ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اگر ہم خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور راتوں کو عبادت کرنے والے بنیں گے تو یہی چیز ان شاء اللہ تعالیٰ جماعت کی مشکلات کے دور کرنے کا باعث بنے گی۔ پس یہ مد نظر رہنا چاہئے کہ راتوں کو اٹھنا صرف ذاتی

اغراض کے لئے نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول اور جماعتی ترقی کے لئے اور دعاؤں کے لئے ہو۔ اگر دنیا میں ہر احمدی خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے جماعتی ترقی کے لئے رات کے کم از کم دو نفل اپنے اوپر لازم کر لے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ہم دیکھیں گے کہ کس طرح خدا تعالیٰ کی مدد پہلے سے بڑھ کر ہمارے شامل حال ہوتی ہے اور کس طرح اللہ تعالیٰ دشمن کی دشمنیاں اور مخالفین کی مخالفتیں ہوا میں اُڑا دیتا ہے" (مشعل راہ جلد پنجم حصہ سوم صفحہ 40-42)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ذمہ داریاں احسن طریق پر نبھانے اور تہجد کو نہ صرف ادا کرنے والے بلکہ اپنی نسلوں کو عادی بنانے کی توفیق دیتا رہے۔ آمین

ضضضض

{19} {مشاہدات۔159}

آنحضورؐ کی والدین کو بچوں سے دوستانہ تعلق کی تعلیم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

رَبَّنَا ہَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعۡیُنٍ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا (الفرقان:75)

اے خدا تعالیٰ! ہم کو ہماری بیویوں اور بچوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرمائے

یہ ہو میں دیکھ لوں تقوی سبھی کا
جب آئے وقت میری واپسی کا

آج میری تقریر کا عنوان ہے: **آنحضورؐ کی والدین کو بچوں سے دوستانہ تعلق کی تعلیم**

معزز بھائیو! آنحضرت ﷺ کی بعثت جاہلیت کے اُس دور میں ہوئی جب ہر قسم کے انسانی حقوق پامال کئے جارہے تھے۔ اولاد اور بچوں کے حقوق کا بھی یہ حال تھا۔ بچوں سے دوستی تو در کنار اکثر بچے افلاس کی وجہ سے پیدائش سے قبل ہی قتل کر دیئے جاتے۔ بعض قبائل میں بچیوں کو زندہ در گور کرنے کا رواج عام تھا۔ آپؐ نے تشریف لا کر اولاد کے عزت کے ساتھ زندہ رہنے کا حق قائم کیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی اولاد کی عزت کیا کرو اور ان کی عمدہ تربیت کرو۔ اسی طرح فرمایا کہ والد کا اولاد کے لئے حسن تربیت سے بہت کوئی تحفہ نہیں ہو سکتا۔

آنحضرت ﷺ کا بچوں سے دوستانہ تعلق:

آنحضرت ﷺ نے کبھی کسی بچے کو نہیں مارا۔ آپ بچوں کی معمولی تکلیف پر تڑپ جاتے اور کوشش کرتے کہ جلدی جلدی اس تکلیف کو دور کریں۔ حضور اکرم ﷺ ان پر پوری توجہ دیتے اور ان سے محبت اور شفقت سے پیش آتے۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ بچے بھی آپ سے مانوس ہو جاتے۔ آپؐ ان کو گود میں اٹھاتے، ان کا منہ چومتے اور سینے سے لگاتے۔ ان کے لئے دعائیں کرتے۔ ان کو دین کی باتیں سکھاتے۔ بچوں کو بھی

آپؐ سے بے پناہ محبت اور لگاؤ تھا۔ بچے جب آپؐ کو بازار یا گلی کوچوں میں دیکھتے، خوشی سے اچھلتے، کودتے، شوق سے بھاگ کر آتے اور آپؐ انہیں باری باری گود میں اٹھا لیتے اور پیار کرتے۔ آپؐ کی عادت تھی کہ بچوں کو سلام کرنے میں پہل کرتے۔ ان سے پاکیزہ مزاح بھی کرتے اور ساتھ ساتھ اچھی باتیں بھی بتاتے جاتے۔ کبھی کبھی بچوں کو سیر کے لئے ساتھ لے جاتے اور ان کے معصوم کھیل میں بھی شریک ہو جاتے۔ غرض بیسیوں ایسے واقعات اور احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بچوں سے حسن سلوک کا کس قدر اعلیٰ نمونہ پیش فرمایا۔

حضرت یعقوب علی عرفانیؓ تحریر فرماتے ہیں:

”آنحضرت ﷺ کی سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ بچوں پر خصوصاً شفقت فرمایا کرتے تھے اور حضور نے تربیتِ اولاد کے سلسلہ میں اولاد میں خودداری اور عزتِ نفس پیدا کرنے کی ہدایت فرمائی۔ اَكْرِمُوْا اَوْلَادَكُمْ۔ حضرت رسالتِ پناہ کے اس ارشاد میں تربیتِ اولاد کا بہترین راز مضمر ہے۔ اولاد کی تکریم سے اولاد میں جو احساس اور شعور پیدا ہوتا ہے وہ اسے دنیا میں معزز و محترم بنا دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت کو ہم نے پڑھا (ہی) نہیں، خدا کے فضل سے دیکھا ہے اور اسے آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ کا کامل نمونہ اور صحیح نقشہ پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد دی اور ایک جماعت کثیر دی جس کے بچوں کو حضرت کے حضور آنے جانے کا موقع ملتا اور حضورؑ کے اس برتاؤ اور تعلق کو ہم نے برائی العین مشاہدہ کیا۔“ (تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد سوم صفحہ 363)

معزز بھائیو! حضرت مسیح موعودؑ سزا کی بجائے دعا پر یقین رکھتے تھے۔ جیسا کہ فرمایا:

”جس طرح اور جس قدر سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے، کاش! دعا میں لگ جائیں اور بچوں کے لئے سوزِ دل سے دعا کرنے کو ایک حزب ٹھہرا لیں۔“ (ملفوظات جلد اول صفحہ 309)

تربیت اولاد کے متعلق آپ کا طریق کیا تھا؟ درج ذیل ارشاد سے وضاحت ہوتی ہے۔ فرمایا:

”ہدایت اور تربیت حقیقی خدا کا فعل ہے۔ سخت پیچھا کرنا اور ایک امر پر اصرار کو حد سے گزار دینا یعنی بات بات پر بچوں کو روکنا ٹوکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا ہم ہی ہدایت کے مالک ہیں...... یہ ایک قسم کا شرکِ خفی

ہے اس سے ہماری جماعت کو پرہیز کرنا چاہئے...... ہم تو اپنے بچوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور سرسری طور پر قواعد اور آدابِ تعلیم کی پابندی کراتے ہیں۔ بس اس سے زیادہ نہیں۔" **(ملفوظات جلد اول صفحہ 309)**

اکثر والدین اور بچوں میں سچی دوستی قائم ہی نہیں ہو پاتی یعنی دوستی کا فقدان رہتا ہے۔ وہی دوستی حقیقی سمجھی جاسکتی ہے جس میں اور بہت سی خصوصیات کے علاوہ باہمی عزت اور احترام ہو، اعتماد ہو، دیانتداری ہو، ایک دوسرے کو سننے اور سمجھنے کی عادت ہو۔

بچوں کی پرورش میں کسی نہ کسی موڑ پر والدین کے بچوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنا ضروری ہیں۔ یہ جتنی جلد ممکن ہو بہتر ہے اور اس دوستی کے نتیجہ میں ایک دوسرے کو سمجھنے میں مدد ملے گی اور اس رشتہ میں نکھار آتا چلا جائے گا۔ بعض والدین کا خیال ہے کہ بچپن میں اس کی اتنی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ بچے کی تربیت کا زمانہ اُس کی پیدائش سے شروع ہو جاتا ہے۔ گو اس وقت بچے کی آنکھیں اور کان پوری طرح کام نہیں کر رہے ہوتے اور بچہ بظاہر سمجھ نہیں سکتا۔

معزز بھائیو! اسی لئے آنحضور ﷺ نے حسن تربیت کے لئے یہ پُر حکمت تعلیم فرمائی کہ پیدائش کے بعد اس کے کان میں اذان اور تکبیر کہی جائے۔ اس ارشاد کے ذریعہ دراصل آپؐ نے یہ پیغام دیا کہ آغاز سے ہی بچوں کے کان میں اللہ رسول کی باتیں پڑنی چاہئیں اور آغاز سے ہی تربیت کا سلسلہ شروع کر دینا چاہئے اور آج 1500 سال بعد موجودہ تحقیق سے سائنسدانوں نے ثابت کیا ہے کہ انسانوں کے دماغ کا ایک حصہ ایسا ہے کہ بچپن میں بچہ جو سنتا ہے وہ اسی کو اخذ کرتا ہے اور محفوظ بھی کر لیتا ہے اور پھر کبھی وقت آنے پر خود بخود یاد آجاتا ہے۔

یہ ایک نفسیاتی نقطہ بھی ہے کہ بچہ پیدا ہوتے ہی اپنے ماحول کا اثر قبول کرنا شروع کر دیتا ہے اس لئے ماں باپ اور بڑوں کے لئے ضروری ہے کہ اس کی پیدائش کے وقت سے ہی اس کے ماحول کو دوستانہ رکھنا چاہئے تاکہ بڑے ہو کر بچہ اپنے فارغ اوقات گھر پر گزارنے میں خوشی اور راحت محسوس کرے۔

ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اس طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اپنے گھر کے ماحول کو ایسا پُر سکون اور محبت بھرا بنائیں کہ بچے فارغ وقت گھر سے باہر گزارنے کی بجائے ماں باپ کی صحبت میں گزارنا پسند کریں۔ ایک دوستانہ ماحول ہو۔ بچے کھل کر ماں باپ سے سوال بھی کریں اور ادب کے دائرے میں رہتے ہوئے ہر قسم کی باتیں بھی کریں۔“ (خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 148)

پس آغاز سے ہی بچوں کی رہنمائی کے ساتھ ساتھ ان سے دوستی ان کی تربیت میں مثبت کردار ادا کر سکتی ہے۔ بعض والدین اپنے بچوں کی نشو نما میں ان کی حوصلہ افزائی چاہتے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ان پر احکامات مسلط کئے جائیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا۔ (الروم:31) یعنی یہ اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا۔ آنحضرت ﷺ کا قول ہے کہ ”ہر بچہ تو فطرت صحیحہ (یعنی فطرت اسلام) پر پیدا ہوتا ہے۔ مگر اس کے والدین ہی اسے یہودی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔“ (بخاری کتاب الجنائز باب از اسلم الصبی) مراد یہی ہے کہ بچہ سب سے پہلے والدین سے ہی سیکھتا ہے اور والدین اس کے سامنے جو عملی نمونہ پیش کرتے ہیں وہ اس کی نقل کرتا ہے۔ لہٰذا والدین کو چاہئے کہ وہ اپنے گھر کا ماحول جنت نظیر بنائیں۔ اگر والدین حتی المقدور اپنی اولاد کو احسن رنگ میں تربیت دیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کی اولاد صالح نہ بنے۔

گویا جب بچہ جنم لے کر اس دنیا میں آتا ہے تو وہ صاف سلیٹ یا دھلی ہوئی تختی کی مانند ہوتا ہے اب اس کے والدین جو عبارت اس پر لکھنا چاہیں وہ لکھ دیتے ہیں یا بالفاظ دیگر یہ کہنا بھی بجا ہوگا کہ ایک نومولود گُندھی ہوئی مٹی کی طرح ہوتا ہے اس کے ماں باپ جس سانچہ میں اسے ڈالیں گے وہ وہی شکل اور کردار لے کر معاشرہ میں پروان چڑھے گا۔ اکثر ربانی ہستیوں اور ماہرین نفسیات نے تربیت اولاد کے جو مختلف طریق بتا رکھے ہیں ان میں سے ایک نہایت اہم اور کامیاب گُر **”والدین کا اولاد سے دوستانہ تعلق ہے“**

معزز بھائیو! اس پیارے اور آزمودہ نسخہ کا تذکرہ ہمارے پیارے حضور پر نور ایدہ تعالیٰ بنصرہ العزیز یوں فرماتے ہیں۔

"اپنے گھر کے ماحول کو ایسا پُر سکون اور محبت بھرا بنائیں کہ بچے فارغ وقت گھر سے باہر گزارنے کی بجائے ماں باپ کی صحبت میں گزارنا پسند کریں۔ ایک دوستانہ ماحول ہو۔ بچے کھل کر ماں باپ سے سوال بھی کریں اور ادب کے دائرے میں رہتے ہوئے ہر قسم کی باتیں بھی کر سکیں۔ اس لیے ماں باپ دونوں کو بہر حال قربانی دینی پڑے گی۔ جو عہد اپنے رب سے والدین نے باندھا ہے اس عہد کو پورا کرنے کے لئے بہر حال والدین نے بھی قربانی دینی ہے۔" (خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 148-149)

خود اعتمادی: اس میں شک نہیں کہ بچوں میں بچپن سے ہی نظم وضبط قائم کرنا انتہائی ضروری ہے نیز بچے کی بھلائی اور حفاظت والدین کی اولین ذمہ داری ہوتی ہے۔ لیکن ایک دفعہ جب انہیں بنیادی سہولیات مہیا کر دی جائیں تو پھر چاہئے کہ وہ خود اعتمادی سے خود ہی ان مسائل کا حل نکالیں۔ یہ وہ موقع ہے جبکہ والدین کی بچوں کے ساتھ حقیقی دوستی کا تعلق قائم ہونا شروع ہوتا ہے اور بچہ بھی اپنے والدین پر اعتماد کرنا شروع کر دیتا ہے اور وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ میرے والدین میرے خیر خواہ اور سچے ہمدرد ہیں تب ان کے ہر اشارہ پر عمل کرنا اپنی سعادت جانتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں کہ:

"پس نیکی پر خود اعتمادی یہ بہت ضروری ہے۔ پس جن بچوں کو آپ نے سوسائٹی میں بھیجنا ہے ان کو بتائیں کہ تمہاری عزت اور تمہاری اعلیٰ اقدار سچائی سے وابستہ ہیں...... یہ احساس خود اعتمادی گھر میں بچپن میں پیدا کرنا ضروری ہے۔" (مشعل راہ جلد 3 صفحہ 576-577)

لیکن بچوں کی پرورش کے دوران ان میں نظم وضبط لانے کے لئے ہر وقت تحکمانہ اور آمرانہ رویہ درست نہیں۔ اس قسم کا رویہ سوائے مشینی رد عمل اور جذبات سے عاری وابستگی کے علاوہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتا۔ اس میں کسی قسم کی دوستی کے لئے گنجائش ہی نہیں رہتی۔ جو کہ بچوں کی پرورش میں بعض دفعہ سخت نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ کے تربیت اولاد کے اسلوب:

معزز بھائیو! خصوصاً جب بچہ ذرا بڑا ہو جائے تو آپس میں دوستانہ تعلقات اور بھی زیادہ اہمیت اختیار کر لیتے ہیں۔ اگر زندگی کے اہم معاملات پر بات چیت کرنے میں ہچکچاہٹ ہو تو پھر یہ سچی دوستی نہیں کہلا سکتی۔ دوستی کے لئے والدین اور خصوصاً باپ کا اپنے بچوں کے مزاج کا شناسا ہونا نہایت ضروری ہے۔ ہر ماں باپ کی اولاد مختلف مزاج رکھتی ہے۔ پسند اور ناپسند میں بھی فرق ہوتا ہے اور جب تک ہر بچہ کے مزاج کے مطابق اس کی تربیت کا طریق اختیار نہ کیا جائے، خاطر خواہ نتائج کی امید نہیں کی جاسکتی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد مرحوم اس ضمن میں اپنا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں جس سے حضرت مصلح الموعودؓ کا اپنے بچوں سے دوستانہ تعلق اور مزاج شناسی کا پتہ چلتا ہے۔ جو کہ ہم سب کے لئے تربیتِ اولاد میں یقیناً مشعلِ راہ ثابت ہو سکتا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"قادیان کے قریب ہمارا ایک آبائی گاؤں "نواں پنڈ" تھا۔ جہاں ابا جان نے ٹینس کورٹ بنوایا ہوا تھا ...... جب میں اس قابل ہوا کہ ٹینس کا ریکٹ پکڑ کر کچھ کھیل سکتا تو ٹینس کھیلنے کے لئے مجھے بھی ساتھ لے کر جانے لگے اور ہمارے بڑے بھائی مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالث۔ ناقل) بھی کبھی کبھی کھیلنے ساتھ چلتے تھے۔ ان دنوں انگلستان کا بنا ہوا ایک ریکٹ جس کا نام DOHETRY تھا آپ استعمال فرماتے تھے۔ کچھ سال بعد آپ نے ڈوہرٹی ریکٹ لاہور سے منگوا کر ہمارے بڑے بھائی کو دے دیا۔ مجھے جب اس کا علم ہوا تو میں نے ایک ملازمہ کے ہاتھ ابا جان کو ایک رقعہ لکھ کر بھجوایا کہ آپ نے بھائی کو ریکٹ دیا ہے اور مجھے نہیں دیا اور یہ اسلامی تعلیم کے منافی ہے۔ کیونکہ رسول کریم ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے ایک صحابی کو جس نے اپنے ایک لڑکے کو غلام خرید کر دیا تھا اور دوسروں کو نہیں۔ آنحضرت ﷺ کے دریافت فرمانے پر کہ کیا ہر لڑکے کو غلام دیا ہے؟ نفی میں جواب سن کر آپؐ نے ان صحابیؓ کو ارشاد فرمایا کہ اس سے بھی غلام واپس لے لو۔ اسی طرح کی ایک اور روایت ہے جس میں حضرت النعمان بن بشیرؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھے عطیہ دیا۔ جب آنحضرت ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپؐ نے بیان فرمایا کہ کیا باقی سب بچوں کو عطیہ دیا ہے؟ کہا نہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا۔ "فَاتَّقُوْا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ۔"

میری اس حرکت کا یہ نتیجہ بھی نکل سکتا تھا کہ میری گوشمالی کی جاتی۔ ناراضگی کا اظہار ہوتا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا...... دو تین روز ہی گزرے تھے کہ ایک صبح کے وقت آپ ہاتھ میں ڈوہرٹی ریکٹ پکڑے میرے پاس آئے اور مجھے دے کر فرمایا کہ لو! تمہارا ریکٹ۔ مَیں نے تمہارے لئے لاہور سے منگوایا ہے۔"

دراصل ضروری نہیں کہ ہر بچہ خاموشی سے بات قبول کرلے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ کسی بات کو صحیح نہ جانے تو اس کا برملا اظہار کردے۔ اس پر اس سے ناراض ہونے کی بجائے اس کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے تا اس میں مناسب موقع پر سچ بولنے کا حوصلہ پیدا ہو۔

والدین کو اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ ہر وقت کی سختی اچھی نہیں ہوتی۔ اگر والدین ہر وقت بچوں پر چیخیں اور چلائیں تو وہ اپنی قدر کھو دیتے ہیں اور ان کی بات میں وزن نہیں رہتا اور بچے ان کے خیالات کو اہمیت دینا چھوڑ دیتے ہیں۔ چاہے وہ کتنا ہی دانشمندانہ خیال ہی کیوں نہ ہو۔ اگر اس کی ادائیگی صحیح نہیں تو اس کو تسلیم کرنے میں مشکل ہوگی اس طرح مطلوبہ نتائج کا حصول ناممکن ہوجاتا ہے۔ سچی دوستی وہ ہے جس میں متوازن اور باہمی احترام کا رشتہ ہو۔ بچوں کو یہ احساس نہیں ہونا چاہئے کہ ان کے خیالات کو اہمیت نہیں دی جارہی۔ چاہے وہ غلط ہی کیوں نہ ہو یا بچگانہ ہی کیوں نہ ہو۔ ورنہ ڈر ہے کہ پھر وہ والدین کے خیالات اور احساسات کو بھی اہمیت نہیں دیں گے۔ بہر حال یہ بڑوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس باہمی رشتہ میں ہم آہنگی پیدا کریں کیونکہ بچہ تو پھر بچہ ہی ہے۔

اگر بچے نے کوئی اچھا کام کیا ہو تو اس کو بیان کر کے بچے کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے۔ کسی امتحان میں کامیابی حاصل کرنے پر خوشی کا اظہار کرنا چاہئے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک صاحب اپنے طالب علمی کے زمانہ کا ایک واقعہ اس طرح پیش کرتے ہیں کہ جب انہوں نے مولوی فاضل کے امتحان میں اچھے نمبروں سے کامیابی حاصل کی تو نتیجہ کی اطلاع پر حضرت مصلح موعودؓ نے اس کامیابی پر خوشی کا اظہار فرمایا اور اس خوشی میں سب عملہ اور وہ احباب جماعت جو مختلف شہروں سے آپ کو ملنے کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے اور ملازمین اور گھر والوں کے ساتھ مل کر پکنک کا پروگرام بنایا۔ کھانے کے لئے باورچی کو خود ہدایات دیں بلکہ رات گئے تک کھانا پکانے کی خود ہی نگرانی فرمائی۔

اسی طرح ناکامی پر غم اور غصہ کی بجائے بچے کے ساتھ بیٹھ کر اس کے اسباب کا جائزہ لیتے ہوئے اس کے سدّباب کے لئے بچے کی رہنمائی کرنی چاہئے اور اس کو احساس دلوانا چاہئے کہ اس مشکل گھڑی میں وہ اس کے ساتھ ہیں۔

لیکن بچوں سے دوستی کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ بچہ جو بھی کرے اس کو ہر صورت پسند کیا جائے یا اغماض کیا جائے۔ ہاں اس صورت میں بھی معاملہ فہمی سے کام لینا چاہئے ایسا نہ ہو کہ بچہ آپ سے دور ہو جائے اس طرح اس کی پرورش میں آپ کی وعظ و نصیحت تعمیری اور موئثر کردار ادا کرسکتی ہے۔

معزز بھائیو! غیرت دینی کا یہ واقعہ ملاحظہ ہو۔ حضرت صاحبزاہ مرزا مبارک احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ "ہمارے بڑے بھائی مرزا ناصر احمد صاحب کو قرآن کریم حفظ کروانے کا فیصلہ ابا جان نے کیا۔ ایک حافظ صاحب کو ان کے لئے مقرر فرمایا۔ ہماری رہائش والے مکان کے صحن میں بھائی کھڑے تھے۔ میں برآمدہ میں تھا۔ میں نے ان کو 'او حافظ' کر کے پکارا۔ ابا جان نے سن لیا۔ سخت غصے میں میرے پاس آئے اور ایک طمانچہ رسید کیا اور فرمانے لگے تمہیں شرم نہیں آتی قرآن کریم حفظ کرنے والے اور پھر بڑے بھائی کو تم نے اس طرح مخاطب کیا۔ اسی وقت پرائیویٹ سیکرٹری کے ایک کارکن کو بلا کر کہا کہ اسی وقت ہائی سکول جا کر اس کا نام وہاں سے کٹوا دو اور کل سے یہ ہائی سکول کی بجائے احمدیہ سکول میں تعلیم حاصل کرے گا۔"

دوستی اپنی جگہ لیکن حفظِ مراتب کا خیال رکھنا بھی بچوں کی تربیت کا حصہ ہے

نسبتاً چھوٹی عمر میں بچے کہانیاں سننے کا شوق رکھتے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ بچوں کی تربیت کے لئے دوستانہ ماحول کو اس قدر اہمیت دیتے تھے کہ آپؓ نے بچوں کی تربیت کے لئے کہانیاں سنانے کا طریق بھی اپنایا۔ باوجود خلافت کے کاموں کی بے پناہ مصروفیات کے ایک مرتبہ آپ نے ان بچوں کو جو شعور کی عمر کو پہنچ چکے تھے عشاء کی نماز کے بعد ایک کہانی سنانا شروع کی جو تقریباً ایک گھنٹہ روزانہ کئی ہفتے جاری رہی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب اپنی یادداشتوں میں تحریر کرتے ہیں کہ یہ کہانی کسی قصے کہانیوں کی کتابوں سے اخذ نہیں کی گئی تھی بلکہ آپؓ نے ازخود مختلف تربیتی امور سے تعلق رکھنے والی اسلامی تعلیم پر روشنی ڈالنے کے لئے کہانی کا رنگ دے کر اس قدر دلچسپ بنا دیا کہ ہم سارے جو اس مجلس میں جمع

ہوتے تھے اگلے دن شام کا انتظار کرتے۔ اس کے علاوہ آپ نے گھر میں درسِ قرآن بھی شروع کیا جو کئی ماہ تک جاری رہا۔

معزز بھائیو!

عملی نمونہ اور کرنے کی باتیں: دوستانہ تعلق میں عملی نمونہ کو بھی بہت اہمیت حاصل ہے۔ کسی امر کی وضاحت کے لئے ہمیشہ مثال پیش کی جاتی ہے تاکہ وہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ بھی اپنی تعلم کا صحیح نمونہ پیش کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً انبیاء کو بھیجتا رہا ہے۔ اس لئے بچوں کے اخلاقی پہلو کو اجاگر کرنے کے لئے ہمیں اپنی مثال بہترین رنگ میں پیش کرنا ہوگی۔ ایسا نہ ہو کہ ہماری نئی پود زبانِ حال سے کہنے لگ جائے۔لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ۔ اس لئے ہمیں پہلے اپنے آپ کو بچوں کے لئے اچھی مثال پیش کرنا ہے۔ ہم اپنی کمزوریوں اور خامیوں کی اصلاح کے بعد ہی بچوں کی اصلاح کی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں۔ مثلاً

1۔ نماز باجماعت کے خود سختی سے پابند ہوں گے تو بچوں کو نماز باجماعت کی تلقین کر سکیں گے۔

2۔ ہر مرحلہ میں راست گوئی یعنی حقیقت پسندی کو اپنا کردار بنائیں گے تو بچوں کو سچ بولنے کی عادت ڈالنے میں مددگار ہو سکیں گے۔

3۔ ہر کام وقت پر کرنے کی عادت کا لازمی اثر بچوں پر بھی ہو گا تو وہ بھی وقت کی پابندی سیکھ جائیں گے۔

4۔ خود صاف ستھرا لباس رکھ کر ہی ہم بچوں کو صاف ستھرا دیکھ سکیں گے۔

5۔ عوام کی خدمت پر کمربستہ رہ کر ہی بچوں کو ہم خدمت خلق پر آمادہ کر سکیں گے۔

6۔ ہمسایوں اور دوستوں سے محبت اور احسان کر کے ہی بچوں کے اندر دوسروں سے محبت کا جذبہ پیدا کر سکیں گے۔

7۔ اپنے گھر میں بہترین سلوک کا نمونہ پیش کریں گے تو گھر کے خوشگوار تعلقات بچوں پر خوشگوار اثر ڈالیں گے۔

8۔ لین دین کے معاملات میں دیانتداری کا مظاہرہ بچوں کو دیانتدار بنادے گا۔

9۔ اس کے علاوہ دیانت، محنت کی عادت، غصہ کو ضبط کرنا، عفت، نگاہ و زبان کی پاکیزگی، مستقل مزاجی اور ہمدردی خلائق جیسی صفات کا عملی نمونہ بچوں کے ساتھ پیش کریں گے تو یہ خوبیاں ان میں بھی پیدا ہوں گی۔

10۔ تربیت کا سب سے اہم ذریعہ خلیفہ وقت کے ساتھ عاشقانہ اور خادمانہ تعلق اور نظام سلسلہ کا احترام اور پابندی ہے۔ یہ ایسی بنیادی صفت اور پاک بیج ہے جسے اگر عمل صالح کے پانی سے سیراب کیا جائے تو یہ ایسا ثمر دار شجر بن جاتا ہے جس کے میٹھے پھل والدین کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور جماعت کے لئے لذت و سرور کا موجب ہوتے ہیں۔ اگر ہم اپنی عزیز اولاد کے دلوں میں خلافتِ حقہ کی اہمیت اور اس کی برکات کو جاگزیں کر سکیں اور ہر حالت عُسر ویُسر میں خلافت اور نظام سلسلہ کے احترام کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے اپنا ایک نمونہ قائم کر کے اپنی اولاد کے دلوں میں راسخ کر سکیں تو باقی تربیت خود بخود آسان ہو جائے گی۔

حضرت مسیح موعودؑ اسی نکتہ کو ایک اور زاویہ سے بیان فرماتے ہیں:

”خوب یاد رکھو کہ جب تک خدا تعالیٰ سے رشتہ نہ ہو اور سچا تعلق اُس کے ساتھ نہ ہو جاوے کوئی چیز نفع نہیں دے سکتی...... پس وہ کام کرو جو اولاد کے لیے بہترین نمونہ اور سبق ہو اور اس کے لیے ضروری ہے کہ سب سے اول خود اپنی اصلاح کرو اگر تم اعلیٰ درجہ کے متقی اور پرہیز گار بن جاؤ گے اور خدا تعالیٰ کو راضی کر لو گے تو یقین کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے ساتھ اچھا معاملہ کرے گا۔ قرآن شریف میں خضر اور موسیٰ علیہ السلام کا قصہ درج ہے کہ دونوں نے مل کر ایک دیوار کو بنا دیا جو یتیم بچوں کی تھی وہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ان کا والد صالح تھا۔ یہ ذکر نہیں کیا کہ وہ کیسے تھے۔ پس اس مقصد کو حاصل کرو اور اولاد کے لیے ہمیشہ اس کی نیکی کی خواہش کرو۔“(ملفوظات جلد 4 صفحہ 444-445)

غرضیکہ زندگی کے بے شمار پہلو ہیں جن میں ہم اپنے عملی نمونہ سے بچوں کے اندر خود بخود اچھی اور نیک عادات پیدا کر سکتے ہیں۔ اور وہی نظارے دیکھ سکتے ہیں جب باپ نے اپنے بیٹے کو کہا کہ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ (الصافات:103) یعنی اے میرے پیارے بیٹے!

یقیناً مَیں سوتے میں دیکھا کرتا ہوں کہ مَیں تجھے ذبح کر رہا ہوں، پس غور کر تیری کیا رائے ہے۔ تو سعادت مند بیٹا جو کہ اپنے باپ کے ساتھ دوستی کے رنگ میں رنگین تھا جواب دیتا ہے۔ یٰٓاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ (الصافات:103)اے میرے باپ! وہی کر جو تجھے حکم دیا جاتا ہے یقیناً اگر اللہ چاہے تو مجھے تُو صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک نہایت پیاری اور گہری حکمت کی بات بیان فرمائی ہے کہ جس طرح سکّہ کے دو رُخ ہوتے ہیں اسی طرح دوستی کے بھی دو رُخ ہوتے ہیں ایک تو والدین کا اپنے بچوں سے دوستانہ تعلق اور دوسرا بچوں کا دوسرے بچوں سے دوستی لگانا۔ یہ دونوں رُخ والدین کے پیش نظر رہنے چاہئیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

”حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے یعنی دوست کے اخلاق کا اثر انسان پر ہوتا ہے۔ اس لیے اسے غور کرنا چاہئے کہ وہ کیسے دوست بنا رہا ہے۔ تو والدین کو بھی نگرانی رکھنی چاہئے اور یہ نگرانی سختی سے نہیں رکھنی چاہئے بلکہ بچوں سے بے تکلف ہوں...... اس مغربی معاشرہ میں بلکہ آج کل تو مغرب کا اثر، دجالی قوتوں کا اثر اور شیطان کے حملوں کا اثر، رابطوں میں آسانی اور سہولت کی وجہ سے ہر جگہ ہو چکا ہے۔ تو مَیں یہ کہہ رہا ہوں کہ شیطان کے ان حملوں کا مقابلہ کرنے کے لیے والدین کو اپنے بچوں سے ایک دوستانہ ماحول پیدا کرنا ہوگا اور پیدا کرنا چاہئے۔ خاص طور پر اِن ملکوں میں جو نئے آنے والے ہوتے ہیں وہ شروع میں تو نرمی دکھاتے ہیں اس کے بعد زیادہ سخت ہو جاتے ہیں۔ وہ تصور نہیں ہے کہ بچوں سے بھی دوستی پیدا کی جاسکتی ہے۔ تو ان کو پھر یہ احساس دلانا چاہئے۔ یہ ماحول پیدا کر کے اچھا کیا ہے اور برا کیا ہے۔ بچے کو بچپن سے پتہ لگے اور پھر جوانی میں پتہ لگے۔ ایک عمر میں آکے والدین خود بچوں سے باتیں کرتے ہوئے جھجکتے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے۔ ان کو دین کی طرف لانے کے لیے...... والدین کو دعاؤں کے ساتھ ساتھ بڑی کوشش کرنی چاہئے...... پھر یہ بھی نظر رکھنی چاہئے کہ بچوں کے دوست کون ہیں۔ بچوں کے دوستوں کا بھی پتہ ہونا چاہئے...... ابھی بھی والدین کی یہ شکایات ملتی رہتی ہیں کہ انہوں نے سختی کرکے بچوں کو بگاڑ دیا۔ ایک بچہ جو پندرہ سولہ سال کی عمر تک بڑا اچھا ہوتا ہے...... تو پھر ایک دم پیچھے ہٹنے لگتا ہے اور پھر ہٹتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ ایسی شکایتیں

بھی آئیں کہ بچے ماں باپ سے علیحدہ ہو گئے......اگر والدین شروع سے ہی اس بات کا خیال رکھیں تو یہ مسائل پیدا نہ ہوں۔ پھر بچوں کو بھی مَیں کہتا ہوں کہ اپنے دوست سوچ سمجھ کر بناؤ۔ یہ نہ سمجھو کہ والدین تمہارے دشمن ہیں......دیکھنا چاہیئے کہ ہمارے جو دوست ہیں بگاڑنے والے تو نہیں اور اللہ سے دور لے جانے والے تو نہیں کیونکہ جو اللہ سے دور لے جانے والے ہیں وہ تمہارے سچے دوست نہیں ہو سکتے ......اور ہمیشہ نظام سے تعلق رکھیں۔ نظام جو بھی آپ کو سمجھاتا ہے آپ کی بہتری اور بھلائی کے لیے سمجھاتا ہے۔ نمازوں کی طرف توجہ دیں، قرآن پڑھنے کی طرف توجہ دیں اللہ تعالیٰ ہمارے ہر بچے کو ہر شیطانی حملے سے بچائے۔" (خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 395-397)

سامعین! تربیت اولاد کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنا قابل تقلید نمونہ ملاحظہ ہو۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں میں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لیے دعا نہیں کرتا......اللہ تعالیٰ نے اولاد کی خواہش کو اس طرح پر قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (الفرقان:75)

یعنی خدا تعالیٰ ہم کو ہماری بیویوں اور بچوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرمائے۔" (ملفوظات جلد 1 صفحہ 562-563)

(تیار کردہ: مجید احمد بشیر)

ضضضض

{20} {مشاہدات۔81}

آنحضورؐ کا بچوں کے ساتھ شفقت و محبت بھرا سلوک

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۪ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ

(ال عمران:160)

ترجمہ: پس اللہ کی خاص رحمت کی وجہ سے تُو ان کے لئے نرم ہو گیا اور اگر تُو تُند خُو (اور) سخت دل ہوتا تو وہ ضرور تیرے گرد سے دُور بھاگ جاتے۔ پس ان سے دَر گزر کر اور ان کے لئے بخشش کی دعا کر اور (ہر) اہم معاملہ میں ان سے مشورہ کر۔ پس جب تُو (کوئی) فیصلہ کر لے تو پھر اللہ ہی پر توکل کر۔ یقیناً اللہ توکل کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

مدح حسن مصطفیٰ ہے ایک بحر بیکراں
اس کے ساحل تک کوئی شیریں بیاں پہنچا نہیں

میرے بھائیو! میری گزارشات کا عنوان ہے **"آنحضور ﷺ کا بچوں کے ساتھ شفقت و محبت بھرا سلوک"**

سامعین! ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی سیرت کے حوالہ سے مختلف پہلو ہیں۔ اُن میں سے ایک پہلو بچوں اور بچیوں کے ساتھ پیار بھرا سلوک ہے۔ جس کو لوگوں کے سامنے اُجاگر کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ بالعموم ہمارے معاشرے کے بزرگ اور عمر رسیدہ لوگ بچوں سے میل ملاقات رکھنا اور اُن کے ساتھ مِل جُل کر محفلوں میں بیٹھنے سے اپنے آپ کو بالا سمجھتے ہیں۔ اپنے بچوں

کے ساتھ تو شاید مِل بیٹھیں لیکن معاشرے کے دوسرے بچوں کے ساتھ بیٹھنے میں اپنی ہتک محسوس کرتے ہیں اور ایسے بچوں کے ساتھ شفقت اور پیار سے پیش آنے میں لیت و لعل کرتے ہیں خاص طور پر ہمارے ایشین معاشرے میں بچوں کو معاشرے کا حصہ بنا کر اُن کے سروں پر دست شفقت رکھنا اور اِن بچوں کو اپنے ساتھ لے کر چلنا ایشین معاشرے کی قدریں اجازت نہیں دیتیں۔

مگر ہمارے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اندرونِ خانہ یعنی خاندان کے بچوں اور بیرونِ خانہ معاشرے کے بچوں کے ساتھ نہایت محبت اور شفقت سے پیش آتے، اِن بچوں کو اپنے ساتھ بٹھاتے، اِن سے دینی و اسلامی باتیں کرتے، اِن کو کہانیاں سناتے اور اِن کے ساتھ کھیلتے بھی نظر آتے تھے۔ اب مَیں اپنی گفتگو کو دو حصوں میں تقسیم کر کے آگے بڑھتا/بڑھتی ہوں۔ مَیں آغاز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اندرونِ خانہ کے بچوں سے حسنِ سلوک سے کرتا/کرتی ہوں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں سے آپؐ کا پیار و محبت کا سلوک آتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زیر تربیت نواسوں کے لیے دعا کیا کرتے تھے کہ۔ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُمَا فَاِنِّیْ اَرْحَمُھُمَا اے اللہ! اِن دونوں پر رحم فرما مَیں بھی اِن سے نرمی کا سلوک کرتا ہوں اور ایک جگہ درج ہے کہ اے اللہ! مَیں اِن سے محبت کرتا ہوں تو بھی اِن سے محبت کر۔ آپؐ کے پاس جب بھی نیا پھل آتا تو آپؐ محفل میں موجود سب سے چھوٹے بچے کو ضرور دیتے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ ”بچوں کو چوما کرو اس کے بدلہ میں تم کو جنت میں بدلہ ملے گا۔ جو بچوں کے ساتھ شفقت اور رحمت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔“

میرے بھائیو! ایک دفعہ آپؐ اپنے بچوں کو چوم رہے تھے تو ایک بدّو نے دیکھ کر کہا کہ اے رسول! میرے 10 بچے ہیں مَیں نے تو اِن کو کبھی نہیں چوما۔ آپؐ نے فرمایا۔ اگر اللہ نے تمہارے دل سے رحمت نکال لی ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ پھر ایک موقع پر فرمایا کہ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مَیں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر بچوں سے حسنِ سلوک کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ آپؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں 9 سال تک آپؐ کی خدمت میں رہا۔ آپؐ نے مجھے اِن دس سالوں میں ایک دفعہ بھی نہیں جھڑکا۔

(مسلم کتاب الفضائل باب حسن خلقہ ﷺ)

حضرت انسؓ کو ایک دفعہ حضور ﷺ نے کوئی کام کہا اور وہ راستہ میں بچوں کے ساتھ کھیل میں مصروف ہوگئے۔ تھوڑی دیر میں حضور ﷺ اس جگہ تشریف لے آئے اور انہیں کھیل میں مصروف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کام کے متعلق استفسار فرمایا۔

سامعین! ایک دفعہ آپؐ کے نواسے نے کسی بچے کو اونٹ پر سوار دیکھ کر اپنے نانا سے کہا کہ اونٹ پر بیٹھنا ہے۔ آپؐ نے نواسے کو کندھے پر سوار کرکے اونٹ کی طرح چلنا شروع کر دیا۔ کسی نے دیکھ کر کہا کتنی پیاری سواری ہے تو آپؐ نے فرمایا ''سوار بھی کتنا پیارا ہے۔''

ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے آپؐ کی نواسی امامہ بنت ابوالعاص آکر آپؐ کے کاندھوں پر چڑھ بیٹھی اور اِسی طرح ایک بار حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نماز کے دوران آپؐ کے کندھوں پر چڑھ گئے تو آپؐ نے سجدہ لمبا کر دیا اور بچوں کو نیچے نہ اُتارا اور نہ جھٹکا دیا۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پکڑ کر اپنے ایک زانو پر بٹھا لیتے اور دوسرے پر حسنؓ کو۔ یعنی جب بیٹھے ہوتے تو ران پہ ایک طرف حضرت حسن کو بٹھا لیتے اور دوسرے پر مجھے پھر ہم دونوں کو اپنے سینے سے چمٹا لیتے اور فرماتے: ''اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُمَا فَاِنِّیْ اَرْحَمْہُمَا '' اے اللہ ان دونوں پر رحم فرمانا۔ میں ان دونوں سے شفقت رکھتا ہوں۔

(بخاری کتاب الادب باب وضع الصبی علی الفخذ)

خاندان سے باہر بچوں سے حسنِ سلوک

معزز بھائیو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس پہلو کو آپؐ کے خاندان سے باہر دیگر بچوں کے ساتھ شفقت اور پیار کو دیکھیں تو سب سے پہلے انسان کا دھیان اسلام آنے سے قبل کے اُس اندوہناک دَور کی طرف جاتا ہے جب بچیوں کو پیدائش کے معاً بعد زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ جسے محسنِ انسانیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر منع فرمایا اور لڑکیوں کو معاشرے میں زندہ رہنے کا حق دیا۔

رکھ پیش نظر وہ وقت بہن، جب زندہ گاڑی جاتی تھی
گھر کی دیواریں روتی تھیں، جب دنیا میں تو آتی تھی

جب باپ کی جھوٹی غیرت کا، خوں جوش میں آنے لگتا تھا
جس طرح جنا ہے سانپ کوئی، یوں ماں تیری گھبراتی تھی
وہ رحمتِ عالم آتا ہے، تیرا حامی ہو جاتا ہے
تُو بھی انساں کہلاتی ہے، سب حق تیرے دلواتا ہے

چونکہ آپؐ رحمۃ للعالمین تھے اس لیے آپؐ کا لڑکیوں کے لیے بھی رحمت ہونا ضروری تھا۔ یوں آپؐ نے اُن کے حقوق کی بھی حفاظت فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''اپنی اولاد کی عزت کرو'' اور پھر ایک موقع پر فرمایا''باپ کا اپنی اولاد کو بہترین تحفہ اس کی تعلیم و تربیت ہے''

سامعین! ایک دفعہ عید کے روز ایک مسلمان بچہ ایک ایسی جگہ افسردہ کھڑا تھا جہاں دیگر بچے عید کی خوشی کی وجہ سے کھیل کود رہے تھے اور اُن تحفوں کے بارے میں اظہارِ خیال کر رہے تھے کہ فلاں تحفہ فلاں نے دیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپؐ نے اِس بچے کو دیکھا کہ وہ اِن بچوں کو حسرت سے دیکھ رہا ہے کہ اِن کے ماں باپ ہیں اس لیے اِن بچوں نے نئے کپڑے پہنے ہوئے ہیں تب آپؐ اِس بچے کو اپنے گھر لے گئے۔ نئے کپڑے دیے، نیا جوتا دیا اور فرمایا آج سے محمدؐ تمہارا باپ، عائشہؓ تمہاری ماں ہے اور فاطمہؓ تمہاری بہن ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں میں دوڑ کا مقابلہ کروایا کرتے تھے اور فرماتے تھے جو سب سے پہلے دوڑ کر مجھ تک پہنچے گا مَیں اُسے انعام دوں گا پھر جب بچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتے تو کوئی آپؐ کی پیٹھ پر چڑھ جاتا اور کوئی سینے پر۔ آپؐ اُن کو چومتے اور اُن کو اپنے ساتھ چمٹا لیا کرتے تھے۔

آپؐ کا پیار صرف مسلمانوں کے بچوں کے ساتھ ہی نہ تھا۔ امت سے باہر بھی بچوں سے پیار سے پیش آتے تھے۔ آپؐ ہمیشہ بچوں سے عزت و احترام کے ساتھ پیش آتے اور اُن کی ہر ممکن مدد اور دلجوئی کرنے کی کوشش کرتے۔ ایسا ہی ایک دفعہ ایک جنگ میں کچھ بچے مارے گئے۔ آپؐ نے افسوس اور دکھ کا اظہار فرمایا۔ صحابہؓ نے عرض کی۔ حضور! مشرکین کے بچے تھے۔ آپؐ نے فرمایا آخر معصوم تھے۔

میرے بھائیو! ایک دفعہ آپؐ کا گزر ایک ایسی جگہ سے ہوا جہاں چھوٹی عمر کی ایک لونڈی بیٹھی رو رہی تھی۔ آپؐ اُسے دیکھ کر افسردہ ہوئے۔ آپؐ نے اِس سے رونے کی وجہ پوچھی۔ معلوم ہوا کہ مالکہ نے دو درہم آٹا خریدنے کے لیے دیئے تھے جو لونڈی سے گم ہو گئے تھے۔ آپؐ نے اِس لونڈی کو دو درہم تھما دیئے۔ ابھی آپؐ واپس جانے لگے تو وہ پھر رونے لگی۔ آپؐ نے پھر رونے کی وجہ پوچھی تو لونڈی نے کہا کہ اب تاخیر ہونے کی وجہ سے مالکہ مجھے مارے گی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اِس لونڈی کے ساتھ چل دیئے اور گھر چھوڑتے ہوئے مالکہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مجھے اس لونڈی پر ترس آ گیا کہ تم اسے کہیں تاخیر ہونے کی وجہ سے مارنے نہ لگ جاؤ۔ اس پر مالکہ نے اِس لونڈی کو آزاد کر دیا۔ جس پر آپؐ نے ایک گردن آزاد ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اُس اللہ کی تعریف کی۔

سامعین! مَیں اپنے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں سے پیار اور حسنِ سلوک کا کون کون سا واقعہ بیان کروں۔ آپؐ نماز پڑھاتے تو اگر کسی بچے کے رونے کی آواز آپؐ سُن لیتے تو نماز مختصر کر دیتے اور فرمایا کرتے کہ اُس کا رونا اُس کی ماں پر گراں گزرتا ہے۔ کیونکہ آپؐ کے اندر بچوں کے لیے ماں سے بھی بڑھ کر محبت والا دل تھا۔ آپؐ ایک دفعہ محفل میں صحابہ کے ساتھ دائرہ کی صورت میں بیٹھے تھے کہ دودھ آ گیا آپؐ نے دائیں طرف صحابہ کو دینا چاہا تو دائیں طرف ایک بچہ بیٹھا تھا جبکہ بائیں جانب حضرت ابو بکرؓ جیسے اجلّ صحابہ تھے۔ آنحضورؐ کی سنّت تھی دائیں جانب سے شروع کرنے کی۔ آپؐ نے چاہا کہ حضرت ابو بکرؓ کو پہلے دیا جائے مگر آپ نے دائیں طرف بیٹھے بچے سے اجازت لے کر حضرت ابو بکرؓ سے شروع فرمایا۔ میرے بھائیو اور بہنو! ایک روایت میں ہے بچے سے جب اجازت چاہی گئی تو اُس نے نہایت ادب واحترام سے اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمدؐ سے عرض کی کہ حضور! یہ تو میری خوش قسمتی ہے کہ مَیں حضور کی دائیں جانب بیٹھا ہوں اِس لئے مَیں حضور کے تبرک سے فَیضیاب ہونے کا پہلے مستحق ہوں۔ حضورؐ نے وہ تبرک پہلے بچے کو دیا۔ اللہ اللہ! بچوں کی معاشرے میں اتنی عزت؟ اِس واقعہ کو ہم اپنے معاشرے میں بچوں کے ساتھ سلوک سے موازنہ کریں ہمیں دُور دُور تک اِس جیسا واقعہ دیکھنے کو نہ ملے گا۔ بلکہ اِس کے برعکس ہم بچے پر سختی کر کے ایک طرف کر دیں گے۔ اللہم صل علی محمد و علی آل محمد

بھائیو! اب مَیں اپنی تقریر کے آخر پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں سے مذاق اور مزاح کے ایک دو واقعات بیان کر دیتا ہوں۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ سب سے زیادہ مزاح اور بے تکلفی کی باتیں کیا کرتے تھے۔ (دلائل النبوہ للبہیقی جلد اوّل صفحہ 331)

ایک دفعہ آپؐ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے "اے دو کانوں والے" کہہ کر بلایا۔ (شمائل ترمذی)

اسی طرح حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا اس کا نام ابو عمیر تھا۔ اس کے پاس ایک چڑیا تھی جس سے وہ کھیلا کرتا تھا۔ وہ مر گئی۔ آپؐ آئے اور میرے بھائی کو افسردہ دیکھ کر ابو عمیر سے فرمانے لگے: یَا ابَا عُمَیْر! مَا فَعَلَ الْنُغَیْر؟" یعنی اے ابو عمیر! تمہاری چڑیا کو کیا ہوا؟

(صحیح بخاری باب الانبساط الی الناس)

آپؐ اس بچے سے اس کی دلجوئی کے لیے پوچھا کرتے تھے۔

محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

سامعین! پس کل کے باپ بننے والے اِن ننھے ننھے بچوں کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے منہ چومتے، سینے سے لگاتے، ان کی دلجوئی کرتے، ان کے لیے دعائیں کرتے ان کو اسلام کی باتیں سکھاتے اور اسی حسن سلوک کی وجہ سے بچے بھی آپؐ سے بے پناہ محبت کرتے تھے جب بھی آپؐ کو دیکھتے تو خوشی خوشی آپؐ کی طرف دوڑ کر چلے آتے اور آپؐ ان کو باری باری گود میں اٹھا کر پیار کرتے۔ آپؐ کی عادت تھی کہ ہمیشہ بچوں کو پہلے سلام کرتے اور ان سے پاکیزہ مذاق بھی کرتے اور ان کو اچھی نیک باتیں بھی بتاتے۔

میرے بھائیو! یہ ہیں مختصر سے چند واقعات ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بچوں سے پیار، محبت اور شفقت سے بھرے حسنِ سلوک کے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے بچوں کے ساتھ اسی طرح حسن سلوک کا مظاہرہ کرنے والا بنائے جس طرح کا سلوک ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں سے کیا۔ جماعت کے بچے بھی ہمارے بچے ہیں ان کے ساتھ بھی پیار محبت اور شفقت کا سلوک روا رکھیں تا کہ وہ بھی

آپ سے پیار کریں آپ کی عزت کریں اور آپ کی بتائی ہوئی نیک باتوں پر عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔ آمین

یَارَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ دَائِمًا
فِیْ هٰذِہٖ الدُّنْیَا وَ بَعْثٍ ثَانٍ

ضضضض

{ 21} {مشاہدات۔156}

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں کو نصائح

یَارَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ دَائمًا
فِیْ هٰذِہِ الدُّنْیَا وَ بَعْثٍ ثَانِ

بھائیو! آج کوشش ہے کہ ربیع الاول کے مبارک مہینہ کی مناسبت سے خاکسار پھول جیسے احمدی بچوں اور بچیوں سے آقا و مولی آنحضور **صلی اللہ علیہ وسلم** کا پیار بھرا سلوک، بچوں کو پیار بھری نصائح اور احمدی بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ان سے متعلق نصائح بیان کروں۔

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بازار اور گلیوں میں پھرتے بچوں کو سلام میں پہل کرتے، ان سے پاکیزہ مزاح بھی فرماتے اور ساتھ ساتھ اچھی باتیں بھی بتاتے۔ (فضائل نبویؐ)

ایک دفعہ مدینہ کے کچھ بچے ایک درخت کی اوٹ میں چھپ گئے تا وہ اچانک اپنے آقا کو سلام کہہ کر پہل کریں۔ جونہی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپؐ بھانپ گئے اور بلند آواز سے "السلام علیکم" کہہ کر پہل کی۔ ایک دفعہ حضرت انسؓ کو نصیحت فرمائی کہ اے بچے! گھر میں جاؤ تو پہلے سلام کہا کرو۔ یہ تیرے اور تیرے گھر والوں کے لئے باعث برکت ہے۔

(مشکوٰۃ)

آپؐ بچوں کے آرام و سکون کا بھی خیال فرماتے۔ جب نماز میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتے تو نماز کو مختصر کرتے اور فرماتے یہ بچے پر رحم ہے اور اس کی ماں پر بھی۔

اگر آپؐ کے پاس کھانے کی کوئی چیز ہوتی تو وہ بچوں میں تقسیم کر دیتے۔ آپؐ بچوں کو دستر خوان پر شریک کرتے۔ کھانے کے دوران سمجھاتے کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم پڑھ کر کھانا شروع کریں۔ دائیں

ہاتھ سے کھائیں اور اپنے سامنے سے آہستہ آہستہ کھائیں۔بچوں کے ساتھ مل کر کھانا کھارہے ہوتے تو کھانے کے اختتام پر اَلْحَمْدُلِلّٰہِ بلند آواز سے کہتے تا بچے بھی شکر الٰہی کی عادت ڈالیں۔

سامعین! آپؐ اپنے نوکروں سے کبھی سختی سے پیش نہ آتے۔نہ ان کو جھڑکتے اور نہ مارتے۔

ایک بدّو سردار نے جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نواسوں کو چومتے دیکھا تو اس نے کہا کہ میرے 10 بچے ہیں مَیں نے تو کبھی بھی کسی ایک کا منہ نہیں چوما۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر اللہ تمہارے دل سے محبت چھین لے تو مَیں کیا کر سکتا ہوں۔

نیز فرمایا:

اَكْثِرُوْا قُبْلَۃَ اَوْلَادِكُمْ فَاِنَّ لَكُمْ بِكُلِّ قُبْلَۃِ دَرَجَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ

(بخاری)

اے لوگو! بچوں کو چوما کرو۔ان کو چومنے کے بدلے تم کو جنت میں ایک درجہ ملے گا۔

پھر فرمایا:

جو بچوں کے ساتھ رحمت وشفقت کا سلوک نہیں کرتا اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ (ترمذی)

سامعین! ایک موقع پر آپؐ نے بچوں کو جنت کی خوشبو بھی قرار دیا۔

آپؐ اپنے نواسوں کو مسجد میں لے جاتے اور ان کو مسجد کے آداب بھی بتاتے۔

آپؐ نے اپنے نواسوں کے متعلق ایک دفعہ فرمایا کہ اے اللہ! مَیں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اور جو ان سے محبت کرے ان سے محبت کا سلوک فرما۔ بلکہ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ اور حضرت حسنؓ کو حضورؐ اپنی ران پر بٹھا لیتے اور فرماتے۔اے اللہ! مَیں ان دونوں سے پیار کرتا ہوں تو ان سے محبت کر۔

(بخاری)

ایک دفعہ ایک عورت نے اپنے بیمار بچے کے ساتھ حضورؐ کے دربار میں حاضر ہو کر کہا کہ حضور! یہ بچہ بے شمار بیماریوں میں مبتلا ہے دُعا کریں کہ مر جائے تا اسے تکلیفوں سے نجات ملے۔ماں سے بڑھ کر شفیق

وجود نے فرمایا۔ کیا مَیں یہ دعا نہ کروں کہ تیرا بچہ تندرست ہو جائے اور بڑا ہو کر جہاد میں شریک ہو اور شہادت کا درجہ پائے؟ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک دفعہ ایک صحابی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضورؐ! میری جھولی میں پرندوں کے دو بچے اور ان کی ماں ہے۔ مَیں نے آج پرندوں کے دو بچوں کو پکڑ کر جھولی میں ڈال لیا تو ان کی ماں سر پر منڈلانے لگی۔ جب مَیں نے جھولی کھولی تو وہ ماں ان بچوں کی محبت میں سیدھی میری جھولی میں آگری۔ مَیں نے اس کو بھی بند کر لیا۔ آپؐ نے فرمایا: ان کو چھوڑ دو۔ خدا ان بچوں کی ماں سے بھی زیادہ اپنے بندوں سے محبت کرنے والا ہے۔ (الادب المفرد)

سامعین! حضرت انسؓ آپؐ کے خادم تھے۔ جن سے آپؐ بہت شفقت اور محبت کا سلوک فرماتے۔ آپؓ کہا کرتے تھے کہ 10 سال تک مَیں حضورؐ کی خدمت میں رہا۔ حضورؐ نے مجھے کبھی نہ ڈانٹا، نہ میری کسی کوتاہی، غلطی اور کمزوری پر سرزنش کی۔

ایک دفعہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کو بچپن میں چوٹ لگ گئی۔ آپؐ خود ان کا خون صاف کرتے جاتے اور فرماتے کہ اگر اسامہ بیٹی ہوتی تو مَیں ضرور اِسے زیور پہناتا (بچیوں سے پیار کا سبق ہے) (مسند احمد)

ایک یہودی لڑکا جو حضورؐ کا خادم تھا ایک دفعہ بیمار ہوا تو حضورؐ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور حال احوال پوچھا

(بخاری)

اس میں سبق ہے کہ بلا تمیز مذہب، رنگ و نسل عیادت کرنا بھی سنت رسولؐ ہے۔

ایک جنگ میں مشرکین کے چند بچے مارے گئے۔ حضورؐ کو علم ہوا تو آپؐ کو اِس کا بہت رنج اور دکھ ہوا اور آپؐ صحابہ سے ناراض بھی ہوئے اور فرمایا خبردار بچوں کو قتل نہ کرو۔ ہر جان خدا کی ہی فطرت پر پیدا ہوتی ہے۔ (مسند احمد بن حنبل)

بھائیو! یتیم بچے قوم کا نہایت قیمتی خزانہ ہوتا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن کریم میں ان کے ساتھ عزت و تکریم سے پیش آنے اور حُسنِ سلوک روا رکھنے کا حکم دیا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خود بھی یتیم تھے فرمایا کہ اَنَا وَکَافِلُ الْیَتِیْمِ فِی الْجَنَّۃِ کَھَاتَیْنِ

(ترمذی)

کہ مَیں اور یتیم کی پرورش کرنے والا مسلمان جنت میں اس طرح ساتھ ساتھ ہوں گے جس طرح یہ میری دو انگلیاں (آپؐ نے اپنے ہاتھ کی دو انگلیوں کو ملا کر دکھلایا)

پھر فرمایا کہ جو شخص اپنے کھانے پینے میں یتیم کو شامل کرے اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔

(مسلم، کتاب الذھد)

پھر فرمایا یتیم کا مال کھانا ہلاکت کا موجب بنتا ہے۔ (النسائی)

حضرت انسؓ (خادم رسولؐ) کو نماز پڑھتے دیکھ کر نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ”نماز میں اپنی نظر سجدے کی جگہ پر رکھا کرو اور اِدھر اُدھر نہ دیکھا کرو۔“

(مشکوۃ)

افلح نامی ایک مسلمان بچہ نماز میں سجدے میں پھونکیں مار رہا تھا تو آپؐ نے فرمایا کہ اے افلح! نماز میں پھونکیں نہ مارا کرو۔ منہ کو مٹی لگتی ہے تو لگنے دو۔

(مشکوۃ)

حضرت عبد اللہؓ (حضورؐ کے چچازاد بھائی) ایک دفعہ بچپن میں نماز تہجد میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف کھڑے ہوگئے۔ حضورؐ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے دائیں طرف کھڑا کر لیا۔ (مشکوۃ) اور یوں خاموشی کے ساتھ بچوں کو امام کے دائیں ہاتھ کھڑا ہو کر نماز پڑھنے کی ہدایت فرمادی۔

سامعین! عمرؓ نامی ایک بچہ کھانے کے وقت سالن کے پیالے میں اِدھر اُدھر ہاتھ مار رہا تھا تو حضورؐ نے فرمایا کہ بچے! اللہ کا نام لے کر شروع کیا کرو اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھایا کرو۔ (مشکوۃ) یہی ہدایت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن ابی سلمہؓ کو بھی ان الفاظ میں فرمائی اَدْنِ یَابْنِ بِسْمِ اللہِ وَکُلْ

بِیَمِیْنِکَ وَ کُلْ مِمَّا یَلِیْکَ (ترمذی) کہ اے بیٹے! قریب آجاؤ اور اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کرو اور دائیں ہاتھ سے اپنے آگے سے کھاؤ۔

ایک دفعہ ایک بچہ کھجور کے درخت سے کھجوریں گرانے کے لئے پتھر مار رہا تھا۔ آپؐ نے اسے پکڑ کر فرمایا کہ اے بچے! جو کھجوریں از خود گر گئی ہوں ان کو بے شک اُٹھالیا کرو مگر پتھر نہ مارا کرو۔

ایک دفعہ حضرت حسنؓ نے بچپن میں صدقہ کی کھجور اُٹھا کر مُنہ میں ڈال لی۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ کی انگلی سے حضرت حسنؓ کے منہ سے کھجور کو نکال کر فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔ (مشکوۃ)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہؓ جب حضورؐ کے گھر آتیں تو آپؐ احتراماً اُٹھ کر استقبال کرتے۔ خوش آمدید کہتے اور پیشانی پر بوسہ دیتے۔ (الادب المفرد)

حضورؐ جب بھی سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ کو اُن کے گھر جا کر ملتے۔ (مشکوۃ)

ایک بار حضرت عائشہؓ کے پاس ایک عورت آئی۔ اس کے ساتھ دو بچیاں تھیں۔ اور حضرت عائشہؓ کے پاس اس وقت صرف ایک کھجور تھی جو آپؓ نے اس ماں کو دے دی۔ ماں نے اس کے دو ٹکڑے کر کے آدھی آدھی دونوں بچیوں کو دے دی اور خود نہ کھائی۔ جب حضرت عائشہؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ سنایا تو آپؐ نے فرمایا:

عائشہ! جو شخص بھی لڑکیوں کی پیدائش کے ذریعے آزمایا جائے وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو یہ لڑکیاں اس کے لئے قیامت کے روز جہنم کی آگ سے ڈھال بن جائیں گی۔
(مشکوۃ)

گویا بچیوں (جو کل کی مائیں ہیں) کی احسن تربیت جنت کے حصول کا ضامن بنا دیتی ہے۔

بچوں کی تربیت کے حوالہ سے آنحضورؐ کی والدین اور بزرگوں کو نصائح

سامعین! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اولاد کے حوالہ سے بعض نصائح فرمائی ہیں۔ جن پر تعمیل ہمارے بہت ہی پیارے آقا سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر موقع پر خود بھی فرمائی اور صحابہؓ سے بھی کروائی۔ جیسے اولاد کو دینی تعلیم اور اخلاق حسنہ سے آراستہ کرنے کے لئے والدین کو یہ دُعا سکھلائی:

قَالَ رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ۚ اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَآءِ (ال عمران:39)

اے میرے رب! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ ذریت عطا کر۔ یقیناً تو بہت دعا سننے والا ہے۔

اولاد ہو جانے کے بعد اولاد کو نیکی اور تقویٰ پر قائم رکھنے کے لئے یہ دُعا سکھلائی:

قَالَ رَبِّ اَوۡزِعۡنِیۡۤ اَنۡ اَشۡکُرَ نِعۡمَتَکَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰہُ وَ اَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِیۡ ۚؕ اِنِّیۡ تُبۡتُ اِلَیۡکَ وَ اِنِّیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ (الاحقاف:16)

اے میرے رب! مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری اس نعمت کا شکریہ ادا کر سکوں جو تُو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی اور ایسے نیک اعمال بجالاؤں جن سے تُو راضی ہو اور میرے لئے میری ذریت کی بھی اصلاح کر دے۔ یقیناً میں تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں اور بلاشبہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کی پیدائش پر دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنے کی تلقین فرمائی۔ جس سے ''اُم الصبیان'' (اس میں بچوں کو سوکھے کا مرض لاحق ہو جاتا ہے اور بچہ کمزور ہوتا چلا جاتا ہے. عموماً تشنج کا دورہ پڑتا ہے۔) کی بیماری نہیں ہوتی۔ (الجامع الصغیر)

ان الفاظ سے قرآنی تعلیم کا خلاصہ بچے کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے گویا بچے کے دل میں تعلیم کا پختہ نقش قائم ہو جاتا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے متعلق فرمایا: اَلْاَ ذَانُ یَتَرَدَّدُ الشَّیْطٰنُ (بخاری) کہ اذان شیطان کو دھتکار کر دیتی ہے۔

اسی طرح حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے خود بعض بچوں کو گھٹی (بعض لوگ اسے گڑھتی بھی کہتے ہیں) دے کر دعا کی تا کہ بچے پر نیک اور اچھا اثر پڑے۔ اسی سنت کے تتبع میں خاندان اور معاشرہ میں نیک صالح شخص سے گھٹی دلوائی جاتی ہے۔

پھر سات دن کے ہونے پر لڑکے کی صورت میں دو اور لڑکی کی طرف سے ایک بکرے کی قربانی کا ارشاد ہے۔ اگر لڑکا پیدا ہو تو اس کا ختنہ بھی کرایا جائے۔

(زادالمعاد)

جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز پڑھنے کی ترغیب دینی چاہیے۔ اس سے پہلے بچے کو نماز کے الفاظ اور دُعائیں یاد کروادینی چاہیں اور جب بڑا ہو جائے اور باہر چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے تو پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فحشاء و منکر سے بچانے کے لئے ہدایت دی کہ مُرُوْا اَوْلَادَکُمْ بِالصَّلٰوۃِ وَھُمْ اَبْنَاءَ سَبْعٍ وَاضْرِبُوْھُمْ عَلَیْھَا وَ ھُمْ اَبْنَاءَ عِشْرِیْنَ وَ فَرِّقُوْا بَیْنَھُمْ فِی الْمَضَاجِعِ (ابوداؤد)

کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اُسے نماز کا حکم دو اگر تین سال کی کوشش کے بعد بھی نماز نہ پڑھے تو اس کو سرزنش کی جائے اور دس سال کی عمر میں اس کو علیحدہ سلائیں اور جب بڑا ہو جائے تو اس کو گھر میں اجازت لے کر داخل ہونا چاہیے۔

پھر فرمایا کہ جب تمہاری اولاد بولنے لگے تو اُسے لا الہ الا اللہ سکھادو......اور جب دودھ کے دانت گر جائیں تو نماز کا حکم دیں۔ (زاد المعاد)

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے بیعت لیتے وقت یہ عہد بھی لیتے کہ وہ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کو روحانی طور پر قتل نہیں کریں گی اور ان کی احسن طریق سے تربیت کریں گی اور ان کے اخلاق وعادات کو اسلامی شعار کے مطابق ڈھالیں گی۔

حتی کہ حضورؐ نے عورتوں یعنی ماؤں کو ایسی حالت میں روزے رکھنے سے منع فرمایا جب وہ بچوں کو دودھ پلا رہی ہوں یا حاملہ ہوں تا ان کی صحت قائم رہے اور کوئی بُرا اثر بچے کی صحت پر نہ پڑے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق وخلع کو ناپسند فرمایا اور اِسے اَبْغَضُ الْحَلَالِ قرار دیا۔ کیونکہ طلاق یا خلع سے بچے جہاں بٹ جاتے ہیں وہاں ان کی تربیت پر بھی بُرا اثر پڑتا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کے نئے پھولوں اور کلیوں کی تربیت کے لئے والدین کو ہدایت فرمائی کہ بیٹے کا حق اس کے باپ کے ذمے یہ ہے کہ وہ اس کا اچھا نام رکھیں، اس کا عمدہ ٹھکانہ بنائے اور پسندیدہ آداب سکھلائے۔

فرمایا: اپنے بچوں کو ادب سکھاؤ کیونکہ تمہارا یہ فعل روزانہ ایک صاع صدقہ کے برابر ہے۔

نیز ترمذی کی روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا مِنْ نَحْلٍ اَفْضَلَ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ یعنی باپ اپنے بیٹے کو نیک آداب سکھانے سے بہتر کوئی چیز نہیں دیتا۔

والدین کو ہی بچوں کی تربیت کے ذمہ دار قرار دیتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ اَوْيُنَصِّرَانِهِ اَوْ يُمَجِّسٰنِهِ (بخاری کتاب الجنائز)

کہ ہر بچہ فطرت اسلام (فطرت صحیحہ) پر پیدا ہوتا ہے مگر اس کے والدین ہی اُسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنادیتے ہیں یعنی بچہ والدین کے نمونہ کو اخذ کرتا ہے۔ بچہ اپنے والدین سے ہی سب سے پہلے سیکھتا ہے اس لئے والدین کو اپنا نمونہ درست رکھنا چاہیے۔

بھائیو! والدین کو ہدایت دیتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی اولاد کی ایسے رنگ میں تربیت کرو کہ یہ تین خوبیاں بطور عادت و خصلت ان میں راسخ ہو جائیں۔

- اپنے نبی سے محبت
- اہل بیت سے محبت
- تلاوت قرآن اور اس سے محبت

پھر فرمایا: اَعِيْنُوا اَوْلَادَكُمْ عَلَى الْبِرِّ (الجامع الصغیر ابن سیوطی، ابن ماجہ)

کہ نیکی کے کاموں میں اپنے بچوں کی مدد کیا کرو۔

پھر فرمایا: دُعَاءُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهٖ كَدُعَاءِ النَّبِيِّ لِاُمَّتِهٖ (الجامع الصغیر ابن سیوطی، ابن ماجہ)

کہ باپ کی دُعا اپنے بچے کے حق میں ایسے ہی مقبولیت کا درجہ رکھتی ہے جیسے نبی کی دُعا اپنی امت کے لئے۔

اپنی اولاد کا واجبی احترام کرنے کی ہدایت دیتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
اَکْرِمُوْا اَوْلَادَکُمْ وَاَحْسِنُوْا اَدَبَھُمْ
(ابن ماجہ)

کہ والدین اپنی اولاد کے ساتھ نرمی و ملاطفت اور درگزر کا سلوک کریں۔ ان کا واجبی احترام کریں اور ان کو آداب سکھلائیں۔

یہی ہدایت ابن ماجہ میں ان الفاظ میں بھی ملتی ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے لوگو! اپنے بچوں کی عزت کیا کرو کیونکہ ان کی عزت کرنا دوزخ کا پردہ ہے اور ان کے ساتھ مل کر کھانا جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

آنحضورؐ کے دور کے مسلمان بچوں کے سنہری کارنامے

سامعین! بچے قوم کے مستقبل کے معمار ہوتے ہیں۔ آنحضور ﷺ نے اپنے دور کے بچوں کی اس رنگ میں تربیت فرمائی کہ وہ قوم کے رہنما بنے جنہوں نے آنحضور ﷺ سے حاصل کی گئی تربیت کے پیش نظر ایسے جانثار، وفادار اور ایمان دار لوگ پیدا کئے۔ جس کو دیکھ کر اور واقعات سن کر دل عش عش کرتا ہے۔

حضرت عثمانؓ بن العاص

آپؓ نے آنحضور ﷺ کے آخری زمانہ میں اسلام قبول کیا۔ اس وقت آپؓ کی عمر بہت چھوٹی تھی۔ آپؓ نے اس کم سنی میں ہی اسلامی تعلیمات کا علم حاصل کر لیا کہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ ”یہ لڑکا تفقہ فی الاسلام اور علم القرآن کا بڑا حریص ہے۔ کم سنی کے باوجود علمی امتیاز کے باعث آنحضور ﷺ نے آپؓ کو بنی ثقیف کا امام مقرر فرمایا تھا۔“ (تہذیب الناس)

حضرت سعدؓ بن زراہ

آپؓ کو آنحضور ﷺ نے بوجہ آپؓ کی علمیت کے بنو نجار کا نقیب مقرر فرمایا۔ آپؓ تمام نقیبوں سے سب سے چھوٹے تھے۔ (اسد الغابہ)

حضرت شداد اوسؓ

کم سنی کی عمر میں آپؓ بہت عابد وزاہد تھے، رات کو دیر تک عبادت میں مصروف رہتے۔ بسا اوقات عبادت کر چکنے پر بستر پر جاتے ہی دوبارہ عبادت کے لئے جائے نماز پر حاضر ہو جاتے۔ (اسد الغابہ)

حضرت علیؓ

آپؓ کے متعلق حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کَانَ مَا عَلِمْتُ صَائِمًا قَوَّامًا کہ جہاں تک مجھے علم ہے حضرت علیؓ بہت روزے دار اور عبادت گزار تھے۔ (ترمذی، کتاب المناقب)

آپؓ بچپن سے ہی آنحضور ﷺ کی محافل عرفان میں شرکت کیا کرتے تھے۔ آپؓ فرماتے ہیں "میں جس طرح اونٹنی کا بچہ اُونٹنی کے پیچھے رہتا ہے اس طرح آنحضور ﷺ کے پیچھے رہتا ہوں۔"

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے اپنے خاندان کے افراد کو دعوت پر بُلایا تو آپؐ نے تبلیغ اسلام کرنے کے بعد پوچھا کون ہے جو میرا مددگار و معاون ہو؟ تو حضرت علیؓ نے جن کی عمر 10 سال تھی۔ تینوں بار پوچھنے پر ہر دفعہ اپنا ہاتھ کھڑا کیا کہ میں آپ کا معین و مددگار ہوں۔

(طبری)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

آپؓ بچپن میں ہی عبادت گزار تھے۔ رکوع اتنا لمبا کرتے کہ سورۃ البقرہ پڑھی جا سکے اور سجدے میں اس قدر محویت طاری ہوتی تھی کہ چڑیاں آپؓ کی پیٹھ پر بیٹھ جاتی تھیں۔ (ابن اثیر)

حضرت انسؓ

خادم رسولؐ حضرت انسؓ جب 8-10 سال کے تھے تو آنحضور ﷺ نے کسی کام کے لئے بھیجا۔ جب وہ کام کر کے آئے تو گھر جانے میں دیر ہو چکی تھی۔ والدہ نے تاخیر کی وجہ پوچھی تو آپؓ نے والدہ سے کہا کہ حضورؐ نے کسی کام سے بھیجا تھا۔ والدہ نے اس خیال سے کہ کہیں بہانہ نہ ہو کام کی نوعیت پوچھی تو حضرت انسؓ نے فرمایا۔ والدہ! وہ ایک خفیہ بات تھی۔ خاکسار آپ کو نہیں بتا سکتا۔ یہ سن کر والدہ نے بھی بطور نصیحت تاکیداً کہا کہ بیٹا! پھر کسی اور سے بھی ہرگز ذکر نہ کرنا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

ایک روز قریش کو قرآن کریم کے سنانے کا پروگرام بنا اور اس مشکل کام کو سرانجام دینے کے لئے سوچا جارہا تھا کہ کون یہ خطرناک مگر اہم کام سرانجام دے۔ عبداللہ بن مسعودؓ جو حافظ قرآن تھے نے فوراً اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ کئی صحابہ نے مخالفت کی یہ ابھی بچہ ہے اور ناموزوں ہے کوئی ایسا ہو جو اپنے خاندان کے لحاظ سے ایک مقام رکھتا ہو۔ مگر اگلے روز آپ نے خود ہی قریش کی محفل میں جاکر قرآن سنانا شروع کر دیا۔ تمام مجمع مشتعل ہو گیا اور آپ کو مارنا شروع کر دیا حتی کہ چہرہ متورم ہو گیا اور آپ نے مسلسل قرآن کو جاری رکھا۔ جب واپس آئے تو صحابہ نے کہا کہ یہی ڈر تھا جس کی وجہ سے تمہیں روکتے تھے۔ آپ نے پھر کہا کہ اگر کہو تو کل پھر جاکر سناؤں۔

(اسدالغابہ)

حضرت سلمہؓ بن اکوع

ایک دفعہ چند کفار آنحضرت ﷺ کے اونٹوں کے چرواہے کو قتل کر کے اونٹ لے کر چل دیئے۔ اتفاق سے ایک ننھے بچے سلمہؓ کی نظر پڑ گئی۔ آپ فوراً پہاڑ پر چڑھ کر مسلمانوں کو پکارنے لگے۔ آپ 12 سال کے تھے۔ بہت تیز رفتار بھاگتے تھے۔ آپ نے اکیلے ہی ڈاکوؤں پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ لوگوں نے آپ کو پکڑنے کی کوشش کی۔ آپؓ نے بلند آواز سے کہا کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم میں سے کوئی مجھے پکڑنا چاہے تو ہرگز نہیں پکڑ سکتا البتہ میں تم کو پکڑ سکتا ہوں۔ اس طرح آپ نے ڈاکوؤں کو باتوں میں لگائے رکھا اور اس اثناء میں مسلمان وہاں پہنچ گئے اور اونٹ واگزار کروالئے۔

حضرت سہلؓ و سہیلؓ

ہجرت کے بعد آنحضور ﷺ کی مدینہ آمد پر ہر شخص کی خواہش تھی کہ حضورؐ کا قیام اس کے گھر میں ہو مگر آپؐ کی اونٹنی دو کم سن خوش نصیب یتیم بچوں کی زمین میں جاکر بیٹھ گئی۔ یہ سعادت ان بچوں کے حصہ میں آئی۔

(بخاری)

حضرت اسماء اور حضرت ابو سعید خدریؓ

خادم رسولؐ حضرت اسماء کی عمر 13 سال کی تھی جب وہ میدان جنگ میں حضورؐ کے ساتھ شریک ہوئے اور حضرت ابو سعید خدریؓ کی عمر بھی یہی تھی جب حضورؐ نے انہیں جنگ میں شامل ہونے کے لئے نہ چُناتو آپ کے والد نے اپنے اس کمسن بچے کا ہاتھ پکڑ کر آنحضور ﷺ کو دکھلایا کہ دیکھیں حضور! پورے مرد کا ہاتھ ہے۔

(بخاری)

اسی طرح جنگ بدر میں ایک بہت ہی کمسن بچہ (برادر حضرت سعدؓ بن ابی وقاص) بھی لشکر کی تیاری کے وقت اس ڈر سے کہ کہیں ان کو نکال نہ دیا جائے۔ لشکر کے پیچھے چھپ گئے۔ جب آپ کو واپسی کا حکم ملا تو وہ بہت روئے اور چلائے چنانچہ حضورؐ نے ان کے اس جذبہ کو دیکھ کر لشکر میں شامل ہونے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ آپ کو جب تیار کیا گیا تو تلوار اس کمسن سپاہی سے بڑی تھی۔ آپ شامل ہوئے اور جام شہادت نوش فرمایا۔

حضرت معوذؓ اور معاذؓ

جنگ بدر میں دو ننھے بچوں نے ابو جہل کی شناخت کروا کر دیکھتے ہی دیکھتے آناً فاناً قتل کر دیا۔ دشمن خدا ابو جہل نے مرتے ہوئے بڑی حسرت سے کہا کہ میں کمسن لڑکوں کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔

(بخاری، کتاب المغازی)

حضرت رافعؓ

جنگ احد میں حضورؐ نے لشکر کی تیاری کے وقت رافع نوخیز بہادر بچے کو چُنا۔ یہ دیکھ کر ایک اور نوخیز نوجوان نے آگے بڑھ کر حضورؐ سے عرض کی کہ یا رسول اللہ! دونوں میں کشتی میں مقابلہ کروالیں۔ اگر میں نے رافع کو پچھاڑ لیا تو پھر مجھے بھی شامل کر لیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس لڑکے کو بھی شمولیت کی اجازت مل گئی۔ (ابن ہشام)

حضرت جابرؓ

سات یتیم بہنوں کے بھائی جابرؓ نے بھی حضورؐ کے سامنے گٹنے ٹیک کر جھک کر اس قدر عاجزی کے ساتھ جنگ میں شمولیت کے لئے درخواست کی کہ حضورؐ نے ان کو جنگ میں شمولیت کی اجازت دے دی۔

حضرت زیدؓ بن ثابت

حضرت زیدؓ بن ثابت نے گیارہ سال کی عمر میں اسلام قبول کرتے ہی قرآن شریف نہ صرف پڑھنا شروع کر دیا بلکہ حفظ کرنے کا بھی آغاز کر دیا اور ہجرت مدینہ کے وقت 17 سورتیں حفظ کر چکے تھے۔ آپؓ کی ذہانت اور یادداشت کے پیش نظر حضورؐ نے فرمایا کہ ”میرے پاس سریانی اور عبرانی زبان میں بھی خط آتے ہیں اور یہ زبانیں سوائے یہودیوں کے کوئی اور نہیں جانتا اس لئے تم یہ زبانیں سیکھ لو تا خطوط کا جواب بھی دیا جا سکے۔“ چنانچہ آپؓ نے بہت محنت اور اسی قدر شوق سے یہ زبانیں سیکھیں کہ 15 ہی روز میں خطوط پڑھنے اور ان کے جواب لکھنے پر قادر ہو گئے۔(مسند احمد)

محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍکَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاہِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاہِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍکَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاہِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاہِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(نوٹ: اِس تقریر کی تیاری میں لجنہ اماء اللہ کراچی کی شائع شدہ کتاب ”حضرت رسول کریمؐ اور بچے“ سے استفادہ کیا گیا ہے۔)

ضضضض

{22} {مشاہدات۔251}

رحمۃ للعالمینؐ اور عالَمِ اَطفال

وَ مَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (الانبیاء:108)

اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت کے طور پر۔

بدر گاہِ ذی شانِ خیر الانام
شفیع الوریٰ مرجع خاص و عام
بصد عجز و منت بصد احترام
یہ کرتا ہے عرض آپ کا اک غلام
کہ اے شاہ کونین عالی مقام
عَلیکَ الصّلوٰۃُ عَلیکَ السّلام

حضرت ڈاکٹر سید میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک جگہ ایک محفل میں یہ طے پایا کہ حاضرین میں سے ہر ایک اپنے فہم اور علم کے مطابق ”محسنِ اَطفال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“ کی ایک خوبی یا آپؐ کی ایک ایسی بات جو مقرر کو پسندیدہ معلوم ہو وہ جلسہ میں بیان کرے۔ بشرطیکہ وہ بات بچوں سے متعلق ہو۔ آج خاکسار اپنی تقریر میں اِس مبارک محفل میں شامل 20 مقررین کی آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر 20 واقعات رکھنا چاہتا ہوں جو حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مرتب فرمائے۔

سامعینِ مکرم! سب سے پہلے صدرِ محفل نے کہا کہ آپؐ کی پیدائش 570 عیسوی میں عرب کے ملک میں مکہ معظمہ میں ہوئی۔ آپؐ کے والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ تھا۔ آپؐ کا نام آپؐ کے دادا عبدالمطلب نے محمدؐ رکھا۔ آپؐ کی پیدائش سے چند روز پہلے آپؐ کی والدہ نے خواب دیکھا کہ میرے اندر

سے ایک نہایت چمکدار نور نکلا ہے جس سے دور دراز تک کے ملک روشن ہو گئے ہیں۔ آپؐ کی پیدائش سے کچھ دنوں پہلے ہی آپؐ کے والد عبد اللہ فوت ہو گئے اور اس طرح آپؐ یتیمی کا داغ لے کر ہی دنیا میں داخل ہوئے۔ پیدائش کے بعد آپؐ کو حلیمہ دائی کے سپرد کر دیا گیا۔ جو مکہ سے باہر کئی کوس میں رہا کرتی تھیں۔ 5 سال تک آپؐ نے وہیں پرورش پائی۔ اس عمر میں آپؐ نے ایک دن دیکھا کہ دو فرشتے آئے انہوں نے پکڑ کر آپؐ کو لٹا دیا اور سینہ چاک کر کے دل کو صاف کیا۔ یہ نظارہ کشفی تھا۔ جسے دیکھ کر اور سن کر وہ لوگ ڈر گئے اور دائی نے آپؐ کو مکہ میں لا کر آپ کی والدہ کے سپرد کر دیا۔ اس دائی اور اس کے خاندان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر خیال رکھا اور ہمیشہ جب ملتے بہت اچھا سلوک فرماتے۔ حنین کی لڑائی کے بعد اس کے قبیلہ کے چھ ہزار قیدیوں کو اسی رشتہ کی خاطر آزاد کر دیا۔ آپؐ چھ سال کے تھے کہ آپؐ کے چچا ابو طالب نے آپؐ کو اپنی نگرانی میں لے لیا۔ غرض آپؐ کی بچپن کی عمر صدموں اور یتیمی کے مصائب میں ہی گزری۔ ذرا بڑے ہوئے تو اجرت پر مکہ کے لوگوں کی بکریاں چرانے لگے۔ گیارہ بارہ سال کی عمر میں اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ ایک تجارت کے قافلہ کے ساتھ شام کی طرف بھی گئے۔ وہاں ایک عیسائی درویش نے آپؐ کے بعض حالات دیکھ کر یہ خیال کیا کہ یہی شخص بڑا ہو کر وہ نبی بننے والا ہے جس کا ہمیں انتظار ہے۔ اس پر اس نے آپ کے چچا کو تاکید کی کہ وہ آپؐ کی حفاظت کریں اور یہودیوں کی شرارتوں سے ان کو بچائیں۔ آپؐ کے چچا ابو طالب کا بیان ہے کہ مَیں نے کبھی آپ کو بچپن میں بھی جھوٹ بولتے یا بے ہودہ ہنسی اور بے وقوفی کا کام کرتے یا آوارہ لڑکوں کے ساتھ پھرتے نہیں دیکھا۔ اسی طرح سوال کرنا آپ کو اتنا ناگوار تھا کہ کھانا بھی مانگ کر نہ کھاتے تھے۔ گھر والے دے دیتے تو کھا لیا کرتے تھے۔

بچپن کے حالات تو مختصراً یہ ہیں۔ بڑے ہو کر 40 سال کی عمر میں دنیا کی ہدایت کے لیے خدا کی طرف سے مقرر کیے گئے۔ 13 سال مکہ میں رہے۔ پھر دشمنوں نے وہاں سے نہایت تنگ کر کے نکالا تو مدینہ میں پناہ لی۔ 10 سال وہاں رہ کر 63 سال کی عمر میں وفات پائی۔ صدرِ محفل کے بعد پہلا مقرر یوں گویا ہوا۔

صاحبان! میرے نزدیک ہم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم الشان احسان یہ ہے کہ آپؐ نے دختر کشی کی رسم کو دنیا سے دور کیا۔ یہ رسم نہ صرف عرب میں تھی بلکہ ہندوستان میں بھی موجود تھی۔

مفلسی یا غیرت یا رسم ورواج کی وجہ سے معصوم بچیوں کو نہایت ظلم سے زندہ در گور کر دیا جاتا تھا اور پھر اس پر فخر کیا جاتا تھا۔ میرے نزدیک آپؐ کا یہی ایک احسان ہم پر ایسا وزنی ہے کہ ہم اس کے بوجھ سے سر نہیں اٹھاسکتے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

دوسرا مقرر یوں رطب اللسان ہوا۔ صاحبان! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رہبانیت کو منع فرما کر نسلِ انسانی پر بڑا احسان کیا ہے۔ آپؐ سے پہلے دوسرے مذاہب اس پر بڑا زور دیتے تھے۔ اس سے نہ صرف یہ نقصان تھا کہ قوم کے ایک حصہ کی نسل نہ چلتی تھی بلکہ بہت بڑا نقصان یہ بھی تھا کہ بہترین حصہ کی نسل ضائع ہو جاتی تھی۔ کیونکہ راہب وہی لوگ بنتے تھے جو نیک، عقلمند اور بزرگ ہوتے تھے۔ یعنی وہ لوگ جو ریاضتیں اور عبادتیں کر کے اپنے اخلاق اور عادات کو نہایت درجہ درست کر لیا کرتے تھے اور بڑے اخلاق اور عادات اور خیالات سے پاک ہو اس بات کے لائق ہو جاتے تھے کہ بہترین نسل انسانی کے باپ بنیں اور اپنی خوبیاں آگے چلائیں سو یہی وجہ ہوئی کہ رفتہ رفتہ ان مذاہب میں سے نیک لوگ مفقود ہوتے چلے گئے۔ برخلاف اس کے اسلام میں رہبانیت منع ہونے کی وجہ سے مسلمانوں میں برابر نیک اور بزرگ اور پاک لوگ پیدا ہوتے ہیں اور پھر ویسی ہی نیک نسل آگے بھی چلاتے ہیں۔ دیکھو! میرے پردادا ایک ولی اللہ تھے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صریح حکم اس بارہ میں نہ ہوتا تو دیگر عام اہل مذاہب کی طرح وہ نکاح نہ کرتے نہ اولاد کے لئے کوشش کرتے۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ آج میرا وجود دنیا میں نہ ہوتا۔ اس لئے مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ہی پڑھتا رہتا ہوں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

تیسرے شخص نے اٹھ کر کہا کہ صاحبان! میں آنحضرتؐ سے اس لئے محبت رکھتا ہوں کہ صرف انہوں نے ہی ایسی دعائیں اور طریقے سکھائے ہیں جن سے آئندہ آنے والی اولاد نیک اور پاکیزہ ہو سکتی ہے۔ میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ آپؐ نے حکم دیا ہے کہ خاوند اور بی بی اگر اولاد کے ہونے سے پہلے یہ دعا کیا کریں۔ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا مِنَ الشَّیْطَانِ وَ جَنِّبِ الشَّیْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا یعنی اے اللہ! ہم کو شیطان سے بچا اور جو اولاد ہماری اب ہونے والی ہے اس کو بھی شیطان سے محفوظ رکھ۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس بچے میں جو ایسی دعاؤں کے بعد پیدا ہو شیطنت اور گندی باتیں نہیں ہوتیں اور وہ نیک بچہ ہوتا ہے۔

پس ایسا شخص جو اپنی امت کے بچوں کا اتنا خیر خواہ ہو کہ وہ نیک ہو جائیں اور پھر ان کے لئے دعا کا حکم ماں باپ کو دیتا ہو۔ میں ایسے شخص کو بچوں کا بڑا بھاری محسن مانتا ہوں اور کہتا ہوں کہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

سامعین! چوتھے شخص نے کہا۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچوں کا محسن اس وجہ سے بھی مانتا ہوں کہ آپؐ نے ختنہ کا رواج اپنی امت میں جاری کیا۔ میرے ابّا ڈاکٹر ہیں۔ وہ اکثر سنایا کرتے ہیں کہ ختنہ نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں میں بعض بڑی بڑی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں اور بعض بچوں میں بعض اخلاقی عیب بھی ختنہ نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس لئے میں آپ کا یہ احسان مانتا ہوں اور کہتا ہوں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! پانچویں دوست نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچوں پر احسان کا ذکر یوں کیا۔ میں اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں کہ آپؐ نے فرمایا کہ اَکْرِمُوْا اَوْلَادَکُمْ یعنی اپنی اولاد کی عزت کرو اور دیگر مذاہب کے لوگ اپنی اولاد سے محبت کرتے ہیں۔ کھانے پینے اور آسائش کا خیال رکھتے ہیں۔ مگر ان کی عزت نہیں کرتے۔ بچوں کو ہمیشہ ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ جو شخص بچوں کی عزت کرے گا وہ ان میں ادب اور لیاقت اور خودداری پیدا کرے گا۔ ان کو تعلیم بہتر سے بہتر دے گا۔ ان کو عقل سکھائے گا۔ ان کو حیوان نہیں سمجھے گا۔ بلکہ انسان کا سلوک ان کے ساتھ کرے گا۔ پس میں اس عزت کی وجہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو دی ہے آپؐ سے محبت کرتا ہوں اور دل و زبان سے کہتا ہوں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وجہ سے بھی عزت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ آپؐ نے چھوٹے بچوں کو بھی والدین کے ورثہ کا مالک قرار دیا ہے۔ آپؐ سے پہلے عرب میں یہ دستور تھا کہ بڑے لڑکے ساری جائداد لے کر الگ ہو جاتے اور چھوٹے بھوکے مرتے پھرتے۔ اب بھی یورپ میں بڑا لڑکا ساری جائداد کا وارث بن جاتا ہے اور چھوٹے اس کے دست نگر ہوتے ہیں یا فاقہ کشی کرتے ہیں۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا احسان ہے کہ آپؐ نے ساری اولاد کو والدین کا وارث بنایا اور ان میں تفریق نہ کی۔ چونکہ میں بھی اپنے بہن بھائیوں میں چھوٹا ہوں اور والدِ مرحوم کے ورثہ کے برابر کا حقدار ہوں۔ اس لئے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی احسان سمجھتا ہوں اور کہتا ہوں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! ساتویں دوست نے اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم الشان احسان یہ بیان کرتا ہوں کہ آپؐ نے نہایت تاکید کی ہے کہ اپنی لڑکیوں کی تربیت اچھی کرو اور ان کو علم پڑھاؤ تاکہ آئندہ نسلیں اچھی پیدا ہوں اور نیک تعلیم یافتہ مائیں اپنی اولاد کو عمدہ شہری اور بااخلاق انسان بنا سکیں۔ میرے نانا بڑے دیندار اور حدیث پر عمل کرنے والے آدمی تھے۔ اس حکم کو پڑھ کر انہوں نے میری والدہ یعنی اپنی بیٹی کی خاص طور پر تعلیم وتربیت کی اور اب میری والدہ نہ صرف میرے لئے باعثِ رحمت ہیں بلکہ محلہ کے بہت سے بچوں کو علم کی دولت سے مالا مال کررہی ہیں۔ چونکہ یہ مجھ پر بھی احسان ہے۔ اس لئے میں دل سے آپؐ پر درود بھیجتا ہوں اور عرض کرتا ہوں۔ اللھم صلی علی محمد وبارک وسلم

آٹھویں دوست نے کہا۔ **صاحبان!** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پر یہ احسان ہے کہ پیدائش کے بعد بھی آپؐ نے بچوں کی بہتری کے لئے امت کو دعائیں کرنے کا حکم فرمایا ہے اور بعض دعائیں خود سکھائی ہیں۔ میرے اباجان جب دعا کرتے ہیں تو ہم سب بھائی بہنوں کے لئے بھی اس وقت وہ دعا کرتے ہیں اور ہم لوگ ان دعاؤں کا اثر اپنی طبیعت اور دل پر محسوس کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ دعا کیا کرتے ہیں کہ وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ کہ اے اللہ! مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی اور شرک سے بچا۔ رَبَّنَا وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ کہ اے رب! میری اولاد میں ہمیشہ تیرے فرمانبردار لوگ پیدا ہوتے رہیں۔ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ کہ اے رب! مجھے اور میری اولاد کو نماز کی باقاعدہ پابندی کی توفیق دے۔ رَبَّنَا ہَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا کہ اے رب! ہماری بیبیاں اور بچے ہمارے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہوں اور ہم کو پرہیز گاروں کا لیڈر بنادے۔ غرض یہ دعائیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل مسلمانوں کو سکھائی گئیں اور جنہیں اپنے بچوں کے لئے اکثر مسلمان توجہ اور دردِ دل سے مانگتے ہیں۔ یہ آپؐ کا ہم پر بڑا احسان ہے اور آپؐ اس بات کے مستحق ہیں کہ ہم لوگ بھی کہا کریں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! نویں دوست بولے۔ میں ایک یتیم لڑکا ہوں اور مجھ پر آپ لوگوں سے بھی زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان ہے۔ میرا متولی جو میری پرورش کرتا ہے وہ ایک نیک آدمی ہے اور مجھے اپنے بچوں کی طرح رکھتا ہے۔ جب کوئی شخص گھر میں سے مجھے ستاتا ہے تو میرا مربی فوراً ان کو منع کرتا ہے اور کہتا ہے

کہ دیکھو قرآن میں حکم ہے۔ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَنْهَرْ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یتیم کی دلجوئی کرو۔ أنَا وَ كَافِلُ الْيَتِيْمِ كَهَاتَيْنِ کہ میں اور یتیم کی پرورش کرنے والے جنت میں ساتھ ساتھ ہوں گے ۔ پس آپ کی تعلیم اور فرمان کی وجہ سے مجھے اس کے پاس سے سب آرام مل رہے ہیں ۔اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یتیم پروری مشہور ہے۔ وہ دُرِّ یتیم خود بھی یتیمی کی مصیبتوں میں گزر چکا تھا۔ تمام دنیا کے یتیموں کا محسن۔ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

سامعین! میں آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک احسان سناتا ہوں جو ہم لڑکے لڑکیوں پر ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيتِهِ ۔یعنی اے لوگو! تم میں سے ہر شخص نگران اور گلہ بان ہے اور ہر ایک اپنی رعیت کا خدا کے روبرو جواب دہ ہے۔ اس ارشاد سے آپؐ نے ہر ماں، ہر باپ، ہر بھائی، ہر چچا، ہر دادا، خاندان کے ہر بڑے بزرگ اور ہر استاد کے ذمہ یہ لگا دیا ہے کہ تم بچوں کے اخلاق اور عادات اور نگرانی اور تعلیم کے خدا کے روبرو ذمہ دار ہو۔ تم سے سوال کیا جائے گا کہ کیوں ان میں فلاں بدی پیدا ہوئی اور کیوں فلاں نیکی ان میں موجود نہیں اور کیوں باوجود اہلیت کے فلاں قسم کی ترقی انہوں نے نہیں کی اور کیوں باوجود مقدرت کے تعلیم ان کے مناسب حال ان کو نہیں دی گئی۔ غرض یہ ذمہ داری جو آپؐ نے ہر ادنیٰ سے ادنیٰ والدین اور بزرگوں پر لگائی ہے۔ اس میں تمام بچوں کا فائدہ اور بہبودی ہے۔ پس اس جامع اور دائمی حکم کی وجہ سے ہم سب آپؐ کے احسان کے بوجھ کے نیچے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

صاحبان! گیارہواں شخص بولے۔ میں اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور احسان بیان کرتا ہوں جو نہ صرف عام ہے بلکہ مجھ پر بھی خاص ہے۔ وہ یہ کہ آپؐ نے متبنّٰی بنانے کی ممانعت فرمائی ہے۔ یعنی کوئی شخص کسی دوسرے کے لڑکے کو اپنا بیٹا نہیں بنا سکتا۔ مجھے تو اس سے یہ فائدہ پہنچا ہے کہ میرے چچا بڑے مالدار آدمی ہیں۔ ان کی کوئی اولاد نہیں۔ ان کی بیوی نے بہت چاہا کہ کسی طرح اپنی برادری کے ایک لڑکے کو بیٹا بنالیں اور سب جائداد اس کے نام لکھ دیں اور شرعی وارثوں کو محروم کر دیں۔ مگر میرے چچا مسلمان آدمی ہیں۔ انہوں نے بہت سے مولویوں سے فتویٰ لیا۔ مگر کسی نے اجازت نہ دی اور یہی کہا کہ اسلام میں متبنیٰ ناجائز ہے۔ اس وجہ سے انہوں نے کسی کو متبنیٰ نہیں کیا اور ہم جو ان کے جائز وارث ہیں اپنے حقوق سے محروم نہیں ہوئے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! محفل میں موجود ایک اور شخص نے اپنے جذبات کا اظہار یوں کیا۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ذکر سنا ہے اور اس کی وجہ سے مجھے آپؐ سے بہت محبت پیدا ہوئی۔ وہ آپؐ کا ایک حکم ہے۔ جو کمال عدل اور انصاف پر مبنی ہے۔ ایک صحابی نے اپنے ایک لڑکے کو کچھ مال دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کیا کہ یا حضرت! آپ گواہ رہیئے۔ میں نے اپنا یہ مال اس بیٹے کو دے دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم نے اتنا ہی مال اپنے دوسرے سب بچوں کو بھی دیا ہے یا نہیں؟ ان صحابی نے کہا کہ حضرت نہیں صرف اسی کو دیتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ پھر میں ظلم کے کام پر گواہ نہیں بنتا۔ اب دیکھو! اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ بچوں پر ان کے والدین سے زیادہ مہربان تھے۔ آپؐ اس بات کو ظلم قرار دیتے ہیں کہ کسی خاص بیٹے کو کچھ دیا جائے اور دوسروں کو اتنا نہ دیا جائے۔ دنیا میں بہت سے ماں باپ ایسے ظلم میں مبتلا ہیں اور ان کے خیال میں بھی کبھی نہیں آتا کہ ہم دوسروں کی حق تلفی کر رہے ہیں۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے جنہوں نے دنیا کو ایسے ظلموں سے آگاہ کیا۔ میری والدہ فوت ہو چکی ہیں۔ ہمارے والد کی دوسری شادی سے میرے دو بھائی ہیں۔ ان کا ارادہ تھا کہ جائداد دوسری بیوی کے بچوں کے نام ہبہ کر دیں۔ مگر خدا بھلا کرے ایک مولوی صاحب کا جنہوں نے ان کو یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سنایا۔ سن کر انہوں نے اپنا ارادہ فسخ کر دیا اور اب کہتے ہیں کہ میں سارے لڑکوں کو برابر کا حصہ لکھ دوں گا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! آپ جانتے ہیں کہ میں ایک دکان پر ملازم ہوں۔ غلطی بھی ہو جاتی ہے۔ قریباً روز مار کھاتا ہوں اور جھڑکی یا جرمانہ تو معمولی بات ہے۔ ایک دن مسجد میں وعظ ہو رہا تھا۔ میں نے وہاں سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک لڑکا خادم تھا۔ اس کا نام انس تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں 10 برس کا تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میری والدہ نے مجھے چھوڑا اور قریباً آٹھ برس یعنی آپؐ کی وفات تک میں آپؐ کے پاس رہا۔ مگر اس سارے عرصہ میں کبھی آپؐ نے مجھ سے یہ نہ کہا کہ تو نے یہ کام کیوں کیا یا کیوں نہیں کیا۔ میں آپؐ کا یہ حال سن کر حیران ہی ہو گیا کہ ایک میں ہوں کہ دن بھر میں آٹھ دفعہ اپنے آقا سے پٹتا ہوں اور ایک وہ آقاؐ ہے کہ جس کے نوکر نے 8 سال میں ایک دفعہ ہوں بھی نہیں سُنی۔ میرے

دل میں آپؐ کی نسبت بے اختیار محبت اور عزت کا جذبہ پیدا ہوا۔ میری آنکھوں میں اس وقت آنسو تھے اور میری زبان پر تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! جب چودھویں دوست کو اپنے جذبات کے اظہار کے لئے بلایا گیا تو وہ یوں گویا ہوئے۔ میں اپنی ماں کا اکیلا بچہ ہوں۔ میرے بعد تین بہن بھائی اور پیدا ہوئے۔ مگر سب فوت ہو گئے۔ آخری بچہ جو میرا بھائی تھا وہ حال ہی میں فوت ہوا۔ میری ماں کو ان پے دَر پے موتوں سے سخت صدمہ پہنچا۔ وہ ہر وقت روتی رہتی تھیں اور غم کے مارے ان کا کھانا پینا تک چھوٹ گیا تھا۔ میں اپنی عقل کے موافق بہت تسلی دیتا اور ان کو کتابیں اور کہانیاں پڑھ کر سناتا اور ان کا جی بہلانے کی کوشش کرتا۔ اسی طرح ہمارے اور رشتہ دار بھی کوشش کرتے۔ مگر ان کا غم کسی طرح کم نہ ہوتا تھا۔ آخر ہمارے ایک بزرگ رشتہ دار ایک دن ہمارے ہاں تشریف لائے اور انہوں نے میری والدہ کے روبرو بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس مسلمان کے تین بچے چھوٹی عمر میں مر جائیں اور وہ صبر کرے تو اس کی جنت کی ضمانت میں لیتا ہوں۔ اس پر ایک بی بی نے پوچھا کہ یا حضرتؐ! جس کے دو مر جائیں آپؐ نے فرمایا۔ وہ بھی جنت میں جائے گی۔ پھر وہ بولی کہ حضرتؐ جس کا ایک ہی بچہ مرا ہو۔ آپؐ نے فرمایا۔ وہ بھی۔ جب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ شفقت بھرا تسلی دینے والا کلام میری ماں نے سنا ہے۔ اس وقت سے ان کے دل کو صبر آ گیا اور وہ حالت جاتی رہی اور ہم سب ان کے صبر کی وجہ سے شکر گزار ہیں۔ واقعی جیسا کہ پچھلے نوشتوں میں تھا سچی تسلی دینے والا یہی نبی ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! پندرہواں شخص۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واقعہ سناتا ہوں۔ جس سے آپؐ کی شفقت بچوں کے ساتھ معلوم ہوتی ہے۔ ایک دفعہ آپؐ کے پاس آپؐ کے خاندان کے بچے آئے۔ آپؐ نے ان کو اپنے ساتھ لپٹایا اور ان کو پیار کیا۔ ایک بدّو وہاں بیٹھا تھا۔ کہنے لگا یا رسول اللہ! ہم لوگ تو اپنے بچوں کو اس طرح پیار نہیں کرتے۔ آپؐ نے فرمایا۔ بھائی! اگر خدا نے ہی تمہارے دلوں سے رحم کو نکال دیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! آپ جانتے ہیں کہ اکثر بچے جھوٹ بولتے ہیں اور بچپن کی عادت پھر بڑے ہو کر بھی نہیں چھٹتی اور یہ جھوٹ اکثر ماں باپ خود سکھاتے ہیں۔ پھر جب بچہ خوب جھوٹ بولنے لگتا ہے تو حیران ہو کر کہتے

ہیں کہ خبر نہیں اسے جھوٹ کی عادت کس نے لگادی۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابی کے ہاں گئے۔ وہاں ان کی بی بی اپنے بچہ کو بلا رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ یہاں آؤ۔ لو! میں تمہیں کچھ دوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم اسے کیا دو گی؟ عرض کیا کہ چھوارہ۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم بچوں سے وعدہ کرو گی اور پھر ان کو کچھ چیز نہ دو گی تو ایک جھوٹ کا گناہ تمہارے اعمال نامہ میں لکھا جائے گا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اگر والدین بچوں سے جھوٹ نہ بولیں تو دنیا میں جلد ایک راستباز قوم پیدا ہو جائے۔

صاحبان! 17 واں شخص بولا۔ ہماری ایک کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کا ایک واقعہ لکھا ہوا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ برخلاف اپنے زمانہ کے رواج اور اپنی قوم کی عادات کے آپؐ کس قدر حیادار اور شرم والے تھے۔ ایک دفعہ مکہ میں کعبہ کی مرمت پر شہر کے لوگ پتھر وغیرہ ڈھو رہے تھے۔ آپؐ بھی چند نو عمر لڑکوں کے ساتھ اس کام میں لگے ہوئے تھے۔ اس وقت ان سب نے اپنے تہ بند اتار دئے تھے اور ننگے یہ کام کر رہے تھے اور کپڑا اپنے مونڈھوں پر ڈال لیا تھا کہ پتھروں سے چھل نہ جائے۔ اس سارے گروہ میں صرف ایک ہی حیادار لڑکا تھا جو تہ بند باندھے تھا اور برہنہ نہ تھا اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ایک زمانہ میں عورتیں بھی نماز کے لئے آیا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ میں نماز کو لمبی کرنا چاہتا ہوں۔ مگر پیچھے سے کسی بچہ کے رونے کی آواز آجاتی ہے وہ سن کر میں نماز مختصر کر کے جلدی ختم کر دیتا ہوں تاکہ بچہ کو اور اس کی ماں کو تکلیف نہ ہو۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! اب باری تھی انیسویں بندے کی اُس نے کہا۔ عیسائی کہتے ہیں کہ انسان پیدائشی گناہ گار ہے اور ہندو کہتے ہیں وہ اپنے پچھلے گناہوں کی سزا میں اس دنیا میں آیا ہے۔ بہر حال بچہ گناہ گار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مصیبت کو ہم پر سے دور کیا اور فرمایا۔ كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الفِطْرَةِ، فأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ، أَوْ يُمَجِّسَانِهِ، یعنی ہر بچہ معصوم اور دینِ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے والدین یا مربی اسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ یہ آپؐ کا ہم پر کتنا احسان ہے کہ انسانی بچہ کو بے گناہ اور فطری معصوم قرار دیا اور ہمیں بڑی ڈھارس دی کہ کفر اور گناہ دوسروں کے اثر اور

صحبت سے پیدا ہوتا ہے۔ انسان کا اپنا خاصہ نہیں ہے اور اس طرح ہم کو اپنے پر اعتقاد پیدا کرا دیا اور ہدایت حاصل کرنے کا راستہ کھول دیا اور ایک مصیبت کا بوجھ جو دوسرے مذاہب نے ہمارے سر پر رکھا ہوا تھا اسے بالکل اتار کر پھینک دیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! اب آخری مقرر کی باری تھی وہ بولا کہ مَیں اس حوالہ سے آخرۃ کا مضمون ہی بیان کروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے پوچھا کہ جو بچے چھوٹے مر جاتے ہیں ان کا کیا حشر ہو گا؟ آیا وہ جنت میں جائیں گے یا دوزخ میں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حشر کے میدان میں ان کو موقعہ دے گا اور ان کے لئے وہیں نبی مبعوث کیا جائے گا پھر جو اس کو قبول کرلیں گے وہ جنت میں جائیں گے کیونکہ عذاب نہیں دیا جائے گا۔ جب تک اتمامِ حجت نہ ہو اور جو چھوٹی عمر میں مر گیا اس پر اتمام حجت کہاں ہوئی۔ پس یہ بھی خدا کا فضل ہے کہ وہ اس جہان میں بھی نبی مبعوث کرے گا اور رحمت کا ہاتھ پھیلائے گا تاکہ لوگ نجات حاصل کر سکیں۔ یہ علم بھی ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت ہی سے حاصل ہوا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! صدرِ محفل نے جلسہ کا اختتام یہ کہتے ہوئے کیا کہ میں اپنے تین چار ساتھیوں کو جانتا ہوں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک حکم کی خلاف ورزی کی وجہ سے سخت جسمانی نقصان پہنچ چکے ہیں۔

رام چندر کو ماسٹر نے ایک سخت مُکا منہ پر مارا۔ دو دانت نکل پڑے اور ہمیشہ کے لئے بد شکل ہو گیا اور الفاظ بھی صحیح نہیں بول سکتا۔ پال کو اس کے باپ نے تھپڑ مارا۔ کان کا پردہ پھٹ گیا۔ خون بہنے لگا۔ پھر پیپ آتی رہی۔ پھر بہرا ہو گیا۔ نھو کو اس کے چچا نے منہ پر بید مارا۔ بد قسمتی سے آنکھ پر لگی۔ ڈیلہ پھٹ گیا۔ اب بچارا کانا ہو گیا ہے۔ رام سنگھ کو اس کے محلہ کے آدمی نے کئی تھپڑ اور مکے منہ پر مارے۔ دو سال اس واقعہ کو ہو گئے۔ دماغ خراب ہو گیا ہے۔ ذہن کند ہو گیا ہے۔ عقل کم ہو گئی ہے۔ پڑھا لکھا یاد نہیں رہتا۔ نہایت ذہین اور ہوشیار لڑکا تھا۔ جو بیوقوف اور کند ذہن ہو گیا اور دماغ مستقل طور پر خراب ہو گیا۔ یہ سب نتیجہ ہیں منہ پر مارنے کے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کبھی چہرہ پر نہ مارو۔ پس اگر لوگ اس ہدایت اور رحم کی تعلیم پر عمل کریں اور بچوں کے منہ پر نہ مارا کریں تو بہت سے حادثوں سے نجات ہو سکتی ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

تِری ایک ایک اَدا صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ
تیری ہر آن پہ سو جان سے جاؤں واری
حُسنِ یوسفؑ دمِ عیسیٰؑ ید بیضا داری
وانچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلَی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ
(اخبار الفضل قادیان 15 جون 1928ء)

ضضضض

{23} {مشاہدات۔323}

حضرت مسیح موعودؑ کا بچوں سے پیار و شفقت اور اُن کی تعلیم و تربیت

اَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِیۡ (الاحقاف:16)

میرے لئے میری ذریت کی بھی اصلاح کر دے۔

کر انکو نیک قسمت دے انکو دین و دولت
کر انکی خود حفاظت ہو ان پر تیری رحمت
دے رشد اور ہدایت اور عمر اور عزت
یہ روز کر مبارک سُبۡحَانَ مَنۡ یَّرَانِیۡ

خاکسار کی تقریر کا عنوان ہے۔ **حضرت مسیح موعودؑ کا بچوں سے پیار و شفقت اور اُن کی تعلیم و تربیت**

معزز سامعین! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔اَکۡرِمُوۡا اَوۡلَادَکُمۡ وَاَحۡسِنُوۡا اَدَبَہُمۡ کہ اپنی اولاد کی عزت کرو اور ان کو حسن ادب سکھاؤ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام چونکہ عاشقِ قرآن اور عاشقِ رسولؐ تھے اِس لئے آپؑ کی سیرت کا ہر پہلو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسین اعمال سے رنگا ہوا۔ اُن میں سے ایک پہلو اپنے اور جماعت کے بچوں سے آپؑ کا حُسن سلوک اور اُن کی حُسنِ تربیت تھا۔ آپؑ ہمیشہ سچائی اور دیانتداری اُن میں پیدا کرتے تھے اور ان کی تربیت میں بجائے سختی کے دعا اور عملی نمونہ کو ضروری سمجھتے تھے چنانچہ ایک چھوٹا سا گھریلو واقعہ اس بات پر خوب روشنی ڈالتا ہے۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام لیٹے ہوئے تھے اور سید فضل احمد شاہ صاحب حضور کے پاؤں دبا رہے تھے اور حضرت صاحب کسی قدر سو گئے۔ فضل احمد شاہ صاحب نے اشارہ کر کے مجھے کہا کہ یہاں

پر جیب میں کچھ سخت چیز پڑی ہے۔ مَیں نے ہاتھ ڈال کر نکال لی تو حضور علیہ السلام کی آنکھ کھل گئی۔ آدھی ٹوٹی ہوئی گھڑے کی چپنی اور دو ٹھیکرے تھے۔ مَیں پھینکنے لگا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ:

”یہ میاں محمود نے کھیلتے ہوئے میری جیب میں ڈال دیئے۔ آپ پھینکیں نہیں۔ میری جیب میں ڈال دیں۔ کیونکہ انہوں نے ہمیں امین سمجھ کر اپنے کھیلنے کی چیز رکھی ہے۔ وہ مانگیں تو ہم کہاں سے دیں گے۔“

پھر وہ جیب میں ہی ڈال لئے۔ یہ چھوٹا سا اور معمولی مگر تعلیم و تربیت کرنے والوں کے لئے ایک بہت بڑا سبق آموز واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے عملی نمونہ سے اپنے بچوں کے اندر بچپن سے ہی صدق و راستی اور دیانت داری پیدا کرنے کے کس قدر خواہاں تھے۔

سامعین! اسی طرح آپؑ کی زندگی کا ایک حسین پہلو یہ بھی تھا کہ بچوں کے بار بار تنگ کرنے پر بھی باوجود شدید مصروفیت کے آپؑ پریشان نہیں ہوتے تھے۔ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ میاں بشیر احمد صاحب جب چھوٹے تھے تو ان کو ایک زمانہ میں شکر کھانے کی بہت عادت ہو گئی تھی۔ ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس پہنچتے اور ہاتھ پھیلا کر کہتے ”ابا چٹی“ حضرت صاحب تصنیف میں بھی مصروف ہوتے تو کام چھوڑ کر فوراً اٹھتے۔ کوٹھری میں جاتے شکر نکال کر ان کو دیتے اور پھر تصنیف میں مصروف ہو جاتے۔ تھوڑی دیر بعد میاں صاحب پھر دست سوال دراز کرتے ہوئے پہنچ جاتے اور کہتے ”ابا چٹی“ مراد یہ تھی کہ سفید رنگ کی شکر چاہئے۔ حضرت صاحب پھر اُٹھ کر ان کا سوال پورا کر دیتے۔ غرض اس طرح ان دنوں میں روزانہ کئی کئی دفعہ یہ ہیرا پھیری ہوتی رہتی تھی۔ مگر حضرت صاحب باوجود تصنیف میں سخت مصروف ہونے کے کچھ نہ فرماتے بلکہ ہر دفعہ ان کے لئے اٹھتے تھے۔

(سیرت المہدی صفحہ 823-824)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بچوں کو بدنی سزا دینے کے بھی سخت مخالف تھے آپ علیہ السلام کا فرمان تھا کہ نیک نمونہ اور محبت سے بچوں کی تربیت کرنی چاہئے۔

اس سلسلہ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بچوں کو بدنی سزا دینے کے بہت مخالف تھے اور جس استاد کے متعلق یہ شکایت آپؑ کو پہنچتی کہ وہ بچوں کو مارتا ہے تو اُس پر بہت ناراض ہوتے تھے

اور فرماتے تھے " دانا اور عقل مند اُستاد جو کام حکمت سے لے لیتا ہے وہ کام نالائق اور جاہل اُستاد مارنے سے لینا چاہتا ہے۔" ایک دفعہ مدرسے کے ایک اُستاد نے ایک بچے کو کچھ سزا دی تو آپ نے سختی سے فرمایا کہ "پھر ایسا ہوا تو ہم اس اُستاد کو مدرسے سے الگ کر دیں گے۔" (سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ 398)

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقع پر یہ بھی فرمایا کہ "میرے نزدیک بچوں کو یوں مارنا شرک میں داخل ہے۔ گویا بدمزاج مارنے والا ہدایت اور ربوبیت میں اپنے تئیں حصہ دار بنانا چاہتا ہے۔ ایک جوش والا آدمی جب کسی بات پر سزا دیتا ہے تو اشتعال میں بڑھتے بڑھتے دشمن کا رنگ اختیار کر لیتا ہے اور جرم کی حد سے سزا میں سے کوسوں تجاوز کر جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص خود دار اور اپنے نفس کی باگ کو قابو سے نہ دینے والا اور پورا متحمل اور بردبار اور باسکون اور باوقار ہو تو اُسے البتہ حق پہنچتا ہے کہ کسی وقت مناسب پر کسی حد تک بچہ کو سزا دے یا چشم نمائی کرے۔ مگر مغلوب الغضب اور سبک سر اور طائش العقل ہرگز سزاوار نہیں کہ بچوں کی تربیت کا متکفل ہو۔"

پھر فرمایا کہ:

" جس طرح اور جس قدر سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے۔ کاش دعا میں لگ جائیں اور بچوں کے لئے سوزِ دل سے دعا کرنے کو ایک حزب ٹھہرا لیں اس لئے کہ والدین کی دعا کو بچوں کے حق میں خاص قبول بخشا کیا گیا ہے۔" (ملفوظات جلد اول صفحہ 309)

آپؑ نے فرمایا کہ میرا طریق کیا ہے کہ میں کس طرح دعائیں مانگا کرتا ہوں۔ فرمایا کہ

" میں التزاماً چند دعائیں ہر روز مانگا کرتا ہوں۔ اوّل۔ اپنے نفس کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ خداوند کریم مجھ سے وہ کام لے جس سے اُس کی عزت و جلال ظاہر ہو اور اپنی رضا کی پوری توفیق عطا کرے۔ دوم۔ پھر اپنے گھر کے لوگوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ ان سے قرۃ العین عطا ہو اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات کی راہ پر چلیں۔ سوم۔ پھر اپنے بچوں کے لئے دعائیں مانگتا ہوں یہ سب دین کے خدام بنیں۔ چہارم۔ اپنے مخلص دوستوں کے لئے نام بنام۔ پنجم۔ اور پھر اُن سب کے لیے جو اس سلسلہ سے وابستہ ہیں خواہ ہم انہیں جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔" (ملفوظات جلد اول صفحہ 309، الحکم 17 جنوری 1900ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کا یہ بھی ایک پہلو تھا کہ آپ علیہ السلام کسی عام نقصان کے ہو جانے پر بچوں کو سزا نہیں دیتے تھے بلکہ درگزر فرماتے تھے۔ حضرت مولوی عبد الکریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"محمود (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ) چار ایک برس کا بچہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام معمولاً اندر بیٹھے لکھ رہے تھے۔ میاں محمود دیا سلائی لیکر وہاں تشریف لائے اور آپ کے ساتھ بچوں کا ایک غول بھی تھا۔ پہلے تو کچھ دیر تک آپس میں کھیلتے جھگڑتے رہے پھر جو کچھ دل میں آئی ان مسودات کو آگ لگا دی اور آپ لگے خوش ہونے اور تالیاں بجانے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام لکھنے میں مشغول ہیں سر اٹھا کر دیکھتے بھی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے؟ اتنے میں آگ بجھ گئی اور قیمتی مسودے راکھ کا ڈھیر ہو گئے اور بچوں کو کسی اور مشغلہ نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ حضرت علیہ السلام کو سیاق و سباق عبارت کو ملانے کیلئے کسی گزشتہ کاغذ کو دیکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس سے پوچھتے ہیں خاموش اس سے پوچھتے ہیں دبکا جاتا ہے آخر ایک بچہ بول اٹھا کہ میاں صاحب نے کاغذ جلا دیئے ہیں۔ عورتیں بچے اور گھر کے سب لوگ حیران اور انگشت بدنداں کہ اب کیا ہو گا اور درحقیقت عادتاً بُری حالت اور مکروہ نظارہ کے پیش آنے کا گمان اور انتظار تھا اور ہونا بھی چاہئے تھا مگر حضرت صاحب علیہ السلام مسکرا کر فرماتے ہیں: "خوب ہوا اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی مرضی مصلحت ہو گی اور اب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس سے بہتر مضمون ہمیں سمجھائے۔"

(سیرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت شیخ یعقوب علیؓ)

معزز سامعین! حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام جہاں دنیاوی تعلیم اور روزمرہ کی پڑھائی میں بدنی سزا کو ناجائز سمجھتے تھے وہیں دین کی حرمت و غیرت کے موقع پر آپؑ نے بدنی سزا دی بھی ہے تاکہ بچپن سے ہی بچوں میں دین کی عزت و حرمت اور دینی غیرت قائم رہے۔

حضرت اُمُّ المومنین رضی اللہ عنہا ایسا ہی ایک واقعہ حضرت میاں بشیر احمد صاحب رضی اللہ کو بیان کرتی ہیں کہ:

"ایک دفعہ تمہارے بھائی مبارک احمد مرحوم سے بچپن کی بے پروائی میں قرآنِ شریف کی کوئی بے حرمتی ہو گئی۔ اُس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اتنا غصّہ آیا کہ آپ علیہ السلام کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آپ

علیہ السلام نے بڑے غصہ میں مبارک احمد کے شانہ پر ایک طمانچہ مارا جس سے اُس کے نازک بدن پر آپ علیہ السلام کی اُنگلیوں کا نشان اُٹھ آیا اور آپؑ نے اُس غصہ کی حالت میں فرمایا کہ اس کو اس وقت میرے سامنے سے لے جاؤ۔ کیونکہ اس موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن شریف کی بے حرمتی برداشت نہیں کی اور سزا ضروری سمجھی۔" (سیرت المہدی حصہ دوئم صفحہ 325)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کا ایک حسین پہلو یہ بھی تھا کہ آپؑ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی روشنی میں بعض مواقع پر سبق آموز کہانیاں سناسنا کر اپنے اہل و عیال کی تربیت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک موقع پر کثرت مہمانان کو دیکھ کر جب گھر میں کچھ پریشانی کے آثار آپؑ نے دیکھے تو آپؑ نے اہل وعیال کو یہ سبق آموز کہانی سنائی۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"جب مَیں 1901ء میں ہجرت کر کے قادیان چلا آیا اور اپنی بیوی اور بچوں کو ساتھ لایا۔ ایک شب کا ذکر ہے کہ کچھ مہمان آئے جن کے واسطے جگہ کے انتظام کے لئے حضرت اُمُّ المومنین حیران ہو رہی تھیں کہ سارا مکان تو پہلے ہی کشتی کی طرح پُر ہے اب ان کو کہاں ٹھہرایا جائے۔ اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اکرامِ ضیف کا ذکر کرتے ہوئے حضرت بیوی صاحبہ کو پرندوں کا ایک قصہ سنایا۔ چونکہ مَیں بالکل ملحقہ کمرے میں تھا اور کواڑوں کی ساخت پرانے طرز کی تھی جن کے اندر سے آواز بآسانی دوسری طرف پہنچتی رہتی ہے۔ اس واسطے مَیں نے سارے قصہ کو سنا۔ فرمایا۔ دیکھو! ایک دفعہ جنگل میں ایک مسافر کو شام ہو گئی۔ رات اندھیری تھی۔ قریب کوئی بستی اُسے دکھائی نہ دی اور وہ ناچار ایک درخت کے نیچے رات گزارنے کے واسطے بیٹھ رہا۔ اُس درخت کے اوپر ایک پرندہ کا آشیانہ تھا۔ پرندہ اپنی مادہ کے ساتھ باتیں کرنے لگا کہ دیکھو! یہ مسافر ہمارے آشیانہ کے نیچے زمین پر بیٹھا ہے۔ یہ آج رات ہمارا مہمان ہے اور ہمارا فرض ہے کہ اُس کی مہمان نوازی کریں۔ مادہ نے اُس کے ساتھ اتفاق کیا اور ہر دو نے مشورہ کر کے یہ قرار دیا کہ ٹھنڈی رات ہے اور اس ہمارے مہمان کو آگ تاپنے کی ضرورت ہے اور تو کچھ ہمارے پاس نہیں ہم اپنا آشیانہ ہی توڑ کر نیچے پھینک دیں تاکہ وہ ان لکڑیوں کو جلا کر آگ تاپ لے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور سارا آشیانہ تنکا تنکا کر کے نیچے پھینک دیا اس کو مسافر نے غنیمت جانا اور ان سب لکڑیوں کو تنکوں کو جمع کر کے آگ جلائی اور تاپنے لگا۔ تب درخت پر پرندوں کے جوڑے نے پھر

مشورہ کیا کہ آگ تو ہم نے اپنے مہمان کو بہم پہنچائی اور اُس کے واسطے سینکنے کا سامان مہیا کیا۔ اب ہمیں چاہئے کہ اِسے کچھ کھانے کو بھی دیں اور تو ہمارے پاس کچھ نہیں ہم خود ہی اس آگ میں جاگریں اور مسافر بھون کر ہمارا گوشت کھالے۔ چنانچہ ان پرندوں نے ایسا ہی کیا اور مہمان نوازی کا حق ادا کیا۔"

(ذکر حبیب صفحہ 85-87 مصنف حضرت مفتی محمد صادق رضی اللہ عنہ)

سامعین! حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا بچوں سے حُسنِ سلوک کا ایک حسین پہلو یہ بھی تھا کہ بچوں سے آپ علیہ السلام کی محبت محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہوتی تھی۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"آپؑ بچوں کی خبر گیری اور پرورش اس طرح کرتے ہیں کہ ایک سرسری دیکھنے والا گمان کرے کہ آپ سے زیادہ اولاد کی محبت کسی کو نہ ہوگی اور بیماری میں اس قدر توجہ کرتے ہیں اور تیمار داری اور علاج میں اس قدر محو ہوتے ہیں کہ گویا اور کوئی فکر ہی نہیں مگر باریک بین دیکھ سکتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور خدا تعالیٰ کے لئے اس کی ضعیف مخلوق کی رعایت اور پرورش مدنظر ہے۔ آپ علیہ السلام کی پلوٹھی بیٹی عصمت صاحبہ لدھیانہ میں ہیضہ سے بیمار ہوئی۔ آپ علیہ السلام اس کے علاج میں یوں دوا دہی کرتے کہ گویا اس کے بغیر زندگی محال ہے اور ایک دنیادار دنیا کی عُرف اور اصطلاح میں اولاد کا بھوکا اور شیفتہ اس سے زیادہ جانکاہی کر ہی نہیں سکتا۔ مگر وہ مرگئی تو آپؑ یوں الگ ہوگئے کہ گویا کوئی چیز تھی ہی نہیں اور جب سے کبھی ذکر تک نہیں کیا کہ کوئی لڑکی تھی۔"

اس طرح صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی علالت کے ایام میں آپ علیہ السلام نے شبانہ روز اپنے عمل سے دکھایا کہ اولاد کی پرورش اور صحت کے لئے ہمارے کیا فرائض ہیں۔

(سیرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ)

بچوں کی تربیت کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں بچپن میں ہی قرآن مجید سکھانے اور چھوٹی عمر میں قرآن مجید ختم ہونے پر اُن کی تقریب آمین منعقد کرنے کی سنت بھی جاری فرمائی۔ چنانچہ جماعت میں 1897ء سے یہ رواج ہے جب سے کہ آپؑ کے فرزند ارجمند حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید ختم فرمایا تو حضور علیہ السلام نے ان کی تقریبِ آمین

منعقد فرمائی۔ جس کے لئے باہر سے بھی احباب کو دعوت دی گئی اور اس موقع پر حضورؓ نے ایک پُر تکلف دعوت کا اہتمام فرمایا اور اس موقع کے لئے ایک نظم بھی لکھی جو ”محمود کی آمین“ کے نام سے مشہور ہے اور جس کے دو ابتدائی شعر اس طرح ہیں۔

تو نے یہ دن دکھایا محمود پڑھ کے آیا
دل دیکھ کر یہ احساں تیری ثنا میں گایا
صد شکر ہے خدایا، صد شکر ہے خدایا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

سامعین کرام! اب خاکسار اپنی تقریر کے آخر میں ہماری زندگی میں تربیت کے حوالہ سے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ایک عظیم الشان فرمان حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ 2 جولائی 2004ء سے پڑھ کر اپنی تقریر کو ختم کرتا ہے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”مردوں کی ایک سربراہ کی حیثیت سے یہ بھی ذمہ داری ہے کہ متقی بننے اور متقی خاندان کا سربراہ بننے کے لئے خود بھی نمازوں کی پابندی کریں۔ رات کو اٹھیں یا کم از کم فجر کی نماز کے لئے تو ضرور اٹھیں، اپنی بیوی بچوں کو بھی اٹھائیں۔ جو گھر اس طرح عبادت گزار افراد سے بھرے ہوں گے وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور اس کی برکات کو سمیٹنے والے ہوں گے۔ لیکن یاد رکھیں کہ کوشش بھی اس وقت بار آور ہو گی، اس وقت کامیابیاں ملیں گی کہ جب دعا کے ساتھ یہ کوشش کر رہے ہوں گے۔ صرف اٹھا کے اور ٹکریں مار کے نہیں بلکہ دعائیں بھی مسلسل کرتے رہیں اپنے لئے، اپنے بیوی بچوں کے لئے۔ اس لئے اپنی نمازوں میں بھی اپنی بیوی بچوں کے لئے بہت دعائیں کریں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: ”اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ دعا سکھلائی ہے کہ {اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ} کہ میری بیوی بچوں کی اصلاح فرما اپنی حالت کی پاک تبدیلی اور دعاؤں کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد اور بیوی کے واسطے بھی دعا کرتے رہنا چاہئے۔ کیونکہ اکثر فتنے اولاد کی وجہ سے انسان پر پڑ جاتے ہیں اور اکثر بیوی کی وجہ سے۔

غرض ان کی وجہ سے بھی اکثر انسان پر مصائب شدائد آجایا کرتے ہیں تو ان کی اصلاح کی طرف بھی پوری توجہ کرنی چاہیئے اور ان کے واسطے بھی دعائیں کرتے رہنا چاہیئے۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 456-457)

.... اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی معنوں میں اپنے حقوق و فرائض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے بیوی بچوں کی طرف سے ہمارے لئے تسکین کے سامان پیدا فرمائے اور آنکھیں ٹھنڈی رکھے۔ اللہ کی عبادت کرنے والے ہوں اور نیکیوں پر قائم رہنے والے ہوں.... اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے۔" آمین

کر فضل سب پہ یکسر رحمت سے کر معطر
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

(یہ تقریر مکرم منیر احمد خادم صاحب کی ایک تقریر بر موقع جلسہ سالانہ قادیان مطبوعہ بدر سے تیار کی گئی ہے)

(کمپوزڈ بائی: منہاس محمود۔ جرمنی)

ضضضض

{24} {مشاہدات۔331}

حضرت مسیح موعودؑ کی اپنی اولاد کے حق میں دعائیں

ہُنَالِکَ دَعَا زَکَرِیَّا رَبَّہٗ ۚ قَالَ رَبِّ ہَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ۚ اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَآءِ(آل عمران:39)

حضرت زکریاؑ نے اپنے ربّ سے دعا کی اے میرے ربّ! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ ذریّت عطا کر۔ یقیناً تو بہت دعا سننے والا ہے۔

مِری اولاد جو تِری عطا ہے
ہر اِک کو دیکھ لوں وہ پارسا ہے
یہ ہو میں دیکھ لوں تقویٰ سبھی کا
جب آوے وقت میری واپسی کا

معزز حاضرین! آج مجھے مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے اپنی اَولاد کے لئے مانگی گئی دعاؤں کو بیان کرنا ہے جن کی قبولیت کے طفیل یہ تمام اولاد آسمان کے تارے بن گئے۔ ایک اُن میں سے مصلح موعود بنے، ایک قمرُ الانبیاء کہلائے اور اِنہی دعاؤں کی وجہ سے چار خلافتیں آپؑ کی اولاد میں سے ہوئیں۔

آج رمضان کے مبارک دنوں میں جس میں یومِ مسیح موعودؑ بھی آرہاہے اِن دعاؤں کو اپنی اولادوں کے حق میں دہرانے کی ضرورت ہے تا اُن کے اندر بھی وہ نقوش پیدا ہوں جو آپؑ کی تمام اولاد کے اندر صحابہؓ جیسے پیدا ہوئے اور آپؑ کے کہے ہوئے یہ الفاظ اِن کے حق میں پورے ہوئے۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے مِلا جب مجھ کو پایا

وہی مَے اُن کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

سامعین! اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان دعاؤں کو بھی سنا اور حضرت زکریا علیہ السلام کی یہ دعا آپؑ کو بھی دوبار الہاماً سکھائی گئی۔

”رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ مِّنَ السَّمَآءِ۔ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ۔ رَبِّ اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ۔ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ۔“

(تذکرہ صفحہ 47)

یعنی اے میرے ربّ! مغفرت فرما اور آسمان سے رحم کر۔ اے میرے ربّ! مجھے اکیلا مت چھوڑ اور تُو خیر الوارثین ہے۔ اے میرے ربّ! امّت محمدیہ کی اصلاح کر۔ اے ہمارے ربّ! ہم میں اور ہماری قوم میں سچا فیصلہ کر دے اور تُو سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے۔

پھر نومبر 1907ء میں آپؑ کو الہام ہوا۔

رَبِّ ھَبْ لِیْ ذُرِّیَۃً طَیِّبَۃً اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمٍ اسْمُہٗ یَحْیٰی

(تذکرہ)

یعنی اے میرے خدا! پاک اولاد مجھے بخش۔ مَیں تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتا ہوں جس کا نام یحییٰ ہے۔

سامعین! آپؑ اولاد کے لئے دعاؤں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

”فنافی اللہ ہو جانا اور اپنے سب ارادوں اور خواہشات کو چھوڑ کر محض اللہ کے ارادوں اور احکام کا پابند ہو جانا چاہئے کہ اپنے واسطے بھی اور اپنی اولاد، بیوی بچوں، خویش و اقارب اور ہمارے واسطے بھی باعثِ رحمت بن جاؤ۔ مخالفوں کے واسطے اعتراض کا موقعہ ہر گز ہر گز نہ دینا چاہئے… خدا تعالیٰ کی نصرت انہی کے شامل حال ہوتی ہے جو ہمیشہ نیکی میں آگے ہی آگے قدم رکھتے ہیں، ایک جگہ نہیں ٹھہر جاتے اور وہی ہیں جن کا انجام

بخیر ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ ان میں بڑا شوق ذوق اور شدت رقت ہوتی ہے مگر آگے چل کر بالکل ٹھہر جاتے ہیں اور آخر ان کا انجام بخیر نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ دُعا سکھلائی ہے کہ اَصْلِحْ لِیْ فِی ذُرِّیَّتِیْ (الاحقاف:16) میرے بیوی بچوں کی بھی اِصلاح فرما۔ اپنی حالت کی پاک تبدیلی اور دعاؤں کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد اور بیوی کے واسطے بھی دعا کرتے رہنا چاہئے کیونکہ اکثر فتنے اولاد کی وجہ سے انسان پر پڑ جاتے ہیں اور اکثر بیوی کی وجہ سے۔ دیکھو پہلا فتنہ حضرت آدمؑ پر بھی عورت ہی کی وجہ سے آیا تھا۔ حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ میں بلعم کا ایمان جو حَبط کیا گیا اصل میں اُس کی وجہ بھی توریت سے یہی معلوم ہوتی ہے کہ بلعم کی عورت کو اس بادشاہ نے بعض زیورات دکھا کر طمع دے دیا تھا اور پھر عورت نے بلعم کو حضرت موسیٰؑ پر بددعا کرنے کے واسطے اُکسایا تھا۔ غرض اُن کی وجہ سے بھی اکثر انسان پر مصائب شدائد آجایا کرتے ہیں تو اُن کی اِصلاح کی طرف بھی پوری توجہ کرنی چاہئے اور ان کے واسطے بھی دعائیں کرتے رہنا چاہئے۔“ (ملفوظات جلد 5 صفحہ 456-457)

پھر آپؑ نے فرمایا:

”(اولاد) کی پرورش محض رحم کے لحاظ سے کرے نہ کہ جانشین بنانے کے واسطے بلکہ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا کا لحاظ ہو کہ یہ اولاد دین کی خادم ہو۔ لیکن کتنے ہیں جو اولاد کے واسطے یہ دعا کرتے ہیں کہ اولاد دین کی پہلوان ہو۔ بہت ہی تھوڑے ہوں گے جو ایسا کرتے ہوں۔ اکثر تو ایسے ہیں کہ وہ بالکل بے خبر ہیں کہ وہ کیوں اولاد کے لئے کوششیں کرتے ہیں اور اکثر ہیں جو محض جانشین بنانے کے واسطے اَور کوئی غرض ہوتی ہی نہیں، صرف یہ خواہش ہوتی ہے کہ کوئی شریک یا غیر اُن کی جائداد کا مالک نہ بن جاوے۔ مگر یاد رکھو کہ اس طرح پر دین بالکل برباد ہو جاتا ہے۔ غرض اولاد کے واسطے صرف یہ خواہش ہو کہ وہ دین کی خادم ہو۔ اسی طرح بیوی کرے تا کہ اس سے کثرت سے اولاد پیدا ہو اور وہ اولاد دین کی سچی خدمت گزار ہو اور نیز جذباتِ نفس سے محفوظ رہے۔ اس کے سوا جس قدر خیالات ہیں وہ خراب ہیں۔ رحم اور تقویٰ مدنظر ہو تو بعض باتیں جائز ہو جاتی ہیں۔ اس صورت میں اگر مال بھی چھوڑتا ہے اور جائداد بھی اولاد کے واسطے چھوڑتا ہے تو ثواب ملتا ہے۔ لیکن اگر صرف جانشین بنانے کا خیال ہے اور اس نیت سے سب ہمّ و غم رکھتا ہے تو پھر گناہ ہے۔“ (ملفوظات جلد 3 صفحہ 599-600)

پھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”جب تک اولاد کی خواہش محض اس غرض کے لئے نہ ہو کہ وہ دیندار اور متقی ہو اور خدا تعالیٰ کی فرمانبردار ہو کر اس کے دین کی خادم بنے بالکل فضول بلکہ ایک قسم کی معصیت اور گناہ ہے اور باقیات صالحات کی بجائے اس کا نام باقیات سیئات رکھنا جائز ہو گا۔ لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں صالح اور خداترس اور خادمِ دین اولاد کی خواہش کرتا ہوں تو اس کا یہ کہنا بھی نرا ایک دعویٰ ہی ہو گا جب تک کہ وہ اپنی حالت میں ایک اصلاح نہ کرے۔“ (ملفوظات جلد 1 صفحہ 540)

اولاد کے حق میں دعائیں

سامعین! حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے منظوم کلام میں مختلف جگہوں پر بڑے پُر اثر انداز اور بڑے درد بھرے لہجے میں اپنی اولاد کے لئے اپنے رب کے حضور مناجات کی ہیں۔ جسے اِس روحانی طریقِ تربیت کی ایک بڑی دلکش مثال کہا جاسکتا ہے۔ مَیں صرف نمونہ کے طور پر چند شعر پڑھتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

کر ان کو نیک قسمت دے ان کو دین و دولت
کر ان کی خود حفاظت ہو ان پہ تیری رحمت
دے رشد اور ہدایت اور عمر اور عزت
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

میری دعائیں ساری کریو قبول باری
میں جاؤں تیرے واری کر تو مدد ہماری
ہم تیرے در پہ آئے لے کر امید بھاری
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِی

اہل وقار ہوویں فخر دیار ہوویں
حق پر نثار ہوویں مولا کے یار ہوویں
بابرگ و بار ہوویں اک سے ہزار ہوویں

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِی
شیطاں سے دور رکھیو اپنے حضور رکھیو
جاں پُر زِ نور رکھیو دل پُر سرور رکھیو

ان پر میں تیرے قرباں رحمت ضرور رکھیو
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِی

سامعین! اولاد کے حق میں آپؑ کی یہ منظوم دعا بھی ملتی ہے۔

میرے مولیٰ مری یہ اک دعا ہے
تیری درگاہ میں عجز و بکا ہے
مرے مولیٰ! مری یہ اک دعا ہے
تری درگاہ میں عجز و بکا ہے
وہ دے مجھ کو جو اس دل میں بھرا ہے
زباں چلتی نہیں شرم و حیاء ہے
مری اولاد جو تیری عطا ہے
ہر اک کو دیکھ لوں وہ پارسا ہے
تری قدرت کے آگے روک کیا ہے
وہ سب دے ان کو جو مجھ کو دیا ہے

گویا حضرت مسیح موعودؑ اپنی اولاد کے لئے اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

تیری قدرت کی آگے روک کیا ہے
وہ سب دے ان کو جو مجھ کو دیا ہے

آپؑ گویا اپنی ساری اولاد کو اپنا عکس دیکھنا چاہتے تھے۔ ہمارے ایک بزرگ اِس شعر میں ذرا سے تبدیلی کر کے اپنی اولاد کے لئے یوں دعا مانگا کرتے تھے۔

تیری قدرت کی آگے روک کیا ہے
وہ سب دے ان کو جو مسیحا کو دیا ہے

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی اولاد کے حق میں مندرج بالا دعائیہ اشعار میں سے اگر الگ الگ شعر پر غور کریں تو بڑے لطیف مضامین دل و دماغ میں پیدا ہوتے ہیں اور جہاں پڑھتے لطف آتا ہے وہاں دل میں سوز اور رقت بھی پیدا ہوتی ہے جیسے

مِری اولاد جو تِری عطا ہے
ہر اِک کو دیکھ لوں وہ پارسا ہے
یہ ہو مَیں دیکھ لوں تقوٰی سبھی کا
جب آوے وقت میری واپسی کا

اب اِن اشعار میں الفاظ ''دیکھ لوں'' پر غور کریں کہ کس درد اور سوز سے ایک والد اپنی اولاد کے حق میں دعا کرتے ہوئے اپنے جذبات کا بھی اظہار کر رہا ہے۔ اگر ہم میں سے ہر کوئی انہی جذبات کو دل میں رکھ کر اپنے اللہ سے اپنی اولاد کے لئے دعا کرے تو ہماری روحانی دنیا کی کایا ہی پلٹ جائے۔

سامعین! پھر آپؑ نے اولاد کے حق میں مناجات کرتے ہوئے لکھا۔

عجب محسن ہے تُو بحر الایادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

نجات ان کو عطا کر گندگی سے
برات ان کو عطا کر بندگی سے
رہیں خوشحال اور فرخندگی سے
بچانا اے خدا! بد زندگی سے

وہ ہوں میری طرح دیں کے منادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

آپؑ فرماتے ہیں۔
"اولاد کی خواہش تو لوگ بڑی کرتے ہیں اور اولاد ہوتی بھی ہے مگر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ وہ آزاد کی تربیت ان کی عمدہ اور نیک فال سیلنگ بنانے اور خدا تعالیٰ کے فرمانبردار بنانے کی صحیح فکر کریں نہ کبھی دعا کرتے ہیں نامراتب تربیت کو مد نظر رکھتے ہیں میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں جس میں مَیں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لئے دعا نہیں کرتا"
آپؑ فرماتے ہیں۔
"مَیں التزاماً چند دعائیں ہر روز مانگا کرتا ہوں۔
اوّل: اپنے نفس کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ خداوند کریم مجھ سے وہ کام لے جس سے اُس کی عزت و جلال ظاہر ہو اور اپنی رضا کی پوری توفیق عطا کرے۔
دوم: پھر اپنے گھر کے لوگوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ اِن سے قرّہ عین عطا ہو اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات کی راہ پر چلیں۔
سوم: پھر اپنے بچوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ یہ سب دین کے خدام بنیں۔
چہارم: پھر اپنے مخلص دوستوں کے لئے نام بنام۔
پنجم: اور پھر اُن سب کے لئے جو اِس سلسلہ سے وابستہ ہیں۔ خواہ ہم اُنہیں جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔"

(الحکم 17 جنوری 1900ء جلد 4 صفحہ 2 تا 11 خط 4 بنام مولوی عبد الکریم)

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب کسی اپنے صحابہ یا دوستوں کی اولاد کے لئے بھی دعا کرتے تو آپؑ ایسے شخص کو بھی اپنے اندر ایک خاص تبدیلی پیدا کرنے کی طرف توجہ دلاتے۔ حضرت خلیفہ نورالدین جمونی صاحبؓ کے نرینہ اولاد کے لئے جو طویل دعا کی اُس میں یہ الفاظ غور طلب ہیں۔ فرماتے ہیں اِن کو نیک نرینہ اولاد عطا فرما۔ (ادعیۃ المہدی صفحہ 58) حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ ایک واقعہ یوں لکھتے ہیں:

"بیان کیا مجھ سے منشی عطا محمد صاحب پٹواری نے کہ جب مَیں غیر احمدی تھا اور ونجواں ضلع گورداسپور میں پٹواری ہوتا تھا تو قاضی نعمت اللہ صاحب خطیب بٹالوی جن کے ساتھ میرا ملنا جلنا تھا، مجھے حضرت صاحب کے متعلق بہت تبلیغ کیا کرتے تھے مگر مَیں پرواہ نہیں کرتا تھا۔ ایک دن انہوں نے مجھے بہت تنگ کیا۔ مَیں نے کہا اچھا مَیں تمہارے مرزا کو خط لکھ کر ایک بات کے متعلق دعا کراتا ہوں۔ اگر وہ کام ہو گیا تو مَیں سمجھ لوں گا کہ وہ سچے ہیں۔ چنانچہ مَیں نے حضرت صاحب کو خط لکھا کہ آپ مسیح موعود اور ولی اللہ ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں اور ولیوں کی دعائیں سنی جاتی ہیں۔ آپ میرے لئے دعا کریں کہ خدا مجھے خوبصورت، صاحب اقبال لڑکا جس بیوی سے مَیں چاہوں عطا کرے اور نیچے مَیں نے لکھ دیا کہ میری تین بیویاں ہیں مگر کئی سال ہو گئے آج تک کسی کے اولاد نہیں ہوئی۔ مَیں چاہتا ہوں کہ بڑی بیوی کے بطن سے لڑکا ہو۔ حضرت صاحب کی طرف سے مجھے مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط گیا کہ مولا کے حضور دعا کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو فرزند ارجمند صاحب اقبال خوبصورت لڑکا جس بیوی سے آپ چاہتے ہیں عطا کرے گا مگر شرط یہ کہ آپ زکریا والی توبہ کریں۔ منشی عطا محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ مَیں ان دنوں سخت بے دین اور شرابی کبابی راشی مرتشی ہوتا تھا۔ چنانچہ مَیں نے جب مسجد میں جا کر مُلّاں سے پوچھا کہ زکریا والی توبہ کیسی تھی تو لوگوں نے تعجب کیا کہ یہ شیطان مسجد میں کس طرح آ گیا ہے۔ مگر وہ مُلّاں مجھے جواب نہ دے سکا۔ پھر مَیں نے دھرم کوٹ کے مولوی فتح دین صاحب مرحوم احمدی سے پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ زکریّا والی توبہ بس یہی ہے کہ بے دینی چھوڑ دو، حلال کھاؤ، نماز روزے کے پابند ہو جاؤ اور مسجد میں زیادہ آیا جایا کرو۔ یہ سن کر مَیں نے ایسا کرنا شروع کر دیا۔ شراب وغیرہ چھوڑ

دی اور رشوت بھی بالکل ترک کر دی اور صلوٰۃ وصوم کا پابند ہو گیا۔ چار پانچ ماہ کا عرصہ گزرا ہو گا کہ مَیں ایک دن گھر گیا تو اپنی بڑی بیوی کو روتے ہوئے پایا۔ سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ پہلے مجھ پر یہ مصیبت تھی کہ میرے اولاد نہیں ہوتی تھی۔ آپ نے میرے پر دو بیویاں کیں۔اب یہ مصیبت آئی ہے کہ......(گویا اولاد کی امید ہی نہیں رہی) ان دنوں میں اُس کا بھائی امرتسر میں تھانے دار تھا۔ چنانچہ اس نے مجھے کہا کہ مجھے میرے بھائی کے پاس بھیج دو کہ مَیں کچھ علاج کرواؤں۔ مَیں نے کہا وہاں کیا جاؤ گی یہیں دائی کو بلوا کر دکھلاؤ اور اس کا علاج کرواؤ۔ چنانچہ اس نے دائی کو بلوایا اور کہا کہ مجھے کچھ دوا وغیرہ دو۔ دائی نے سرسری دیکھ کر کہا: میں تو دوا نہیں دیتی نہ ہاتھ لگاتی ہوں کیونکہ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا تیرے اندر بھول گیا ہے۔ مگر مَیں نے اس سے کہا کہ ایسا نہ کہو بلکہ مَیں نے مرزا صاحب سے دعا کروائی تھی۔ پھر منشی صاحب بیان کرتے ہیں کہ کچھ عرصے میں حمل کے پورے آثار ظاہر ہو گئے اور مَیں نے ارد گرد سب کو کہنا شروع کیا کہ دیکھ لینا کہ میرے لڑکا پیدا ہو گا اور ہو گا بھی خوبصورت۔ مگر لوگ بڑا تعجب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر ایسا ہو گیا تو واقعی بڑی کرامت ہے۔ آخر ایک دن رات کے وقت لڑکا پیدا ہوا اور خوبصورت ہوا۔ مَیں اُسی وقت دھرم کوٹ بھاگا گیا جہاں میرے کئی رشتہ دار تھے اور لوگوں کو اس کی پیدائش سے اطلاع دی۔ چنانچہ کئی لوگ اسی وقت بیعت کے لئے قادیان روانہ ہو گئے۔ مگر بعض نہیں گئے اور پھر اس واقعہ پر ونجواں کے بھی بہت سے لوگوں نے بیعت کی اور مَیں نے بھی بیعت کر لی اور لڑکے کا نام عبدالحق رکھا۔" (سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 239)

پیارے بھائیو! والد کی اولاد کے حق میں دعاؤں میں ایک پہلو تربیت کو مدنظر رکھنا ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق بھی حضرت مرزا محمد اسماعیل بیگ صاحب اسی قسم کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دن کچھ حساب کے ساتھ سیر کو تشریف لے گئے گئے گئے۔ راستہ میں ایک کیکر کا درخت گرا ہوا تھا بعض دوستوں نے اس کی شاخوں سے مسواک بنالیں۔ صاحبزادہ مرزا محمود احمد بھی ساتھ تھے چھوٹے عمر تھی ایک مسواک کسی نے ان کو بھی دے دی انہوں نے ایک دو دفعہ حضور کو بھی کہا کہ ابا مسواک لے لیں مگر حضور نے مسکراتے ہوئے فرمایا میاں! پہلے ہمیں یہ تو بتاؤ کہ "کس کی اجازت سے مسواک لی گئی ہیں" سنتے ہی سب نے مسواکیں زمین پر گرا دی یہ واقعی ایک انوکھا

انداز دلکشی لیے ہوئے ہے اور اس لائق ہے کہ اصولِ تربیت کے مضمون میں سے سنہری حروف میں رقم کیا جائے گا۔ سڑک پر گرے ہوئے کیکر کے درخت سے چند مسواک کاٹ لینا کوئی ایسا اخلاقی جرم نہیں کہ اسے چوری کی حدود میں داخل سمجھا جائے .... دراصل آپؑ کی تربیت کا انداز بالکل منفرد تھا اور نہایت دلکش تھا۔

آیئے! آج رمضان کے مبارک مہینہ میں جہاں ہم اپنی اپنی آل اولاد کے لئے اپنے آقا حضرت مسیح موعودؑ کی بیان فرمودہ دعاؤں کو دہرائیں گے وہاں اُن کی تعلیم وتربیت کے لئے بھی وہی اصول وضوابط اپنائیں گے جن پر حضورؑ نے قائم رہ کر اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت کی۔

اہل وقار ہوویں فخر دیار ہوویں
حق پر نثار ہوویں مولا کے یار ہوویں
بابرگ و بار ہوویں اک سے ہزار ہوویں
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِی

ضضضض

{25} {مشاہدات۔201}

دُعَاءُ الْوَالِدِ لِوَلَدِہٖ کَدُعَاءِ النَّبِیِّ لِاُمَّتِہٖ

وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا ہَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا (الفرقان:75)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ! ہمیں اپنے جیون ساتھیوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنا دے۔

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ٭ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ o رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ (ابراہیم:41-42)

ترجمہ: اے میرے ربّ! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری نسلوں کو بھی۔ اے ہمارے ربّ! اور میری دعا قبول کر۔ اے ہمارے ربّ! مجھے بخشش دے اور میرے والدین کو بھی اور مومنوں کو بھی جس دن حساب برپا ہوگا۔

کر اِن کو نیک قسمت دے اِن کو دین و دولت
کر اِن کی خود حفاظت ہو اِن پر تیری رحمت
دے رُشد اور ہدایت اور عمر اور عزت
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ
سن میرے پیارے باری میری دعائیں ساری
رحمت سے اِن کو رکھنا مَیں تیرے منہ کے واری

معزز سامعین! آج مجھے انصار اور خدام بھائیوں سے ایک اہم موضوع **دُعَاءُ الْوَالِدِ لِوَلَدِہٖ کَدُعَاءِ النَّبِیِّ لِاُمَّتِہٖ** پر روشنی ڈالنی ہے۔

پیارے بھائیو! یہ مبارک قول سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ **باپ کی دُعا اپنے بچے کے حق میں ایسے ہی مقبولیت کا درجہ رکھتی ہے جیسے نبی کی دُعا اپنی امت کے لئے۔**

(الجامع الصغیر ابن سیوطی، ابن ماجہ)

آج تقریر کے موضوع میں دو بزرگ ہستیوں کی دُعا کا ذکر ملتا ہے۔ ایک جسمانی رنگ یعنی والد اور دوسرا روحانی بزرگ یعنی نبی اور دونوں بزرگ ہستیوں کے تعلق کو بہت لطیف پیرائیہ میں آپس میں جوڑا گیا ہے اور فرمایا ہے کہ والد کی دعا اپنی اولاد کے لئے ایسے ہی ہے جیسے ایک نبی کی دُعا اپنے اُمّتی کے لئے۔ دُعا کا یہ مضمون اور دونوں بزرگوں کے آپس کے تعلق کے حوالہ سے بہت گہرا ہے۔ ہر نبی نہ صرف اپنے اُمّتی کے لئے دردِ دل کے ساتھ دُعا کرتا ہے بلکہ اُمّتی کے نسل در نسل کے لئے دُعا کرتا ہے اور یہ دُعا کرتا ہے کہ اِس اُمّتی کی نسل سے تا قیامت ایسے وفادار اور مطیع لوگ پیدا کرتا رہ جو میرے اس پیغام کو دنیا تک پہنچاتے رہیں۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خانہ خدا کی تعمیر پر جو دعائیں اپنے بارگاہ الٰہی کے حضور پیش کیں اُن دعاؤں کی قبولیت کے بدولت ہزاروں سال بعد حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو دُنیا میں نجات دہندہ کے طور پر پیدا کیا۔ جن کی ہم روحانی اولاد ہیں اور روزانہ سینکڑوں مرتبہ اس عظیم روحانی وجودؐ پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔

سامعین! دوسرا جسمانی وجود انسان کا اپنا باپ ہے۔ جو اپنی اولاد کے لئے نبی کی طرح دعاؤں میں مصروف رہتا ہے اور دُعا کرتا ہے کہ اے اللہ! میری اِس اولاد سے ایسی نیک اور صالح اولاد پیدا کرتا چلا جا جو میرا ورثہ ہو۔ میرے لئے دعائیں کرنے والا ہو اور خاندان کا نام روشن کرنے والا ہو۔ والد اور نبی میں اس مناسبت کو یوں تعبیر کیا جاسکتا ہے کہ والد اپنے بیٹے کو دنیا میں لانے کا مظہر بنا اور نبی روحانی معنوں میں روحانی ترقیات کی صورت میں اس بیٹے کو ترقیات دیتا ہوا دوبارہ آسمان کی طرف لے گیا۔

پہنچا دیا فلک تک اُستاد نے یہاں سے
ماں باپ اِس زمین پر لائے تھے آسماں سے

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ باپ کی دُعا اپنے بیٹے کے حق میں قبول ہوتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تین بندوں کی دُعا ردّ نہیں کی جاتی یعنی مظلوم، مسافر اور والدین کی۔ (ترمذی ابو ابالبر یّہ و اصلۃ)

لہٰذا ہمیں اپنے والدین کی اطاعت اور اُن سے حُسن سلوک کو اِس حد تک پہنچا دینا چاہیے کہ والدین ہماری خدمات کو دیکھ کر اور جانچ کر ہمیشہ ہمیں دعائیں ہی دیتے رہیں۔

سامعین! مَیں انتہائی اختصار کے ساتھ والدین کے رُتبے، اُن کی عزت و احترام اور اُن سے حُسن سلوک کرنے کے حوالہ سے اسلامی تعلیم حاضرین کے سامنے بیان کر کے اصل مضمون کی طرف آتا ہوں۔

والدین کی خدمت کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد جبکہ نافرمانی کو ایک بدتر گناہ قرار دیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو انسان کے تمام گناہ معاف فرمادے ماسوائے والدین کی نافرمانی کے۔ (مسلم کتاب الایمان)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امورِ معروفہ میں جو خلافِ قرآن نہیں ہیں اُن کی بات کو نہیں مانتا اور اُن کی تعہّدِ خدمت میں لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 19)

جبکہ اِس کے مقابل والدین کی اطاعت اور اُن سے حسن سلوک کرنے والوں کو عمر لمبی پانے اور رزق میں فراوانی کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ (حدیقۃ الصالحین صفحہ 422)

سامعین! اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ والد کے زُمرہ میں کون کون آتا ہے تو اِس کا جواب بھی ہمیں احادیث سے ملتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اول حقیقی والد دوم استاد اور سوم جس نے اپنی بیٹی دی یعنی سُسرال۔ (مشترکہ خاندانی نظام از حنیف محمود صفحہ 64)

پھر اولاد کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یُوں نصیحت فرمائی کہ تُم اُن (والدین) کے لئے دعائیں کرو۔ اِن کے لئے بخشش طلب کرو۔ اُن کے عزیز و اقارب سے اُسی طرح صلہ رحمی اور حُسن سلوک کرو جس طرح وہ اپنی زندگی میں اُن کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ (حدیقۃ الصالحین صفحہ 422)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب پوچھا گیا کہ والد کے بعد کس سے حسن سلوک کیا جائے تو آپ نے فرمایا کہ درجہ بدرجہ رشتہ دار(بخاری کتاب الادب)اور فرمایا انسان کی بہترین نیکی یہ ہے کہ وہ اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرے جبکہ اس کا والد فوت ہو چکا ہو یا کسی اور جگہ جا چکا ہو۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 421)

اور ایک جگہ بہت واضح طور پر تایا اور چچا کے نام لئے۔ والدین کبھی اپنی اولاد کے لئے بددُعا نہیں کرتے۔ بچوں کو بھی اپنے اپنے والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنا چاہئے اور دُعائیں کرتے رہنا چاہیئے۔ اردو لٹریچر نے ایک واقعہ یوں محفوظ کیا ہے کہ ایک بادشاہ نے ایک نوجوان کو سزا دی اور کہا کہ اگر تم اپنی والدہ کا سر قلم کر کے لے آؤ تو سزا معاف کی جا سکتی ہے۔ بچہ اس پر عمل کر کے جب ٹرے میں اپنی امی کا سر قلم کر کے بادشاہ کے پاس لا رہا تھا تو اُس نوجوان کو ٹھوکر لگنے سے ماں کی کھوپڑی نیچے زمین پر گر گئی تو اُس کے اندر سے آواز آئی کہ **بیٹا! چوٹ تو نہیں آئی۔**

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جب تک اولاد کی خواہش محض اِس غرض کے لئے نہ ہو کہ وہ دیندار اور متقی ہو اور خدا تعالیٰ کی فرمانبردار ہو کر اس کے دین کی خادم بنے بالکل فضول بلکہ ایک قسم کی معصیت اور گناہ ہے اور باقیات صالحات کی بجائے اس کا نام باقیات سیئات رکھنا جائز ہو گا۔ لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں صالح اور خدا ترس اور خادم دین اولاد کی خواہش کرتا ہوں تو اس کا یہ کہنا بھی نرا ایک دعویٰ ہی ہو گا جب تک کہ وہ اپنی حالت میں ایک اصلاح نہ کرے۔" (الحکم 24 ستمبر 1901ء، ملفوظات جلد 1 صفحہ 560)

پھر فرمایا۔

"جو شخص اولاد کو یا والدین کو یا کسی اَور چیز کو ایسا عزیز رکھے کہ ہر وقت انہیں کا فکر رہے تو وہ بھی ایک بت پرستی ہے.... اولاد چیز کیا ہے؟ بچپن سے ماں اس پر جان فدا کرتی ہے مگر بڑے ہو کر دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے لڑکے اپنی ماں کی نافرمانی کرتے ہیں اور اس سے گستاخی سے پیش آتے ہیں۔ پھر اگر فرمانبردار بھی ہوں تو دکھ اور تکلیف کے وقت وہ اس کو ہٹا نہیں سکتے۔ ذرا سا پیٹ میں درد ہو تو تمام عاجز آ جاتے ہیں۔ نہ بیٹا کام آ سکتا ہے نہ باپ، نہ ماں، نہ کوئی اَور عزیز۔ اگر کام آتا ہے تو صرف خدا۔ پس ان کی اس قدر محبت اور

پیار سے فائدہ کیا جس سے شرک لازم آئے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ (التغابن:16) اولاد اور مال انسان کے لئے فتنہ ہوتے ہیں۔ دیکھو! اگر خدا کسی کو کہے کہ تیری کُل اولاد جو مر چکی ہے زندہ کر دیتا ہوں مگر پھر میرا تجھ سے کچھ تعلق نہ ہو گا تو کیا اگر وہ عقلمند ہے اپنی اولاد کی طرف جانے کا خیال بھی کرے گا؟

پس انسان کی نیک بختی یہی ہے کہ خدا کو ہر ایک چیز پر مقدم رکھے۔ جو شخص اپنی اولاد کی وفات پر بُرا مناتا ہے وہ بخیل بھی ہوتا ہے کیونکہ وہ اس امانت کے دینے میں جو خدا تعالیٰ نے اس کے سپرد کی تھی بخل کرتا ہے اور بخیل کی نسبت حدیث میں آتا ہے کہ اگر وہ جنگل کے دریاؤں کے برابر بھی عبادت کرے تو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ پس ایسا شخص جو خدا سے زیادہ کسی چیز کی محبت کرتا ہے اس کی عبادت نماز، روزہ بھی کسی کام کے نہیں۔ ” (الحکم 22 اگست 1908ء، ملفوظات جلد پنجم صفحہ 602۔ 603)

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں :

” حضرت مریم علیہ السلام ... کے منہ سے یہ بات سن کر کہ اللہ سب کچھ دیتا ہے، یہ نعمتیں بھی اللہ نے ہی دی ہیں، حضرت زکریا علیہ السلام کے دل پر چوٹ لگی اور انہوں نے خیال کیا کہ جب واقعہ یہی ہے کہ ہر چیز اللہ دیتا ہے اور ایک بچی بھی یہی کہہ رہی ہے تو مَیں تو سمجھدار اور تجربہ کار ہوں، مَیں کیوں نہ یقین کروں کہ ہر چیز خدا ہی دیتا ہے۔ چنانچہ هُنَالِکَ دَعَا زَکَرِیَّا رَبَّہٗ۔ یہ جواب سن کر حضرت زکریا علیہ السلام کو توجہ ہوئی کہ مَیں بھی اپنی ضرورت کی چیز خدا تعالیٰ سے مانگوں۔ میرے گھر میں بھی کوئی بچہ نہیں۔ اگر مریم کی طرح میرے گھر میں بھی بچہ ہوتا اور مَیں اس سے پوچھتا کہ یہ چیز تمہیں کس نے دی ہے اور وہ کہتا کہ خدا نے، تو جس طرح مریم کی بات سن کر میرا دل خوش ہوا ہے، اسی طرح اپنے بچے کی بات سن کر میرا دل خوش ہوتا۔ پس حضرت مریم علیہا السلام، حضرت یحییٰ کی پیدائش کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرانے کا ایک محرک ہو گئیں اور اس طرح بالواسطہ طور پر جہاں خدا تعالیٰ کی پیشگوئی کے ماتحت حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت مسیحؑ کے ارہاص کے طور پر آئے، وہاں حضرت مریم علیہا السلام جو حضرت مسیحؑ کی والدہ تھیں، حضرت یحییٰ کی پیدائش کے لئے ارہاص بن گئیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے حضرت زکریاؑ کی دعا سنی اور اُن کے گھر میں بچہ پیدا ہو گیا۔“ (تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 119)

اس دعا کی برکت سے جو بیٹا عطا ہوا، اُس کی خوبیاں سورۂ مریم کی تیرھویں آیت سے لے کر سولہویں آیت تک بیان کی گئی ہی۔ آگے فرماتے ہیں :

"یہ کیسی لطیف دعا ہے اور کس طرح دعا کے چاروں کونے اس میں پورے کر دیے گئے ہیں۔ اِس دعا کو اگر ہم اپنے الفاظ میں بیان کریں تو اس کی یہ صورت ہو گی کہ: "اے میرے خدا! میرے اندرونی قویٰ مضمحل ہو گئے ہیں، میرا بیرونی چہرہ مسخ ہو گیا ہے، مَیں ہمیشہ سے ہی تیرے الطاف خسروانہ کا عادی ہوں۔ اس لئے مایوسیاں اور ناکامیاں مَیں نے کبھی دیکھی نہیں۔ ناز کرنے کی عادت مجھ میں پیدا ہو چکی ہے۔ رشتہ دار میرے بُرے اور موت کے بعد گدّی سنبھالنے کے منتظر۔ بیوی میری بیکار۔ ان سب وجوہ کے ساتھ مَیں مانگنے آیا ہوں اور کیا مانگنے آیا ہوں۔ یہ مانگنے آیا ہوں کہ اے میرے خدا! تُو مجھے بیٹا دے۔ ایسا بیٹا دے جو میرا ہم خیال اور دوست ہو، ایسا بیٹا دے جو میرے بعد تک زندہ رہنے والا اور میرے خاندان کو سنبھالنے والا ہو اور ایسا بیٹا دے جو میرے اخلاق اور آلِ یعقوب کے اخلاق کو پیش کرنے والا ہو، گویا صرف میرے نام کو ہی زندہ نہ کرے بلکہ اپنے دادوں پر دادوں کے نام کو بھی زندہ کر دے اور پھر وہ انسانوں ہی کے لئے باعثِ خوشی نہ ہو، بلکہ اے میرے ربّ! وہ تیرے لئے بھی باعثِ خوشی ہو۔"

(تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 125)

کلام اللہ پر ہوں سب وہ عامل
نگاہوں میں تری ہوں نفس کامل
بس اک تیری ہی ان کے دل میں جا ہو
نہ دیکھیں غیر کو کوئی ہو کیا ہو
محبت تیری اُن کے دل میں رچ جائے
ہر اک شیطان کے پنجے سے بچ جائے
علوم آسمانی ان کو مل جائیں
دلوں کی اُن کے کلیاں خوب کھل جائیں

ترا الہام بھی ہو اِن پہ نازل
ترا اکرام بھی ہو ان کے شامل
کریں تیرے فرشتے ان سے باتیں
معاف کی بہیں سینوں میں نہریں
ہر اک ان میں سے ہو شمعِ ہدایت
بتائے اک جہاں کو رازِ قدرت
دلوں کو نور سے ہوں بھرنے والے
ہوں تیری رہ میں ہر دم مرنے والے
برائی دشمنوں کی بھی نہ چاہیں
ہمیشہ خیر ہی دیکھیں نگاہیں
بنیں ابلیس نافرماں کے قاتل
لوائے احمدیت کے ہوں حامل

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"یہ آیت کریمہ (الفرقان:75) جس کی میں نے تلاوت کی ہے اس میں دعا کی صورت میں مومنوں کو کچھ ہدایات عطا فرمائی گئی ہیں۔ ان میں سے دو کی طرف میں خصوصیت کے ساتھ آپ کو توجہ دلانی چاہتا ہوں۔ پہلی بات تو یہ فرمائی گئی کہ مومن اپنے رب سے یہ دعا کرتے ہیں کہ اے آقا! تو ہی ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک کے سامان پیدا فرما اور دوسری درخواست یہ کی گئی کہ آنکھوں کی ٹھنڈک کا یہ سامان کچھ اس رنگ کا ہو کہ ہم متقیوں کے سربراہ بنیں۔ متقیوں کے پیشوا کہلائیں۔ متقیوں کے آباءواجداد بن کر تاریخ میں چمکیں۔ فاسق اولاد پیچھے نہ چھوڑ کر جائیں۔

اس میں پہلی قابل توجہ بات تو یہ ہے کہ ہم آنکھوں کی ٹھنڈک کی جو دعا کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو اس دعا کی درخواست کرتے رہتے ہیں کہ اے اللہ! ہماری اولاد کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا تو اللہ تعالیٰ

کے نزدیک سب سے زیادہ قابل قدر آنکھوں کی ٹھنڈک، آنکھوں کی حقیقی ٹھنڈک، آنکھوں کی وہ ٹھنڈک جو دراصل ذکر کے لائق ہے وہ یہ ہے کہ اولاد متقی بن جائے اور کسی کو اس سے زیادہ آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب نہیں ہو سکتی کہ وہ اپنی اولاد کو متقی دیکھ لے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑے بے ساختہ اور پیارے انداز میں اس مضمون کو یوں بیان فرمایا۔ ایک دعا کی شکل میں اپنے رب کے حضور عرض کرتے ہیں۔

یہ ہو میں دیکھ لوں تقویٰ سبھی کا
جب آئے وقت میری واپسی کا

کہ اے میرے آقا! آخری نگاہ جو میری اپنی اولاد پر پڑ رہی ہو وہ ایسی ہو کہ میں اِن کو متقی حالت میں دیکھ کر دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں۔ سب سے زیادہ معراج آنکھوں کی ٹھنڈک کا اس وقت انسان چاہتا ہے جب وہ زندگی کے انجام تک پہنچ کر آخری نگاہیں ڈال رہا ہوتا ہے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کا خلاصہ یوں بیان فرمایا:

یہ ہو میں دیکھ لوں تقویٰ سبھی کا
جب آئے وقت میری واپسی کا

پس سب سے پہلے تو جماعت احمدیہ کو خصوصیت کے ساتھ اس طرف توجہ کرنی چاہئے کہ ہم لوگ نیک اولاد پیچھے چھوڑ کر جانے والے بنیں۔ فاسق اور بد اولاد پیچھے چھوڑ کر جانے والے نہ بنیں اور یہ چیز دعا کے بغیر نصیب نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ نصیحت دعا ہی کے رنگ میں ہمیں سکھائی گئی ہے اور خصوصیت کے ساتھ اس طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ دعائیں کروگے تو اس اعلیٰ مقصد کو حاصل کر سکو گے۔ اگر محض اپنی تربیتوں پر انحصار کروگے یا اپنی کوششوں پر بھروسہ کروگے تو یہ اعلیٰ مقصد تمہیں نصیب نہیں ہو گا۔

پس بہت دعا کرنی چاہئے اپنی اولاد کے لئے اور دعا صرف بچوں کی پیدائش کے بعد ہی نہیں، پیدائش سے پہلے بھی کرنی چاہئے۔ بعض دفعہ تو انبیاء نے ایسی دعائیں کیں کہ سینکڑوں سال بلکہ ہزاروں سال بعد آنے

والوں کے لئے بھی انہوں نے دعائیں کیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خانہ کعبہ کی عمارت کو استوار کرتے ہوئے، اٹھاتے ہوئے آنحضرت سید وُلدِ آدم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو دعائیں کیں وہ ہزاروں سال بعد میں پیدا ہونے والے ایک بچہ ہی کے لئے تو دعا تھی۔ پس صرف یہی نہیں کہ اپنی اس اولاد کے لئے دعائیں کریں جو آپ کے سامنے حاضر کے طور پر پیش ہو چکی ہو بلکہ اس اولاد کے لئے بھی دعائیں کریں جس کا کوئی وجود ابھی نہیں بنا۔ اس اولاد کے لئے بھی دعائیں کریں جو نسلاً بعد نسلٍ پیدا ہوتی چلی جائے گی اور قیامت تک آپ کی ذریت کے طور پر دنیا میں باقی رہے گی۔ تو ان سب کے لئے تقویٰ کی دعا کو اولیت دیں اور سب سے زیادہ اسی دعا کی طرف توجہ کریں۔

دوسری بات مَیں یہ بیان کرنی چاہتا ہوں کہ وَ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا میں اسلامی نظریۂ قیادت پیش کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام میں قیادت اور سرداری کا تصور دنیا کی دوسری قوموں کے قیادت اور سرداری کے تصور سے بالکل مختلف ہے۔ محض قوموں کی سرداری عطا ہو جانا کوئی حقیقت نہیں رکھتا اگر فاسقوں، بدکاروں، بے عمل لوگوں کی سرداری نصیب ہو تو وہ سرداری بجائے فخر کے ایک لعنت بن جاتی ہے۔ چنانچہ فرعون کو جس قوم کی سرداری نصیب ہوئی وہ اس کے لئے بھی لعنت تھی اور قوم کے لئے وہ سرداری لعنت بن گئی۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سرداری کو اہمیت محض تقویٰ کے اوپر ہے۔ اگر متقی لوگ تمہارے پیچھے ہوں گے، اگر متقی لوگ تمہارے پیروکار بنیں گے تو اس سرداری کو قابل توجہ قابل فخر، قابل فخر تو نہیں کہہ سکتے مگر اس لائق ہے کہ اللہ کے حضور دعائیں کر کے ایسی سرداری حاصل کی جائے۔ یہی سرداری ہے جس کی دنیا و آخرت میں اللہ کی نظر میں کوئی قیمت ہے۔ اس کے سوا سیادت اور قیادت کے کوئی بھی معنے نہیں..... پس حقیقت میں خدا تعالیٰ کے ہاں قیمت اقدار کی ہوا کرتی ہے، تعداد کی کوئی قیمت نہیں ہوتی اور وہی تعداد باعث برکت ہوتی ہے جو اعلیٰ اقدار کے نتیجہ میں خود بخود نصیب ہو جایا کرتی ہے۔ جب کسی قوم میں زندہ رہنے کے قابل قدریں پیدا ہو جائیں، جب تقویٰ کا معیار بلند ہو جائے تو اتنی عظیم الشان مقناطیسی قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ باہر کی دنیا کی تعداد خود بخود کھنچتی چلی آتی ہے اور تقویٰ والوں کے ساتھ آ کر ہم آہنگ ہونے لگتی ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نئی تقدیر ظاہر ہوتی ہے اور عددی غلبہ بھی نصیب ہو جاتا ہے۔ مگر اس عددی غلبہ کی قیمت، اس کی حیثیت محض یہ

ہے کہ اگر یہ تقویٰ کے تابع نصیب ہو تو قدر کے لائق ہے اگر یہ تقویٰ کے تابع نصیب نہ ہو تو اس کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی...

پس ہمیں دوسری دعا یہ بھی کرتے رہنا چاہئے کہ اللہ کی نظر میں ہم متقیوں کی وہ جماعت ہوں جن کے مقابل پر اللہ کی نظر میں دنیا کی ہر دوسری چیز قربان کئے جانے کے لائق ہو اور دنیا میں یہ ایک عظیم الشان معجزہ رونما ہو کہ متقیوں کی یہ جماعت جو ساری کائنات کی سردار مقرر کی گئی ہے، یہ ساری دنیا کی خادم بن کر، ان پر نچھاور ہوتے ہوئے، ان کے لئے قربانیاں کرتے ہوئے، ان کی بھلائی کے لئے دعائیں کرتے ہوئے ان کو اپنی ذات میں ضم کرتی چلی جائے۔

پس ہمیں یہ بھی دعا کرتے رہنا چاہئے کہ یہ سعادت جو اللہ تعالیٰ نے آج کے زمانہ میں ہمیں نصیب فرمائی کہ ہم وہ قوم ہیں جو خدا کی نمائندگی کر رہے ہیں، ہم وہ قوم ہیں جو خدا کی نظر میں زندہ رکھنے کے لائق ہیں اور ہمارے مقابل پر کوئی عددی اکثریت کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتی، ہم اپنی اس حیثیت کو نہ بھولیں کہ یہ سرداری دراصل خدمت کے لئے عطا ہوئی ہے بنی نوع انسان کی بہبود کی خاطر عطا ہوئی ہے ان پر راج کرنے کے لئے نہیں، ہاں دلوں پر راج کرنے کے لئے ہے۔ دلوں کو فتح کرنے کے لئے ہے۔ ان پر پیار اور عشق اور محبت کی حکومت کرنے کے لئے ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بہترین رنگ میں، اس اصطلاح میں جس اصطلاح میں قرآن باتیں کرتا ہے، ہمیں سیادت عطا فرمائے اور ہمیشہ یہ سیادت قائم اور دائم رکھے۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ 25، جون 1982ء)

دعا کرتا ہوں اے میرے یگانہ
نہ آوے ان پہ رنجوں کا زمانہ
نہ چھوڑیں وہ ترا یہ آستانہ
مرے مولیٰ انہیں ہر دم بچانا
یہی امید ہے اے میرے ہادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِی

آخری سانس تک بچوں کے نیک فطرت اور صالح ہونے کے لئے دعائیں کرتے رہیں

پیارے بھائیو! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”اگر والدین کی دعا اپنے بچوں کے لئے اچھے رنگ میں پوری ہوتی ہے تو وہاں ایسے بچے جو والدین کے اطاعت گزار نہ ہوں ان کے حق میں برے رنگ میں بھی پوری ہو سکتی ہے۔ تو ماں باپ کی ایسی دعا سے ڈرنا بھی چاہیے۔ بعض بچے جائیداد یا کسی معاملے میں والدین کے سامنے بے حیائی سے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مختلف لوگ لکھتے رہتے ہیں اس لئے یہ عجیب خوفناک کیفیت بعض دفعہ سامنے آجاتی ہے۔ اس لحاظ سے ایسے بچوں کو اس تعلیم کو مد نظر رکھنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ماں کے لئے تو خاص طور پر حسن سلوک کا حکم فرمایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ تمہارے سب سے زیادہ حسن سلوک کی مستحق ماں ہے۔ یہ جو قرآن حکیم کا حکم ہے کہ والدین کو اف نہ کہو یہ اس لئے ہے کہ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے اور تم سمجھتے ہو کہ تمہارا حق مارا جا رہا ہے یا تمہارے ساتھ ناجائز رویہ اختیار کیا ہے ماں باپ نے۔ تب بھی تم نے ان کے آگے نہیں بولنا ورنہ کسی کا دماغ تو نہیں چلا ہوا کہ ماں باپ کے فیض بھی اٹھا رہا ہو اور ماں باپ اس بچے کی ہر خواہش بھی پوری کر رہے ہوں تو ان کی نافرمانی کرے یا کوئی نامناسب بات کرے.... تو جیسا کہ مَیں نے پہلے ذکر کیا ہے بہت سے ماں باپ اپنے بچوں کی نافرمانیوں کا ذکر کرتے ہیں اپنے خطوط میں۔

اس ضمن میں والدین کا جہاں فرض ہے اور سب سے بڑا فرض ہے کہ پیدائش سے لے کر زندگی کے آخری سانس تک بچوں کے نیک فطرت اور صالح ہونے کے لئے دعائیں کرتے رہیں اور ان کی جائز اور ناجائز بات کو ہمیشہ مانتے نہ رہیں اور اولاد کی تربیت اور اٹھان صرف اس نیت سے نہ کریں کہ ہماری جائیدادوں کے مالک بنیں...... لیکن اس کے ساتھ ہی بچوں کو بھی خوف خدا کرنا چاہیے کہ ماؤں کے حقوق کا خیال رکھیں۔ باپوں کے حقوق کا خیال رکھیں۔ یہ نہ ہو کہ کل کو ان کے بچے ان کے سامنے اسی طرح کھڑے ہو جائیں کیونکہ آج اگر یہ نہ سمجھے اور اس امر کو نہ روکا تو پھر یہ شیطانی سلسلہ کہیں جا کر رکے گا نہیں اور کل کو یہی سلوک ان کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے اور احمدیت کی اگلی نسل پہلے سے بڑھ کر دین پر قائم ہونے والی اور حقوق ادا کرنے والی نسل ہو۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 4 جولائی 2003ء)

میری دعائیں ساری کریو قبول باری
مَیں جاؤں تیرے واری کر تو مدد ہماری
ہم تیرے در پہ آئے لے کر اُمید بھاری
یہ روز کر مُبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

(بتعاون: شمس الدین۔ قادیان)

ضضضض

{26} {مشاہدات۔47}

تربیتِ اولاد اور انصار اللہ کی ذمہ داریاں

سامعین کرام! میری گزارشات کا عنوان ہے **تربیت اولاد اور انصار اللہ کی ذمہ داریاں**

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا (التحریم:7)

کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ۔

میرے انصار بھائیو! اس آیتِ کریمہ جہاں مومنوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ اپنی اصلاح کرتے رہو وہاں اپنی اولاد کی بھی فکر کرنے اور ان کی تعلیم و تربیت کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کیونکہ کسی قوم کی ترقی اور رفعت کا دارومدار آئندہ نسل کی تربیت اور اعلیٰ اخلاق پر ہوتا ہے۔ اُن کی تربیت و اصلاح کی طرف توجہ نہ دی جائے تو اہل و عیال فسق و فجور، بد اخلاقی اور فحشاء میں مبتلا ہو جاتے ہیں جس کے نتیجہ میں غضبِ الٰہی کی آگ اُن پر بھڑکنا شروع ہو جاتی ہے۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ اچھی تربیت سے بڑھ کر کوئی بہترین اعلیٰ تحفہ نہیں جو باپ اپنی اولاد کو دے سکتا ہے۔ (حدیقۃ الصالحین صفحہ 415)

یہی وجہ ہے کہ مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"پس خود نیک بنو اور اپنی اولاد کے لئے ایک عمدہ نمونہ نیکی اور تقویٰ کا ہو جاؤ اور اس کو متقی اور دیندار بنانے کے لئے سعی اور دعا کرو۔ جس قدر کوشش تم ان کے لئے مال جمع کرنے کی کرتے ہو اسی قدر کوشش اس امر میں کرو۔" (ملفوظات جلد 8 صفحہ 109۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

دورِ حاضر میں ہر طرف فسق و فجور اور معصیت کا بازار گرم ہے اور معاشرے میں لامذہبیت اوراخلاقی بے راہ روی بڑی تیزی سے سرایت کر رہی ہے جبکہ والدین روزگار کے حصول کی تگ ودَو میں باوجود

کوشش و خواہش کے بچوں کیلئے بہت کم وقت نکال پاتے ہیں اور عام طور پر بچوں کی دینی و اخلاقی تربیت کی طرف توجہ نہیں دی جاتی۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی نے معلومات کا سیلاب برپا کر رکھا ہے جہاں اچھی بُری معلومات ہر چھوٹے بڑے کی دسترس میں ہیں جس سے بچوں کے ناپختہ ذہنوں کیلئے اردگرد کا ماحول دن بدن مزید پراگندہ اور خطرناک ہوتا جارہا ہے اور دجّالی طاقتوں نے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعہ پوری دُنیا میں بُرائی کی نمائش و تشہیر کے جو جال پھیلا رکھے ہیں ان کے بد اثرات سے بچے محفوظ نہیں ہیں۔اس ماحول میں بڑوں خاص طور پر انصار جو بالعموم سربراہ خانہ ہوتے ہیں کی ذرا سی غفلت بچوں کی تباہی کا سبب بن سکتی ہے۔اس لئے انصار کو نہایت چوکس رہ کر اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کی طرف متوجہ رہنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ بچوں کا ذہن ہر غلط نقش قبول کرنے کے لئے مستعد ہوتا ہے اور معاشرے میں چونکہ بچوں کے خیالات، مزاج، دلچسپیوں اور اخلاق پر نہایت بُرے اثرات ڈالنے کی بے پناہ صلاحیت موجود ہے۔ اگر پیار اور محبت کے ساتھ اچھی اور نیک باتیں اُن کے کانوں میں نہیں پڑیں گی تو ماحول کی بُری باتیں سن کر اور دیکھ کر وہ بُرائیوں کا شکار ہو جائیں گے۔

چنانچہ موجودہ دَور میں معاشرے کے بد اثرات سے بچاؤ کے لئے بھی اپنے بچوں کی اچھی تربیت کرنا اس وقت ہماری بہت ہی اہم ذمہ داری ہے۔ اسی لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ایک موقع پر فرمایا۔

”یہ زمانہ ایسا نہیں جس میں ہم ذرا بھی غفلت برتیں اور سُستی سے کام لیں۔اس لئے ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اپنے بچوں کو سنبھال لیں،اُن کی بہترین رنگ میں تربیت کریں“

انصار بھائیو!تربیتِ اولاد کے فلسفے کو اگر اسلامی نقطہ نظر سے پورے طور پر سمجھ لیا جائے اور اپنی اولادوں کو اس کے مطابق ڈھالا جائے تو یہ قیمتی نسخہ ایسے شخص کی زندگی میں خوشیاں اور مسرتیں بکھیر دیتا ہے جبکہ اس بارے میں غفلت اور لاپرواہی اولاد کے علاوہ انسان کی اپنی زندگی کو ابتلاء، دکھوں اور غموں کا ایسا شکار بنادیتی ہے کہ پھر اس سے نکلنا محال ہو جاتا ہے۔

آئندہ نسل کی صحیح تربیت کرنا قوم کو زندہ رکھنے کا ایک حتمی اور یقینی ذریعہ ہوتا ہے۔ اپنی قوم اور نسل کی بقا سے متعلق ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

”بچوں کی ایسی تربیت کرو کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا اِدراک انہیں بچپن سے حاصل ہو جائے۔“

سامعین! تربیت اولاد سے صدقات کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اس بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

”آنحضرت ﷺ نے فرمایا کسی شخص کا اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرنا صدقہ دینے سے زیادہ بہتر ہے۔ صدقہ دینا تو بہت اچھا ہے، مگر اولاد کی تربیت سے لامتناہی سلسلہ صدقات کا شروع ہو جاتا ہے۔ اچھی تربیت والی اولاد جو آئندہ کے لئے نیکی کا موجب بنتی ہے وہ صدقہ دیتی ہے اور اس کی اولاد آگے اولاد۔ اور یہ محبت کا سلسلہ نسلاً بعد نسلٍ چلتا ہے۔ پس یہ معنی ہیں کہ ایک صدقہ تم دے دو وہ تو وہیں رُک جائے گا مگر اولاد کی تربیت اچھی کرو گے تو اولاد تمہارے لئے صدقہ جاریہ ثابت ہو گی۔“

میرے انصار بھائیو! تربیت اولاد آخرت میں فائدہ دینے والی متاع ہے۔ قرآنی حکم کہ ہر جان یہ نظر رکھے کہ وہ کل کے لئے کیا آگے بھیج رہی ہے۔ گویا ہر جان کو خدا تعالیٰ متنبہ کر رہا ہے کہ تم نے کل کے لئے کیا تیاری کی ہے اس تیاری میں نیک اولاد بھی ہے جن کو ہم آگے بھیجیں گے۔ اسی طرف توجہ دلاتے ہوئے ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اپنی اولاد کی تربیت کی فکر کریں اور ان پر معاشرے کے غلط رنگ کبھی نہ چڑھنے دیں۔ انہیں تقویٰ کے رنگوں سے مزین کریں۔ انہیں نمازوں کا عادی بنائیں روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کرنے کی طرف توجہ دلاتے رہیں۔ ان کی نیکیوں اور دین کی خدمت کی باتیں آپ کے لئے فخر کا باعث ہونی چاہئیں۔ اگر آپ متقی اور دیندار اولاد چھوڑ جائیں تو یہی وہ متاع ہے جو آخرت میں بھی آپ کے کام آئے گی...... اپنی زندگیوں کا جائزہ لیں اور اپنی اصلاح اور اولاد کی نیک تربیت پر دھیان دیں۔“

(خطاب بر قع سالانہ اجتماع انصار اللہ جرمنی 2011ء)

انصار بھائیو! اس ضمن میں یہ بات بھی یدر کھنی چاہئے کہ اچھی تربیت کے نتیجہ میں نیک اولاد جنت میں ماں باپ کے درجات کی بلندی کا باعث بنتی ہے۔

حضرت رسول کریم ﷺ اعلیٰ تربیت یافتہ نیک اولاد کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یقیناً آدمی کا اس کی وفات کے بعد ایک درجہ جنت میں بلند کیا جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے میرا درجہ کیسے بلند ہو گیا؟ اسے جواب دیا جاتا

ہے کہ تیرے لئے تیرے بچے کی دعا کے سبب سے تیرا درجہ بلند ہوا۔(ابنِ ماجہ کتاب الادب باب بر الوالدین)

• بچے یا بچی کی کامیاب وکامران زندگی کے لئے اُن کی اچھی تربیت ضروری ہے۔ چونکہ گناہ بچپن سے پیدا ہوتا ہے اور ہر ایک بدی بلوغ سے پہلے انسان کے دل میں جاگزیں ہوجاتی ہے اور بالغ ہونے پر تو وہ شخص پورے طور پر شیطان کے قبضے میں جاچکا ہوتا ہے۔ اس لئے بچپن کی تربیت ہی انسان کو وہ کچھ بناتی ہے جو آئندہ زندگی میں وہ بنتا ہے۔ چنانچہ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ بچہ فطرت صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے، ماں باپ اُسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں۔ (صحیح بخاری کتاب الجنائز)

پس اولاد کی کامیاب زندگی کا دارومدار بہت حد تک بچپن میں دعاؤں کے ساتھ اُن کی تربیت کے لئے کی جانے والی کوششوں پر ہے۔

انصار بھائیو! تربیتِ اولاد سے غفلت، قتلِ اولاد کے مترادف ہے۔ تربیتِ اولاد، درحقیقت ایک عظیم جہاد ہے جس میں غفلت اور سُستی سنگین غلطی ہے جو بچوں کو اخلاقی اور رُوحانی طور پر قتل کرنے کے مترادف ہے۔ عدم تربیت یافتہ بچے معاشرہ کے لئے بوجھ بھی بن سکتے ہیں اور اپنے والدین کے لئے وبالِ جان بننے کے علاوہ معاشرہ کے لئے بھی مسائل پیدا کرسکتے ہیں۔ اسی لئے ہمارا دین اسے قتلِ اولاد کے مترادف قرار دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا (بنی اسرائیل:32)

کہ اپنی اولاد کو کنگال ہونے کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ ہم ہی ہیں جو انہیں رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی۔ ان کو قتل کرنا یقیناً بہت بڑی خطا ہے۔

سامعین! اولاد کی تربیت خود اپنی اصلاح اور تربیتی معیار کو بلند کرنے کا بھی اچھا موقع ہے۔ انصار جب اپنے بچوں اور اہلِ خانہ کی تربیت کی کوشش کریں گے تو ساتھ ساتھ اپنی خامیاں اور کمزوریاں بھی اُن پر واضح

ہونے لگتی ہیں اور اس طرح وہ انہیں دُور کرنے کی کوشش بھی لازماً کریں گے۔ اس طرح اپنی خامیوں اور کمزوریوں کو دُور کر کے نیکیوں میں آگے بڑھتے ہوئے اپنی اصلاح اور تربیت اور تعلق باللہ میں اضافہ کرنے کی بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے توفیق پائیں گے۔

اب مَیں آپ کے سامنے خلفاء کے چند ارشادات رکھتا ہوں جن سے تربیت اولاد کے حوالے انصار اللہ کی ذمہ داریاں عیاں ہوتی ہیں۔

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

"میں انصار کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ بچوں کی تربیت نہایت ضروری چیز ہے اور ان کی نگرانی نہ کرنا ایک خطرناک غلطی ہے۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہُ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"یاد رکھیں کہ انصاراللہ کی سب سے اہم ذمہ داری نئی نسل کی تربیت ہے۔ اگر انصار اپنے بچوں کی اسلامی تعلیمات کے مطابق تربیت کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو وہ ایک اہم مقصد کو حاصل کرنے والے ٹھہریں گے۔"

پھر فرمایا"آپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ انصار کو توجہ دلائیں کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت کریں۔ ان کے بچے نمازیں پڑھنے والے ہوں، قرآن کریم کی تلاوت کریں اور وقت ضائع نہ کریں۔"

(میٹنگ مع نیشنل مجلس عاملہ انصاراللہ سنگاپور منعقدہ 7اپریل2006ء)

پس انصار کو ان کی اس ذمّہ داری کا احساس دلاتے رہنا چاہئے اور اگر انہیں بتایا جائے کہ وہ بچوں کی کس طرح تربیت کر سکتے ہیں تو وہ زیادہ عمدگی سے اپنے فرائض ادا کر سکتے ہیں۔ اور اسے دلچسپی اور شوق سے سرانجام دینے کی کوشش کریں گے اور اس غرض کے لئے پہلے سب بڑوں بالخصوص اپنے گھر کی عورتوں کی صحیح تربیت کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اسی طرح بڑی عمر کے انصار اپنے نوجوان یا شادی شدہ بچوں کی بھی اس نہایت اہم فریضہ کی طرف رہنمائی کر سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں تربیت اولاد کے طریقوں سے آگاہی ضروری ہے۔

تربیت اولاد کے طریقوں سے متعلق قرآن و حدیث اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتب نیز خلفاء سلسلہ کے ارشادات، سنہری اصولوں اور خوبصورت واقعات سے انصار کو آگاہ کرنا بہت ضروری ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہُ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

یہ بھی انصار اللہ کا کام ہے کہ وہ احمدی بچوں کی تربیت کی فکر کریں۔اسی طرح آپ کا ارشاد ہے کہ ہمارے احمدی معاشرہ میں ہر سطح پر یہ کوشش ہونی چاہئے کہ احمدی نسل میں پاک اور صاف سوچ پیدا کی جائے۔ اس لئے ہر سطح پر جماعتی نظام کو بھی اور ذیلی تنظیموں کے نظام کو بھی یہ کوشش کرنی چاہئے کہ خاص طور پر یہ بُرائیاں، حسد ہے، بدگمانی ہے، بدظنی ہے، دوسرے پر عیب لگانا ہے اور جھوٹ ہے اس بُرائی کو ختم کرنے کے لئے کوشش کی جائے، ایک مہم چلائی جائے۔

تربیت اولاد کے لئے اپنا نمونہ اور عمل بھی اچھا پیش کرنا نہایت ضروری ہے۔اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں۔

"تربیت کے مضمون میں یہ بات یاد رکھیں کہ ماں باپ جتنی چاہیں زبانی تربیت کریں اگر ان کا کردار ان کے قول کے مطابق نہیں تو بچے کمزوری کو لے لیں گے اور مضبوط پہلو کو نہیں لیں گے۔یہ دو نسلوں کے رابطے کے وقت ایک ایسا اصول ہے جس کو بھلانے کے نتیجہ میں قومیں ہلاک بھی ہو سکتی ہیں اور یاد رکھنے کے نتیجہ میں ترقی بھی کر سکتی ہیں۔ ایک نسل اگلی نسل پر جو اثر چھوڑا کرتی ہے اس میں عموماً یہ اصول کارفرما ہوتا ہے کہ بچے ماں باپ کی کمزوریوں کو پکڑنے میں تیزی کرتے ہیں اور ان کی باتوں کی طرف کم توجہ کرتے ہیں۔اگر باتیں عظیم کردار کی ہوں اور بیچ میں سے کمزوری ہو تو بچہ بیچ کی کمزوری کو پکڑے گا۔ اس لئے یاد رکھیں کہ بچوں کی تربیت کے لئے آپ کو اپنی تربیت ضرور کرنی ہوگی۔ان بچوں کو آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ بچو! تم سچ بولا کرو، تم نے مبلغ بننا ہے۔تم بددیانتی نہ کیا کرو، تم نے مبلغ بننا ہے۔تم غیبت نہ کیا کرو، تم لڑا جھگڑا نہ کرو اور یہ باتیں کرنے کے بعد پھر ماں باپ ایسا لڑیں، جھگڑیں، پھر ایسی مغلّظات بکیں، ایک دوسرے کے خلاف ایسی بے عزتیاں کریں پھر وہ کہیں کہ بچے کو تو ہم نے نصیحت کر دی ہے اب ہم

اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔ جو اُن کی اپنی زندگی ہے وہی بچے کی زندگی بنے گی۔ جو فرضی زندگی انہوں نے بنائی ہوئی ہے کہ بچہ یہ کرو، بچے کو کوڑی کی بھی اس کی پرواہ نہیں ہوگی۔ ایسے ماں باپ جو جھوٹ بولتے ہیں وہ لاکھ بچے کو کہیں کہ تم جھوٹ بولتے ہو ہمیں بڑی تکلیف ہوتی ہے، خدا کے لئے سچ بولا کرو، سچائی میں زندگی ہے۔ وہ بچہ کہتا ہے ٹھیک ہے یہ بات، لیکن اندر سے وہ سمجھتا ہے کہ ماں باپ جھوٹے ہیں اور وہ ضرور جھوٹ بولے گا۔ اس لئے دو نسلوں کے جوڑ کے وقت یہ اصول کارفرما ہوتا ہے اور اس کو نظر انداز کرنے کے نتیجہ میں آپس میں خلا پیدا ہو جاتے ہیں"

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ خوشگوار گھریلو ماحول کے قیام کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

"والدین اور بچوں کے درمیان اچھا تعلق ہو گا تو اُن کی تربیت بھی اچھی ہو سکے گی۔ لیکن اس کے لئے ماں اور باپ کے درمیان مثالی تعلق ہونا اور پورے گھر کا ماحول خوشگوار ہونا بے حد ضروری ہے۔ اس لحاظ سے سورۃ النساء کی آیت نمبر 35 جس میں مرد کے قوّام یعنی سرپرست ہونے کا ذکر ہے باپ یا خاوند پر بڑی بھاری ذمّہ داری عائد کرتی ہے۔ اگر اُس کا طرزِ عمل خوشگوار گھریلو زندگی کے فروغ کے لئے سازگار نہیں اور مناسب ماحول پیدا نہیں کرتا تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ایسا خاوند بحیثیت نگران اور سرپرست اپنی ذمّہ داریاں ادا کرنے میں ناکام رہا ہے۔"

پھر فرمایا:

"بچپن ہی سے بچوں کے دل اپنی طرف یعنی ماں باپ اپنی طرف مائل کریں اور گھر کے ماحول میں ان کی لذت کے ایسے سامان ہونے چاہئیں کہ وہ باہر سے گھر لوٹیں تو سکون کی دنیا میں لوٹیں، بے سکونی سے نکل کر اطمینان کی طرف آئیں۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ 20 جون 1997ء)

چنانچہ انصار کا فرض ہے کہ وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھیں کہ میاں بیوی کے باہمی تعلقات بچوں کے کردار کو سنوارنے یا بگاڑنے میں بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں اس لئے وہ اپنے تعلقات کو ہر طرح مثالی بناتے ہوئے اپنے گھر کے ماحول کو ایسا پُرسکون اور محبت بھرا بنائیں کہ بچے فارغ وقت گھر سے باہر گزارنے کی بجائے ماں باپ کی صحبت میں گزارنا پسند کریں۔ اپنے بچوں کو اپنے سے مانوس رکھیں۔ دوستانہ ماحول

ہو۔بچے کھل کر ماں باپ سے سوال بھی کریں اور ادب کے دائرے میں رہتے ہوئے ہر قسم کی بات کر سکیں۔محبت سے ان کے سوالات کا جواب دیں۔

انصار بھائیو! تقریر کے آخر پر بچوں کے لئے دعا کے اہم پہلو کو بیان کر کے اپنی گزارشات ختم کرتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بچوں کی تربیت پر روشنی ڈالتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

"ہدایت اور تربیتِ حقیقی خدا کا فعل ہے۔ سخت پیچھا کرنا اور ایک امر پر اصرار کو حد سے گزار دینا یعنی بات بات پر بچوں کو روکنا اور ٹوکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا ہم ہی ہدایت کے مالک ہیں اور ہم اس کو اپنی مرضی کے مطابق ایک راہ پر لے آئیں گے۔ یہ ایک قسم کا شرکِ خفی ہے۔اس سے ہماری جماعت کو پرہیز کرنا چاہئے.......ہم تو اپنے بچوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور سرسری طور پر قواعد اور آداب تعلیم کی پابندی کراتے ہیں۔بس اس سے زیادہ نہیں اور پھر اپنا پورا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھتے ہیں۔جیسا کسی میں سعادت کا تخم ہو گا،وقت پر سرسبز ہو جائے گا۔" (ملفوظات جلد 2 صفحہ 5۔ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

اس سلسلہ میں دعا کی اہمیت کا ذکر ایک جگہ یوں فرماتے ہیں:

"کاش! دعا میں لگ جائیں اور بچوں کے لئے سوزِ دل سے دعا کرنے کو ایک حزب ٹھہرا لیں۔ اس لئے کہ والدین کی دعا کو بچوں کے حق میں خاص قبول بخشا گیا ہے"

پھر فرمایا"میں التزاماً چند دعائیں ہر روز مانگا کرتا ہوں۔اوّل: اپنے نفس کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ خداوند کریم مجھ سے وہ کام لے جس سے اس کی عزت و جلال ظاہر ہو اور اپنی رضا کی پوری توفیق عطا کرے۔دوم: پھر اپنے گھر کے لوگوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ ان سے قرّۃ عین عطا ہو اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات کی راہ پر چلیں۔سوم: پھر اپنے بچوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ یہ سب دین کے خدّام بنیں"

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"آئندہ نسلوں کی بقا کے لئے یہ نہایت اہم نسخہ ہے کہ جہاں ظاہری تدبیریں اور کوششیں ہو رہی ہیں جو اپنی اولاد کی دینی و دنیوی ترقیات کے لئے ایک انسان کرتا ہے وہاں دعا بھی ہو کیونکہ اصل ذات تو خدا

تعالیٰ کی ہے جو اچھے نتائج پیدا فرماتا ہے۔ اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ وہ لوگ اپنی ذاتی صلاحیت سے اپنی اولاد کی تربیت کر رہے ہوتے ہیں تو یہ بھی خیال غلط ہے۔"

اور یہی وجہ ہے کہ میاں بیوی کو بھی اولاد کے لئے آپس میں تعلق قائم کرتے ہوئے بھی دعا کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

پھر حضور فرماتے ہیں "بچوں کی پیدائش کے وقت بھی اور پیدائش کے بعد بھی ہمیشہ بچوں کے نیک صالح اور دیندار ہونے کی دعائیں کرتے رہنا چاہئے کیونکہ والدین کی دعائیں بچوں کے حق میں پوری ہوتی ہیں۔ اور یہی ہمیں اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور نصیحت ہے... والدین کا... سب سے بڑا فرض ہے کہ پیدائش سے لے کر زندگی کے آخری سانس تک بچوں کے نیک فطرت اور صالح ہونے کے لئے دعائیں کرتے رہیں اور ان کی جائز اور ناجائز بات کو ہمیشہ مانتے نہ رہیں اور اولاد کی تربیت اور اُٹھان صرف اس نیت سے نہ کریں کہ ہماری جائیدادوں کے مالک بنیں... اس کے ساتھ ہی بچوں کو بھی خوفِ خدا کرنا چاہئے کہ ماؤں کے حقوق کا خیال رکھیں، باپوں کے حقوق کا خیال رکھیں۔"

پس تربیت کے لئے ضروری ہے کہ والدین اپنی تمام تر کوششوں کے ساتھ درد دل سے اپنے مولیٰ کے حضور بچوں کے لئے ہمیشہ دعا کرتے رہیں اور حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی اس خوشخبری کو یاد رکھتے ہوئے کہ ماں باپ کی دعا اپنی اولاد کے حق میں ضرور قبول ہوتی ہے خاص طور پر اُن دعاؤں کا وِرد کرنا اپنا معمول بنالیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اولاد کی تربیت کے لئے قرآن کریم، احادیث حضرت مسیح موعودؑ نے ہمیں سکھلائی ہیں۔

رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ مُقِیۡمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ٭ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلۡ دُعَآءِ

اے اللہ رب العالمین! تو ہم سب کو ان پیاری نصائح پر عمل کرنے کی توفیق دے تا ہم بھی اس شعر کے مصداق ہو سکیں۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

ضضضض

{27} {مشاہدات۔160}

صحبت صالح ترا صالح کند

اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ (التوبہ:119)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اُس پر نثار
اِسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب؟
اُسے دے چکے مال و جاں بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اُس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اِس خاک سے

(نشانِ آسمانی صفحہ 46 حاشیہ۔ مطبوعہ 1892ء)

آج میری تقریر کا عنوان ہے: **صحبت صالح ترا صالح کند**

معزز سامعین! اس تقریر کو ”صحبت صالحین“ کا عنوان بھی دیا جاسکتا ہے۔ صحبت کے معنی دوستی، ہم جلیسی، ہم نشینی کے کئے جاسکتے ہیں اور اسلامی اصطلاح ”صحابی“ بھی اسی سے مشتق ہے جس کے معنی

ساتھی، دوست اور ہم مجلس کے ہیں اور جب ''صحابیٔ رسولؐ'' کہا جاتا ہے تو اس کے معنی آنحضور ﷺ کے رفیق، ساتھی اور صحبت یافتہ کے لئے جاتے ہیں۔ جس نے سرورِ کونین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنی جسمانی آنکھوں سے دیکھا ہو اور ہم صحبت رہ کر چند باتیں بھی رسولِ خدا ﷺ کی زبان مبارک سے سنی ہوں۔ اس ہم نشینی کے بدلے اور صلہ، صحابہ نیک، پارسا، پرہیز گار، نیک چلن اور متقی بنے اور مندرجہ بالا عنوان آپ صحابہ پر صادق آیا کہ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اچھی و نیک صحبت نے صحابہ کو شائستہ، صالح اور نیک بنا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد بار نیک، صالح اور پارسا لوگوں کی صحبت رکھنے کی تلقین فرمائی ہے۔ جیسے سورۃ توبہ آیت 119 میں مومنوں کو مخاطب ہو کر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِتَّقُوْا اللّٰہَ کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

سورۃ توبہ ہی کی آیت 71 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں جو اچھی باتوں کا حکم اور بری باتوں سے روکتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں نیز اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ انہی پر اللہ ضرور رحم کرے گا۔

سورۃ ال عمران آیت 29 میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تاکیداً حکم دیا کہ مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کی صحبت اختیار نہ کرو۔ ایسا کرنے والے کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں۔

احادیث میں سرورِ کائنات سیدنا خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے بھی مسلمانوں کو صحبت صالحین اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ ایک موقع پر نیک اور بُرے ساتھی کی مثال دو اشخاص سے دے کر صحابہ کو اس اہم مضمون کی طرف یوں توجہ دلائی کہ ایک شخص کستوری اٹھائے ہوئے ہو اور دوسرا بھٹی جھونکنے والا ہو۔ کستوری والا مفت میں خوشبو دے جائے گا۔ اس کی مہک سے تو فائدہ اٹھا جائے گا (یہ ذکر الٰہی کی محافل ہیں) اور بھٹی والے کے قریب بیٹھنے سے کپڑے جل جائیں گے اور اس کا بدبودار دھواں تنگ کرے گا۔ (مسلم کتاب البّر والصلۃ)

اس حدیث کی تشریح میں دعا دیتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ ہم سب کو کستوری کی خوشبو بانٹنے والا بنائے اور ہمارے اندر وہ پاک تبدیلیاں پیدا ہوں جو نہ صرف ہمیں فائدہ پہنچارہی ہوں بلکہ لوگ بھی ہم سے فائدہ اٹھارہے ہوں۔“

(خطبات مسرور جلد2 صفحہ 398)

پھر فرمایا:

”بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو پاک مجالس میں تو بیٹھتے ہیں لیکن ان مجالس کی نیکیوں کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کی سوچ ہی ایسی ہوتی ہے کہ اگر کوئی بری بات نظر آئے تو اس کو لے کر زیادہ شور مچایا جاتا ہے۔ تو ایسے لوگوں کی ہی مثال دیتے ہوئے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے کہ اس شخص کی مثال جو حکمت کی بات سنے اور پھر سنی ہوئی باتوں میں سے سب سے شر انگیز بات کی پیروی کرے ایسے شخص کی ہے جو ایک چرواہے کے پاس آیا اور کہا کہ اپنے ریوڑ میں سے مجھے ایک بکری کاٹ دو۔ تو چرواہا اسے کہے کہ اچھا ریوڑ میں سے تمہیں جو بکری سب سے اچھی لگتی ہے اسے کان سے پکڑ لو۔ تو وہ جائے اور ریوڑ کی حفاظت کرنے والے کتے کو کان سے پکڑ لے۔(مسند احمد باقی مسند المکثرین باقی المسند السابق) تو ایسے لوگ جو اس سوچ کے ہوتے ہیں اور اس سوچ سے مجلسوں میں آتے ہیں باہر نکل کر اچھی باتوں کا ذکر کرنے کی بجائے اگر انہوں نے کسی کی وہاں بُرائی دیکھی ہو تو اس کا زیادہ چرچا کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کی صلاحیت ہی یہی ہے اور ان کی کم نظری یہ ہے کہ انہوں نے کتے کے علاوہ کچھ دیکھا ہی نہیں ہوتا۔ اس لئے آگے بڑھ کر صرف کتے کا کان ہی پکڑتے ہیں۔ اچھی مجلسوں سے فائدہ اٹھانا بھی مومن کی شان ہے۔“

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 492-493)

پھر فرمایا اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُخَالِلُ(ابو داؤد کتاب الادب) کہ انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے یعنی دوست کے اخلاق کا اثر انسان پر ہوتا ہے اس لئے دوست بناتے وقت غور وخوض کرنا چاہیے۔

ایک عربی شاعر نے اس مضمون کو اپنے اشعار میں یوں بیان کیا ہے

عن المرء لاتسئل و ابصر قرینہ
فان القرین بما لمقارن مقتدی
اذا کنت فی قوم فصاحب خیارھم
و لا تصحب الا روی فتردی مع الردی

کہ اگر تم کو کسی شخص کے متعلق تحقیق مقصود ہو تو اس شخص کی تحقیق نہ کرو بلکہ اس کے ہم نشینوں کو دیکھو کیونکہ دوست اپنے ہم نشینوں کا متبع ہوتا ہے جیسے ہم نشین ہوں گے ویسا ہی وہ شخص ہو گا۔ جب تم کسی قوم میں ہو تو اس قوم کے اچھوں کی صحبت اختیار کرو، ناکارہ لوگوں کی صحبت میں نہ بیٹھو ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔

سامعین! قادیان میں کسی شخص نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے عرض کی کہ میرا بیٹا دہریت جیسی باتیں کرتا ہے۔ آپؓ نے فوراً ہدایت فرمائی کہ کلاس روم میں اس کی جگہ تبدیل کر دو۔ اس پر اس کے کلاس فیلو کا اثر ہو رہا ہے چنانچہ جگہ تبدیل کرنے سے وہ بچہ دوبارہ ایمان کی راہیں اختیار کر گیا۔

بعض ماثورہ اقوال میں "وَحْدَةُ الْمَرْءِ خَيْرٌ مِنْ جَلِيْسِ السُوءِ" بھی ملتا ہے کہ اگر صالح ہم نشین اور اچھا ساتھی میسر نہ ہو تو پھر انسان کے لئے تنہائی ہی بہتر ہے۔

آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرشتوں کے متعلق فرمایا کہ ان کو ذکر کی مجالس کی تلاش رہتی ہے جب وہ ایسی مجلس کو پاتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو رہا ہو تو فرشتے وہاں بیٹھ کر مجلس کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ ساری فضا ان کے اس بابرکت سایہ سے مہک اٹھتی ہے اور جب مجلس برخواست ہوتی ہے تو فرشتے بھی واپس چلے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس جیسی مجلس میں کام سے آئے ایک شخص کو بھی انہی میں سے قرار دے کر ان مبارک لوگوں کے ساتھ شامل کر دیا جن پر فرشتے پَر پھیلائے سایہ کیے ہوئے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”جب انسان ایک راستباز اور صادق کے پاس بیٹھتا ہے تو صدق اس میں کام کرتا ہے لیکن جو راستبازوں کی صحبت کو چھوڑ کر بدوں اور شریروں کی صحبت اختیار کرتا ہے تو ان میں بدی اثر کرتی جاتی ہے۔ اسی لئے احادیث اور قرآن شریف میں صحبتِ بد سے پرہیز کرنے کی تاکید اور تہدید پائی جاتی ہے اور لکھا ہے کہ جہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اہانت ہوتی ہو اس مجلس سے فی الفور اُٹھ جاؤ ورنہ جو اہانت سُن کر نہیں اٹھتا اس کا شمار بھی ان میں ہی ہو گا۔

صادقوں اور راستبازوں کے پاس رہنے والا بھی ان میں ہی شریک ہوتا ہے۔ اس لئے کس قدر ضرورت ہے اس امر کی کہ انسان کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کے پاک ارشاد پر عمل کرے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ کو دنیا میں بھیجتا ہے وہ پاک لوگوں کی مجلس میں آتے ہیں اور جب واپس جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن سے پوچھتا ہے کہ تم نے کیا دیکھا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ایک مجلس دیکھی ہے جس میں تیرا ذکر کر رہے تھے مگر ایک شخص ان میں سے نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہیں! وہ بھی ان میں سے ہی ہے کیونکہ اِنَّھُمْ قَوْمٌ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صادقوں کی صُحبت سے کس قدر فائدے ہیں سخت بدنصیب ہے وہ شخص جو صحبت سے دُور رہے۔“ (ملفوظات جلد 3 صفحہ 507)

ایک اور موقع پر صحبت صالحین کی غرض بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”بات یہ ہے کہ مُردوں سے مدد مانگنے کے طریق کو ہم نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ ضعیف الایمان لوگوں کا کام ہے کہ مُردوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور زندوں سے دور بھاگتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی میں لوگ اُن کی نبوت کا انکار کرتے رہے اور جس روز انتقال کر گئے تو کہا کہ آج نبوت ختم ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے کہیں بھی مُردوں کے پاس جانے کی ہدایت نہیں فرمائی۔ بلکہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ:119) کا حکم دے کر زندوں کی صُحبت میں رہنے کا حکم دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اپنے دوستوں کو بار بار یہاں (قادیان) آنے اور رہنے کی تاکید کرتے ہیں۔ اور ہم جو کسی دوست کو یہاں رہنے کے واسطے کہتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ محض اس کی حالت پر رحم کر کے ہمدردی اور خیر خواہی سے ہی کہتے ہیں۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایمان درست نہیں ہوتا جبتک انسان

صاحبِ ایمان کی صُحبت میں نہ رہے اور یہ اس لئے چونکہ طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں۔ ایک ہی وقت میں ہر قسم کی طبیعت کے موافقِ حال تقریر ناصح کے منہ سے نہیں نکلا کرتی۔ کوئی وقت ایسا آجاتا ہے کہ اس کی سمجھ اور فہم کے مطابق اُس کے مذاق پر گفتگو ہو جاتی ہے۔ جس سے اُس کو فائدہ پہنچ جاتا ہے اور اگر آدمی بار بار نہ آئے اور زیادہ دنوں تک نہ رہے، تو ممکن ہے کہ ایک وقت ایسی تقریر ہو جو اُس کے مذاق کے موافق نہیں ہے اور اُس سے اُس میں بد دلی پیدا ہو اور وہ حسنِ ظن کی راہ سے دور جا پڑے اور ہلاک ہو جاوے۔" (ملفوظات جلد 1 صفحہ 339)

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ نے صالحین کی صحبت میں بیٹھنے کے فلسفہ کو نہایت عمدگی کے ساتھ اپنے ایک لیکچر میں یوں بیان فرمایا ہے:

"اسی لئے صحبت صالح کا حکم ہے اس میں یہی حکمت ہے خدا کے برگزیدہ بندوں کی بات تو تحریر کے ذریعہ یا دوسروں کی زبانی بھی معلوم ہو سکتی ہے۔ پھر كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (التوبہ:119) میں صادقوں کی صحبت میں رہنے کا کیوں اشارہ کیا گیا ہے۔ پھر رسول کریمؐ کے پاس رہ کر تعلیم حاصل کرنے یا مسیح موعود کا اپنی صحبت میں رہنے کی تاکید کرنے کا کیا مطلب ہے؟ در حقیقت بات یہ ہے کہ صرف الفاظ اس قدر اثر نہیں رکھتے جس قدر وہ رَو رکھتی ہے جو قلب سے نکلتی ہے اور چونکہ ہر قلب ایسا نہیں ہوتا جو اسے دور سے محسوس کر سکے اس لئے قریب ہونے کی وجہ سے چونکہ رَو کی شدت بڑھ جاتی ہے اور جلدی اثر ہو جاتا ہے اس لئے قرب کا حکم دیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو بتایا گیا کہ جو تیرے زمانہ کے لوگ ہوں گے وہ اچھے ہوں گے اور جو ان سے بعد کے ہوں گے وہ ان سے کم درجہ کے ہوں گے اور جو ان سے بعد کے ہوں گے وہ ان سے کم درجہ کے ہوں گے...... اب سوال ہوتا ہے کہ ان سب کی اصلاح تو قرآن کریم اور احادیث کے ذریعہ ہوئی اور اسی طرح سے وہ پاک وصاف ہوئے پھر وجہ کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ کے لوگ اعلیٰ درجہ رکھتے ہیں اور ان کے بعد کے ان سے کم اور ان کے بعد کے ان سے بھی کم۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ پہلوں پر جس قدر رسول کریم ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ کے وجودِ پاک سے نکلی ہوئی لہر کا اثر ہوا وہ بُعدِ زمانی کی وجہ سے بعد والوں پر کم ہوتا گیا۔ دیکھو! پانی میں جب پتھر پھینکا جائے تو قریب قریب کی لہریں بہت نمایاں اور واضح ہوتی ہیں اور جوں

جوں لہریں پھیلتی جاتی ہیں مدھم ہوتی جاتی ہیں یہی حالت روحانی لہروں کی ہوتی ہے ان پر جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے اور وہ پھیلتی جاتی ہیں تو گو مٹتی نہیں مگر ایسی کمزور اور مدھم ہوتی ہیں کہ ہر ایک دل انہیں محسوس نہیں کرتا اور جو محسوس کرتا ہے وہ بھی پورے طور پر محسوس نہیں کر سکتا۔ اس لئے جن لوگوں کو روحانیت کی لہر پیدا کرنے والے وجود کا قربِ مکانی یا قربِ زمانی حاصل ہوتا ہے وہ اس لہر سے زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں اور بعد میں آنے والوں سے بہت بڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔

قربِ مکانی اور زمانی کے اثر کا عام اور ظاہری ثبوت اس سے مل سکتا ہے کہ آپ لوگوں نے کئی دفعہ تجربہ کیا ہوگا اگر کسی کو کوئی کام کرنے کے لئے خط لکھا جائے تو وہ انکار کر دیتا ہے اگر خود اس کے پاس جا کر کہا جائے تو کام کر دیتا ہے۔ ہر ایک کہنے والا نہیں جانتا کہ اس کی کیا وجہ ہے اور کہا جاتا ہے کہ منہ دیکھے کا لحاظ کیا گیا ہے لیکن دراصل وہ رَو کا اثر ہوتا ہے جو قرب کی وجہ سے زیادہ پڑتا ہے اور اس طرح جس کو کچھ کہا جائے وہ مان لیتا ہے۔ اسی طرح وہی تقریر جو ایک جگہ مقرر کے منہ سے سنی جائے جب چھپی ہوئی پڑھی جائے تو اس کا وہ اثر نہیں ہوتا جو سننے کے وقت ہوتا ہے۔ اس وقت بڑا مزا اور لطف آتا ہے لیکن چھپی ہوئی پڑھنے سے ایسا مزا نہیں آتا۔ جس پر کہہ دیا جاتا ہے کہ لکھنے والے نے اچھی طرح نہیں لکھی لیکن بات یہ ہوتی ہے کہ لکھنے والا تو صرف الفاظ ہی لکھتا ہے۔ وہ لہریں جو تقریر کرنے والے سے نکل رہی ہوتی ہیں ان کو محفوظ نہیں کر سکتا۔ اس لئے صرف الفاظ کا اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا لہروں کے ساتھ ملنے سے ہوتا ہے جو قرب کی وجہ سے سننے والے تک پورے طور پر پہنچ رہی ہوتی ہیں۔ اس لئے تقریر سننے سے زیادہ اثر ہوتا ہے اور پڑھنے کے وقت ایک تو بُعد ہوتا ہے اور دوسرے صرف لفظ ہوتے ہیں اس لئے وہ لطف نہیں آتا نہ اتنا اثر ہوتا ہے۔" (اصلاح اعمال کی تلقین، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 171-173)

جیسا کہ اوپر ایک شاعر کے حوالہ سے بات کر آیا ہوں کہ یہ مضمون اتنا اہم ہے کہ اسے اپنے معاشرے کی تزئین و آرائش اور بہتری کے لئے قوم کے لیڈروں نے خواہ ان کا تعلق مشرکین سے ہو، دہریت سے ہو یا عیسائیوں، یہودیوں اور دیگر مذاہب سے۔ اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ اچھی صحبت اچھے لوگ مہیا کرتی ہے۔

کسی نے اس مضمون کو اس آسان لہجہ میں سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ گلاب کے پھول کی پتیاں جس زمین پر (یعنی پودا کے نیچے زمین پر) گرتی ہیں اسے بھی خوشبودار کر دیتی ہیں اور کسی نے کہا کہ تخم را تاثیر صحبت را اثر کہ بیج کی تاثیر اور صحبت کا اثر ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس حوالہ سے فرماتے ہیں:

''مثل مشہور ہے۔ تخم تاثیر صحبت را اثر'' اس کے اول جزو (حصہ) پر کلام ہو تو ہو، لیکن دوسرا حصہ ''صحبت را اثر'' ایسا ثابت شدہ مسئلہ ہے کہ اس پر زیادہ بحث کرنے کی ہم کو ضرورت نہیں۔ ہر ایک شریف قوم کے بچوں کا عیسائیوں کے پھندے میں پھنس جانا اور مسلمانوں حتّٰی کہ غوث و قطب کہلانے والوں کی اولاد اور سادات کے فرزندوں کا رسول کریم ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرنا دیکھ چکے ہو۔ اُن صحیح النسب سیدوں کی جو اولاد اپنا سلسلہ حضرت امام حسینؓ تک پہنچاتے ہیں۔ ہم نے کرسچن (عیسائی) دیکھی ہے اور بانی اسلام کی نسبت قسم قسم کے الزام (نعوذ باللہ) لگاتے ہیں۔ ایسی حالت میں بھی اگر کوئی مسلمان اپنے دین اور اپنے نبیؐ کے لئے غیرت نہیں رکھتا، تو اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو گا؟

اگر تم اپنے بچوں کو عیسائیوں، آریوں اور دوسروں کی صحبت سے نہیں بچاتے یا کم از کم نہیں بچانا چاہتے، تو یاد رکھو کہ نہ صرف اپنے اوپر بلکہ قوم پر اور اسلام پر ظلم کرتے اور بہت بڑا بھاری ظلم کرتے ہو۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ گویا تمہیں اسلام کے لئے کچھ غیرت نہیں۔ نبی کریم ﷺ کی عزت تمہارے دل میں نہیں۔'' (ملفوظات جلد 1 صفحہ 45)

سامعین! کسی نے کہا ہے کہ

گندم از گندم بروید جو از جو
از مکافات عمل غافل مشو

کہ گندم سے گندم اور جو سے جو اُگتے ہیں۔ تو مکافات عمل سے ہرگز غافل نہ ہو۔

اسی مضمون کو ایک انگریزی مثل میں یوں سمویا گیا ہے

"The duty of an apple is to ensure that an apple tree grow out of it".

سیب کے ذمہ لگایا گیا ہے کہ وہ ممکن بنائے کہ اس کے ذریعہ سیب کے درخت اُگیں گے۔

یہ حقیقت ہے کہ انسان اپنے ماحول میں دیگر اُٹھنے بیٹھنے والے لوگوں سے ضرور اثر پکڑتا ہے اور باوجود نہ چاہنے کے بھی، اس میں ان لوگوں جیسی حرکات و سکنات پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ اس لئے کوشش کرنی چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے دوستیاں بڑھائیں اور بدزبان اور بد کردار کے حامل انسانوں سے کنارہ کشی اختیار کر لیں۔ حضرت نبی کریم ﷺ کی صحبت میں بیٹھنے والے پہلے بالکل جاہل اور اخلاق سے عاری تھے مگر آہستہ آہستہ حضورؐ کی صحبت کا اثر یہ ہوا کہ وہ لوگ الٰہی رنگ پکڑ گئے اور ساری دنیا پر اخلاق حسنہ کی تلوار سے حکومت کی۔

حضرت مسیح موعودؑ، صحبتِ صالحین کی افادیت سے متعلق فرماتے ہیں:

”جو شخص شراب خانہ میں جاتا ہے خواہ وہ کتنا ہی پرہیز کرے اور کہے کہ مَیں نہیں پیتا ہوں لیکن ایک دن آئے گا وہ ضرور پیئے گا۔ پس اس سے کبھی بے خبر نہیں رہنا چاہئیے کہ صحبت میں بڑی تاثیر ہے۔ جو شخص نیک صحبت میں جاتا ہے خواہ وہ مخالفت کے ہی رنگ میں ہو لیکن وہ صحبت اپنا اثر کئے بغیر نہ رہے گی اور ایک نہ ایک دن وہ اس مخالفت سے باز آجائے گا۔“ (ملفوظات جلد 3 صفحہ 505-506)

حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ مورخہ 11 ستمبر 2020ء میں عزیزم رؤوف بن مقصود مرحوم متعلم جامعہ احمدیہ کی سیرت بیان کرتے ہوئے مرحوم کا یہ نصیحت آموز فقرہ بھی quote فرمایا کہ

”اپنے جو قریبی تھے ان کو کہا کرتے تھے کہ اچھے اخلاق والے دوست چنو۔“

اصل انسان کی کامیابی اسی میں ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو دَورِ رسولؐ میں آنحضور ﷺ اور حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؓ کو اس اخروی دور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مختصر صحبت نے ان کو سونے کی ڈلی بنا دیا اور وہ ایک ایسا مقام بنا گئے جو رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عائشہؓ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اپنی تدفین کے لئے جو جگہ مانگی وہ بھی درحقیقت صحبتِ صالحین ہی ہے۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ زندوں کے ساتھ ساتھ مُردوں میں بھی صحبتِ صالحین مسلّمہ ہے۔

صحبتِ صالحین کے ذرائع

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج صادقین کی صحبت ہم کیسے حاصل کریں۔ اس میں سب سے اول مساجد میں باجماعت نمازوں میں شمولیت جہاں مومن محض اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے تشریف لاتے ہیں۔ مساجد کے تسلسل میں درس القرآن، درس الحدیث اور درس ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔ جب یہ درس ہو رہا ہو تو وہ محفل صحبتِ صالحین کی ہے۔

ہفتہ میں جمعہ کے روز نہادھو کر حسب توفیق خوشبو لگا کر مساجد میں جا کر خطبہ جمعہ سننا بھی ایک اعلیٰ درجہ کی صادقین کی مجلس ہے۔ اسی دور میں اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ پر یہ احسان عظیم کر رکھا ہے کہ ہم MTA کے توسط سے اپنے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ کے بیان فرمودہ خطبات جمعہ سے براہ راست مستفیض ہوتے ہیں۔ صحبتِ صالحین کی یہ محافل 200 سے زائد ممالک میں بیک وقت جاری ہوتی ہیں۔ فرشتوں کا نزول ہو رہا ہوتا ہے۔ اذان بیک وقت نشر ہو رہی ہوتی ہے۔ صادقین کی اس محفل سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیے۔

سامعین! ایم ٹی اے کی بات چلی ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم نعمت ہمیں عطا فرمائی ہے جہاں سے 24 گھنٹے روحانیت کے شگوفے پھوٹتے ہیں۔ اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ نیکی کی باتیں ہوتی ہیں۔ اس سے بڑھ کر صحبتِ صالحین کی محافل نہیں ہو سکتیں۔

جماعتوں اور ذیلی تنظیموں کے ماہانہ اجلاسات ہیں۔ جو صادقین کی صحبت کا ذریعہ ہیں۔ اس کے علاوہ وہ جلسے ہیں جن کی ابتداء یا بنیادی اینٹ آج سے 132 سال قبل الٰہی اذن سے قادیان میں رکھی گئی اور آج 75 سے زائد ممالک میں یہ جلسے بڑی شان کے ساتھ منعقد ہوتے ہیں۔ یہ صادقین کی محافل ہیں۔ ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے 2 دسمبر 2005ء کو ماریشس کے جلسہ سالانہ پر خطبہ جمعہ ارشاد فرمانے سے قبل سورۃ التوبہ کی آیت 119 كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کی تلاوت فرمائی اور ان جلسوں کو صحبتِ صالحین کا ذریعہ قرار دیا۔ آپ نے اس خطبہ جمعہ میں فرمایا:

”یہ آیت جو میں نے تلاوت کی ہے اس میں اللہ ہمیں نصیحت فرما رہا ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ اور آنحضرت ﷺ کے بعد آپ کا غلامِ صادق ہی سب سے بڑا صادق ہے۔ پس اب جب آپ نے اس صادق کے ساتھ تعلق جوڑا ہے تو اس تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر کریں اور آپؑ

اپنی جماعت جیسی بنانا چاہتے تھے ویسی جماعت بننے کی کوشش کریں۔ دنیا کو بتادیں کہ تم ہمیں مسلمان سمجھو یا غیر مسلم اس سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہم نے تو آنحضرت ﷺ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اس صادق کو پالیاہے اور اب اس کی جماعت میں شامل ہو گئے ہیں اور اب ہم ہی ہیں جن سے اسلام کی آئندہ تاریخ بنی ہے (ان شاء اللہ) اس لئے ہم اب تمہیں بھی کہتے ہیں کہ آؤ اور آنحضرت ﷺ کے سب سے بڑے عاشقِ صادق کی جماعت میں داخل ہو کر اپنی دنیا وآخرت سنوار لو۔ لیکن جب یہ دعویٰ کر کے آپ دنیا کو اپنی طرف بلائیں گے تو اپنے آپ پر بھی نظر ڈالنی ہو گی کہ ہم نے اپنے اندر کیا انقلاب پیدا کیا ہے۔ اس زمانے کے مسیح و مہدی اور سب سے بڑے صادق کو مان کر ہمارے اپنے نمونے کیا ہیں۔ ہمارے اپنے تقویٰ کے معیار کیا ہیں۔" (خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 704)

سامعین! گھروں میں نوافل ادا کرنا، قرآن کریم کی تلاوت کرنا۔ احادیث اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کے ارشادات پڑھنا اور دوسروں کو سنانا بھی صحبتِ صالحین کی محافل ہیں۔ ان تمام محافل صحبت صالحین کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس زمانے میں جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا کہ دعاؤں کے ساتھ ساتھ حضرت اقدس مسیح موعود کی تفاسیر اور علم کلام سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اگر قرآن کو سمجھنا ہے یا احادیث کو سمجھنا ہے تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ یہ تو بڑی نعمت ہے ان لوگوں کیلئے جن کو اردو پڑھنی آتی ہے کہ تمام کتابیں اردو میں ہیں۔ اکثریت اردو میں ہیں، چند ایک عربی میں بھی ہیں۔ پھر جو پڑھے لکھے نہیں ان کیلئے مسجدوں میں درسوں کا انتظام موجود ہے ان میں بیٹھنا چاہئے اور درس سننا چاہئے۔ پھر ایم ٹی اے کے ذریعہ سے اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور ایم ٹی اے والوں کو بھی مختلف ملکوں میں زیادہ سے زیادہ اپنے پروگراموں میں یہ پروگرام بھی شامل کرنے چاہئیں جن میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اقتباسات کے تراجم بھی ان کی زبانوں میں پیش ہوں۔ جہاں جہاں تو ہو چکے ہیں اور تسلی بخش تراجم ہیں وہ تو بہر حال پیش ہو سکتے ہیں اور اسی طرح اردو دان طبقہ جو ہے، ملک جو ہیں، وہاں سے اردو کے پروگرام بن کے آنے چاہئیں۔ جس میں زیادہ سے زیادہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے اس کلام کے معرفت کے نکات دنیا کو نظر آئیں اور ہماری بھی اور دوسروں کی بھی ہدایت کا موجب بنیں۔" (خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 401-402)

پھر فرمایا:

"ایسی نیک مجالس ہیں جو سلامتی کی مجلسیں ہیں۔ ان میں عام گھریلو مجالس، اجتماعات اور جلسے بھی ہو سکتے ہیں۔ جماعت احمدیہ خوش قسمت ہے کہ اس میں ایک ہاتھ پر اکٹھا ہونے کی وجہ سے اس قسم کے مواقع میسر آتے رہتے ہیں۔ اب ان شاء اللہ تعالیٰ یہاں کا جلسہ بھی آنے والا ہے اس سے بھی بھرپور فائدہ اٹھانا چاہئے تاکہ ہر طرف سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کی بارش ہم پر پڑتی رہے۔"

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 490)

پھر فرمایا:

"یہ بھی ان مجالس کے ضمن میں ہے کہ ہمیشہ ایسی مجالس میں بیٹھنا اور اٹھنا چاہئے جہاں سے نیکی کی باتیں پتہ لگیں۔ تقویٰ کی باتیں پتہ لگیں، اللہ اور رسولؐ کے احکامات کا علم ہو۔ اگر اپنی اصلاح کرنی ہے اور اپنی زندگی سنوارنا چاہتے ہیں اور دینی علم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیشہ جیسا کہ حدیث میں آیا اپنی صحبت نیک لوگوں میں رکھنی چاہئے اور ایسی مجالس کی تلاش میں رہنا چاہئے۔ اس بات کو ایک حدیث میں یوں بھی بیان فرمایا ہے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ تم مومن کے سوا کسی اور کے ساتھ نہ بیٹھو اور متقی آدمی کے سوا اور کوئی تمہارا کھانا نہ کھائے۔(ترغیب و الترھیب بحوالہ صحیح ابن حبان)"

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 491)

پھر فرمایا:

"آپؑ کی کتب پڑھنے کی طرف بھی بہت توجہ دینی چاہئے یہ بات بھی صحبتِ صادقین کے زمرے میں آتی ہے کہ آپؑ کے علم کلام سے فائدہ اٹھایا جائے۔" (خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 394)

پھر ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ جماعت کو صحبتِ صالحین کی تلقین و نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”پھر یہ بھی نظر رکھنی چاہئے کہ بچوں کے دوست کون ہیں بچوں کے دوستوں کا بھی پتہ ہونا چاہئے۔ یہ مثال تو ابھی آپ نے سن ہی لی۔ اس سیٹ پر بیٹھنے کی وجہ سے ہی صرف اس طالبعلم پر دہریت کا اثر ہو رہا تھا۔ لیکن یہ مثالیں کئی دفعہ پیش کرنے کے باوجود، کئی دفعہ سمجھانے کے باوجود، ابھی بھی والدین کی یہ شکایات ملتی رہتی ہیں کہ انہوں نے سختی کر کے یا پھر بالکل دوسری طرف جا کر غلط حمایت کر کے بچوں کو بگاڑ دیا۔ ایک بچہ جو پندرہ سولہ سال کی عمر تک بڑا اچھا ہوتا ہے جماعت سے بھی تعلق ہوتا ہے، نظام سے بھی تعلق ہوتا ہے، اطفال الاحمدیہ کی تنظیم میں بھی حصہ لے رہا ہوتا ہے۔ جب وہ پندرہ سولہ سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو پھر ایک دم پیچھے ہٹنا شروع ہو جاتا ہے اور پھر ہٹتا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ ایسی بھی شکایات آئیں کہ ایسے بچے ماں باپ سے بھی علیحدہ ہو گئے۔ اور پھر بعض بچیاں بھی اس طرح ضائع ہو جاتی ہیں۔ جن کا بہر حال افسوس ہوتا ہے۔ تو اگر والدین شروع سے ہی اس بات کا خیال رکھیں تو یہ مسائل پیدا نہ ہوں۔

پھر بچوں کو بھی میں کہتا ہوں کہ اپنے دوست سوچ سمجھ کر بناؤ۔ یہ نہ سمجھو کہ والدین تمہارے دشمن ہیں یا کسی سے روک رہے ہیں بلکہ سولہ سترہ سال کی عمر ایسی ہوتی ہے کہ خود ہوش کرنی چاہئے، دیکھنا چاہئے کہ ہمارے جو دوست ہیں بگاڑنے والے تو نہیں، اللہ تعالیٰ سے دور لے جانے والے تو نہیں۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ سے دور لے جانے والے ہیں وہ تمہارے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ تمہارے ہمدرد نہیں ہو سکتے، تمہارے سچے دوست نہیں ہو سکتے۔ اور ایک احمدی بچے کو تو کیونکہ صادقوں کی صحبت سے فائدہ اٹھانا ہے اس لئے یاد رکھیں کہ یہ گروہ شیطان کا گروہ ہے صادقوں کا گروہ نہیں اس لئے ایسے لوگوں میں بیٹھ کے اپنی بدنامی کا باعث نہ بنیں، ایسے بچوں یا نوجوانوں سے دوستی لگا کے اپنے خاندان کی بدنامی کا باعث نہ بنیں اور ہمیشہ نظام سے تعلق رکھیں۔ نظام جو بھی آپ کو سمجھاتا ہے آپ کی بہتری اور بھلائی کیلئے سمجھاتا ہے۔ نمازوں کی طرف توجہ دیں۔ قرآن پڑھنے کی طرف توجہ دیں اللہ تعالیٰ ہمارے ہر بچے کو ہر شیطانی حملے سے بچائے۔“

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 396-397)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”قرآن اور حدیث سے ثابت ہے کہ مومن کی ہر ایک چیز بابرکت ہو جاتی ہے جہاں وہ بیٹھتا ہے وہ جگہ دوسروں کیلئے موجب برکت ہوتی ہے۔ اس کا پس خوردہ اوروں کیلئے شفا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک گنہگار خدا تعالیٰ کے سامنے لایا جاوے گا۔ خدا تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ تونے کوئی نیک کام کیا؟ وہ کہے گا کہ نہیں۔ پھر خدا تعالیٰ اس کو کہے گا کہ فلاں مومن تو ملا تھا وہ کہے گا خداوند میں ارادتاً تو کبھی نہیں ملا وہ خود ہی ایک دن مجھے راستہ میں مل گیا۔ خدا تعالیٰ اسے بخش دے گا۔ پھر ایک اور موقعہ پر حدیث میں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ فرشتوں سے دریافت کرے گا کہ میرا ذکر کہاں پر ہو رہا ہے؟ وہ کہیں گے کہ ایک حلقہ مومنین کا تھا جہاں دنیا کے ذکر کا نام و نشان بھی نہ تھا؛ البتہ ذکر الٰہی آٹھوں پہر ہو رہا ہے۔ اُن میں ایک دنیا پرست شخص تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے اس دنیادار کو اس ہم نشینی کے باعث بخش دیا۔ اِنَّھُمْ قَوْمٌ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ۔

بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ جہاں ایک مومن امام ہو اس کے مقتدی پیش ازیں کہ وہ سجدہ سے سر اُٹھاوے بخش دیئے جاتے ہیں۔

مومن وہ ہے کہ جس کے دل میں محبتِ الٰہی نے عشق کے رنگ میں جڑ پکڑ لی ہو۔ اس نے فیصلہ کر لیا ہو کہ وہ ہر ایک تکلیف اور ذلت میں بھی خدا تعالیٰ کا ساتھ نہ چھوڑے گا۔ اب جس نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کب کسی کا کانشنس کہتا ہے کہ وہ ضائع ہو گا کیا کوئی رسول ضائع ہوا؟ دنیا ناخنوں تک اُن کو ضائع کرنے کی کوشش کرتی ہے، لیکن وہ ضائع نہیں ہوتے جو خدا تعالیٰ کے لیے ذلیل ہو وہی انجام کار عزت و جلال کا تخت نشیں ہو گا۔ ایک ابو بکرؓ ہی کو دیکھو جس نے سب سے پہلے ذلت قبول کی اور سب سے پہلے تخت نشین ہوا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ پہلے کچھ نہ کچھ دکھ اٹھانا پڑتا ہے کسی نے سچ کہا ہے:

عشق اول سرکش و خونی بود
تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

عشق الٰہی بے شک اول سرکش و خونی ہوتا ہے تاکہ نا اہل دور ہو جاوے۔ عاشقانِ خدا تکالیف میں ڈالے جاتے ہیں۔ قسم قسم کے مالی اور جسمانی مصائب اُٹھاتے ہیں اور اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ ان کے دل پہچانے جاویں۔“ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 31)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقی معنوں میں صالح لوگوں اور پاکیزگی مہیا کرنے والے ذرائع کو اپنانے کی توفیق دے۔ آمین

ضضضض

{28} {مشاہدات۔248}

صحبتِ صالحین

ارشادات حضرت مسیح موعودؑ کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ (التوبہ:119)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

رہیں ہم دُور ہر بدکیش و بد سے
رہے صحبت ہمیں اہلِ وفا کی
بنائیں دل کو گلزارِ حقیقت
لگائیں شاخ زہد و اتّقا کی
رسول اللہ ہمارے پیشوا ہوں
ملے توفیق اُن کی اقتدا کی

سامعین! آج مجھے ”صحبتِ صالحین“ کے موضوع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں اظہار خیال کرنا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”عجیب موثر نظارہ ہو گا جو زندگی میں ایک جماعت تھے مرنے کے بعد بھی ایک جماعت ہی نظر آئے گی۔ یہ بہت ہی خوب ہے جو پسند کریں وہ پہلے سے بندوبست کر سکتے ہیں کہ یہاں دفن ہوں جو لوگ صالح معلوم ہوں ان کی قبریں دُور نہ ہوں۔ ریل نے آسانی کا سامان کر دیا ہے اور اصل تو یہ ہے وَمَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌ

بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ۔ مگر اس میں یہ کیا لطیف نکتہ ہے کہ بای ارض تدفن نہیں لکھا۔ صلحاء کے پہلو میں دفن بھی ایک نعمت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ مرض الموت میں انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہلا بھیجا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں جو جگہ ہے انہیں دی جاوے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایثار سے کام لے کر وہ جگہ ان کو دے دی تو فرمایا مابقی ھَمٌّ بعدذالک یعنی اس کے بعد اب مجھے کوئی غم نہیں جبکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ میں مدفون ہوں۔" (ملفوظات جلد 8 صفحہ 286 ایڈیشن 1984ء)

سامعین! اس ارشاد سے ثابت ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی کسی نیک بندے کی صحبت اختیار کرنا صحبت صالحین کی طرح ہے۔ تو رواں زندگی میں نیک بزرگوں اور صلحاء کے پاس بیٹھ کر فیض حاصل کرنا کتنا ضروری اور سودمند ہے۔ اب جبکہ دنیا Global Village بلکہ گلوبل ڈرائنگ روم کی صورت اختیار کرچکی ہے اور نیک، پرہیزگار، متقی اور صلحاء کی باتیں آڈیو، وڈیو اور تصاویر کی شکل میں موبائل فونز کے ذریعہ ہمارے پاس آموجود ہوتی ہیں تو انٹرنیٹ اور مواصلاتی سیاروں کے یہ ذرائع بھی صحبت صالحین کے زمرے میں آتے ہیں، یہ کہنا بھی عین حقیقت ہے کہ آج کے جدید ترین دور میں صحبت صالحین حاصل کرنے کے جو ذرائع ہمیں اللہ تعالیٰ نے مہیا فرمائے ہیں وہ اس سے پہلے اتنے سہل اور آسان نہ تھے۔ جیسے قرآن کریم، اس کے تراجم و تفاسیر، حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال یعنی احادیث اور اعمال یعنی سنتِ رسول اور بزرگانِ سلف کی سیرت و سوانح کے علاوہ آج کے دور کے حکم و عدل حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کی مختلف تقریبات، مجالس اور قادیان کی خوش قسمت گلیوں اور محلوں میں چہل قدمی کے دوران کلمات طیبات، ملفوظات، ضخیم اور پُر معارف نکات اور دقیق علوم پر مبنی کتب کا سیٹ روحانی خزائن، عزیزوں اور قریبی احباب کو رقم کئے ہوئے مکتوبات اور خطوط نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہونے والی وحی و الہام، رؤیا و کشوف اور سچی پیش خبریوں پر مشتمل اشتہارات کی صورت میں علموں بھرا خزانہ ہماری تعلیم و تربیت کرنے کے لئے نیک صحبت کے طور پر چھوڑا۔ آپؑ کی وفات کے بعد آپؑ کے پانچوں خلفاء کے خطبات، خطابات اور کتب اپنے ورثہ میں ہماری روحانی حیات کو سنوارنے کے لئے چھوڑی ہیں۔ بالخصوص ہمارے موجودہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے دور میں Live خطابات و خطبات،

ورچوئل ملاقاتیں ایم ٹی اے کے ذریعہ ہم سنتے، دیکھتے، محظوظ ہوتے ہیں اور روحانی غذا کے طور پر ہم اسے اپنے دل و دماغ کا حصہ بناتے ہیں تو یہ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ خداوند کریم کا احسانِ عظیم اس صدی کا انقلابی جماعتی میڈیئم یعنی ایم ٹی اے صحبت صالحین کا ایک اہم ذریعہ آج کے دور میں بن کر سامنے آیا ہے۔
اس کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی رہنمائی میں روزنامہ الفضل انٹرنشنل کے ذریعہ یہ انتشارِ روحانی ہو رہا ہے یعنی علمی، اخلاقی، دینی، تربیتی اور معلوماتی فیض بانٹا جا رہا ہے اور لاکھوں احباب و خواتین اس سے روزانہ فیضیاب ہو رہے ہیں۔ یہ بھی آج کے دور میں صحبت صالحین ہی ہے۔ جسے احباب جماعت اور قارئین آج کی جدید اور انوکھی ''تربیت گاہ'' کا نام دے رہے ہیں۔ صالحین کی صحبت کا فیض بانٹنے والی ایسی بیٹھک سے موسوم کر رہے ہیں جہاں سے اللہ اور اس کے رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی باتیں سن کر ہر کس و ناقص اپنی جھولیاں بھر کر گھر کو لوٹ رہا ہے پھر اپنے امام سے خطوط کے ذریعہ رابطہ رکھنا بھی صحبت صالحین کا اہم ذریعہ ہے۔ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ خط لکھنا نصف ملاقات کے برابر ہوتا ہے۔
پیارے حضور کا 22 اکتوبر 2021ء کا ایم ٹی اے کا معروف اور ہر دلعزیز پروگرام This week with Hazoor میں کینیڈا سے ایک نوجوان واقفِ نو نے جب حضور سے کوئی سوال عرض کیا تو حضور نے فرمایا: ''آپ ہی ہیں جو کچھ عرصے سے مجھے خط لکھ رہے ہیں جس میں بعض سوالات ہوتے ہیں۔'' اسے صحبت صالحین نہ کہیں تو کس نام سے یاد کریں؟ اس طرح کے سینکڑوں واقعات ہماری تابناک تاریخ میں موجود ہیں کہ ہمارے خلفاء نے خطوط کے ذریعہ احباب کو پہچانا اور ہزاروں لاکھوں میں یاد رکھا۔ ہمیں بھی صحبت صالحین کے اس بہت فائدہ مند ذریعہ کو اپنانے اور اپنے پیارے آقا کی خدمت اقدس میں دعا کے لئے خطوط تحریر کرتے رہنا چاہئے۔
سامعین! صحبت صالحین پر آج خاکسار اس تقریر کو مامور زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عظیم اور پاکیزہ ارشادات سے مزیّن کرے گا۔ آپؑ نے ایک جگہ اچھی اور بری صحبت کی بہت عمدہ مثال یوں دی ہے کہ ایک مکھی گندگی پر بیٹھتی ہے اور گندگی اور بیماری پھیلاتی ہے جبکہ ایک دوسری مکھی جو شہد کی مکھی کہلاتی ہے وہ پھولوں پر بیٹھتی ہے اور ایک ایسی خوراک تیار کرتی ہے جو شہد کہلاتا ہے اور شفاءللناس ہے۔ ہیں دونوں Bees مگر اپنی اپنی صحبت سے وہ کیا مہیا کرتی ہیں۔

صحابہؓ کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

آپؑ فرماتے ہیں:

”صحابہ کرامؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے اور بڑے بڑے نقصان برداشت کئے۔ اُن کو اس بات کا علم تھا کہ صحبت سے جو بات حاصل ہونی ہے وہ اور طرح ہر گز حاصل نہ ہوگی۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 351)

آپؑ فرماتے ہیں:

”دنیا میں دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک جسمانی تعلقات۔ جیسے ماں، باپ، بھائی، بہن وغیرہ کے تعلقات۔ دوسرے روحانی اور دینی تعلقات۔ یہ دوسری قسم کے تعلقات اگر کامل ہو جائیں تو سب قسم کے تعلقات سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ اور یہ اپنے کمال کو تب پہنچتے ہیں جب ایک عرصہ تک صحبت میں رہے۔ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو صحابہؓ کی جماعت تھی، اس کے یہ تعلقات ہی کمال کو پہنچے ہوئے تھے جو انہوں نے نہ وطن کی پرواہ کی اور نہ اپنے مال واملاک کی اور نہ عزیز واقارب کی۔ یہاں تک کہ اگر ضرورت پڑی تو انہوں نے بھیڑ بکری کی طرح اپنے سر خدا کی راہ میں رکھ دیئے۔ وہ شدائد ومصائب جو ان کو پہنچ رہے تھے، ان کے برداشت کرنے کی قوت اور طاقت ان کو کیونکر ملی۔ اس میں یہی سِرّ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلقات بہت گہرے ہو گئے تھے۔ انہوں نے اس حقیقت کو سمجھ لیا تھا، جو آپؐ لے کر آئے تھے اور پھر دنیا اور اس کی ہر چیز ان کی نگاہ میں خدا تعالیٰ کے لقاء کے مقابلہ میں کچھ ہستی رکھتی ہی نہیں تھی۔“ (ملفوظات جلد 2 صفحہ 140 ایڈیشن 2016ء)

درخت سے تعلق رکھنے والی شاخ ہی زندہ رہتی ہے

آپؑ فرماتے ہیں:

”آپ نے جو آج مجھ سے بیعت کی ہے یہ تخمریزی کی طرح ہے۔ چاہیئے کہ آپ اکثر مجھ سے ملاقات کریں اور اس تعلق کو مضبوط کریں جو آج قائم ہوا ہے جس شاخ کا تعلق درخت سے نہیں رہتا وہ آخر خشک ہو کر گر جاتی ہے۔“ (ملفوظات جلد 7 صفحہ 37-38 ایڈیشن 1984ء)

صحبت صالحین کے لئے مرکز آنا

فرمایا:

”ہمیں بہت افسوس ہے کہ بعض لوگ کچے ہی آتے ہیں اور کچے ہی چلے جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ اُن کا فرض ہے کہ یہاں آکر چند روز رہیں اور اپنے شبہات پیش کر کے پختگی حاصل کریں تو پھر ان سے دوسرے مخالف اور عیسائی ایسے بھاگیں گے جیسے لاحول سے شیطان بھاگتا ہے۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 283-284 ایڈیشن 2016ء)

سامعین! آپؑ مقربین کی درگاہ میں بیٹھنے والوں کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

”یہ مسلمہ امر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے مقرب کے پاس رہنا گویا ایک طرح سے خود خدا تعالیٰ کے پاس رہنا ہوتا ہے۔“ (ملفوظات جلد 5 صفحہ 316 ایڈیشن 2016ء)

ایک انگریز نے ایک دفعہ حضورؑ سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ کشمیر میں ایک بڑا ہوٹل بناؤں اور وہاں ہر ملک و دیار کے لوگ جو سیر و سیاحت کے لئے آتے ہیں ان کو تبلیغ کروں۔ حضورؑ نے فرمایا کہ ”ہمیں اس سے دنیا داری کی بو آتی ہے۔ اگر اسے سچا اخلاص خدا کے ساتھ ہے اور اس کی غرض تحصیل دین ہے تو اول یہاں (قادیان) آکر رہے۔ (ملفوظات جلد 5 صفحہ 316 ایڈیشن 2016ء)

صحبت صالحین ایک کیمیا ہے

آپؑ نے ایک دفعہ کسی بزرگ کا فارسی شعر کسی جگہ پڑھا۔ جو یہ ہے

ہر کہ روشن شُد دل وجان ودرُوں از حضرتش
کیمیا باشد بسر برون دمے در صحبتش

یعنی جس کے جان و دل اور باطن خدا کے حضور سے روشن کئے گئے ہیں ان کی صحبت میں ایک لمحہ گزارنا بھی کیمیا ہے۔ (ملفوظات جلد 1 صفحہ 485 ایڈیشن 2016ء)

اصلاحِ نفس اور صحبت صالحین

آپؑ فرماتے ہیں:

”وہ عظیم الشان ذریعہ جس سے ایک چمکتا ہوا یقین حاصل ہو اور خدا تعالیٰ پر بصیرت کے ساتھ ایمان قائم ہو ایک ہی ہے کہ انسان ان لوگوں کی صحبت اختیار کرے جو خدا تعالیٰ کے وجود پر زندہ شہادت دینے والے ہوں خود جنہوں نے اس سے سن لیا ہے کہ وہ ایک قادر مطلق اور عالم الغیب تمام صفات کاملہ سے موصوف خدا ہے۔

ابتداء میں جب انسان ایسے لوگوں کی صحبت میں جاتا ہے تو اس کی باتیں بالکل انوکھی اور نرالی معلوم ہوتی ہیں وہ بہت کم دل میں جاتی ہیں گو دل ان کی طرف کھینچی جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اندر کی گندگیوں اور ناپاکیوں سے ان معرفت کی باتوں کی ایک جنگ شروع ہو جاتی ہے جو کچھ گرد و غبار دل پر بیٹھا ہوتا ہے صادق کی باتیں ان کو دور کر کے اسے جلا دینا چاہتی ہے تا اس میں یقین کی قوت پیدا ہو جیسے جب کبھی کسی آدمی کو مسہل دیا جاتا ہے تو دست آور دوائی پیٹ میں جا کر ایک گڑ گڑاہٹ سی پیدا کر دیتی ہے اور تمام مواد ردّیہ اور فاسدہ کو حرکت اور جوش دے کر باہر نکالتی ہیں اسی طرح پر صادق ان ظنیات کو دور کرنا چاہتا ہے اور سچے علوم اور اعتقاد صحیحہ کی معرفت کرانی چاہتا ہے اور وہ باتیں اس دل کو جس نے بہت بڑا زمانہ ایک اور ہی دنیا میں بسر کیا ہوا ہوتا ہے ناگوار اور ناقابلِ عمل معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن آخر سچائی غالب آجاتی ہے اور باطل پرستی کی قوتیں مر جاتی ہیں اور حق پرستی کی قوتیں نشو و نما پانے لگتی ہیں۔ پس میں اس نور کو لے کر آیا ہوں اور دنیا میں قوتِ یقین کو پیدا کرنا چاہتا ہوں اور اس قوت کا پیدا ہونا صرف الفاظ اور باتوں سے نہیں ہو سکتا، بلکہ یہ ان نشانات سے نشو نما پاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مقتدرانہ طاقت سے صادقوں کے ہاتھ پر ظہور پاتے ہیں۔“ (ملفوظات جلد 2 صفحہ 365-366 ایڈیشن 2016ء)

”سنو! انسان کامل مومن اس وقت تک نہیں ہوتا، جب تک کفار کی باتوں سے متاثر نہ ہونے والی فطرت حاصل نہ کرلے اور یہ فطرت نہیں ملتی جب تک اس شخص کی صحبت میں نہ رہے جو گمشدہ متاع کو واپس لانے کے واسطے آیا ہے۔ پس جب تک وہ اس متاع کو نہ لے لے اور اس قابل نہ ہو جائے کہ مخالف باتوں کا اس پر کچھ بھی اثر نہ ہو تو اس وقت تک اس پر حرام ہے کہ اس صحبت سے الگ ہو کیونکہ وہ اس بچہ کی مانند ہے جو ابھی ماں کی گود میں ہے اور صرف دودھ ہی پر اس کی پرورش کا انحصار ہے۔ پس اگر وہ بچہ ماں سے

الگ ہو جاوے تو فی الفور اس کی ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ اسی طرح اگر وہ صحبت سے علیحدہ ہوتا ہے تو خطرناک حالت میں جا پڑتا ہے۔ پس بجائے اس کے کہ دوسروں کو درست کرنے کے لئے کوشش کر سکتا ہو خود الٹا متاثر ہو جاتا ہے اور اوروں کے لئے ٹھوکر کا باعث بنتا ہے۔ اس لئے ہم کو دن رات جلن اور افسوس یہی ہے کہ لوگ بار بار یہاں آئیں اور دیر تک صحبت میں رہیں۔ انسان کامل ہونے کی حالت میں اگر ملاقات کم کر دے اور تجربہ سے دیکھ لے کہ قوی ہو گیا ہوں تو اس وقت اسے جائز ہو سکتا ہے کہ ملاقات کم کر دے کیونکہ بعید ہو کر بھی قریب ہی ہوتا ہے لیکن جب تک کمزوری ہے وہ خطرناک حالت میں ہے۔“

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 136 ایڈیشن 2016ء)

”وہ آدمی جو کسی تریاقی صحبت میں رہے اور اس طرح رہے جو رہنے کا حق ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو ایسے زہروں سے بچا لیتا ہے اور یہ بات کہ انبیاء علیہم السلام کی یا آسمانی کتابوں کی ضرورت کیوں ہوتی ہے؟ بہت صاف امر ہے۔ دیکھو آنکھ میں بھی ایک روشنی اور نور ہے، لیکن وہ سورج کی روشنی کے بغیر دیکھ نہیں سکتی۔ آنکھ خدا نے دی ہے ساتھ ہی دوسری روشنی بھی پیدا کر دی ہے، کیونکہ یہ نور دوسرے نور کا محتاج ہے۔ اسی طرح اپنی عقل جب تک آسمانی نور اور بصیرت اس کے ساتھ نہ ہو کچھ کام نہیں دے سکتی۔ نادان ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ ہم مجرد عقل سے بھی کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔ خدا نے جو طریق مقرر کیا ہے۔ اس کو حقارت کی نگاہ سے مت دیکھو۔ بہت سے اسرار اور امور ہیں جو مجھ پر کھولے گئے ہیں۔ اگر میں ان کو بیان کروں تو خاص آدمیوں کے سوا جو صحبت میں رہتے ہیں باقی حیران رہ جائیں۔

پس ان لوگوں کو دیکھ کر حیرت اور رونا آتا ہے جو کسی صادق کی پاک صحبت میں نہیں رہے۔ ان لوگوں کو جو ذاتیات پر اعتراض کرتے ہیں۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ وہ کوئی ایک اعتراض تو دکھائیں جو پہلے کسی نبی پر نہ کیا گیا ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو اعتراض آریوں نے کئے ہیں کیا وہ ان اعتراضوں سے جو مجھ پر ہوئے بڑھے ہوئے نہیں ہیں؟ حضرت مسیح پر یہودیوں نے جس قدر اعتراض کیے ہیں یا آریوں نے کئے ہیں۔ وہ دیکھو کس قدر ہیں؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات پر جس قدر الزام لگائے جاتے ہیں ان کا شمار تو کرو۔“ (ملفوظات جلد 2 صفحہ 137-138 ایڈیشن 2016ء)

سفید کپڑا اور صحبت

فرمایا:

”کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ (التوبہ:119) بھی اسی واسطے فرمایا گیا ہے۔ سادہ سنگت بھی ایک ضرب المثل ہے۔ پس یہ ضروری بات ہے کہ انسان باوجود علم کے اور باوجود قوت و شوکت کے امام کے پاس ایک سادہ لوح کی طرح پڑا رہے تا اس پر عمدہ رنگت آوے۔ سفید کپڑا اچھا رنگا جاتا ہے اور جس میں اپنی خودی اور علم کا پہلے سے کوئی میل کچیل ہوتا ہے اس پر عمدہ رنگ نہیں چڑھتا۔ صادق کی معیت میں انسان کی عقدہ کشائی ہوتی ہے اور اسے نشانات دئے جاتے ہیں جن سے اس کا جسم منور اور روح تازہ ہوتی ہے۔“

(ملفوظات جلد4 صفحہ 262۔263 ایڈیشن 2016ء)

سامعین! آپؑ فرماتے ہیں۔

”صادقوں کی صحبت میں رہنا بہت ضروری ہے خواہ انسان کیسا علم رکھتا ہو۔ طاقت رکھتا ہو، لیکن صحبت میں رہنے سے جو اس کے شبہات دور ہوتے ہیں اور اسے علم حاصل ہوتا ہے وہ دوسرے طور سے حاصل نہیں ہوتا۔“ (البدر جلد2 نمبر8 مورخہ 13 مارچ 1903ء صفحہ 59)

عادتوں کے کیڑے

پھر فرمایا۔

”زندگی کا اعتبار نہیں ہے۔ ایک دن آنے کا ہے اور ایک دن جانے کا ہے معلوم نہیں کب مرنا ہے۔ علم ایک طاقت انسان کے اندر ہے۔ اس کے اوپر وساوس اور شبہات پڑتے ہیں۔ عادتوں کے کیڑے مثل برتن کی میل کی طرح انسان کے اندر چمٹے ہوئے ہیں۔ اس کا علاج یہی ہے کہ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ (التوبہ:119)۔ پس اگر آپ چند روز یہاں ٹھہر جاویں تو اس میں آپ کا کیا حرج ہے؟ اس طرح ہر ایک بات کا موقعہ آپ کو مل جائے گا دنیا کے کام تو یونہی چلے چلتے ہیں۔ اور کبھی ختم نہیں ہوتے۔

کارِ دنیا کسے تمام نہ کرد
ہر چہ گیرید مختصر گیرید

بہت لوگ ہمارے پاس آئے اور جلد رخصت ہونے لگے۔ ہم نے ان کو منع کیا مگر وہ چلے گئے۔ آخر کار پیچھے سے انہوں نے خط روانہ کیے کہ ہم نے گھر پہنچ کر بنایا تو کچھ نہیں اگر ٹھہر جاتے تو اچھا ہوتا اور انہوں نے یہ بھی لکھا کہ ہمارا جلدی آنا ایک شیطانی وسوسہ تھا۔" (ملفوظات جلد 4 صفحہ 263 ایڈیشن 2016ء)

برف کے تودوں پر چل کر

سامعین! حضرت اقدس ؑ فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تاکید فرمائی ہے کہ جب دنیا ختم ہونے پر ہوگی تو اس اُمّت میں سے مسیح موعود پیدا ہوگا۔ لوگوں کو چاہیے کہ اس کے پاس پہنچیں خواہ ان کو برف پر چل کر جانا پڑے۔ اس لئے صحبت میں رہنا ضروری ہے کیونکہ یہ سلسلہ آسمانی ہے۔ پاس رہنے سے باتیں جو ہوں گی ان کو سنے گا جو کوئی نشان ظاہر ہوا اسے سوچے گا۔ آگے ہی زندگی کا کون سا اعتبار تھا مگر اب تو جب سے یہ سلسلہ طاعون کا شروع ہوا ہے کوئی اعتبار مطلق نہیں رہا۔ آپ نفس پر جبر کر کے ٹھہریئے اور جو شبہ وخیال پیدا ہو وہ سناتے رہیے۔ اَن پڑھ اور اُمّی لوگ جو آتے ہیں ان کی باتیں اور شبہات کا سننا بھی ہمارا فرض ہے۔ اس لئے آپ بھی اپنے شبہات ضرور سنائیے یہ ہم نہیں کہتے کہ ہدایت ہو یا نہ ہو۔ ہدایت تو امرِ ربّی ہے۔ کسی کے اختیار میں نہیں ہے۔" (ملفوظات جلد 4 صفحہ 263-264 ایڈیشن 2016ء)

نیک اعمال کے لئے صحبت

فرمایا:

"خدا کے فضل کے سوا تبدیلی نہیں ہوتی اعمالِ نیک کے واسطے صحبت صادقین کا نصیب ہونا بہت ضروری ہے۔ یہ خدا کی سنت ہے ورنہ اگر چاہتا تو آسمان سے قرآن شریف یونہی بھیج دیتا اور کوئی رسول نہ آتا۔ مگر انسان کو عمل در آمد کے لئے نمونہ کی ضرورت ہے۔ پس اگر وہ نمونہ نہ بھیجتا رہتا تو حق مشتبہ ہو جاتا"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 266 ایڈیشن 2016ء)

مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ

آپؑ فرماتے ہیں:

”جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور اس کی عظمت کو دل میں جگہ دیتے ہیں خدا تعالیٰ اُن کو عزت دیتا اور خود اُن کے لئے ایک سپر ہو جاتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو جاوے اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے۔“ (ملفوظات جلد 8 صفحہ 356)

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند ارشادات بطور نمونہ ازدیاد ایمان کے لئے خاکسار نے پیش کئے ہیں۔ یہ موضوع بہت اہم اور بابرکت ہے۔ کسی نے صحبت کے مضمون کو گلاب اور دیگر پھولوں سے تشبیہ دی ہے کہ جہاں پھولوں کی کیاریاں ہوں وہاں سے آنے والی ہوائیں بھی خوشبودار ہو جاتی ہیں اور فضا مہک جاتی ہے۔ یہاں تک کہ گلاب کی پتیاں جس زمین پر گرتی ہیں وہ زمین بھی گلاب کی خوشبو سے معطر ہو جاتی ہے۔

پنجابی کے معروف صوفی شاعر میاں محمد بخش (مصنف منظوم مجموعہ کلام: سیف الملوک) نے کیا خوب کہا ہے

چنگے بندے دی صحبت یارو جیویں دکان عطاراں
سودا پاویں مول نہ لیئے ھُلے آن ہزاراں
بُرے بندے دی صحبت یارو جیویں دکان لوہاراں
کپڑے پاویں کُنج کُنج بیٹھیے چنکاں آن ہزاراں

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مضمون کو کیا ہی نفیس اور پُر حکمت انداز میں بیان فرمایا ہے کہ

”ایک شخص کستوری اٹھائے ہوئے ہو اور دوسرا بھٹی جھونکنے والا ہو۔ کستوری والا مفت میں خوشبو دے جائے گا۔ اس کی مہک سے تو فائدہ اٹھا جائے گا (یہ ذکر الٰہی کی محافل ہیں) اور بھٹی والے کے قریب بیٹھنے سے کپڑے جل جائیں گے اور اس کا بدبودار دھواں تنگ کرے گا۔“ (مسلم كتاب البرّ و الصلۃ)

اس حدیث کی تشریح میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ ہم سب کو کستوری کی خوشبو بانٹنے والا بنائے اور ہمارے اندر وہ پاک تبدیلیاں پیدا ہوں جو نہ صرف ہمیں فائدہ پہنچا رہی ہوں بلکہ لوگ بھی ہم سے فائدہ اٹھا رہے ہوں۔“

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 398)

سامعین! ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”ہمیشہ ایسی مجالس میں بیٹھنا اور اٹھنا چاہئے جہاں سے نیکی کی باتیں پتہ لگیں۔ تقویٰ کی باتیں پتہ لگیں، اللہ اور رسولؐ کے احکامات کا علم ہو۔ اگر اپنی اصلاح کرنی ہے اور اپنی زندگی سنوارنا چاہتے ہیں اور دینی علم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیشہ جیسا کہ حدیث میں آیا اپنی صحبت نیک لوگوں میں رکھنی چاہئے اور ایسی مجالس کی تلاش میں رہنا چاہئے۔“ (خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 491)

اللہ تعالیٰ ہمیں صلحاء اور نیک بزرگوں کی صحبت بالخصوص حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی پاکیزہ صحبت یعنی ارشادات و نصائح کو سننے اور ان پر بھرپور عمل کرنے کی توفیق سے نوازتا رہے۔ آمین

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اُس پر نثار
اِسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب؟
اُسے دے چکے مال و جاں بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اُس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اِس خاک سے

ضضضض

{29} {مشاہدات۔57}

تلاوتِ قرآنِ کریم کی اہمیت، برکات اور آداب

میرے عزیز بھائیو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **تلاوتِ قرآنِ کریم کی اہمیت، برکات اور آداب**

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی پیاری کتاب ہے جو خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ جس کو دنیا بھر میں کروڑوں لوگوں نے حفظ کر رکھا ہے اور اتنی ہی تعداد میں مسلمان اِسے روزانہ پڑھتے اور اس کی تلاوت کرتے ہیں۔ اس مبارک کتاب کی تلاوت کی بہت برکات ہیں۔ اس کا ایک لفظ پڑھنے سے 10 نیکیاں پڑھنے والے کے حق میں لکھی جاتی ہیں اور 10 بدیاں اس کے اعمال نامہ سے مٹا دی جاتی ہیں۔

سامعین! اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کتاب کی فضیلت، برکات اور آداب تلاوت مختلف جگہوں پر بیان فرمائے ہیں۔ فرمایا۔ الرُوح الامین یعنی جبرائیلؑ نے اِسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر اتارا ہے۔ یہ لوح محفوظ اور کتاب مکنون ہے۔ یہ کتاب مسطور اور الفرقان ہے۔ یہ ذکر مبارک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی لفظی و معنوی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اور گزشتہ تمام صحیفوں کی ہر بہترین تعلیم اس میں جمع کر دی گئی ہے۔ اس قرآن میں شفاء ہے اور مومنوں کے لیے رحمت ہے۔ قرآن فصیح و بلیغ زبان میں نازل ہوا گویا فصاحت و بلاغت کا مرقع ہے۔

حضرات! جہاں تک تلاوت قرآن کے فضائل اور برکات کا تعلق ہے اس حوالہ سے پہلی آیت سورۃ بنی اسرائیل 79 بیان کی جاسکتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا

ترجمہ: فجر کی تلاوت کو اہمیت دے۔ یقیناً فجر کو قرآن پڑھنا ایسا ہے کہ اُس کی گواہی دی جاتی ہے۔

یعنی فجر کی تلاوت کو اہمیت دیا کرو۔ یقیناً فجر کو قرآن پڑھنا ایسا ہے کہ اس کی گواہی دی جاتی ہے یعنی پڑھا ہوا قرآن آخری روز انسان کے سامنے پیش کیا جائے گا اور ایک مقام پر رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا (المزمل:5) کہہ کر ایک مسلمان کو توجہ دلائی کہ قرآن کو خوش الحانی سے پڑھا کرو۔

انصار بھائیو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جن پر یہ بابرکت کتاب نازل ہوئی نہ صرف خود اس کی تلاوت فرمایا کرتے۔ اپنے نوافل نمازوں کی ایک ایک رکعت میں سورۃ البقرہ اور سورۃ ال عمران پڑھا کرتے تھے بلکہ خوش الحان صحابہ کو بُلوا کر اُن سے قرآن سننا بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند تھا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

”جو شخص قرآن مجید خوش الحانی سے اور سنوار کر نہیں پڑھتا اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔“

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 219)

حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ قرآن مجید سناؤ۔ میں نے حیران ہو کر عرض کیا۔ حضور! میں آپ کو قرآن سناؤں! حالانکہ قرآن آپؐ پر نازل کیا گیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ دوسرے سے قرآن سننا مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ تب میں نے سورۃ نساء کی تلاوت شروع کی۔ جب میں اس آیت پر پہنچا کہ ”کیا حال ہو گا جب ہم ہر ایک امّت میں سے گواہ لائیں گے اور ان سب پر تجھے گواہ بنائیں گے۔“ آپؐ نے فرمایا بس کر دو۔ تلاوت ختم کر کے جب میں نے آپؐ کی طرف دیکھا تو آپؐ کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔ (حدیقۃ الصالحین صفحہ 220)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اپنے گھروں میں کثرت سے تلاوتِ قرآن کریم کیا کرو۔ یقیناً وہ گھر جس میں قرآن نہ پڑھا جاتا ہو اس میں خیر کم اور شر زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ گھر اپنے رہنے والوں کے لئے تنگ پڑ جاتا ہے۔

(کنز العمال حدیث نمبر 41496)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے قرآن کے ماننے والو! قرآن کو تکیہ نہ بناؤ اور رات دن کے اوقات میں اس کی ٹھیک ٹھیک تلاوت کرو اور اس کے پڑھنے پڑھانے کو رواج دو اور اس کے الفاظ کو صحیح طریق سے پڑھو اور جو کچھ قرآن میں بیان ہوا ہے ہدایت حاصل کرنے کی غرض سے اس پر غور و فکر کرو

تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اس کی وجہ سے کسی دنیاوی فائدے کی خواہش نہ کرنا۔ بلکہ خدا کی خوشنودی کے لئے اس کو پڑھنا۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

پھر ایک دفعہ صحابہ سے مخاطب ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اہل قرآن! قرآن پڑھے بغیر نہ سویا کرو اور اس کی تلاوت رات کو اور دن کے وقت اس انداز میں کرو جیسے اس کی تلاوت کرنے کا حق ہے اور اس کو پھیلاؤ اور اس کو خوش الحانی سے پڑھا کرو اور اس کے مضامین پر غور کیا کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو قرآن کریم کا کچھ حصہ بھی یاد نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے۔ (حدیقۃ الصالحین صفحہ 222)

سامعین! اب میں آپ کے سامنے ارشاداتِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام رکھتا ہوں جن سے تلاوت قرآن کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ فرمایا:

"قرآن شریف تدبر و تفکّر و غور سے پڑھنا چاہئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے رُبَّ قَارٍ یَلْعَنُہُ الْقُرْاٰن۔ یعنی بہت ایسے قرآن کریم کے قاری ہوتے ہیں جن پر قرآن کریم لعنت بھیجتا ہے۔ جو شخص قرآن پڑھتا اور اس پر عمل نہیں کرتا اس پر قرآن مجید لعنت بھیجتا ہے۔ تلاوت کرتے وقت جب قرآن کریم کی آیت رحمت پر گزر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ سے رحمت طلب کی جاوے اور جہاں کسی قوم کے عذاب کا ذکر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ کے عذاب سے خدا تعالیٰ کے آگے پناہ کی درخواست کی جاوے اور تدبر و غور سے پڑھنا چاہئے اور اس پر عمل کیا جاوے۔" (ملفوظات جلد 5 صفحہ 157 ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

"لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں مگر طوطے کی طرح یونہی بغیر سوچے سمجھے چلے جاتے ہیں جیسے ایک پنڈت اپنی پوتھی کو اندھا دھند پڑھتا جاتا ہے، نہ خود سمجھتا ہے اور نہ سننے والوں کو پتا لگتا ہے۔ اسی طرح پر قرآن شریف کی تلاوت کا طریق صرف یہ رہ گیا ہے کہ دو چار سپارے پڑھ لئے اور کچھ معلوم نہیں کہ کیا پڑھا۔

زیادہ سے زیادہ یہ کہ سُر لگا کر پڑھ لیا اور قاف اور عین کو پورے طور پر ادا کر دیا۔ قرآن شریف کو عمدہ طور پر اور خوش الحانی سے پڑھنا بھی ایک اچھی بات ہے۔" (ملفوظات جلد 1 صفحہ 428-429۔ ایڈیشن 1984ء)

پھر تلاوتِ قرآن کی اصل غرض بیان کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں:

"قرآن شریف کی تلاوت کی اصل غرض تو یہ ہے کہ اس کے حقائق اور معارف پر اطلاع ملے اور انسان ایک تبدیلی اپنے اندر پیدا کرے۔ یاد رکھو کہ قرآن شریف میں ایک عجیب وغریب اور سچا فلسفہ ہے۔ اس میں ایک نظام ہے جس کی قدر نہیں کی جاتی۔ جب تک نظام اور ترتیب قرآنی کو مدّ نظر نہ رکھا جاوے اس پر پورا غور نہ کیا جاوے قرآن شریف کی تلاوت کے اغراض پورے نہ ہوں گے۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 428-429۔ ایڈیشن 1984ء مطبوعہ لندن)

پھر فرمایا:

"پرستش کی جڑ تلاوت کلام الٰہی ہے کیونکہ محبوب کا کلام اگر پڑھا جائے یا سنا جائے تو ضرور سچے محب کے لئے محبت انگیز ہوتا ہے اور شورش عشق پیدا کرتا ہے۔" (سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 283)

پھر جماعت کو یوں نصیحت فرمائی:

"انسان کو چاہیئے کہ قرآن شریف کثرت سے پڑھے اور جب اس میں دعا کا مقام آوے تو دعا کرے اور خود بھی خدا سے وہی چاہے جو اس دعا میں چاہا گیا ہے۔ جہاں عذاب کا مقام آوے تو اس سے پناہ مانگے اور بداعمالیوں سے بچے جس کے باعث وہ قوم تباہ ہوئی... دل کی اگر سختی ہو تو اس کے نرم کرنے کے لئے یہی طریق ہے کہ قرآن شریف کو ہی بار بار پڑھے۔ جہاں جہاں دعا ہوتی ہے وہاں مومن کا بھی دل چاہتا ہے کہ یہی رحمتِ الٰہی میرے بھی شامل حال ہو۔ قرآن شریف کی مثال ایک باغ کی ہے کہ ایک مقام سے انسان کسی قسم کا پھول چنتا ہے پھر آگے چل کر اور قسم کا چنتا ہے۔ پس چاہیئے کہ ہر ایک مقام کے مناسب حال فائدہ اٹھاوے" (ملفوظات جلد 3 صفحہ 519۔ ایڈیشن 2003ء)

بھائیو! حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ جن کو قرآن سے بہت محبت تھی اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے تلاوتِ قرآن اپنی ماں کے پیٹ میں سنی ہے اور جب آپؓ جب خلافت کے مسند پر آپ متمکن

ہو چکے تھے کسی نے قرآن ہی پڑھاتے رہنے پر اعتراض کیا تو آپؓ نے بڑے جلال سے فرمایا۔ ہاں! مَیں قرآن پڑھاتا رہوں گا۔

اپنی وفات کا وقت قریب آنے پر اپنی بیٹی حضرت امۃ الحیؓ سے کہا کہ اگر میاں محمود خلیفہ بن جائیں تو اُنہیں درس القرآن جاری رکھنے کا کہہ دینا۔

آپؓ فرماتے ہیں:

"قرآن کو مضبوط پکڑو۔ قرآن بہت پڑھو اور اس پر عمل کرو" (الحکم 21 جنوری 1911ء صفحہ 8)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"قرآن شریف کے ساتھ عشق و محبت کے اتنے ہی معنے نہیں ہیں کہ ایک عمدہ قرآن شریف لے کر اس کی سونے کی جدول بنا کر اور عمدہ جلد کرا کے ایک ریشمی غلاف میں بند کر کے ایک کھونٹی کے ساتھ لٹکا دیا اور کبھی اسے کھول کر بھی نہ دیکھا کہ اس میں کیا لکھا ہے یا اگر کھول کر دیکھا بھی تو اس کی غرض صرف اس قدر سمجھ لی کہ اس کی معمولی تلاوت کافی ہے۔ اگر کوئی شخص اس قدر سمجھتا ہے تو وہ سخت غلطی کھاتا ہے اور وہ قرآن شریف کی عزت اور عظمت کا حق ادا نہیں کرتا اور نہ اس کی تلاوت کے اصل مقصد کو پاتا ہے یاد رکھو تلاوت کا اصل مقصد قرآن شریف پر عمل کرنا ہے اگر کوئی عمل نہیں کرتا اور عملدرآمد کے واسطے اسے نہیں پڑھتا تو اسے کچھ بھی فائدہ اس تعظیم سے نہیں ہو گا۔" (الحکم 10 اپریل 1904ء)

ایک اور موقع پر فرمایا:

"مَیں نے دُنیا کی بہت سی کتابیں پڑھی ہیں اور بہت ہی پڑھی ہیں مگر ایسی کتاب دُنیا کی دِلرُبا راحت بخش، لذّت دینے والی، جس کا نتیجہ دُکھ نہ ہو نہیں دیکھی جس کو بار بار پڑھتے ہوئے، مطالعہ کرتے ہوئے اور اس پر فِکر کرنے سے جی نہ اُکتائے، طبیعت نہ بھر جائے اور یا بدخُو دِل اُکتا جائے اور اسے چھوڑنہ دینا پڑا ہو۔"

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 34)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ قرآن کی تلاوت اور اس پر غور کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہر مسلمان کو چاہیے کہ قرآن کریم کو پڑھے۔ اگر عربی نہ جانتا ہو تو اردو ترجمہ اور تفسیر ساتھ پڑھے۔ عربی جاننے والوں پر قرآن کریم کے بڑے بڑے مطالب کھلتے ہیں...... جب ایک شخص بار بار قرآن پڑھے گا اور اس پر غور کرے گا تو اس میں قرآن کریم کے سمجھنے کا ملکہ پیدا ہو جائے گا۔ پس مسلمانوں کی ترقی کا راز قرآن کریم کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں ہے جب تک مسلمان اس کے سمجھنے کی کوشش نہ کریں، کامیاب نہ ہوں گے۔" (خلفائے احمدیت کی تحریکات صفحہ 66)

پھر ایک اور موقع پر آپؓ نے فرمایا:

"ہماری جماعت کو چاہیے کہ قرآن کے پڑھنے اور پڑھانے کو اتنا رواج دے کہ ہماری جماعت میں کوئی ایک شخص بھی نہ رہے جسے قرآن نہ آتا ہو" (الفضل 9، دسمبر 1947ء)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے 5، اگست 1966ء کو انجمن موصیان اور موصیات قائم کرنے کا اعلان فرمایا۔ اپنے خطبہ جمعہ 4، اپریل 1969ء میں آپ نے موصیان کو قرآن کریم پڑھنے اور پڑھانے کا خاص فریضہ سپرد کرتے ہوئے فرمایا:

"خدا چاہتا تھا کہ یہ تنظیم قرآن کریم کے پڑھنے اور پڑھانے سے اپنا کام شروع کرے۔"

ہر احمدی بچے کو قرآن پڑھانے کے متعلق 4/ فروری 1966ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا:

"ہماری یہ کوشش ہونی چاہیے کہ دو تین سال کے اندر ہمارا کوئی بچہ ایسا نہ رہے جسے قرآن کریم پڑھنا نہ آتا ہو۔" (خطبات ناصر جلد 1 صفحہ 125)

پھر ایک موقع پر فرمایا:

"اپنی انتہائی کوشش کریں کہ جماعت کا ایک فرد بھی ایسا نہ رہے نہ بڑا نہ چھوٹا، نہ مرد نہ عورت، نہ جوان نہ بچہ، کہ جسے قرآن کریم ناظرہ پڑھنا نہ آتا ہو۔" (خطبات ناصر جلد 1 صفحہ 298)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے 4 جولائی 1997ء کو کینیڈا میں خطبہ جمعہ میں احباب جماعت کو توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

"کلام الٰہی سے محبت ایک ایسی چیز ہے جو نسلوں کو سنبھالے رکھتی ہے... قرآن کریم پر زور دینا اور تلاوت سے اس کا آغاز کرنا بہت ہی اہم ہے۔ مگر تلاوت کے ساتھ ان نسلوں میں، ان قوموں میں جہاں عربی سے

بہت ہی ناواقفیت ہے ساتھ ترجمہ پڑھنا ضروری ہے۔.... قرآن سے محبت کے بغیر دین سے محبت رکھنا کوئی معنے نہیں رکھتا اس کی کوئی بھی حقیقت نہیں ہے۔....پس تلاوت قرآن کریم کی عادت ڈالنا اور اس کے معانی پر غور سکھانا یہ ہماری تربیت کی بنیادی ضرورت ہے اور تربیت کی کنجی ہے جس کے بغیر ہماری تربیت ہو نہیں سکتی... ہر گھر والے کا فرض ہے کہ وہ قرآن کی طرف توجہ دے، قرآن کے معانی کی طرف توجہ دے، ایک بھی گھر کا فرد ایسا نہ ہو جو روزانہ قرآن کے پڑھنے کی عادت نہ رکھتا ہو اور قرآن کریم کو پھر مضامین سمجھ کر پڑھے اور جو بھی ترجمہ میسر ہو اس کے ساتھ ملا کر پڑھے... قرآن کریم کے ترجمے کے ساتھ پڑھنے کی طرف ساری جماعت کو متوجہ ہونا چاہئے کوئی بھی ایسا نہ ہو جس کے پاس سوائے اس کے کہ شرعی عذر ہو جو روزانہ قرآن کریم کی تلاوت سے محروم رہے۔

تلاوت کا آغاز تلاوت کے برتن قائم کرنے سے ہوتا ہے اور برتن سے میری مراد یہ ہے کہ شروع کر دیں تلاوت پھر رفتہ رفتہ علم بڑھائیں اور تلاوت کو معارف سے بھرنے کی کوشش کریں، معارف سے پہلے علم سے بھرنے کی کوشش ضرور کریں... میں چاہتا ہوں کہ اس صدی سے پہلے پہلے ہر گھر نمازیوں سے بھر جائے اور ہر گھر میں روزانہ تلاوت قرآن کریم ہو۔ کوئی بچہ نہ ہو جسے تلاوت کی عادت نہ ہو۔ اس کو کہیں تم ناشتہ چھوڑ دیا کرو مگر سکول سے پہلے تلاوت ضرور کرنی ہے اور تلاوت کے وقت کچھ ترجمہ ضرور پڑھو، خالی تلاوت نہیں کرو۔" (الفضل انٹر نیشنل 12، اگست 1997ء)

سامعین! جہاں تک ہمارے پیارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات، فرمودات اور احبابِ جماعت کو تلاوتِ قرآن کرنے اور تدبّر کرنے کا تعلق ہے آپ نے خود اپنی تلاوت کرنے کے متعلق واقفینِ نو اور اطفال و ناصرات کی کلاسز میں متعدد بار بتایا اور احباب و خواتین کو اس اہم امر کی طرف توجہ دلائی۔ ایک موقع پر آپ فرماتے ہیں۔

"ایک حدیث میں آتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بھی کوئی قوم قرآن کریم پڑھنے کے لئے اور ایک دوسرے کو پڑھانے کے لئے خدا تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر میں اکٹھی ہوتی ہے تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور رحمت ان

کوڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کے گرد حلقے بنالیتے ہیں۔(سنن ابی داؤد ۔ کتاب الوتر۔باب فی ثواب قراءۃ القرآن)

پس اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرنے کے لئے اور فرشتوں کے حلقے میں آنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم میں سے ہر ایک قرآن کریم پڑھے اور اس کو سمجھے، اپنے بچوں کو پڑھائیں، انہیں تلقین کریں کہ وہ روزانہ تلاوت کریں۔ اور یاد رکھیں کہ جب تک ان چیزوں پہ عمل کرنے کے ماں باپ کے اپنے نمونے بچوں کے سامنے قائم نہیں ہوں گے اس وقت تک بچوں پہ اثر نہیں ہو گا۔ اس لئے فجر کی نماز کے لئے بھی اٹھیں اور اس کے بعد تلاوت کے لئے اپنے پر فرض کریں کہ تلاوت کرنی ہے پھر نہ صرف تلاوت کرنی ہے بلکہ توجہ سے پڑھنا ہے اور پھر بچوں کی بھی نگرانی کریں کہ وہ بھی پڑھیں، انہیں بھی پڑھائیں۔ جو چھوٹے بچے ہیں ان کو بھی پڑھایا جائے۔

آنحضرت ﷺ نے ہمیں قرآن کریم پڑھنے کا طریقہ بھی سکھایا ہے، کس طرح پڑھنا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ”قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر صاف صاف پڑھو اور اس کے غرائب پر عمل کرو۔“ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب فضائل القرآن الفصل الثالث)

(خطبہ جمعہ 16 ستمبر 2005ء)

آپ ایدہ اللہ تعالیٰ، احباب جماعت کو قرآن کریم کی تلاوت، اس کا ترجمہ اور تفسیر پڑھنے کی نصیحت کرتے ہوئے خطبہ جمعہ 24 ستمبر 2004ء میں فرماتے ہیں:

”ہر احمدی کو اس بات کی فکر کرنی چاہئے کہ وہ خود بھی اور اس کے بیوی بچے بھی قرآن کریم پڑھنے اور اس کی تلاوت کرنے کی طرف توجہ دیں۔ پھر ترجمہ پڑھیں پھر حضرت مسیح موعودؑ کی تفسیر پڑھیں...

پس بچوں کو بھی قرآن کریم پڑھنے کی عادت ڈالیں اور خود بھی پڑھیں۔ ہر گھر سے تلاوت کی آواز آنی چاہئے۔ پھر ترجمہ پڑھنے کی کوشش بھی کریں اور سب ذیلی تنظیموں کو اس سلسلے میں کوشش کرنی چاہئے، خاص طور پر انصار اللہ کو کیونکہ میرے خیال میں خلافت ثالثہ کے دور میں ان کے ذمے یہ کام لگایا گیا تھا۔ اسی لئے ان کے ہاں ایک قیادت بھی اس کے لئے ہے جو تعلیم القرآن کہلاتی ہے۔ اگر انصار پوری توجہ دیں تو ہر گھر میں باقاعدہ قرآن کریم پڑھنے اور اس کو سمجھنے کی کلاسیں لگ سکتی ہیں... اللہ کرے کہ ہم خود

بھی اور اپنے بیوی بچوں کو بھی اس طرف توجہ دلانے والے ہوں اور اپنے دلوں کو منور کرنے والے ہوں اور قبولیت دعا کے نظارے دیکھنے والے ہوں۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ انصاراللہ کے ذمہ خلافت ثالثہ میں یہ لگایا گیا تھا کہ قرآن کریم کی تعلیم کو رائج کریں، قرآن کریم کی تلاوت کی طرف توجہ دیں۔ گھروں کو بھی اس نور سے منور کریں لیکن ابھی بھی جہاں تک میرا اندازہ ہے انصاراللہ میں بھی 100 فیصد قرآن کی تلاوت کرنے والے نہیں ہیں۔ اگر جائزہ لیں تو یہی صورتحال سامنے آئے گی اور پھر یہ کہ اس کا ترجمہ پڑھنے والے ہوں۔" (روزنامہ الفضل 7 دسمبر 2004ء)

سامعین! اب مَیں اپنی تقریر کے آخر پر تلاوتِ قرآن کریم کے آداب بیان کر دیتا ہوں۔

قرآنِ مجید عزت والا کلام ہے۔ اس لئے اسے پاکیزگی کی حالت میں چُھوا اور پڑھا جائے۔ قرآن کریم کی تلاوت کرنے کے لئے ہم پر لازم ہے کہ ہم پاک حال اور پاک دل ہو کر قرآن کریم کو چھوئیں۔ جنبی، محتلم، حائضہ اور مستحاضہ ہونے کی حالت میں قرآن کریم کو نہ پکڑا جائے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنے سے پہلے تعوّذ پڑھنا چاہئے۔ قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے سے غلطی کا امکان نہیں رہتا۔ ہمیشہ رموز و اوقاف کا لحاظ رکھ کر قرآن کریم کی تلاوت کرنی چاہئے۔ آنحضرت ﷺ کی قرأت بالکل واضح ہوتی اور ہر حرف جدا جدا ہوتا تھا۔ (ترمذی شریف)

قرآن کریم کی ہر روز باقاعدگی کے ساتھ تلاوت کرنی چاہئے۔ اس کے پڑھنے کے لئے وقت کی تخصیص نہیں ہوتی۔ جب بھی وقت میسر ہو اس پاک کلام کو پڑھنا چاہئے۔ انسان جب چاہے اور جس وقت چاہے وہ کلام پاک کی تلاوت کر سکتا ہے۔ لیکن فجر کے وقت قرآن کریم پڑھنا ایک مقبول عمل ہے۔ قرآن کریم کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھنا چاہئے کیونکہ قرآن کریم کی تلاوت دلوں کے زنگ دُور کرتی ہے اور روحانی بیماریوں سے شفا حاصل کرنے میں مدد دیتی ہے۔ قرآن کریم کی آیات میں اتصال اور مناسبت ہے۔ اس لئے قرآن کریم کی تلاوت کرتے وقت ترتیب اور ربط کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

قرآن مجید کی تلاوت درمیانی آواز میں کرنی چاہئے۔ نہ بہت بلند آواز سے اور نہ بہت ہی آہستہ آواز سے۔ قرآن مجید کی تلاوت خشوع و خضوع کے ساتھ کرنی چاہئے۔ قرآن کریم کو ہمیشہ سوز و گداز اور حضورِ قلب سے پڑھنا چاہئے۔ قرآن مجید کو غور و فکر اور تدبر کے ساتھ پڑھنا چاہئے تاکہ اس کے معانی اور مطالب سے واقفیت ہو سکے اور اوامر و نواہی پر عمل کیا جاسکے۔ قرآن کریم کو قوالوں اور گویّوں کی طرز پر نہیں پڑھنا چاہئے۔ آنحضرت

ﷺ نے اسے ناپسند فرمایا ہے۔ آپؐ فرماتے تھے۔ تم عربوں کے طریقہ اور ان کے لحن اور لہجہ پر قرآن کریم پڑھا کرو اور ان کی آوازوں کو اختیار کرو۔ (مشکوٰۃ: جلد2)

قرآن مجید کی تلاوت کے وقت خاموش رہنا چاہئے اور پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ قرآن مجید سننا چاہئے تا کہ خدا تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں سے حصہ حاصل کیا جاسکے۔ قرآن مجید کو اس یقین کے ساتھ پڑھنا چاہئے کہ اس کے اندر معارف اور علوم کے غیر محدود خزانے ہیں اور یہ **"شِفَاءٌ لِمَا فِی الصُّدُوْر"** کا مصداق ہے اور فتنوں سے بچنے کا ایک بھاری ذریعہ ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت کرتے وقت اگر سجدے کی آیات آجائیں تو خواہ انسان کھڑا ہو یا بیٹھا ہو اسے سجدہ تلاوت بجالانا چاہئے۔ بامر مجبوری بعد میں بھی سجدہ کیا جاسکتا ہے۔

قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنا چاہئے تا کہ ہم حاملین قرآن بن کر خدا تعالیٰ کے مقرب شمار کئے جاسکیں۔ قرآن کریم پڑھ کر، یا سیکھ کر یا حفظ کر کے بھلانا نہیں چاہئے۔ تلاوت کرتے وقت جہاں عذاب کا ذکر ہو وہاں یہ دعا کرنی چاہئے۔ **اَللّٰھُمَّ لَا تُعَذِّبْنَا**۔ اے اللہ! ہم کو عذاب میں مبتلا نہ کر اور جہاں جنت کا ذکر ہو تو دعا کریں۔ **اَللّٰھُمَّ اَدْخِلْنَا فِی رَحْمَتِکَ** اے اللہ! ہم کو اپنی رحمت میں داخل فرما۔

قرآن کریم پڑھانے کا معاوضہ نہ طلب کیا جائے۔ حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ **وَلَاتُعْجِلُوْا ثَوَابَہٗ** اس کا بدلہ (دنیا میں) طلب نہ کرو۔ کیونکہ آخرت میں اس کے لئے بڑا اجر ہے۔ قرآن کریم کو عزت واحترام کے ساتھ بلند جگہ پر رکھنا چاہئے تا کہ آتے جاتے ہوئے اس کی طرف پشت نہ ہو۔ رکوع اور سجود میں قرآنی آیات کی تلاوت نہیں کرنی چاہئے بلکہ عبودیت کے رنگ میں رنگین ہو کر اپنی زبان میں دعائیں کرنی چاہئیں۔ سجدہ اور رکوع فروتنی کا وقت ہے اور قرآن کریم بزرگ وبرتر اور خدائے ذوالجلال والاکرام کا کلام ہے اور خدا تعالیٰ کا کلام عظمت کا تقاضا کرتا ہے۔ اس لئے نماز میں ہمیشہ کھڑے ہو کر پڑھا جاتا ہے اور رکوع اور سجدہ انتہائی تذلل کا مقام ہے۔

قبروں پر بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت نہیں کرنی چاہئے اور احادیث سے بھی یہ بات ثابت نہیں کہ کبھی صحابہؓ نے حضور اکرم ﷺ کی قبر پر بیٹھ کر قرآن مجید پڑھا ہو۔ میت کے لئے صف بچھا کر اور بیٹھ کر قرآن کریم نہیں پڑھنا چاہئے۔ کیونکہ یہ طریق آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ سے ثابت نہیں۔ یہ بدعت ہے اور رسم ہے اور نہ ہی روٹیوں پر قرآن کریم کی تلاوت کرنی چاہئے۔ یہ سب بدعت کے دروازے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”سمجھ کر قرآن کریم کی تلاوت ہونی چاہئے۔ قرآن کریم کا ادب بھی یہی ہے کہ اس کو سمجھ کر پڑھا جائے۔ اگر اچھی طرح ترجمہ آتا بھی ہو تب بھی سمجھ کر، ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کا حق ادا کرتے ہوئے پڑھنا چاہئے تا کہ ذہن اس حسین تعلیم سے مزید روشن ہو... جتنی بھی سمجھ ہے، بعض تو بڑے واضح احکام ہیں، سمجھنے کے بعد ان پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ کسی بھی اچھی بات کا یا نصیحت کا فائدہ تبھی ہو سکتا ہے جب وہ نصیحت پڑھ یا سن کر اس پر عمل کرنے کی کوشش بھی ہو رہی ہو گی۔ کیونکہ تلاوت کا ایک مطلب پیروی اور عمل کرنا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ فرما دیا ہے کہ یہ قرآن میں نے تمہارے لئے، ہر اس شخص کے لئے جو تمام نیکیوں اور اچھے اعمال کے معیار حاصل کرنا چاہتا ہے اس قرآن کریم میں یہ اعلیٰ معیار حاصل کرنے کے لئے تمام اصول اور ضابطے مہیا کر دیئے ہیں۔ ہر قسم کے آدمی کے لئے، ہر قسم کی استعداد رکھنے والے کے لئے، اور نہ صرف یہ کہ جیسا کہ مَیں نے کہا کسی خاص آدمی کے لئے نہیں رکھے ہیں بلکہ ہر طبقے اور ہر معیار کے آدمی کے لئے رکھے ہیں۔ اور اس میں ہر آدمی کے لئے نصیحت ہے وہ اپنی استعداد کے مطابق سمجھ لے۔ فرمایا کہ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (القمر:18) اور یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کی خاطر آسان بنا دیا ہے۔ پس کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا۔ اب یہ ہمارے پر ہے کہ ہم اس تعلیم کو کس حد تک اپنے اوپر لاگو کرتے ہیں اور اس کی تعلیمات سے نصیحت پکڑتے ہیں۔“

(خطبہ جمعہ 21/ اکتوبر 2005ء)

ضضضض

{30} {مشاہدات۔196}

تلاوتِ قرآن کے آداب، قرآن کی زبان سے

اِنَّہٗ لَقُرۡاٰنٌ کَرِیۡمٌ o فِیۡ کِتٰبٍ مَّکۡنُوۡنٍ o لَّا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الۡمُطَہَّرُوۡنَ o تَنۡزِیۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

(الواقعہ:78-81)

یقیناً یہ ایک عزت والا قرآن ہے۔ ایک چُھپی ہوئی کتاب میں (محفوظ)۔ کوئی اسے چُھو نہیں سکتا سوائے پاک کئے ہوئے لوگوں کے۔ (اس کا) اُتارا جانا تمام جہانوں کے رب کی طرف سے ہے۔

بہارِ جاوداں پیدا ہے اُس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خُوبی چمن میں ہے نہ اُس سا کوئی بُستاں ہے
کلامِ پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لُولُوئے عمّاں ہے وگر لعلِ بدخشاں ہے

سامعین! آج مجھے آپ معزز سامعین کے سامنے قرآن کریم کے آداب، قرآن ہی کے الفاظ میں بیان کرنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب سے پہلے مؤمنوں کو تلاوتِ قرآن کے لئے اصولی ہدایت دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ لَّا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الۡمُطَہَّرُوۡنَ کہ پاک وصاف اور مطہّر لوگ ہی اس کو چھوئیں۔ یعنی ظاہری اور جسمانی لحاظ سے قاری کو پاک وصاف ہونا چاہئے۔ بہتر ہو کہ باوضو ہو کر تلاوت کی جائے۔ پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمم کر لیا جائے۔

دوسری ہدایت

قرآن، تلاوتِ قرآن سے قبل تعوّذ پڑھنے کا حکم دیتا ہے۔ فرمایا

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ (النحل:99)

کہ جب تو قرآن کی تلاوت کرنے لگے تو شیطان سے جو رجیم ہے یعنی راندھا ہوا ہے پناہ مانگ لیا کر۔

تیسری ہدایت

سامعین! تیسری ہدایت قرآن کریم کو خوش الحانی سے پڑھنے سے متعلق ہے۔ فرمایا۔

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً (المزمل:5) قرآن کریم ترتیل سے اور خوش الحانی سے پڑھا کرو۔

سامعین! اِس قرآنی حکم کی تائید میں خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد جگہوں پر وضاحت فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں۔

1-زَيِّنُوْاالْقُرْآنَ بِاَصْوَاتِكُمْ۔ تم اپنی آوازوں سے قرآن کریم کو زینت دو۔

2-لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ۔ (بخاری)اس شخص کا ہم سے کوئی تعلق نہیں جو قرآن کریم کو خوش الحانی سے نہیں پڑھتا۔

3- اپنی عمدہ آوازوں کے ساتھ قرآن مجید پڑھا کرو کیونکہ اچھی اور عمدہ آواز قرآن کریم کو حُسن میں بڑھا دیتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھنا بھی عبادت ہے۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 162)

حضرت اُم سلمہؓ سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کے بارے دریافت کیا گیا تو آپؓ نے جواب دیا کہ ”آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت بالکل واضح ہوتی تھی۔ ہر حرف جدا ہوتا تھا۔“ (ترمذی)

اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید جُدا جُدا کر کے پڑھتے تھے یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن پڑھ کر ٹھہر جاتے۔ پھر اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم پڑھ کر ٹھہرتے۔

بعض صحابہؓ نے ایک دن میں قرآن ختم کرنے کی خواہش ظاہر فرمائی تو فرمایا:

لَمْ يَفْقَهْ مَنْ قَرَأَالْقُرْآنَ فِی اَقَلِّ مِنْ ثَلَاثٍ

(ترمذی)

کہ جس نے تین دن سے کم میں قرآن ختم کیا اس نے قرآن کو سمجھا ہی نہیں۔

چوتھی ہدایت

سامعین! خشوع وخضوع سے تلاوت کی جائے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں مومنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔
إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَاناً وَعَلىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ

(الانفال:3)

کہ مومن صرف وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ ان کو ایمان میں بڑھا دیتی ہیں۔

پھر فرماتا ہے ۔ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ

(الحج:35-36)

عاجزی اختیار کرنے والوں کو بشارت دے دے ان لوگوں کو کہ جب اللہ کا ذکر بلند کیا جاتا ہے تو ان کے دل مرعوب ہو جاتے ہیں۔

ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کس شخص کی آواز، قراءت اچھی اور خوبصورت ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو اس کو سُنے تو محسوس کرے کہ اس کے دل میں خشیت اللہ اور خوف ہے۔ (مشکوٰۃ باب فضائل القرآن)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن شریف غم کی حالت میں نازل ہوا ہے۔ تم بھی اسے غم کی حالت میں پڑھا کرو۔ (ملفوظات جلد 3 صفحہ 152)

حضرت مسیح موعودؑ ایک اور موقع پر فرماتے ہیں۔

قرآن شریف کی اصل غرض اور غایت تقویٰ کی تعلیم دینا ہے .... لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں مگر طوطے کی طرح یونہی بغیر سوچے سمجھے چلے جاتے ہیں جیسے ایک پنڈت اپنی پوتھی کو اندھا دھند پڑھتا جاتا ہے۔ نہ خود سمجھتا ہے اور نہ سننے والوں کو پتا لگتا ہے۔ اسی طرح قرآن شریف کی تلاوت کا طریق صرف یہ رہ گیا ہے کہ دو چار سیپارے پڑھ لئے اور کچھ معلوم نہیں کہ کیا پڑھا۔ زیادہ سے زیادہ سُر لگا کر پڑھ لیا اور ق اور ع کو پورے طور پر ادا کر دیا۔ قرآن شریف کو عمدہ طور پر اور خوش الحانی سے پڑھنا بھی ایک اچھی بات

ہے مگر قرآن شریف کی تلاوت کی اصل غرض تو یہ ہے کہ اس کے حقائق اور معارف پر اطلاع ملے اور انسان ایک تبدیلی اپنے اندر پیدا کرے۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ 284)

پانچویں ہدایت

سامعین! صبح کے وقت قرآن کریم کی تلاوت کرنا اللہ تعالیٰ کے حضور مقبول اور پسندیدہ عمل ہے۔ فرمایا

وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوداً (بنی اسرائیل:79)

کہ یقیناً فجر کا قرآن اللہ کے حضور پیش ہونے والی چیز ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی احبابِ جماعت کو بار بار توجہ دلائی کہ احمدی گھروں سے ایسے آوازیں آنی چاہئیں جیسے قادیان سے آیا کرتی تھیں۔

چھٹی ہدایت

اللہ تعالیٰ باقاعدگی سے تلاوتِ قرآن کی ہدایت دیتے ہوئے فرماتا ہے۔

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ (المزمّل:21)

قرآن مجید میں سے جتنا بھی میسر ہو پڑھ لیا کرو۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں۔

”انسان روزانہ پڑھنے کے لئے قرآن کریم کا ایک حصہ مقرر کر لے کہ روز پڑھا کروں گا۔ اس کو روزانہ پڑھا جائے اور اس کو پورا کرنے میں کوتاہی نہ کی جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ صبح کے وقت قرآن کریم کی تلاوت کرنا اللہ تعالیٰ کے حضور مقبول اور پسندیدہ عمل ہے فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو سب سے زیادہ وہ عبادت پسند ہے جس پر انسان دوام اختیار کرے اور ناغہ نہ ہونے دے۔“

پھر فرمایا۔

”انسان سارے کلام کو پڑھے اور بار بار پڑھے۔ یہ نہیں کہ کوئی خاص حصہ چن لیا اور اُسے پڑھنا شروع کر دیا۔ دوم۔ اس وقت پڑھے جب اس کے دل میں محبت اور اخلاص کا جوش ہو......وہ صبح اور شام کے وقت

تلاوت کے لئے مقرر کرلے۔ سوم۔ قرآن کریم اس یقین کے ساتھ پڑھا جائے کہ اس کے اندر غیر محدود خزانہ ہے جو شخص یہ یقین رکھتا ہے کہ اس میں خزانے موجود ہیں وہ اس کے معارف اور علوم کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔" (ذکر الٰہی)

پڑھنے کا طریق

سامعین! حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

"انسان کو چاہیئے کہ قرآن شریف کثرت سے پڑھے۔ جب اس میں دُعا کا مقام آوے تو دعا کرے اور خود بھی خدا سے وہی چاہے جو اس دعا میں چاہا گیا ہے اور جہاں عذاب کا مقام آوے تو اس سے پناہ مانگے اور ان بداعمالیوں سے بچے جن کے باعث وہ قوم تباہ ہوئی.... بہتر طریق یہ ہے کہ ایسے وظائف میں جو وقت اس نے صرف کرنا ہے وہی قرآن شریف کے تدبّر میں لاوے۔ دل کی اگر سختی ہو تو اس کے نرم کرنے کے لئے یہی طریق ہے کہ قرآن شریف کو ہی بار بار پڑھے۔ جہاں جہاں دعا ہوتی ہے وہاں مومن کا بھی دل چاہتا ہے کہ یہی رحمت الٰہی میرے شامل حال ہو۔ قرآن شریف کی مثال ایک باغ کی ہے کہ ایک مقام سے انسان کسی قسم کا پھول چنتا ہے۔ پھر آگے چل کر اور قسم کا پھول چنتا ہے۔ پس چاہیئے کہ ہر ایک مقام کے مناسب حال فائدہ اٹھاوے۔ اپنی طرف سے الحاق کی کیا ضرورت ہے۔ ورنہ پھر سوال ہوگا کہ تم نے ایک نئی بات کیوں بڑھائی۔" (الحکم 31 جنوری 1904ء)

جیسے جنت کا ذکر ہو تو اَللّٰھُمَّ اَدْخِلْنَا فِی رَحْمَتِکَ کہے۔ عذاب کا ذکر ہو تو اَللّٰھُمَّ لَا تُعَذِّبْنَا پڑھے ۔ کَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا کے الفاظ پر اللہ اکبر کہنا چاہیئے اور سجدہ تلاوت میں سَجَدَ لَکَ رُوْحِیْ وَ جَنَانِی پڑھنا مستحب ہے۔

ساتویں ہدایت

اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو ہدایت دیتے ہوئے فرمایا۔

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے خاموشی کے ماحول میں قرآن پڑھنے اور سننے کی برکت لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ کے الفاظ میں بیان فرمادی جو ایک بہت بڑا انعام ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں۔

”ہر ایک شخص کا جو قرآن شریف پڑھتا ہے یا سنتا ہے یہ فرض ہے کہ وہ اس رکوع کے آگے نہ چلے جب تک اپنے دل میں یہ فیصلہ نہ کرلے کہ مجھ میں یہ صفات یہ کمالات ہیں یا نہیں۔ اگر ہیں تو وہ مبارک ہیں اگر نہیں تو اس کی فکر کرنی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ سے رو رو کر دعائیں مانگنی چاہئیں کہ وہ ایمان صحیح عطا فرمائے۔“

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 101)

سامعین! اب تقریر کے آخر قرآن کی تعلیم کے حوالہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد پیش کرتا ہوں۔ آپؐ فرماتے ہیں خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَ عَلَّمَهٗ (بخاری کتاب فضائل القرآن)

کہ تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جو قرآن کریم سیکھے اور اسے دوسروں کو سکھلائے۔

پھر فرمایا۔

اِنَّ اَفْضَلَكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَ عَلَّمَهٗ (بخاری کتاب الفضائل)

جس نے قرآن کا ایک حرف پڑھا تو اس کے لئے ایک نیکی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الف لام میم ایک حرف ہے بلکہ الف بھی ایک حرف ہے اور لام بھی اور میم بھی۔ (ترمذی ابواب فضائل القرآن)

تلاوتِ قرآن کے ثواب کے حوالے سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْجَاهِرُ بِالْقُرْآنِ كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْآنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ(ترمذی ابواب فضائل القرآن)

جس نے قرآن کو اونچی آواز میں پڑھا تو گویا اس نے ظاہری طور پر صدقہ دیا اور جس نے اسے پوشیدہ پڑھا تو گویا اس نے پوشیدہ صدقہ دیا۔

قرآن کریم دلوں کی کدورت دُور کرتا ہے

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دل اس طرح زنگ آلود ہو جاتے ہیں جس طرح پانی لگنے سے لوہا۔ صحابہؓ نے عرض کی یارسول اللہؐ! اس میں جلا کیسے پیدا ہو۔ فرمایا :كَثْرَةُ ذِكْرُ الْمَوْتِ وَ تَلَاوَةُ الْقُرْآنِ

(مشکوٰۃ فضائل القرآن)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

"قرآن شریف جو سچی اور کامل ہدایتوں اور تاثیروں پر مشتمل ہے جس کے ذریعہ سے حقانی علوم اور معارف حاصل ہوتے ہیں اور بشری آلودگیوں سے دل پاک ہوتا ہے اور انسان جہل اور غفلت اور شبہات کے حجابوں سے نجات پاکر حق الیقین کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔" (براہین احمدیہ حصہ 4 صفحہ 467)

یا الٰہی! تیرا فرقاں ہے کہ اک عَالَم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اِس میں مُہیا نکلا

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَاسْتَظْهَرَهُ فَاَحَلَّ حَلَالَهُ وَحَرَّمَ حَرَامَهُ اَدْخَلَهُ اللهُ بِهِ الْجَنَّةَ(ترمذی فضائل القرآن)

جس نے قرآن کریم کی تلاوت کی اور اس پر خوب قادر ہو گیا اور اس نے قرآن کی حلال کردہ چیزوں کو حلال کر دکھایا اور اس کی حرام چیزوں کو حرام یعنی اوامر پر عمل کیا اور نواہی سے رکا۔ اللہ اسے جنت میں داخل کر دے گا۔ بلکہ اس کی شفاعت سے گھر والوں کو بخش دے گا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ قرآن شفاعت کرے گا۔ پڑھنے اور پڑھانے والوں کے لئے شفیع بن کر آئے گا۔

ایک مومن قرآن پڑھتا ہے۔ لیموں کی طرح۔ خوشبو بھی اچھی۔ ذائقہ بھی اچھا۔

ایک مومن قرآن نہیں پڑھتا۔ کھجور کی طرح، خوشبو نہیں مگر ذائقہ اچھا۔

ایک منافق جو قرآن پڑھتا ہے۔ پھول کی طرح خوشبو تو ہے مگر ذائقہ کڑوا اور منافق جو قرآن نہیں پڑھتا، تمہّ کی طرح، خوشبو بھی نہیں، ذائقہ بھی کڑوا۔ تلاوت کرنے والوں کو رشک بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

دو آدمیوں پر رشک کرنا چاہئے ایک وہ جسے خدا قرآن کریم سکھائے اور وہ دن کے اوقات میں بھی اور رات کو بھی اس کی تلاوت کرے یہاں تک کہ اس کا ہمسایہ بھی اس سے متاثر ہو کر کہے کہ اے کاش! مجھے بھی اسی طرح قرآن آتا اور میں بھی ایسے ہی عمل کرتا۔ (بخاری کتاب الفضائل)

حضرت ابو بکرؓ تلاوت فرماتے۔ گھر کے افراد جمع ہو جاتے۔ کتنے خوش قسمت گھرانے ہیں جو قرآن کی تلاوت سے گونجتے ہیں اور وہ جو تلاوت کر کے بہترین بن جاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:

"اس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔" (کشتی نوح)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ہر گھر سے روزانہ تلاوت قرآن کریم ہو۔ کوئی بچہ نہ ہو جسے تلاوت کی عادت نہ ہو۔ اس کو کہیں تم ناشتہ چھوڑ دو مگر سکول سے پہلے تلاوت ضرور کرنی ہے۔" (خطبہ جمعہ 4 جولائی 1997ء)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرنے کے لئے اور فرشتوں کے حلقے میں آنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم میں سے ہر ایک قرآن کریم پڑھے اور اس کو سمجھے، اپنے بچوں کو پڑھائیں، انہیں تلقین کریں کہ وہ روزانہ تلاوت کریں۔ اور یاد رکھیں کہ جب تک ان چیزوں پہ عمل کرنے کے ماں باپ کے اپنے نمونے بچوں کے

سامنے قائم نہیں ہوں گے اس وقت تک بچوں پہ اثر نہیں ہو گا۔ اس لئے فجر کی نماز کے لئے بھی اٹھیں اور اس کے بعد تلاوت کے لئے اپنے پر فرض کریں کہ تلاوت کرنی ہے پھر نہ صرف تلاوت کرنی ہے بلکہ توجہ سے پڑھنا ہے اور پھر بچوں کی بھی نگرانی کریں کہ وہ بھی پڑھیں، انہیں بھی پڑھائیں۔ جو چھوٹے بچے ہیں ان کو بھی پڑھایا جائے۔" (خطبہ جمعہ 16 ستمبر 2005ء)

نظیر اسکی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحمن ہے

ضضضض

{31} {مشاہدات۔197}

روحانی حیات کا آبِ حیات

کتب مسیح موعودؑ کی اہمیت بزبان حضرت مسیح موعودؑ

ہُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِیْ الْأُمِّیِّیْنَ رَسُولاً مِّنْہُمْ یَتْلُوا عَلَیْہِمْ آیَاتِہِ وَیُزَکِّیْہِمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَإِن کَانُوا مِن قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ وَآخَرِیْنَ مِنْہُمْ لَمَّا یَلْحَقُوا بِہِمْ وَہُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (الجمعۃ:3۔4)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ اُن پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔ اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب مَیں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امید وار

معزّز سامعین! آج مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کی اہمیت حضرت اقدسؑ کے ہی الفاظ میں بیان کرنی ہے۔ آغاز میں بتاتا چلا جاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے الہاماً آپؑ کے کلام کی تائید و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے الہامی الفاظ یوں ہیں:

"یَا اَحْمَدُ فَاضَتِ الرَّحْمَۃُ عَلٰی شَفَتَیْکَ ، کَلَامٌ اُفْصِحَتْ مِنْ لَّدُنْ رَبٍّ کَرِیْمٍ

اے احمد! تیرے لبوں پر رحمت جاری ہے۔ تیرا کلام خدا کی طرف سے فصیح کیا گیا ہے۔

در کلام تو چیزے ست کہ شعراء را دران دخلے نیست

تیرے کلام میں ایک چیز ہے جس میں شاعروں کو دخل نہیں"

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 104۔105)

اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ قلمی جہاد سرانجام دیں گے۔ سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مہدی کی پیشگوئی کرتے ہوئے فرمایا۔ یَضَعُ الْحَرْبَ وَیُفِیْضُ الْمَالَ لَایَقْبَلَہٗ اَحَدٌ (بخاری، کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ ابن مریم)

یعنی وہ لڑائی کو ختم کرے گا۔ وہ اس قدر مال لٹائے گا کہ کوئی اُس کو قبول نہ کرے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود اس حدیث کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”علم اور حکمت کی مانند کوئی مال نہیں۔ یہ وہی مال ہے جس کی نسبت پیشگوئی کے طور پر لکھا تھا کہ مسیح دنیا میں آکر اس مال کو اس قدر تقسیم کرے گا کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں گے ... مومن کا مال درم و دینار نہیں بلکہ جواہر حقائق و معارف اُس کا مال ہیں۔ یہی مال انبیاء خدائے تعالیٰ سے پاتے ہیں اور اِسی کو تقسیم کرتے ہیں۔“ (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 455)

ایک اور موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اس کے زمانہ میں جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے گی۔ (الدر المنثور از امام جلال الدین سیوطی)

اس سے ظاہر ہے کہ جب حضرت امام مہدی و مسیح موعود علیہ السلام مبعوث ہوں گے تو وہ اس قدر مال لٹائیں گے کہ لوگ اسے لینے سے ہی منکر ہو جائیں گے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے مبعوث ہو کر وہ روحانی خزائن لٹائے کہ جن کی نظیر لانا جوئے شیر کے مترادف ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے خدا تعالیٰ سے الہام پاکر جب مامورِ زمانہ ہونے کا اعلان فرمایا تو اس کے ساتھ ہی آپ نے قلمی جہاد کا آغاز فرمایا اور روحانی خزائن بانٹنے کا اعلان اِن الفاظ میں کر کے کہ **وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے آپؑ نے** ہزاروں سال سے مدفون خزائن جب دنیا کے سامنے پیش کرنے شروع کئے تو ایک دنیا کی آنکھ حیرت و استعجاب سے خیرہ ہوگئی۔

خدا تعالیٰ نے آپ کو "سلطان القلم" کے گراں بہا خطاب سے نوازا اور آپ کے قلم کو "ذوالفقارِ علی" کا لقب دیا۔ آپ کے قلم نے خدائی تائید سے ایسے جلوے دکھائے اور ایسا لٹریچر معرضِ وجود میں آیا کہ رہتی دنیا تک یادگار رہے گا۔

معزّز سامعین! حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام اپنے متعلق فرماتے ہیں۔

"میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے۔ تحریر میں مجھے وہ طاقت دی گئی ہے کہ گویا مَیں نہیں فرشتے لکھتے جاتے ہیں گو بظاہر میرے ہی ہاتھ ہیں۔

مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو بھی میرے ہاتھ سے جام پیئے گا وہ ہرگز نہیں مرے گا۔ وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں اور وہ حکمت جو میرے منہ سے نکلتی ہے اگر کوئی اور بھی اس کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ مَیں خدا کی طرف سے نہیں آیا۔"

یہ اُس مسیح مہدی کے الفاظ ہیں جس نے خدائے واحد و یگانہ کی توحید، سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن کریم کی حکومت کے لیے 84 سے زائد معرکہ آراء، گراں قدر کتب تحریر فرمائیں۔ آپ کی تقاریر، مجالس عرفان اور دروس پر 10 کتب بعنوان ملفوظات روحانی خزائن کی 84 کتب کے علاوہ ہیں نیز اشتہارات کی تین جلدیں اور آپؑ کے اپنے صحابہ کے نام تربیتی، اصلاحی، تبلیغی، علمی اور طب کے نسخوں پر مشتمل مکتوب کی چار جلدیں الگ سے ہیں۔

یہ کتب بحر و عرفان کے موتی ہیں جو قرآن کریم جیسے گہرے سمندر میں غوطہ لگا کر حاصل کئے گئے ہیں گویا قرآن و احادیث کی اِس زمانہ میں بہت عمدہ تشریح و تفسیر ہیں جو سعادت مند روحوں میں نیکی، تقویٰ اور عشقِ الٰہی کو روشن کر کے سینہ و دل کو منور کر دیتی ہیں اور فرش سے اٹھا کر آسمانِ روحانیت کا درخشندہ ستارہ بنا دیتی ہیں۔ پھر حضرت مولوی حکیم نور الدینؓ جیسے مفسّرِ قرآن، حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ جیسے جیّد عالم اور مفسّرِ قرآن پیدا ہوتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے اناج کے ذخیرہ سے لوگوں کی جان بچائی تھی اسی طرح جان بچانے کے لیے خدا نے مجھے ایک روحانی غذا کا مہتمم بنایا ہے۔ جو

شخص اس غذا کو سچے دل سے پورے وزن کے ساتھ کھائے گا۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ ضرور اس پر رحم کیا جائے گا۔

اس کے بالمقابل جو فائدہ نہیں اٹھاتے ان کے بارہ میں آپؑ نے فرمایا:

وہ جو خدا کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے۔ پس اپنے نفس کی اصلاح، عزیز و اقارب اور معاشرہ میں پھیلے دیگر احبابِ جماعت کی تعلیم و تربیت اور غیروں کو پیغامِ حق پہنچانے کے لیے اسلحہ سے لیس ہونے کے لیے مامورِ زمانہ کی کتب کا مطالعہ ضروری ہے۔

صف دشمن کو کیا ہم نے بحیثیت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

معزّز سامعین! ایک اور جگہ آپؑ فرماتے ہیں: ”میں خاص طور پر خدا تعالیٰ کی اعجاز نمائی کو انشاء پردازی کے وقت بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں کیونکہ جب میں عربی یا اردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے“ (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 434)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اس نے مجھے متوجہ کیا ہے کہ میں قلمی اسلحہ پہن کر اس سائنس اور علمی ترقی کے میدان کارزار میں اتروں اور اسلام کی روحانی شجاعت اور باطنی قوت کا کرشمہ بھی دکھلاؤں۔ مَیں کب اس میدان کے قابل ہو سکتا تھا یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اس کی بے حد عنایت ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ میرے جیسے عاجز انسان کے ہاتھ سے اس کے دین کی عزت ظاہر ہو...اور در حقیقت یہ خدا تعالیٰ کی حکمت ہے کہ جہاں نابینا معترض آکر اٹکا ہے، وہیں حقائق و معارف کا مخفی خزانہ رکھا ہے۔“ (ملفوظات جلد اول صفحہ 59-60)

''اور خدا تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا کہ میں ان خزائن مدفونہ کو دنیا پر ظاہر کروں اور ناپاک اعتراضات کا کیچڑ جو اِن درخشاں جواہرات پر تھوپا گیا ہے اس سے ان کو پاک صاف کروں۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 60)

معزز سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتب کے پڑھنے کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

''سب دوستوں کے واسطے ضروری ہے کہ ہماری کتب کم از کم ایک دفعہ ضرور پڑھ لیا کریں کیونکہ علم ایک طاقت ہے اور طاقت سے شجاعت پیدا ہوتی ہے۔ جس کو علم نہیں ہوتا وہ مخالف کے سوال کے آگے حیران ہو جاتا ہے۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 8361)

ایک روایت میں تین مرتبہ مطالعہ کرنے کے حوالہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ الفاظ بھی ملتے ہیں کہ

''جو شخص ہماری کتابوں کو کم از کم تین دفعہ نہیں پڑھتا اُس میں ایک قسم کا کبر پایا جاتا ہے۔''

(سیرت المہدی جلد اول حصہ دوم صفحہ 365 روایت نمبر 410)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کم از کم تین بار پڑھنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے اور بغیر تین بار پڑھے، کسی شخص کو اس بات کا حق نہیں کہ وہ خود کو عالم سمجھے۔ یہ ایک تکبر ہو گا کہ آپؑ کی کتب تین بار پڑھے بغیر کوئی شخص خود کو عالم سمجھے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

''وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو، تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ''

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 403)

معزز سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے مخالفین کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

”ان کو کیا معلوم ہے کہ جب مَیں عربی لکھتا ہوں تو کس طرح افواج کی طرح الفاظ اور فقرے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔“ (ملفوظات جلد سوم صفحہ 300-301)

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”خدایا! مجھے ایسے الفاظ عطا فرما اور ایسی تقریریں الہام کر جو اُن دلوں پر اپنا نور ڈالیں اور اپنی تریاقی خاصیت سے اُن کی زہر کو دور کر دیں۔“ (شہادت القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 403)

اللہ تعالیٰ نے ایسی بلند شان کے ساتھ حضورؑ کی اس دعا کو قبول فرمایا کہ آج بھی ہم آپؑ کی تحریرات کو پڑھتے اور سنتے ہیں تو ایک انقلاب پڑھنے اور سننے والوں کی ہستیوں پر وارد ہونا شروع ہو جاتا ہے اور ہمیں خود معلوم ہو جاتا ہے کہ واقعی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک ایک لفظ ہمارے اندر سے ہمارے اُن مخفی زہروں کو بھی دور کر رہا ہے جن کا ہمیں بھی علم نہیں ہوتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”مَیں بڑے دعوے اور استقلال سے کہتا ہوں کہ مَیں سچ پر ہوں اور خدائے تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے اور جہاں تک میں دُور بین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں اور قریب ہے کہ مَیں ایک عظیم الشان فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر مَیں دیکھ رہا ہوں۔ میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے اور آسمان پر ایک جوش اور اُبال پیدا ہوا ہے جس نے ایک پُتلی کی طرح اس مُشتِ خاک کو کھڑا کر دیا ہے۔“ (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 405)

معزّز سامعین! حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔

میں تو ایک حرف بھی نہیں لکھ سکتا، اگر خدا تعالیٰ کی طاقت میرے ساتھ نہ ہو۔ بارہا لکھتے لکھتے دیکھا ہے۔ ایک خدا کی روح ہے جو تیر رہی ہے قلم تھک جایا کرتی ہے مگر اندر جوش نہیں تھکتا۔ طبیعت محسوس کیا کرتی ہے کہ ایک ایک حرف خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔“ (ملفوظات جلد 2 صفحہ 483)

آپؑ نے اپنی تحریرات کا مقصد خدمتِ اسلام کو قرار دیا ہے۔ جیسا کہ آپؑ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

دیکھ سکتا ہی نہیں مَیں ضُعف دینِ مصطفی
مجھ کو کر اے میرے سلطان! کامیاب و کامگار

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔ وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں اور وہ حکمت جو میرے منہ سے نکلتی ہے اگر کوئی اور بھی اس کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ میں خدائے تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا"

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 104)

معزز سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود فرماتے ہیں۔

"ہمارا مدعا یہ ہونا چاہیے کہ ہماری دینی تالیفات جو جواہرات تحقیق اور تدقیق سے پُر اور حق کے طالبوں کو راہِ راست پر کھینچنے والی ہیں جلدی سے اور نیز کثرت سے ایسے لوگوں کو پہنچ جائیں جو بُری تعلیموں سے متاثر ہو کر مہلک بیماریوں میں گرفتار یا قریب قریب موت کے پہنچ گئے ہیں اور ہر وقت یہ امر ہمارے مد نظر رہنا چاہیئے کہ جس ملک کی موجودہ حالت، ضلالت کے سَمّ قاتل سے نہایت خطرہ میں پڑ گئی ہو بلا توقف ہمای کتابیں اس ملک میں پھیل جائیں اور ہر ایک متلاشی حق کے ہاتھ میں وہ کتابیں نظر آویں۔"

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 403)

اسلام کا دلکش اور خوبصورت چہرہ ظاہر کرنے کے لیے اور اس کے کمالات و محاسن کو منظر عام پر لانے کے لیے حضور علیہ السلام کے دل میں کس قدر درد تھا اس کا اندازہ لگانے کے لیے آپ علیہ السلام کے ان الفاظ پر غور کریں۔

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اسی میں میرا سرور اور اسی میں میرے دل کی ٹھنڈک ہے کہ جو کچھ علوم اور معارف سے میرے دل میں ڈالا گیا ہے مَیں خدا کے بندوں کے دلوں میں ڈالوں۔ دُور رہنے والے کیا جانتے ہیں مگر جو ہمیشہ آتے جاتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ کیونکر مَیں دن رات تالیفات میں مستغرق ہوں اور کس قدر میں اپنے وقت اور جان کے آرام کو اس راہ میں فدا کر رہا ہوں۔ میں ہر دم اس خدمت میں لگا ہوا ہوں۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 161، ایڈیشن 1989ء)

معزّز سامعین! اگر ہم دعوت الیٰ اللہ کے میدان میں ترقی کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے دعا کے بعد سب سے اہم ہتھیار حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب ہیں، جن کو پڑھ کر انسان تمام حقائق و معارف کو پالیتا ہے۔

کتاب ازالہ اوہام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"میری روزانہ زندگی کا آرام اسی میں ہے کہ میں اسی کام میں لگا رہا ہوں۔ بلکہ میں اس کے بغیر جی ہی نہیں سکتا کہ میں اُس کا اور اُس کے رسول کا اور اُس کی کلام کا جلال ظاہر کروں۔ مجھے کسی کی تکفیر کا اندیشہ نہیں اور نہ کچھ پروا۔ میرے لئے یہ بس ہے کہ وہ راضی ہو جِس نے مجھے بھیجا ہے ہاں میں اِس میں لذت دیکھتا ہوں کہ جو کچھ اُس نے مجھ پر ظاہر کیا وہ میں سب لوگوں پر ظاہر کروں اور یہ میرا فرض بھی ہے کہ جو کچھ مجھے دیا گیا وہ دوسروں کو بھی دوں اور دعوتِ مولیٰ میں اُن سب کو شریک کر لوں جو ازل سے بلائے گئے ہیں۔ میں مشاہدہ کر رہا ہوں کہ ایک دستِ غیبی مجھے مدد دے رہا ہے۔"

(روحانی خزائن جلد 3 ازالہ اوہام صفحہ 519)

معزّز سامعین! سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی تحریرات کی اہمیت اور ان کی برکات کا اندازہ اس بات سے بھی ہو جاتا ہے کہ دوران کتابت بعض کتب کی مقبولیت اور اہمیت کے تعلق سے آپ کو خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور بشارت اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔

حضرت مسیح موعودؑ جب آئینہ کمالات اسلام تحریر فرما رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے دو مرتبہ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرائی چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں کہ " اس کتاب کی تالیف پر بہت مسرت ظاہر کی اور ایک رات یہ بھی دیکھا کہ ایک فرشتہ بلند آواز سے لوگوں کے دلوں کو اس طرف بلاتا ہے اور

کہتا ہے۔ هٰذَا كِتَابٌ مُبَارَكٌ فَقُوْمُوْا لِلْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ یعنی یہ کتاب مبارک ہے اسکی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ" (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 652)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"انجیل کو پڑھ کر دیکھ لو کہ یہی اعتراض ہمیشہ مسیح پر رہا کہ اس نے کوئی معجزہ تو دکھایا ہی نہیں یہ کیسا مسیح ہے۔ کیونکہ ایسا مُردہ تو کوئی زندہ نہ ہوا کہ وہ بولتا اور اُس جہان کا سب حال سُناتا اور اپنے وارثوں کو نصیحت کرتا کہ میں تو دوزخ میں سے آیا ہوں تم جلد ایمان لے آؤ... ایسا ہی یہ عاجز بھی خالی نہیں آیا بلکہ مُردوں کے زندہ ہونے کے لئے بہت سا **آبِ حیات** خدائے تعالیٰ نے اس عاجز کو بھی دیا ہے۔ بے شک جو شخص اس میں سے پیئے گا زندہ ہو جائے گا۔ بلا شبہ مَیں اقرار کرتا ہوں کہ **اگر میرے کلام سے مردے زندہ نہ ہوں اور اندھے آنکھیں نہ کھولیں اور مجذوم صاف نہ ہوں تو میں خدائے تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا** کیونکہ خدائے تعالیٰ نے آپ اپنے پاک کلام میں میری طرف اشارہ کر کے فرمایا ہے۔ نبی ناصری کے نمونہ پر اگر دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ وہ بندگانِ خدا کو بہت صاف کر رہا ہے اس سے زیادہ کہ کبھی جسمانی بیماریوں کو صاف کیا گیا ہو۔ یقیناً سمجھو کہ روحانی حیات کا تخم ایک رائی کے بیج کی طرح بویا گیا مگر قریب ہے ہاں بہت قریب ہے کہ ایک بڑا درخت ہو کر نظر آئے گا۔"

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 334-335)

تصنیفات کا یہ عظیم کام اگر دنیاوی مقصد کے لیے ہوتا تو بلا مبالغہ، بیسیوں لوگوں کی مسلسل محنت درکار ہوتی۔ چونکہ روحانی خزائن کا کام دنیاوی نہ تھا بلکہ یہ ایک خالصتاً للّٰہی کام تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے پیارے مسیح کی بھرپور مدد فرمائی۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"یہ رسائل جو لکھے گئے ہیں تائید الٰہی سے لکھے گئے ہیں۔ میں ان کا نام وحی و الہام تو نہیں رکھتا مگر یہ تو ضرور کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی خاص اور خارق عادت تائید نے یہ رسالے میرے ہاتھ سے نکلوائے ہیں۔"

(سر الخلافہ صفحہ 6 بحوالہ روزنامہ الفضل، ربوہ، 25؍فروری 2004ء)

معزز سامعین! حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اُردو زبان کے علاوہ عربی فارسی زبان میں بھی کتب تحریر کیں ان کتب کا مطالعہ کرنے سے جو ایمان اور یقین کا نور اور معرفت حاصل ہوتی ہے اور جو روحانی سرور

اور لذت حاصل ہوتی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تمام تحریرات حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا بین ثبوت ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی تحریرات ایک بے نظیر اور محیر العقول معجزہ ہیں۔ آپ علیہ السلام نے کسی کالج یا مدرسہ سے عربی علم وادب کی تعلیم حاصل نہیں کی تھی بلکہ بعض غیر معروف اساتذہ سے عربی کی چند کتب پڑھی تھیں۔ آپ کے دعویٰ کے ابتدا میں آپ کے مخالفین نے لوگوں کو آپ سے بدظن کرنے کے لیے مشہور کیا کہ آپ عربی زبان سے نابلد ہیں اور ایک صفحہ تک نہیں لکھ سکتے۔ آپ خدا تعالیٰ کے حضور جھکے اور "جناب الٰہی میں دعا کی کہ وہ مجھے اس زبان میں کامل کر دے اور اس کی فصاحت اور بلاغت میں مجھے بے نظیر بنا دے۔" (نجم الہدیٰ، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 108)

خدائے سمیع و علیم نے آپؑ کی ان متضرعانہ دعاؤں کو سنا اور اپنی بارگاہ میں انہیں شرف قبولیت سے نوازا۔ یہاں تک کہ ایک ہی رات میں آپ کو عربی زبان کے چالیس ہزار مادے سکھا دیے۔ آپ کا عربی زبان کا علم وہبی تھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل کے ساتھ آپ کو عربی زبان کا لازوال علم عطا کیا تھا۔ آپ نے عربی زبان میں قریباً بیس سے زائد کتب اور رسالے تحریر فرمائے۔ ان کتب کی نظیر اور مثال لانے پر عرب و عجم کو للکارا، بیش بہا انعامات مقرر فرمائے، لیکن کوئی بھی ان فصیح و بلیغ کتب کا جواب لانے پر قادر نہ ہو سکا اور درحقیقت کوئی دنیا کا عالم مقابلہ بھی کس طرح کر سکتا تھا کیونکہ اس سلطان القلم کی کتب تو خارقِ عادت طور پر محض قدرت خداوندی کا محیر العقول ثبوت تھیں۔

چنانچہ آپؑ اپنی تصنیف لطیف انجامِ آتھم میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

عربی زبان میں باوجود میری کمی، کوشش اور کوتاہی جستجو کے جو مجھے کمال حاصل ہے وہ میرے ربّ کی طرف سے ایک کھلا نشان ہے تا وہ لوگوں پر میرے علم اور میرے ادب کو ظاہر کرے اور اس کے ساتھ مجھے یہ فخر بھی حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے **چالیس ہزار مادہ عربی زبان کا سکھایا گیا** اور مجھے ادبی علوم پر پوری وسعت عطا کی گئی ہے۔ (انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 234)

اور ایک جگہ عربی زبان کے تعلق سے آپ فرماتے ہیں کہ:

"میں قرآن شریف کے معجزہ کے ظل پر عربی بلاغت فصاحت کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔" (ضرورۃ الامام، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 496)

اس سلسلہ میں یہ بھی ایک تائیدی حوالہ پیش ہے کہ ایک اشتہار کے جواب میں مولوی محمد حسین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نعوذ باللہ جاہل اور قرار دیا تو آپؑ نے باری تعالیٰ کے حضور دعا کی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک رات میں آپ کو عربی زبان کے چالیس ہزار مادے سکھا دیئے اور آپ نے عرب و عجم پر حجت قائم کرنے اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور ان کے ہم خیال مولویوں کے کبر کو توڑنے کے لئے عربی زبان میں 24 کے قریب کتب تحریر فرمائیں۔

(ماخذ حیات طیبہ، از حضرت شیخ عبد القادرؒ، صفحہ 135)

معزز سامعین! مونگھیر سے محمد رفیق صاحب بی اے اور محمد کریم صاحب تشریف لائے ہوئے تھے۔ دونوں نے نماز فجر کے وقت حضرت اقدس سے بیعت کی، بیعت کر چکے تو حضورؑ نے فرمایا کہ

"ہماری کتابوں کو خوب پڑھتے رہو تا کہ واقفیت ہو اور کشتی نوح کی تعلیم پر ہمیشہ عمل کرتے رہا کرو اور ہمیشہ خط بھیجتے رہو۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ 502، ایڈیشن 1988ء)

ان کتابوں کی اہمیت اور تیاری میں اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

"اس حکیم و قدیر نے اس عاجز کو اصلاح خلائق کے لئے بھیج کر ایسا ہی کیا اور دنیا کو حق اور راستی کی طرف کھینچنے کے لئے کئی شاخوں پر امر تائید حق اور اشاعت اسلام کو منقسم کر دیا۔ چنانچہ منجملہ ان شاخوں کے ایک شاخ تالیف و تصنیف کا سلسلہ ہے جس کا اہتمام اس عاجز کے سپرد کیا گیا ہے اور وہ معارف و دقائق سکھلائے گئے جو انسان کی طاقت سے نہیں بلکہ صرف خدا تعالیٰ کی طاقت سے معلوم ہو سکتے ہیں اور انسانی تکلف سے نہیں بلکہ روح القدس کی تعلیم سے مشکلات حل کر دیے گئے۔"

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 11-12)

اللہ کرے کہ ہم ان روحانی خزائن سے کماحقہ فائدہ حاصل کرنے والے بنیں نیز اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ دُعا ہے کہ وہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کم از کم ایک بار پڑھنے، سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ضضضض

{ 32} {مشاہدات۔198}

مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ کی اہمیت، ضرورت اور برکات

از ارشادات خلفائے کرام

ہُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِیْ الْأُمِّیِّیْنَ رَسُولاً مِّنْہُمْ یَتْلُو عَلَیْہِمْ آیَاتِہِ وَیُزَکِّیْہِمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَإِن کَانُوا مِن قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ وَآخَرِیْنَ مِنْہُمْ لَمَّا یَلْحَقُوا بِہِمْ وَہُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (الجمعۃ:3-4)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ اُن پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔ اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

معزّز سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے اناج کے ذخیرہ سے لوگوں کی جان بچائی تھی اِسی طرح جان بچانے کے لیے خدا نے مجھے ایک روحانی غذا کا مہتمم بنایا ہے۔ **جو شخص اس غذا کو سچے دل سے پورے وزن کے ساتھ کھائے گا۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ ضرور اس پر رحم کیا جائے گا۔**

اس کے بالمقابل جو فائدہ نہیں اٹھاتے ان کے بارہ میں آپؑ نے فرمایا:

وہ جو خدا کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے۔ پس اپنے نفس کی اصلاح، عزیز و اقارب اور معاشرہ میں پھیلے دیگر احبابِ جماعت کی

تعلیم وتربیت اور غیروں کو پیغامِ حق پہنچانے کے لیے اسلحہ سے لیس ہونے کے لیے مامورِ زمانہ کی کتب کا مطالعہ ضروری ہے۔

اِس روحانی غذا کو جو 84 سے زائد کتب، 10 ملفوظات، 3 مجموعہ اشتہارات اور صحابہ کے نام تربیتی، اصلاحی، تبلیغی، علمی اور طب کے نسخوں پر مشتمل مکتوب کی چار جلدوں پر مشتمل ہیں۔ ہمارے خلفائے کرام نے احبابِ جماعت کو اِس روحانی غذا سے مستفیض ہونے کے لئے گاہے بگاہے توجہ دلائی ہے۔ آج اِس حوالے سے پانچوں خلفاء کے ارشادات آپ سامعین کے سامنے پیش ہیں۔

اِرشادات حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ

معزّز سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب میں درد کے حوالے سے فرماتے ہیں:

"چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ مجھے پسند ہیں کیونکہ آدمی کھڑے کھڑے پڑھ سکتا اور نفع اٹھالیتا ہے اور معلوم نہیں کہ کب کس پر اثر ہو جائے۔ مگر چھوٹے چھوٹے رسالوں کے سبب حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں کی خریداری کم ہو گئی ہے۔ ان میں جو درد ہے وہ اوروں میں ملنا مشکل ہے" (خطبات نور صفحہ 55)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے تحصیل علم کے لیے عرب و عجم کے اساتذہ کے آگے زانوئے تلمذ طے کیا تھا فرماتے ہیں: "میں نے قرآن مجید کے لیے لاکھوں روپے کی کتابیں خریدیں، مکہ مدینہ میں بھی کئی برس اسی ذوق و شوق سے رہا کہ یہ معلوم کروں کہ یہ آیت کہاں نازل ہوئی مگر **قرآن تو مَیں نے مرزا ہی سے سیکھا۔"** (تاریخ احمدیت جلد 4)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ حاضرین سے سوالیہ رنگ میں استفسار فرمایا:

"اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تم نے مرزا صاحب کو امام مانا، صادق سمجھا، بہت اچھا کیا لیکن کیا اس غرض و غایت کو سمجھا کہ امام کیوں آیا ہے؟ وہ دنیا میں کیا کرنا چاہتا ہے؟ اس کی غرض یا اس کا مقصد میری تقریروں سے یا مولوی عبد الکریم کے خطبوں سے یا کسی اور کی مضمون نویسیوں سے معلوم نہیں ہو سکی اور نہ ہم اس غرض اور مقصد کو پورے طور پر بیان کرنے کی قدرت رکھتے ہیں اور نہ ہمارے بیان میں وہ زور اور اثر ہو سکتا ہے جو خود اس رسالت کے لانے والے کے بیان میں ہیں۔" (حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ 314)

اِرشادات حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ

معزّز سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کے متعلق بیان فرماتے ہیں:

”جو کتابیں ایک ایسے شخص نے لکھی ہوں جس پر فرشتے نازل ہوتے تھے ان کے پڑھنے سے بھی ملائکۃ اللہ نازل ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت صاحب کی کتابیں جو شخص پڑھے گا اس پر فرشتے نازل ہوں گے۔ یہ ایک خاص نکتہ ہے کہ کیوں حضرت صاحب کی کتابیں پڑھتے ہوئے نکات اور معارف کھلتے ہیں اور جب پڑھو جب ہی خاص نکات اور برکات کا نزول ہوتا ہے... حضرت صاحب کی کتابیں بھی خاص فیضان رکھتی ہیں۔ ان کا پڑھنا بھی ملائکہ سے فیضان حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور ان کے ذریعہ سے نئے علوم کھلتے ہیں۔“

(ملائکۃ اللہ، انوار العلوم جلد 5 صفحہ 560)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے کتب مسیح موعودؑ کی ایک ایک سطر اور ایک ایک لفظ کی برکت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”حضرت مسیح موعودؑ خدا تعالیٰ کی طرف سے آئے تھے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہو کر آئے تھے۔ اس لئے آپ کے قلم سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ دنیا کی ساری کتابوں اور تحریروں سے بیش قیمت ہے اور اگر کبھی یہ سوال پیدا ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تحریر کی ہوئی ایک سطر محفوظ رکھی جائے یا سلسلہ کے سارے مصنفین کی کتابیں؟ تو میں کہوں گا آپ کی ایک سطر کے مقابلہ میں یہ ساری کتابیں مٹی کا تیل ڈال کر جلا دینا گوارا کروں گا اس سطر کو محفوظ رکھنے کے لئے اپنی انتہائی کوشش کروں گا۔ ہماری کتابیں کیا ہیں؟ حضرت مسیح موعودؑ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کی تشریحیں ہیں اور تشریحیں کرنے والے اور بھی پیدا ہوسکتے ہیں مگر پھر نبی نہیں آسکتا“ (خطبات شوریٰ جلد 1 صفحہ 148)

پھر آپؓ نے مطالعہ کتب کی طرف یوں توجہ دلائی۔ فرمایا کہ

”پس بغیر اِن کتب کو بار بار پڑھے اور قادیان میں کثرت سے آنے کے ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ سلسلہ کی کتب کو نہیں پڑھتے وہ یاد رکھیں کہ محض سلسلہ میں داخل ہو جانا کوئی بات نہیں جب تک کہ سلسلہ سے کماحقہ واقفیت نہ پیدا ہو۔“ (الفضل 19 جون 1917، بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 25 فروری 2004)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تحریرات حضرت مسیح موعود کی اہمیت کے متعلق فرماتے ہیں:

"پھر اس زمانہ کے لئے علوم قرآنیہ کا ماخذ حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود اور مہدی مسعود کی ذات ہے۔ جس نے آپؐ کے بلند و بالا درخت کے گرد سے جھوٹی روایات کی آکاس بیل کو کاٹ کر پھینکا اور خدا سے مدد پاکر اس جنتی درخت کو سینچا اور پھر سرسبز و شاداب ہونے کا موقع دیا۔... ہم نے اس کی رونق کو دوبارہ دیکھا اور اس کے پھل کھائے اور اس کے سائے کے نیچے بیٹھے۔ **مبارک وہ جو قرآنی باغ کا باغبان بنا۔ مبارک وہ جس نے اسے پھر سے زندہ کیا اور اس کی خوبیوں کو ظاہر کیا۔ مبارک وہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا اور خدا تعالیٰ کی طرف چلا گیا اس کا نام زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔"** (تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ ج)

اِرشادات حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ

معزّز سامعین! آئیں! اب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ملفوظات سے مستفیض ہوں۔ آپؒ کسی تربیتی کلاس کے شاملین سے مخاطب ہو کر بیان فرماتے ہیں:

"اگر آپ یہاں سے یہ عہد کر کے جائیں گے کہ ہم روزانہ پانچ صفحات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے پڑھیں گے بلکہ میں پانچ کی شرط کو بھی چھوڑتا ہوں اگر آپ تین صفحات روزانہ پڑھنے کا بھی عہد کریں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تھوڑے عرصہ ہی میں آپ کے اندر ایک عظیم انقلاب پیدا ہو گا اور اللہ تعالیٰ کی برکتیں آپ پر نازل ہوں گی اور خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے آپ کو اس قدر حصہ ملے گا کہ آپ دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈالنے والے ہوں گے۔ تھوڑی سی توجہ کی ضرورت ہے اس کے بعد آپ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں اس کے ایسے بندے بن جائیں گے جو اس کے پسندیدہ بندے ہوتے ہیں۔ آپ دنیا کے راہنما اور قائد بن جائیں گے اور خدا تعالیٰ کی برکتیں آپ حاصل کریں گے لیکن اس قیادت اور راہنمائی اور خدا تعالیٰ کے فضل اور برکتوں کا حصول حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیان کردہ تفسیر قرآن کریم سے باہر نہیں ہو سکتا۔ سو میں آپ کو بار بار تاکید کروں گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھنے کی عادت ڈالیں تین صفحات روزانہ پڑھنا شروع کر دیں گے تو پھر آپ کو اس کی عادت پڑ جائے گی اور اس کے نتیجہ میں آپ کی پڑھائی پر یا اگر آپ کوئی کام کر رہے ہیں تو آپ کے کام پر قطعاً کوئی اثر نہیں پڑے گا بلکہ یہ مطالعہ ان پر اچھا اثر ڈالے گا اگر آپ میں کوئی پڑھنے والا ہے تو اس مطالعہ کے نتیجے میں اس کے ذہن

میں جلا پیدا ہو گی اور اس کے اندر ایک نور پیدا ہو گا اور پھر وہ دوسرے مضامین کیمسٹری اور انگریزی وغیرہ کو بآسانی سمجھنے لگے گا اور امتحان میں اسے اچھے نمبر ملیں گے اور اگر وہ کوئی کام کر رہا ہے تو اس کے کام میں Efficiency پیدا ہو جائے گی... پس آج آپ کو میری نصیحت یہی ہے اور یہ بڑی بنیادی اور اہم نصیحت ہے اور میں اسے بار بار دہرانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھنے کی عادت ڈالیں اس کے نتیجہ میں آپ شیطان کے بیسیوں حملوں سے محفوظ ہو جائیں گے اور خدا تعالیٰ کی نگاہ میں آپ کی عزت ہو گی اور آپ کی زندگی کے کاموں میں اللہ تعالیٰ برکت ڈالے گا اور جب وہ وقت آئے گا کہ دنیا پکارے گی ہمیں استاد چاہئیں۔ ہمیں سکھانے والے چاہئیں تو آپ میں سے ہر ایک اس قابل ہو گا کہ وہ استاد بن سکے۔" (مشعل راہ جلد دوم صفحہ 45-46)

اِسی سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے تربیتی کلاس مجلس خدام الاحمدیہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"حضرت مسیح موعود کو خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تو وہ شیخ مسیح ہے جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا اور ہماری زندگی کا ایک ایک لمحہ حضرت مسیح موعود کا ہے اور آپ اسے ضائع کر رہے ہیں اور اس طرح خدا تعالیٰ کی ناشکری کے مرتکب ہو رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے اپنے آپ کو محروم کر رہے ہیں اور جو وقت آپ ضائع کر رہے ہیں اس کا چوتھا حصہ بھی آپ حضرت مسیح موعود کی کتب کا مطالعہ میں خرچ کریں تو آپ دس بیس صفحات روزانہ پڑھ سکتے ہیں۔ اگر آپ پانچ صفحات روزانہ بھی پڑھیں تو ایک ماہ میں آپ 150 اور سال میں 1800 صفحات پڑھ لیتے ہیں اور کہنے کو صرف پانچ صفحات روزانہ ہیں۔"

(مشعل راہ جلد دوم صفحہ 45، بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 3 جون 2004 صفحہ 2)

پھر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے پڑھنے کی عادت ڈالیں۔ روزانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کسی کتاب یا آپ کے ملفوظات کا کوئی حصہ پڑھ لیا کریں۔ ملفوظات سے اگر آپ شروع کریں تو زیادہ بہتر ہے کیونکہ ان میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں وہ عام فہم ہیں اور جن الفاظ میں انہیں اخبارات نے محفوظ کیا وہ

بھی آسان اور عام فہم ہے۔ ان میں مختلف قسم کے سوالات و جوابات ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کئے گئے یا ان سوالات کا جواب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیا ہے" (مشعلِ راہ جلد 2 صفحہ 44)

پھر ایک دفعہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے مطالعہ کتب کی یوں تحریک فرمائی۔

"ہر گھرانہ میں کتب حضرت مسیح موعود موجود ہوں اور زیر مطالعہ ہوں اور انہیں بچوں کو پڑھانے کا انتظام ہو" (الفضل 29 اکتوبر 1987ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل فرمان سے بھی اِس کی اہمیت واضح ہوتی ہے:

"ضروری ہے کہ ہم قرآن کریم اور احادیث نبوی کو سمجھنے کے لئے جو ہمارے لئے بنیادی اہمیت رکھتے ہیں کتب حضرت مسیح موعود کا بھی مطالعہ کریں۔ مجھے افسوس ہے کہ ہماری جماعت کی اس طرف پوری توجہ نہیں ہے جو کہ فکر کا مقام ہے۔" (الفضل 29 اکتوبر 1977، بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 25 فروری 2004ء)

اِرشادات حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ

معزّز سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارتیں ذرا پڑھ کر تو دیکھیں کہ خدا کیا ہے؟ فرشتے کیا ہیں؟ آسمانی کتابیں کیا ہیں؟ اور انبیاء علیھم السلام کیا ہیں؟ مگر مخالفیں احمدیت نے جو تصوّرات پیش کئے ہیں وہ ان کے قریب بھی نہیں پہنچ سکتے جو قرآن کریم اور سنت نبوی سے اخذ کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی پاک زبان میں ہمارے سامنے پیش فرمائے ہیں" (خطبہ جمعہ 3/ مئی 1985ء)

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"جماعت کی تربیت کے لیے آج کے زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے اقتباسات کے پڑھ کر سنانے سے بہتر اور کوئی طریق نہیں ہے اتنا گہرا اثر رکھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ اس طرح دل کی گہرائی سے نکل کر دل کی گہرائی تک ڈوبتے ہیں اور ایک ایسے صاحب تجربہ کا کلام ہے جس کی بات میں ادنیٰ بھی جھوٹ یا ریاء کی ملونی نہیں ہے یہ بات جو کہتا ہے وہ سچی کہتا ہے اس سے زیادہ دل پر اثر کرنے والی اور کیا بات ہو سکتی ہے۔" (روزنامہ الفضل ربوہ 25/ فروری 2004ء)

اسی سلسلہ میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”حضرت مسیح موعود نے قرآن کریم میں غوطہ خوری کے بعد علوم و معرفت کے بے بہا موتیوں کو نکالا اور ہمارے سامنے پیش کیا۔“ (روزنامہ الفضل ربوہ، 6مارچ1999ء)

پھر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنا تجربہ بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

”جب حضرت اقدس مسیح موعود کی تحریرات پر میں غور کرتا ہوں تو اس سے ملتی جلتی حدیثیں یاد آتی ہیں اور جب حدیثوں کو غور سے پڑھوں تو صاف سمجھ آجاتی ہے کہ یہ منبع تھا حضرت مسیح موعود کی حکمت کا۔ وہ حدیثیں پڑھیں تو قرآن ان کا منبع نظر آتا ہے۔ غرض یہ کہ سلسلہ وار بندوں سے بات شروع ہو کے خدا تک جا پہنچتی ہے۔“ (روزمانہ الفضل ربوہ،6مارچ1999ء)

اِرشادات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ

معزّز سامعین! اب مَیں آپ کے سامنے دَورِ حاضر کے وقت کی آواز حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدّہ اللہ تعالیٰ کے اِرشادات رکھتا ہوں جس سے ظاہر ہو گا کہ ہمارے موجودہ امام کس قدر قلق رکھتے ہیں کہ احباب وخواتینِ جماعت حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا مطالعہ کر کے اپنی اور اپنی نسل کی اصلاح کریں۔ حضور فرماتے ہیں:

”آج خدا تعالیٰ نے ان کتابوں کو نشر کرنے کے اور اسلام کے مخالفین کے جواب دینے کے پہلے سے بڑھ کر ذرائع مہیا فرما دیئے ہیں جو تیز تر ہیں۔ کتابیں پہنچنے میں وقت لگتا تھا اب تو یہاں پیغام نشر ہوا اور وہاں پہنچ گیا۔ یہاں کتاب پرنٹ ہوئی اور دوسرے end سے نکال لی گئی۔ آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب، قرآنِ کریم اور دوسرا اسلامی لٹریچر انٹرنیٹ کے ذریعہ، ٹی وی کے ذریعہ نشر ہونے کی نئی منزلیں طے کر رہا ہے۔ جو تیزی میڈیا میں آج کل ہے آج سے چند دہائیاں پہلے ان کا تصور بھی نہیں تھا۔ پس یہ مواقع ہیں جو خدا تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائے ہیں کہ اسلام کی تبلیغ اور دفاع میں ان کو کام میں لاؤ۔ ہماری کوشش اس میں یہ ہونی چاہئے کہ بجائے لغویات میں وقت گزارنے کے، ان سہولتوں سے غلط قسم کے فائدے اٹھانے کے ان سہولتوں کا صحیح فائدہ اٹھائیں، ان کو کام میں لائیں اور اگر اُس گروہ کا ہم حصہ بن

جائیں جو مسیح محمدی کے پیغام کو دنیا میں پہنچا رہا ہے تو ہم بھی اس گروہ میں شامل ہو سکتے ہیں، ان لوگوں میں شامل ہو سکتے ہیں جن کی خدا تعالیٰ نے قسم کھائی ہے۔" (خطبہ جمعہ مورخہ 15 اکتوبر 2010ء)

پھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"سب سے پہلے تو قرآن کریم کا علم حاصل کرنے کے لئے، دینی علم حاصل کرنے کے لئے ہمیں حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے جو بے بہا خزانے مہیا فرمائے ہیں اُن کو دیکھنا ہو گا۔ اُن کی طرف رجوع کریں۔ ان کو پڑھیں کیونکہ آپؑ نے ہمیں ہماری سوچوں کے لئے راستے دکھا دیے ہیں۔ اُن پر چل کر ہم دینی علم میں اور قرآن کے علم میں ترقی کر سکتے ہیں اور پھر اسی قرآنی علم سے دنیاوی علم اور تحقیق کے بھی راستے کھل جاتے ہیں۔" (مشعلِ راہ جلد پنجم حصہ دوم صفحہ 35)

پھر آپ ایدہ اللہ تعالیٰ ایک جگہ بیان فرماتے ہیں:

"بہت سارے لوگ جو پیچھے ہٹ جاتے ہیں یا جن کو اعتراضات پیدا ہو جاتے ہیں یا جو بعض لوگ صرف اس لئے احمدیت پر یا دین پر قائم ہوتے ہیں کہ ہمارے رشتہ دار احمدی ہیں ان کو کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اگر وہ علم حاصل کریں تو جتنے شکوک و شبہات ہیں وہ دور ہو سکتے ہیں اور پھر قدم نہیں ڈگمگائیں گے۔ پھر شیطان حملہ نہیں کرے گا۔ پس جیسا کہ پہلے قرآن کریم پر غور اور فکر کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تلقین فرمائی تھی اسی طرح آپ کی کتب کو بھی پڑھنے اور دینی علم بڑھانے کی طرف ہمیں توجہ کرنی چاہئے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13 اپریل 2018ء)

معزّز سامعین! ایک اور موقع پر ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کو ہمیں خاص طور پر پڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے انہی سے ہمارا دینی علم بھی بڑھے گا اور ہمیں تبلیغ کا شوق بھی پیدا ہو گا۔ ہمارے علم میں برکت بھی پڑے گی اور دنیا کو ہم اسلام کے جھنڈے تلے لانے کے قابل ہوں گے۔

اصل برکت تو یہ ہے کہ بادشاہوں کو اسلام کا حقیقی علم حاصل ہو اور وہ اس کے مطابق اپنی زندگیاں ڈھالیں ورنہ تو بہت سے بلکہ اکثریت بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ اِلّا ماشاء اللہ اس وقت سب کے سب جو مسلمان

بادشاہ ہیں اور جو لیڈر رہیں وہ اسلام کی تعلیم کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ منہ پر تو اسلام کا نام ہے اور دل ذاتی مفادات کے حصول کے پیچھے ہیں۔ ان سے ظلم ہو رہے ہیں۔

پس جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے اسلام پھیلنا ہے اور آپ کے ذریعہ سے، کپڑوں سے لوگوں نے برکت حاصل کرنی ہے۔ جو بادشاہ آئیں گے وہ آپ کے ذریعہ سے اسلام کی حقیقی تعلیم کو سمجھ کر آئیں گے اور یہی حقیقی برکت ہے اور اس کے لئے ہمیں بھی اس حقیقی تعلیم کا علم ہونا چاہئے اور اس کے مطابق تبلیغ ہونی چاہئے اور نوجوانوں کو بھی اس طرف توجہ دینی چاہئے۔ تبھی الہام "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے" کی صحیح حقیقت آشکار ہو سکے گی اور اس کی ہمیں سمجھ بھی آئے گی اور ہم تبلیغ کے اعلیٰ معیار پیدا کر سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس بات کو سمجھنے کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔" (خطبات مسرور جلد 14 صفحہ 45-46)

اسی طرح ایک اور موقع پر آپ ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کے حوالہ سے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"ایک واقعہ حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں جو خواجہ کمال الدین صاحب سے متعلق ہے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی تھی لیکن پھر خلافت ثانیہ کے انتخاب کے وقت فتنہ میں مبتلا ہو گئے اور غیر مبائعین کے لیڈروں میں سے ہو گئے۔ بہرحال ان کو لیڈری چاہئے تھی وہ ان کو وہاں مل گئی۔ ان کے بارے میں بیان فرماتے ہوئے کہ انہوں نے اپنے علم کو کس طرح بڑھایا تھا اور ان کے اچھے لیکچروں اور تقریروں کا راز کیا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ خواجہ کمال الدین صاحب کی کامیابی کی بڑی وجہ یہی تھی کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا مطالعہ کر کے ایک لیکچر تیار کرتے تھے۔ پھر قادیان آکر کچھ حضرت خلیفہ اولؓ سے پوچھتے اور کچھ دوسرے لوگوں سے اور اس طرح ایک لیکچر مکمل کر لیتے۔ پھر اسے لے کر ہندوستان کے مختلف شہروں کا دورہ کرتے اور خوب کامیاب ہوتے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ خواجہ صاحب کہا کرتے تھے کہ اگر بارہ لیکچر آدمی کے پاس تیار ہو جائیں تو اس کی غیر معمولی شہرت ہو سکتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ابھی سات لیکچر تیار کئے تھے کہ ولایت چلے گئے۔ یہاں انگلستان آ گئے۔ لیکن وہ ان سات لیکچروں سے ہی بہت مقبول ہو چکے

تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ایک لیکچر بھی اچھی طرح تیار کر لیا جائے تو چونکہ وہ خوب یاد ہوتا ہے اس لئے لوگوں پر اس کا اچھا اثر ہو سکتا ہے۔

پس پہلی چیز تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب ہیں جن کو پڑھنا ضروری ہے۔ پھر اس کو سمجھنا اور آگے اس سے لے کر لیکچر تیار کرنا۔ (الفضل مورخہ 7 نومبر 1945ء جلد 33 نمبر 261 صفحہ 3)

پھر آپ ایدہ اللہ فرماتے ہیں۔

"پس یہ رہنما اصول مبلغین کے لئے بھی ہے اور داعیین الی اللہ کے لئے بھی اور ان لوگوں کے لئے بھی جو علمی نشستوں میں جاتے ہیں۔ اگر لیکچر اس طرح تیار کیا گیا ہو تو بڑے بڑے پروفیسر اور بعض نام نہاد دین کے عالم اور بعض ایسے لوگ جو دین پر اعتراض بھی کرتے ہیں وہ بھی متأثر ہوتے ہیں۔ گزشتہ دنوں یہاں بھی شاید شعبہ تبلیغ کے تحت ایک پروگرام تھا جس میں اسرائیل سے ایک بڑے یہودی پروفیسر بھی شامل ہوئے تھے۔ وہ کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ اس میں ایک ہمارے نوجوان مربی نے بھی اچھی تیاری کر کے لیکچر دیا تھا۔ پروفیسر صاحب اس سے بڑے متأثر ہوئے تھے۔ پروفیسر صاحب نے وہاں بڑی ہوشیاری سے اسلام کے، خلافت کے حق میں بعض باتیں کیں لیکن اسلام کے خلاف بھی کہا تو ہمارے اس نوجوان نے بڑے اچھے رنگ میں اس کا جواب دیا۔ بعد میں پروفیسر صاحب مجھے ملنے یہاں بھی آئے اور کہنے لگے کہ تمہارا وہ مربی، وہ مقرر جو تھا بڑا ہوشیار ہے۔ اصل میں تو اسلام پر حملہ کرنے والے لوگ، غیر احمدی سکالروں کے سامنے بعض باتیں کر کے ان کے دلائل ردّ کر دیتے ہیں یا ان کے پاس وہ دلائل نہیں۔ لیکن جماعت کے پاس تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیا ہوا علم کلام اتنا ہے کہ اگر اچھی طرح تیاری ہو تو کسی کا بھی منہ بند کیا جا سکتا ہے۔ ان کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ بھی ہمارے لئے ضروری ہے تا کہ ہمارا دینی علم بھی بڑھے اور اس کے ساتھ ہی ان کتب کی وجہ سے ہماری روحانیت میں بھی ترقی ہوتی ہے۔"

(خطبات مسرور جلد 14 صفحہ 377-379)

معزز سامعین! 2015ء میں جب پاکستان میں حکومتِ پنجاب نے جماعت احمدیہ کے بعض جرائد اور کتب پر پابندی لگائی تو اس وقت ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

’’ہمیشہ کی طرح ان مخالفین کے یہ عمل ہمارے ایمانوں میں جلاء پیدا کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تعلق میں بڑھنے کے لئے کھاد کا کام دینے والے ہونے چاہئیں۔ اگر ہماری حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھنے کی طرف توجہ کم تھی تو اب زیادہ توجہ پیدا ہونی چاہئے۔ ایک پنجاب کی حکومت کی روک سے تو کیا تمام دنیا کی حکومتوں کی روکوں سے بھی یہ کام نہیں رک سکتا کیونکہ یہ انسانی کوششوں سے کئے جانے والے کام نہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں۔ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم و معرفت کے خزانوں کے ساتھ بھیجا ہے اور کامیابی کا وعدہ فرمایا ہے۔ ہمیشہ ہم نے یہی دیکھا ہے کہ بڑی بڑی روکوں اور مخالفتوں کے بعد جماعت کی ترقی زیادہ ابھر کر سامنے آئی ہے۔ اپنے زعم میں ہمارے خلاف جو یہ قدم اٹھایا گیا ہے یہ تو ایک معمولی سی روک ہے۔ ہمیں تو جتنا دبایا جائے اتنا ہی اللہ تعالیٰ اپنے فضلوں کو بڑھاتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اب بھی بہتر ہو گا۔ اس لئے کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔ اس لئے زیادہ فکر اور پریشانی کی ضرورت نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب اب تو دنیا کے اور ممالک میں بھی چھپ رہی ہیں۔ ویب سائٹ پر بھی میسر ہیں۔ آڈیو میں بھی بعض کتب میسر ہیں اور باقی بھی ان شاء اللہ تعالیٰ جلدی مہیا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ ایک زمانہ تھا جب یہ فکر تھی کہ اشاعت پر پابندی سے نقصان ہو سکتا ہے۔ اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ علم و معرفت کے جو خزانے ہیں یہ فضاؤں میں پھیلے ہوئے ہیں جو ایک بٹن دبانے سے ہمارے سامنے آ جاتے ہیں۔ ہمارا کام یہ ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام اور کتب سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔

ایم ٹی اے پر بھی میں نے اب سوچا ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا درس پہلے سے زیادہ وقت بڑھا کر دیا جائے گا اور اس طرح پاکستان کے ایک صوبے کے قانون کی وجہ سے دنیا میں پھیلے ہوئے احمدیوں کا فائدہ ہو جائے گا۔ ہر جو روک ہوتی ہے، مخالفت ہوتی ہے ہمیں فائدہ پہنچاتی ہے۔ نئے راستوں اور ذرائع کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے اور پھر یہ بھی ہو گا ان شاء اللہ تعالیٰ کہ اس سے نہ صرف اصل زبان میں کتابیں چھپیں گی یا درس ہوں گے بلکہ بہت ساری قوموں کی مقامی زبانوں میں بھی یہ مواد

میسر آ جائے گا۔ پس جن کے دلوں میں کسی بھی قسم کی پریشانی ہے کیونکہ لوگ لکھتے ہیں اس لئے مجھے کہنا پڑرہاہے وہ اپنے دلوں سے نکال دیں۔" (خطبات مسرور جلد 13 صفحہ 299-300)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"اس زمانے میں جیسا میں نے پہلے بھی کہا کہ دعاؤں کے ساتھ ساتھ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی تفاسیر اور علم کلام سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اگر قرآن کو سمجھنا ہے یا احادیث کو سمجھنا ہے تو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی کتب کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ یہ تو بڑی نعمت ہے ان لوگوں کے لئے جن کو اردو پڑھنی آتی ہے کہ تمام کتابیں اردو میں ہیں، چند ایک عربی میں بھی ہیں۔" (خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 401)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز احباب جماعت کے نام مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ کے حوالے سے ایک خصوصی پیغام میں فرماتے ہیں:

"عزیزو! یہی وہ چشمۂ رواں ہے کہ جو اس سے پیئے گا وہ ہمیشہ کی زندگی پائے گا اور ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی يُفِيْضُ الْمَالَ حَتّٰى لَا يَقْبَلُهُ اَحَدٌ (ابن ماجہ) کے مطابق یہی وہ مہدی ہے جس نے حقائق و معارف کے ایسے خزانے لٹائے ہیں کہ انہیں پانے والا کبھی ناداری اور بے کسی کا منہ نہ دیکھے گا۔

یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہمیں اس امام مہدی اور مسیح محمدی کو ماننے کی توفیق ملی اور ان روحانی خزائن کا ہمیں وارث ٹھہرایا گیا۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم ان بابرکت تحریروں کا مطالعہ کریں تاکہ ہمارے دل اور ہمارے سینے اور ہمارے ذہن اس روشنی سے منور ہو جائیں کہ جس کے سامنے دجال کی تمام تاریکیاں کافور ہو جائیں۔ اللہ کرے کہ ہم اپنی نسلوں کی زندگیاں ان بابرکت تحریرات کے ذریعہ سنوار سکیں اور اپنے دلوں اور اپنے گھروں میں اپنے معاشرہ میں امن و سلامتی کے دئے جلانے والے بن سکیں اور خدا اور اسکے رسول کی محبت اس طرح ہمارے دلوں میں موجزن ہو کہ اس کے طفیل ہم کل عالم میں بنی نوع انسان کی محبت اور ہمدردی کی شمعیں فروزاں کرتے چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین" (پیغام بر موقعہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن روحانی خزائن بتاریخ 10-8-2008)

حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 30 جون 2004 کو، جامعہ احمدیہ کینیڈا کے طلباء کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"آپ ابھی سے قرآن کریم پر غور اور تدبر کرنے کی عادت بنالیں۔ ایسے نکات نکالیں جو نئے ہوں۔ اسکول میں آپ نے سائنس پڑھی ہے اس کی روشنی میں دیکھیں کہ ہم نے دین حق کی تشریح کیسے کرنی ہے۔ مگر ایسا ہم نے حضرت مسیح موعود کے دیئے ہوئے دائرہ کے اندر رہتے ہوئے کرنا ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود کی کتب کا پڑھنا ضروری ہے۔ نصاب کے طور پر تو آپ کچھ کتابیں پڑھتے ہی ہیں۔ نصاب کی کتب کے علاوہ حضرت مسیح موعودؑ کی دوسری کتب بھی پڑھنی چاہئیں۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ مطالعہ ختم ہو جاتا ہے یہ تو ہمیشہ زندگی بھر جاری رہتا ہے۔" (روزنامہ الفضل ربوہ 8 جولائی 2004 صفحہ 2)

معزز سامعین!

کسی ملک کے خدام کی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے virtual ملاقات میں سوال کہ مطالعہ کتب کے لیے خدام کو کیسے آمادہ کریں؟ پر حضور نے فرمایا کہ مطالعہ کی عادت ہی نہیں رہی، شوق ہی نہیں ہے۔ آپ یہ شوق بیدار کرنے کے لیے چھوٹے چھوٹے اقتباس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب یا الفضل آن لائن اور الفضل انٹرنیشنل سے لے کر آپس میں سرکولیٹ (circulate) کریں۔

پھر فرمایا:

"سلسلہ کی چند AudioBooks بھی alislam.org پر موجود ہیں۔ انہیں کاپی کر کے اپنے دوستوں کو دیں تا وہ اپنی کاروں میں آتے جاتے انہیں سنیں۔ اس سے دلچسپی پیدا ہو گی اور مطالعہ کا شوق بیدار ہو گا"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے خدا ملنے کی حقیقت کا اظہا کرتے ہوئے ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

"یہی وہ روحانی خزائن ہیں جن کی بدولت خدا جیسے قیمتی خزانے پر اطلاع ملتی ہے اور اس کا عرفان نصیب ہوتا ہے۔ ہر قسم کی علمی اور اخلاقی، روحانی اور جسمانی شفا اور ترقی کا زینہ آپ کی یہی تحریرات ہیں۔ اس خزانے سے منہ موڑنے والا دین و دنیا، دونوں جہانوں سے محروم اٹھنے والا قرار پاتا ہے اور خدا کی بارگاہ میں

متکبر شمار کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں۔ ”جو ہماری کتابوں کو کم از کم تین دفعہ نہیں پڑھتا۔ اس میں ایک قسم کا کبر پایا جاتا ہے۔ (سیرت المہدی جلد اول حصہ دوم صفحہ 365)“

(پیغام بر موقعہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن روحانی خزائن بتاریخ 2008-8-10)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کا مطالعہ کرکے خدا تعالیٰ تک پہنچ سکیں اور دیگر مسلمان اور اقوام کو بھی ان خزائن کی اطلاع دینے والے بن سکیں۔ آمین

ضضضض

{ 33 } {مشاہدات۔199}

کتب مسیح موعودؑ کی تاثیرات اپنوں اور غیروں کی نظر میں

ہُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِیْ الْأُمِّیِّیْنَ رَسُولاً مِّنْہُمْ یَتْلُو عَلَیْہِمْ آیَاتِہِ وَیُزَکِّیْہِمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَإِن کَانُوا مِن قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ وَآخَرِیْنَ مِنْہُمْ لَمَّا یَلْحَقُوا بِہِمْ وَہُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (الجمعۃ:3-4)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ اُن پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔ اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

معزّز سامعین! حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کی کتب کی اہمیت و افادیت اور برکات کو مختلف انداز میں بیان کیا جا سکتا ہے جیسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اِن کتب کے حوالے سے الہامًا حضرت مسیح موعودؑ کو کیا بتایا، دوسرے نمبر پر خود حضورؑ نے اپنی کتب کے متعلق کیا لکھا اور کیا فرمایا اور تیسرے نمبر پر خلفائے احمدیت نے اپنے تجربات کی روشنی میں اِن کی کیا برکات بیان فرمائیں اور کِن کِن الفاظ میں احبابِ جماعت کو اِن کتب کی طرف توجہ دلا کر راغب کیا۔ پھر احمدی احباب و خواتین کے اپنے تجربات اور کتب حضرت مسیح موعودؑ کو پڑھ کر بیعت کرنے والوں کی ایمان افروز داستانیں تاریخِ احمدیت کا اثاثہ ہیں اور آخر پر اغیار نے اِن کتب سے اور حضرت مسیح موعودؑ کے علمِ کلام اور تبحر علمی سے متاثر ہر کیا کیا خوشکن ریمارکس

دیئے۔ آج مجھے اپنوں کے ایمان لانے کے واقعات اور غیروں کے تاثرات کو اختصار کے ساتھ بیان کرنا ہے۔

سامعین! حضرت مولوی حسن علی صاحب بھاگلپوریؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اپنی پہلی ملاقات کا اَحوال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

غرض میں مرزاصاحب سے رخصت ہوا، چلتے وقت انہوں نے اس کمترکو''براہین احمدیہ''اور''سرمہ چشم آریہ'' کی ایک ایک جلد عنایت کی۔ انہیں مَیں نے پڑھا ان کے پڑھنے سے مجھ کو معلوم ہوا کہ جناب حضرت مرزاصاحبؑ بہت بڑے رتبے کے مصنف ہیں۔ خاص کر براہین احمدیہ میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر دیکھ کر مجھ کو کمال درجہ کی حیرت مرزاصاحبؑ کی ذہانت پر ہوئی۔ اس کے بعد حضورؑ سے دوسری ملاقات کے لیے جب آپ 1894ء میں تشریف لائے تو بیعت کی توفیق ملی۔

(اصحاب احمد جلد 14 صفحہ 49 بابت مولوی حسن صاحبؓ)

سامعین!

حضرت حکیم محمد حسینؓ المعروف مرہم عیسیٰؑ اپنے احمدی ہونے کا باعث یہ بیان کیا کرتے تھے کہ وہ سرسید احمد خان مرحوم کی کتابیں پڑھا کرتے تھے۔ اس کے بعد حضرت صاحبؑ کا تذکرہ سنا اور کچھ اشتہارات بھی دیکھے۔ براہین احمدیہ بھی پڑھنے کا موقع ملا۔ اس سے آپ کے دل میں حضرتؑ کی محبت کا جوش پیدا ہوا اور آپ قادیان تشریف لے گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی وساطت سے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ (تاریخ احمدیت لاہور)

سامعین!

حضرت مولانا غلام رسول راجیکیؓ کا دل جیتنے والی کتاب کا نام''آئینہ کمالات اسلام''ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں۔ ایک دن ظہر کی نماز کے بعد میں اور مولوی امام الدین مسجد بیٹھے ہوئے کسی مسئلہ کے متعلق گفتگو کر رہے تھے کہ حسن اتفاق سے پولیس کا ایک سپاہی نماز کے لئے اس مسجد میں آنکلا۔ مولوی صاحبؓ نے جب اس کے صافہ میں بندھی ہوئی ایک کتاب دیکھی تو آپؓ نے پڑھنے کے لئے اس سے لینا چاہی۔ چنانچہ مولوی صاحبؓ نے وہ کتاب سنبھال لی اور جاتے ہوئے گھر ساتھ لے گئے۔ دوسرے دن جب میرا کسی کام

سے مولوی صاحبؓ کے یہاں جانا ہوا تو میں نے وہی کتاب جو حضرت سیّدنا اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصنیفِ لطیف آئینہ کمالات اسلام تھی۔ حضور اقدس کی چند نظموں کے اوراق کے ساتھ مولوی صاحبؓ کی بیٹھک میں دیکھی۔ جب میں نے نظموں کے اوراق پڑھنے شروع کئے تو ایک نظم اس مطلع سے شروع ہوئی۔

عجب نوریست در جان محمدؐ
عجب لعلیست در کان محمدؐ

میں اس نظم نعتیہ کو اوّل سے آخر تک پڑھتا گیا مگر سوز و گداز کا یہ عالم تھا کہ میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو رہے تھے جب میں آخری شعر پر پہنچا کہ

کرامت گر چہ بے نام و نشاں
است بیا بنگر ز غلمان محمد

تو میرے دل میں تڑپ پیدا ہوئی کہ کاش! ہمیں بھی ایسے صاحبِ کرامات بزرگوں کی صحبت سے مستفیض ہونے کا موقع مل جاتا۔ اس کے بعد جب میں نے ورق اُلٹا تو حضرت اقدس علیہ السلام کا یہ منظومہ گرامی تحریر پایا۔

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

چنانچہ اسے پڑھتے ہوئے جب میں اس شعر پر پہنچا کہ

کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غمِ ملّت میں رکھایا ہم نے

تو اس وقت میرے دل میں ان لوگوں کے متعلق جو حضور اقدس علیہ السلام کا نام ملحد و دجّال وغیرہ رکھتے تھے بے حد تاسف پیدا ہوا۔ اب مجھے انتظار تھا کہ مولوی امام الدین صاحبؓ اندرون خانہ سے بیٹھک میں آئیں تو میں آپ سے اس پاکیزہ سرشت بزرگ کا حال دریافت کروں۔ چنانچہ جب مولوی صاحبؓ بیٹھک میں آئے تو میں نے آتے ہی دریافت کیا کہ یہ منظومات عالیہ کس بزرگ کے ہیں اور آپ کس زمانہ میں ہوئے ہیں۔ مولوی صاحبؓ نے مجھے بتایا کہ یہ شخص مولوی غلام احمد ہے جو مسیحؑ اور مہدیؑ ہونے کا دعوی کرتا ہے اور قادیان ضلع گورداسپور میں اب بھی موجود ہے اس پر سب سے پہلا فقرہ جو میری زبان سے حضور اقدس علیہ السلام کے متعلق نکلا وہ یہ تھا کہ

”دنیا بھر میں اس شخص کے برابر کوئی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق نہیں ہوا ہوگا۔“

اس کے بعد پھر میں نے حضور اقدس کے مطائبات و منظومات پڑھنے شروع کر دیئے تو ایک صفحہ پر حضور انور کے یہ اشعار میرے سامنے آئے۔

چُوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دَادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

مے در خشم چوں قمر تا بم چوں قرص آفتاب
کور چشم آنانکہ درانکار ہا افتادہ اند

صادقم و از طرف مولا بانشانہا آمدم
صد در علم وہدی بر روئے من بکشادہ اند

آسماں بارد نشاں الوقت میگوئد زمیں
اِیں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

ان ارشادات عالیہ کے پڑھتے ہی مجھے حضور اقدسؑ کے دعویٰ عیسویت اور مہدویت کی حقیقت معلوم ہوگئی اور میں نے 1897ء میں غالباً ماہ ستمبر یا ماہ اکتوبر میں بیعت کا خط لکھ دیا۔ چنانچہ حضور اقدس علیہ السلام کی طرف سے حضرت مولانا عبد الکریمؓ کا نوشتہ خط جو میری قبولیت بیعت کے متعلق تھا مجھے پہنچ

گیا...اس کے بعد مولوی صاحب نے وہ مرسلہ رسائل جو حضور اقدسؑ نے قادیان سے میرے نام ارسال فرمائے تھے پڑھنا شروع کر دیئے۔ ان رسالوں کے مطالعہ سے یوں معلوم ہوا کہ **جیسے میں ایک تاریک دنیا سے نکل کر روشنی کے عالم میں آگیا ہوں۔** (حیات قدسی صفحہ 16-19)

سامعین!

حضرت مولوی غلام حسینؓ جب قادیان جاتے تو حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کی لائبریری میں داخل ہو جاتے اور کتابیں پڑھنا شروع کر دیتے۔ حضرت خلیفہ اولؓ ان کے کھانے کا انتظام فرماتے۔ جب کوئی کتاب پڑھنے کے لیے اٹھاتے تو پہلے عزرائیل کو مخاطب کر کے کہتے: "اے عزرائیل! تو بھی خدا کا بندہ ہے اور مَیں بھی خدا کا بندہ ہوں۔ میری درخواست ہے کہ جب تک یہ کتاب نہ پڑھ لوں میری جان نہ نکالنا"۔ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے 13/مئی 1944ء کو بعد نماز مغرب مسجد مبارک قادیان میں ان کے بارہ میں فرمایا کہ حضرت مولوی غلام حسینؓ بڑے عالم اور نیک انسان تھے۔ حضرت خلیفہ اولؓ اور وہ گویا کتابوں کا کیڑا تھے بلکہ مولوی غلام حسین صاحبؓ کو حضرت خلیفہ اولؓ سے بھی زیادہ کتابوں کا شوق تھا۔

حضرت خلیفہ اولؓ نے ایک دفعہ ان سے کہا کہ مجھے موقع دیں کہ میں آپ کی کیا خدمت کروں۔ کچھ سوچ کر کہنے لگے: "دل چاہتا ہے کہ میرے لیے ایسا مکان بنا دیا جائے جس کی دیواریں کتابوں کی بنی ہوں، جس کے اندر مجھے بٹھا دیا جائے۔ پھر مجھ سے کوئی نہ پوچھے کہ روٹی کھائی ہے کہ نہیں؟۔ میں کتابیں پڑھتا جاؤں اور اتارتا جاؤں۔ جب رستہ بن جائے تو باہر نکل آؤں"

سامعین!

حضرت حافظ سید مختار احمد مختارؓ یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ "موجودہ زمانہ کی لادینی یلغار سے محفوظ رہنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ امام دوراں کی کتب کا مطالعہ جاری رکھا جائے" کیونکہ آپ کے خیال میں لادینی نظریات و افکار کے مہلک زہروں کا بہترین تریاق حضرت مسیح موعودؑ کے بے نظیر کلام میں موجود ہے۔ آپ احمدی نوجوانوں اور خصوصاً پڑھے لکھے احمدی احباب کو مشورہ دیتے رہتے کہ "وہ حضرت اقدس کی تمام کتب کا بالاستیعاب مطالعہ جاری رکھیں اور جن اصحاب کو کم فرصتی کا سامنا ہو تو وہ کم از کم حضرت اقدس کی یہ چار کتب تو ضرور پڑھتے رہیں، یعنی 1۔ تحفہ گولڑویہ، 2۔ تذکرۃ الشہادتین، 3۔ چشمہ معرفت،

4۔ کتاب البریہ"۔ آپؓ فرماتے تھے کہ "حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے ان کتب میں وہ دلائل بیان فرمائے ہیں کہ متعصّب سے متعصّب مخالف بھی قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا"

حضرت حافظ سید مختار احمد مختار کے بے نظیر حافظے کے متعلق جناب سلیم شاہجہاں پوری لکھتے ہیں کہ "حضرت حافظ مختار احمد صاحب کے زمانے میں آپ کا کوئی بھی ہم عصر اس صفت میں ان کا حریف نہ بن سکا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی جملہ کتب کو آپ نے اتنی بار پڑھ کر لوگوں کو سنایا کہ حضرت اقدس کی اکثر کتابوں کے صفحات آپ کو ازبر ہو گئے تھے۔ آپ دوران گفتگو اصل کتاب سے حوالہ اس روانی، جوش اور دلنشین انداز سے پڑھتے تھے کہ حضرت اقدس کی وہ تحریر سامعین کے دلوں میں اتر جاتی اور لوگ آپ کے دلکش انداز بیان اور طرز استدلال پر عش عش کر اٹھتے۔ راقم الحروف کو اپنی زندگی کے اکثر اوقات میں ایسے دلکش اور ایمان افروز مناظر دیکھنے کا ہزاروں بار موقع ملا اور میں نے محض خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت حافظ صاحب کی ان مجالس سے بقدر استطاعت بھرپور استفادہ کی توفیق پائی۔ فالحمدللہ۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ دوران گفتگو کسی کتاب سے حوالہ دینے کی ضرورت پیش آنے پر مجھ سے فرماتے کہ بیٹا اندر جاؤ اور غربی جانب کی الماری کے اوپر نیچے کی طرف تیسرے خانہ میں دائیں سے بائیں طرف چلو اور پانچویں کتاب نکال لاؤ اور آپ حیرت سے سنیں گے کہ یہ کتاب وہی کتاب ہوتی جو حافظ صاحب کو مطلوب تھی۔ گویا ہزاروں کتابوں کی جگہ، جو اس وسیع و عریض مکان کے ہر کمرے کی متعدد الماریوں کے درجنوں خانوں میں رکھی ہوئی تھیں، حضرت حافظ صاحب کے حافظے میں محفوظ تھی اور ان کا حافظہ اس معاملے میں کبھی غلطی نہ کرتا تھا۔ پھر جس سرعت کے ساتھ کتاب آپ کے ہاتھ میں پہنچتی تھی اسی تیزی کے ساتھ آپ مطلوبہ حوالہ نکال کر حاضرین کے سامنے پیش کر دیا کرتے تھے۔

(حیات مختار صفحہ 108-109)

حضرت حافظ سید مختار احمد مختار صاحبؓ کے حافظہ کا یہ حال تھا کہ رمضان شروع ہونے والا تھا۔ کسی نے ان کے والد صاحب، حضرت حافظ سید علی میاںؓ سے پوچھا کہ اس بار شاہجہاں پور میں رمضان میں آپؓ نے تراویح کے لیے کسی حافظ قرآن کا انتظام نہیں کیا؟ آپؓ نے فرمایا: "ہمارا تو خیال تھا کہ اس سال مختار میاں سے قرآن کریم سنیں گے۔ حضرت حافظ سید مختار احمد مختارؓ نے اسی وقت اپنی والدہ سے کہا کہ ہمیں کوئی

تنگ نہ کرے، کھانا دروازہ کے سامنے خادم رکھ جایا کرے۔ آپ روزانہ ایک پارہ قرآن یاد کرتے اور شام کو نمازِ عشاء کے بعد سنا دیتے۔ یوں 29 دن میں سارا قرآن کریم حفظ کر کے سنا ڈالا۔ تیسواں پارہ آپؓ کو پہلے ہی یاد تھا۔

حضرت حافظ سید مختار احمد مختار فرمایا کرتے تھے کہ "ہم نے تو حضور علیہ السلام کی ساری کتب حضور کی زبان مبارک سے سنی ہیں۔ حضورؑ کا معمول تھا کہ سیر اور مجالس عرفان کے دوران اپنی تازہ تصنیفات کے مضامین کا ذکر فرماتے رہتے تھے۔

سامعین!

حضرت مفتی محمد صادقؓ کو 1890ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف لطیف فتح اسلام پڑھنے کا موقع ملا تو آپ کشاں کشاں قادیان کھنچے آئے۔ آپ بتاتے ہیں کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ کیا چیز تھی جس نے مجھے حضرت صاحبؑ کی صداقت قبول کر لینے کی طرف کشش کی، سوائے اس کے کہ آپؑ کا چہرہ مبارک ایسا تھا جس پر یہ گمان نہ ہو سکتا تھا کہ وہ جھوٹا ہو۔ (ذکر حبیب از حضرت مفتی محمد صادقؓ)

سامعین!

حضرت حافظ روشن علیؓ نے چھوٹی عمر میں قرآنِ حفظ کرنے کے بعد آپؓ نے اسی ترتیب سے سارے قرآن کا ترجمہ بھی یاد کیا ہوا تھا۔ آپؓ پورے پارے کی تلاوت کر کے پھر زبانی اس کا ترجمہ بھی سنایا کرتے تھے۔

آپؓ صفحوں کے صفحے ایک دفعہ سن کر پھر دوبارہ سنا سکتے تھے۔ ہزاروں عربی اشعار یاد تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عربی قصائد اور بعض عربی کتب کے اشعار یاد تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے عربی قصائد اور بعض عربی کتب آپؓ کو یاد تھیں۔ 1924ء میں لندن جاتے ہوئے دمشق میں حضرت مصلح موعودؓ کو تبلیغ کے لیے حضورؓ کی ایک عربی کتاب کی ضرورت پڑی۔ حضورؓ نے افسوس کا اظہار کیا کہ ہم یہ کتاب نہیں لائے۔ حضرت مولانا روشن علیؓ نے وہ کتاب زبانی حضورؓ کو سنانی شروع کر دی۔

(سیرت حافظ روشن علیؓ صفحہ 21)

ایک دفعہ کسی نے پوچھا کہ حافظ صاحب! کیا آپؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ”اعجاز المسیح“ پڑھی ہے۔ آپؓ نے فرمایا: کتاب کھولو۔ اس نے کتاب کھولی تو آپؓ نے اس کے 53 صفحات زبانی سنا دیئے۔ (سیرت حافظ روشن علیؓ صفحہ 22)

حضرت خلیفہ اولؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے تمام روحانی علوم میاں محمود احمد (خلیفۃ المسیح الثانیؓ) کو دے دیے ہیں اور تمام ظاہری علوم حافظ روشن علی صاحبؓ کو دے دیے ہیں۔

(سیرت حافظ روشن علیؓ صفحہ 24)

مکرم مولانا لئیق احمد طاہر صاحب مبلغ سلسلہ برطانیہ لکھتے ہیں کہ حضرت مرزا عبد الحق صاحب مرحوم امیر ضلع سرگودھا و پنجاب ایک بار مطالعہ کتب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر میں فرمانے لگے کہ مَیں نے حضور السلام کی جملہ کتب کا ایک ایک لفظ پڑھا ہے۔ فرماتے تھے کہ عربی کتب کا بھی ایک ایک لفظ پڑھا ہے۔ فرماتے تھے کہ عربی کتب کے معانی جاننے کے لیے میں نے کئی عربی کی لغات خریدیں اور ان عربی کی ڈکشنریوں کی مدد سے حضور علیہ السلام کی جملہ عربی کتب کا مطالعہ کیا۔

سامعین!

حضرت خلیفۃ المسیح الأولؓ جنہوں نے تحصیل علم کے لئے عرب و عجم کے اساتذہ کے آگے زانوئے تلمذ طے کیا تھا فرماتے ہیں۔ ”میں نے قرآن مجید کے لئے لاکھوں روپے کی کتابیں خریدیں مکہ مدینہ میں بھی کئی برس اسی ذوق و شوق سے رہا کہ یہ معلوم کروں کہ یہ آیت کہاں نازل ہوئی مگر **قرآن تو میں نے مرزا ہی سے سیکھا۔**“ (تاریخ احمدیت جلد 4)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مشہور زمانہ کتاب ”براہین احمدیہ“ جب منظر عام پر آئی تو حضرت منشی ظفر احمدؓ، حضرت منشی عبد الرحمٰنؓ اور حضرت منشی اروڑاؓ کی نظر سے بھی وہ کتاب گزری۔ وہ سب اس کتاب کو پڑھ کر اس کی فصاحت و بلاغت اور علم و معرفت پر عش عش کر اٹھے اور قادیان حاضر ہو کر حلقۂ احمدیت میں آگئے۔ صرف یہ 3 بزرگ ہی نہیں بلکہ ابتداء میں جتنے احباب واصحابِ احمدیت میں داخل ہوئے وہ سب براہین احمدیہ پڑھ کر ہی ہوئے کیونکہ انہوں نے اس کتاب میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کے دلائل پائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کے نغمات اور قرآن کریم کی شان و عظمت کا بیان

دیکھا۔اسی طرح انہوں نے دیکھا کہ اس میں اللہ تعالیٰ اور اسلام اور قرآن اور صاحب قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہونے والے اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا گیا ہے۔ نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ہونے والے الہامات اور وحی کا نہ صرف مشاہدہ کیا بلکہ انہیں پورا ہوتے ہوئے بھی دیکھا۔

سامعین!

حضرت پیر سراج الحقؓ اپنی بیعت کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں۔ایک روز ایک شخص کے ہاں میری دعوت تھی جس وقت میں کھانا کھانے بیٹھا دو چار شخص اور بھی تھے۔باہر دیکھا اتنے میں چٹھی رساں آیا اور 5،7 خط مجھ کو دیئے اور ایک اشتہار حضرت اقدسؑ کا بھی تھا... اشتہار دیکھا تو اس اشتہار کی سرخی یہ تھی- لِيُهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَ يُحْيِيَ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو گئے ہیں اور ان کے رنگ میں رنگین ہو کر اور صفحات مسیحی لے کر روحانی طور سے میں آیا ہوں۔ جس مسیحؑ کے اس امت میں آنے کا وعدہ تھا۔ سو وہ موعود میں ہوں اس اشتہار کے پڑھتے ہی میری بھوک خوشی کے مارے جاتی رہی اور شادی مرگ کی سی حالت مجھ پر طاری ہو گئی۔ایک طرف تعجب اور ایک طرف خوشی، کھانا کھانا تو جاتا رہا اس اشتہار کو بار بار پڑھتا رہا۔ نور محمد اور اللہ بندہ ہانسوی اس دعوت میں شریک تھے۔ انہوں نے جو میری یہ حالت دیکھی تو وہ متعجب ہو گئے اور حال دریافت کیا اور نیز صاحبِ خانہ نے بھی پوچھا کہ اس اشتہار میں ایسی کیا بات ہے کہ جس سے کھانا چھوڑ دیا اور چہرہ پر آثار خوشی اور تعجب کے پائے جاتے ہیں۔ میں نے وہ صحیفہ گرامی اور اشتہار حضرت اقدس علیہ السلام ان کو پڑھ کر سنایا۔(اس کے دوسرے دن حضرت پیر صاحبؓ نے حضور اقدسؑ کی خدمت میں بیعت و تصدیق اور سلام کا خط لکھ دیا۔) حضرت پیر صاحبؓ فرماتے ہیں اس عریضہ کے ڈاک میں ڈالنے کے بعد ایک رسالہ "فتح اسلام" کا اور "توضیح مرام" بھی مجھے مل گیا۔ان دو رسالوں کے دیکھنے سے آنکھیں کھل گئیں اور میں لائق ہو گیا کہ مخالف کو کافی وشافی جواب دے سکوں۔ دماغ کی قوت ذہن کی رسائی اور دل میں ایک روشنی پیدا ہو گئی۔

(تذکرہ المہدی صفحہ 57-61)

سامعین!

حضرت حاجی غلام احمدؓ سکنی کریام پور کو احمدیت کا تعارف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "ازالہ اوہام" سے ہوا۔ "ازالہ اوہام" کے مطالعہ نے صداقت کی طرف رہنمائی کی۔ بعد ازاں "ست بچن" اور "نُورالقران" ہر دو حصص نے راہ میں روکیں دور کر دیں۔ استخارہ کرنے کے بعد 1903ء میں قادیان دارالامان آئے بیت اقصٰی میں عصر کی نماز کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کو درس دیتے ہوئے سنا۔ معارفِ قرانی اور تفسیر نے آپ پر خاص اثر کیا۔ آپ نے ایک شخص سے پوچھا یہی مسیح موعودؑ ہے؟ اس نے کہا یہ تو مولوی نورالدینؓ ہیں اس پر آپ بہت خوش ہوئے کہ جس دربار کے مولوی ایسے باکمال ہیں وہ خود کیسے ہوں گے۔؟ فرماتے ہیں۔ میں نے دریافت کیا آپ یعنی مسیح موعودؑ کہاں ملیں گے؟ انہوں نے کہا حضور نماز مغرب کے لئے مسجد مبارک تشریف لائیں گے تو زیارت ہو گی۔ مغرب کے وقت ایک چوبارہ پر چھوٹی سی مسجد تھی اس میں گئے نماز مغرب مولوی عبدالکریمؓ نے پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر حضرت صاحبؑ بیٹھ گئے تو حاجی صاحبؓ نے آپ علیہ السلام سے مصافحہ کیا۔ آپ علیہ السلام کی شکل متبرک تھی۔

(اصحاب احمد جلد 10 صفحہ 80)

مکرم عبدالقدیر قمر صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام آخرالزماں علیہ السلام کی کتب مبارکہ اور پاک تحریرات کا کیا اثر ہے اور کس طرح اس نے مخالفوں کی کچلیاں توڑنے اور ان کے طلسم کو ہوا میں اڑانے میں غیر معمولی کردار ادا کیا۔ اس سلسلہ میں میں اپنا ذاتی مشاہدہ بھی پیش کرنا چاہتا ہوں۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب خانقاں ڈوگراں میں عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ کی طرح پڑی۔ خاکسار مسیح پاک علیہ السلام کی کتب جنگ مقدس، چشمہ مسیحی، نورالقرآن وغیرہ کا مطالعہ کر کے میدان میں اترا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دلائل کے سامنے عیسائی طلسم کے پرخچے اُڑتے لوگوں نے دیکھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے قلم نے سیف کا کام دکھاتے ہوئے معبودانِ باطلہ کو نیست و نابود کر دیا تھا۔ اور خدائے واحد و یگانہ کی توحید کا پرچار کرنے کے لئے اسلام کا یہ بطل جلیل، جری اللہ، سیف کا کام قلم سے لیتے ہوئے قلمی اسلحہ پہن کر سائنس اور علمی ترقی کے میدان کارزار میں اترا اور اسلام کی روحانی شجاعت اور باطنی قوت کا ایسا کرشمہ

دکھایا کہ ہر مخالف کے پرخچے اڑادیئے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کا پرچم پھر سے ایسا بلند کیا کہ آج بھی اس کے پھریرے آسمان کی رفعتوں پر بلند سے بلند تر ہو رہے ہیں۔ اور ساری دنیا پر اسلام کا یہ پیغام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے ذریعے پھیل رہا ہے اور پھیلتا رہے گا۔ مسیح محمدیؑ کی زندگی بخش تحریرات کی ہی یہ برکت ہے کہ ایک جہان روحانی اور جسمانی احیاء کی نوید سے مستفیض ہو رہا ہے اور صدیوں کے مردے ایک دفعہ پھر زندہ ہو رہے ہیں۔ یہی وہ چشمہ رواں ہے کہ جو اس سے پیئے گا اور ہمارے سید و مولا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی یَفِیْضُ الْمَالُ حَتّٰی لَا یَقْبَلُہٗ اَحَدٌ (ابن ماجہ) کے مطابق یہی وہ مہدی ہے جس نے حقائق و معارف کے ایسے خزانے لٹائے ہیں کہ انہیں پانے والا کبھی ناداری اور بے کسی کا منہ نہ دیکھے گا۔ یہی وہ روحانی خزائن ہیں جن کی بدولت خدا جیسے قیمتی خزانے پر اطلاع ملتی ہے۔ اور اس کا عرفان نصیب ہوتا ہے۔ ہر قسم کی علمی اور اخلاقی، روحانی اور جسمانی شفاء اور ترقی کا زینہ آپ کی یہی تحریرات ہیں اس خزانے سے منہ موڑنے والا دین و دنیا، دونوں جہانوں سے محروم قرار پاتا ہے۔ اور خدا کی بارگاہ میں متکبر شمار کیا جاتا ہے۔

اغیار کی نظر میں

سامعین! اب مجھے اپنی تقریر کے دوسرے حصہ میں داخل ہو کر غیروں کے تاثرات بیان کر کے خود بھی حظ اُٹھانا ہے اور آپ سامعین کے دلوں کو گرمانا بھی ہے۔

آپؑ کی وفات جناب ابوالکلام آزاد بے ساختہ آپ کی علمیت، کتب بینی اور لازوال کتابوں سے متاثر ہو کر یہ کہنے پر مجبور ہو گئے۔

”وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا۔ جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔ جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شورِ قیامت ہو کے خفتگانِ خوابِ ہستی کو بیدار کرتا رہا خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا... ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندانِ تاریخ بہت کم منظرِ عالَم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں..... مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے

مقابلہ پر اُن سے ظہور میں آیا قبولِ عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے... غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گراں بار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایتِ اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے گا، قائم رہے گا۔" (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 560-561)

سامعین! اہل حدیث کے مشہور لیڈر مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب بیان کرتے ہیں:

"اس (براہین احمدیہ) کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی جاتی ہے" (رسالہ اشاعۃ السنہ جلد 7 نمبر 6 صفحہ 169)

پھر لکھا کہ

"ہماری نظر میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی" (رسالہ اشاعۃ السنہ جلد 7 نمبر 6 صفحہ 169)

صادق الاخبار ریواڑی نے لکھا:

"مرزا صاحب نے اپنی پر زور تقریروں اور شاندار تصانیف سے مخالفین اسلام کو ان کے لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب کے لئے ہمیشہ کے لئے ساکت کر دیا ہے۔ اور واقعی مرزا صاحب نے حق، حمایت اسلام کا کما حقہ ادا کر کے خدمت دین اسلام میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا"

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کتب حضرت مسیح موعودؑ کے حقوق ادا کرنے والا بنائے اور اِن کتب کے ذریعہ نجات کے دروازے ہم پر کھولے۔ آمین

(اِس تقریر کی تیاری میں مکرم مولانا لئیق احمد طاہر صاحب کے ایک مضمون سے مدد لی گئی ہے فجزاہ اللہ تعالیٰ)

ضضضض

{34 } {مشاہدات۔200}

مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ کی اہمیت و برکات

اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار
اِک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

سامعین! آج مجھے جس موضوع پر لب کُشائی کا موقع ملا ہے وہ ہے۔ **مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ کی اہمیت و برکات**

اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے اس زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کو مسیح و مہدی بنا کر بھیجا۔ آپؑ حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق ہیں۔ آپؑ نے آکر دنیا میں دینِ اسلام کی تبلیغ اُسی طریق پر کی جس طرح آپؑ کے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

ہُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِیْ الْأُمِّیِّیْنَ رَسُولاً مِّنْہُمْ یَتْلُوا عَلَیْہِمْ آیَاتِہِ وَیُزَکِّیْہِمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَإِن کَانُوا مِن قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ وَآخَرِیْنَ مِنْہُمْ لَمَّا یَلْحَقُوا بِہِمْ وَہُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (الجمعۃ:3-4)

وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ اُن پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ

یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔ اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔

سامعین! حضرت ابو درداءؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء روپیہ پیسہ ورثہ میں نہیں چھوڑ جاتے بلکہ ان کا ورثہ علم وعرفان ہے۔ جو شخص علم حاصل کرتا ہے وہ بڑا نصیبہ اور خیرِ کثیر حاصل کرتا ہے۔ (ترمذی کتاب العلم باب فی فضل فقہ)

اِس حدیث کی رُو سے ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم وعرفان کی مَے سے آخرُ الزمان کے امام ومہدی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ مستفیض ہوتے رہے اور اب یہ لازوال روحانی، علمی اور اخلاقی مشروب سے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے توسط سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضور کی صحت اور عمر میں برکت بخشتا رہے۔ آمین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے اِسی مسیح کے متعلق پیشگوئی فرمائی تھی کہ وہ مال لُٹائے گا لیکن کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔ (بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسی بن مریم)

اس پیشگوئی سے مُراد بھی روحانی دولت ہے جو ہر نبی آکر بانٹتا ہے۔ یہ ایمان کی دولت ہے۔ یہ روحانی علوم کی دولت ہے۔ یہ دلائل و براہین کی دولت ہے۔ جو مومن تو قبول کیا کرتے ہیں لیکن جن کی قسمت میں انکار ہے وہ اس دولت کو لینے سے انکار کر دیا کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ نے تبلیغ وتربیت کا کام تلوار کی بجائے قلم کے ذریعے سرانجام دیا۔ آپ نے بہت سی کتب تحریر فرمائیں اور تقاریر کیں۔ آج ان کتب کا مطالعہ ہمارے لئے بہت ضروری ہے کیونکہ دینِ حق کا صاف چہرہ ہمیں انہیں کتب سے مل سکتا ہے جو خالص تائید الٰہی سے لکھی گئیں ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ قیمتی خزانے، روحانی خزائن خوب بانٹے اور آج بھی آپؑ کے یہ خزانے آپؑ کی قیمتی اور بیش بہا کتب اور ملفوظات کی شکل میں موجود ہیں۔ آپؑ خود اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب مَیں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

سامعین! آپؑ نے تلقین فرمائی کہ تمام احباب میری کتب کو ضرور پڑھیں تا کہ وہ ان خزانوں سے فیض یاب ہوں ۔ ان علوم کو حاصل کر سکیں جو مُردہ دلوں کے لئے آبِ حیات کا حکم رکھتے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

”جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہر گز نہیں مرے گا۔ وہ زندگی بخش باتیں جو مَیں کہتا ہوں اور وہ حکمت جو میرے منہ سے نکلتی ہے اگر کوئی اور بھی اس کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھ لو کہ مَیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا۔ لیکن اگر یہ حکمت اور معرفت جو مردہ دلوں کے لئے آب حیات کو حکم رکھتی ہے دوسری جگہ سے نہیں مل سکتی تو تمہارے پاس اس جرم کا کوئی عذر نہیں کہ تم نے اس سرچشمہ سے انکار کیا جو آسمان پر کھولا گیا۔ زمین پر اس کو کوئی بند نہیں کر سکتا۔“

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 104)

یوں آپؑ، آپؑ کے خلفائے کرام اور جماعتِ احمدیہ کے ذریعہ قرآن کریم میں درج آخری زمانہ کی ایک عظیم الشان نشانی وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (تکویر:11) کہ جب کتابیں پھیلادی جائیں گی پوری ہو رہی ہے ۔ قرآن کریم اور کتب احادیث مبارکہ کو چھوڑ کر ان میں سب سے اعلیٰ اور افضل کتب حضرت مسیح موعودؑ کی ہی کتب ہیں۔

آپؑ نے یہ روحانی خزائن اس کثرت سے تقسیم کئے کہ دنیائے مذاہب میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ آپؑ کی کتب جو ”روحانی خزائن“ کے نام سے شائع شدہ ہیں، کی تعداد 90 کے قریب ہے۔ ملفوظات کی دس جلدیں، مجموعہ اشتہارات کی تین جلدیں اور مکتوبات میں بکھرے انگنت علمی و روحانی خزانے اِن کے علاوہ ہیں۔ آپؑ نے کبھی کسی دینی مدرسہ سے باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی اور نہ ہی کسی شاعر سے اصلاح لی۔ لیکن جب بھی آپ کو اپنے جذبات کی ترجمانی کی ضرورت پیش آئی، آپؑ نے اپنے خداداد علم سے اردو، فارسی اور عربی میں بلا تکلّف اور بلا تصنّع طویل قصائد اور نظمیں تحریر فرمائیں جو ادب کی بلندیوں

کو چھوتی ہیں۔ آپ کا یہ کلام قیامت تک آپ کے منجانب اللہ ہونے کا ایک زندہ نشان رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے لوگوں کو خدا تعالیٰ ملتا ہے۔ اسی غرض کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو عصر حاضر میں مصلح آخرُ الزماں بنا کر نازل فرمایا ہے۔

اس ضمن میں آپؑ فرماتے ہیں۔

”انبیاء علیہم السلام کے دنیا میں آنے کی سب سے بڑی غرض اور ان کی تعلیم اور تبلیغ کا عظیم الشان مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ خدا تعالیٰ کو شناخت کریں اور اس زندگی سے جو انہیں جہنم اور ہلاکت کی طرف لے جاتی ہے اور جس کو گناہ آلود زندگی کہتے ہیں نجات پائیں۔ حقیقت میں یہی بڑا بھاری مقصد اُن کے آگے ہوتا ہے۔ پس اس وقت بھی جو خدا تعالیٰ نے ایک سِلسلہ قائم کیا ہے اور اُس نے مجھے مبعوث فرمایا ہے تو میرے آنے کی غرض بھی وہی مشترک غرض ہے جو سب نبیوں کی تھی۔ یعنی مَیں بتانا چاہتا ہوں کہ خدا کیا ہے؟ بلکہ دکھانا چاہتا ہوں اور گناہ سے بچنے کی راہ کی طرف راہبری کرتا ہوں۔“(ملفوظات جلد دوم صفحہ 8- 9)

آپ علیہ السلام نے غلبہ اسلام کے لیے جو مختلف ذرائع استعمال فرمائے اور ان میں سے ایک تحریر و تقریر اور اشاعتِ کتب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو سلطانُ القلم کے خطاب سے نوازا اور آپؑ کو روحانی خزائن عطا کیے۔ اس نے آپؑ کی تحریر میں وہ سحر رکھ دیا جس سے صدیوں کے مُردے زندہ ہو گئے، اندھوں کو بینائی عطا ہوئی اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے۔ انسانیت ہمیشہ کے لیے زندہ ہو گئی اور ایسی حیات سے آشنا ہوئی جو موت کے نام سے نا آشنا ہے۔

سامعین! عصر حاضر کے تمام فتنوں، آزمائشوں، ابتلاؤں، بے چینیوں اور فسق وفجور سے بچانے کے لئے وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ کے حقیقی مصداق حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ کے ذریعہ دنیا میں توحید کا نور پھیلا اور ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچّائی اور قرآن مجید کی صداقت دنیا پر روزِ روشن کی طرح ظاہر ہوئی اور اسلام کا تمام ادیانِ باطلہ پر غلبہ ہوا۔ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مسیح موعود کا زمانہ ہی وہ زمانہ تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کے کناروں تک اسلام کی تبلیغ کو پہنچانا تھا۔

پس یہ ہماری انتہائی خوش نصیبی ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اِس زمانہ کے امام اور مرسل سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی اِس لئے یہ ہمارا اوّلین فرض ہے کہ ہم سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی بابرکت تحریرات کا مطالعہ کریں اور اس کے ذریعہ اپنے سینوں اور ذہنوں کو منوّر کریں اور عصرِ حاضر کے اِس پر آشوب ماحول میں اِن بابرکت تصانیف کے ذریعہ اپنی اور اپنی نسلوں کی زندگیاں سنوارنے والے بنیں تا اس کے ذریعہ ہمارے معاشرہ میں اور اسی طرح تمام دنیا میں امن اور سلامتی پیدا ہو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے ایک پیغام میں فرماتے ہیں۔

”قرآن کریم اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ یہی وہ زمانہ تھا کہ جب اسلام کی اشاعت اور تبلیغ ساری دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے سامان اس خدائے قادر مطلق نے پہلے سے مقرر کر رکھے ہیں۔ اسی لئے اس زمانہ میں سائنسی ایجادات اتنی تیزی اور کثرت سے ہوئی ہیں کہ انسانی عقل وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَالَهَا کے مصداق حیران ہو جاتی ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے کہ جس کے بارے میں وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ کی پیشگوئی فرما کر یہ بتلایا گیا کہ اس زمانے میں ایسی ایسی ایجادات ہوں گی کہ کتابوں اور رسالوں کی نشر و اشاعت عام ہو جائے گی۔“

(پیغام بر موقع اشاعت کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن روحانی خزائن 2008ء)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ مزید فرماتے ہیں:

”خدا تعالیٰ نے اس نشر و اشاعت کے اِس زمانہ میں جدید طریقے مہیا فرمائے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے پاس آج کل کے وسائل اور جدید طریقے موجود نہیں تھے۔ اس کے باوجود انہوں نے تبلیغ اسلام کا حق ادا کر دیا۔ آج کل ہمارے پاس یہ طریقے موجود ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کے زمانے میں یہ مقدّر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی پیشگوئی بھی فرمادی تھی۔ یہ آیت جو ہے یہ پیشگوئی ہے جس کا دوسری جگہ اس طرح ذکر ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَت (التکویر: 11) یعنی جب کتابیں پھیلادی جائیں گی پس ایک تو یہ زمانہ کتابیں پھیلانے کا ہے جو مسیح موعود کا زمانہ ہے۔“

سامعین! حضرت مسیح موعودؑ نے جو بھی علوم و معارف لٹائے وہ دراصل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ہیں ۔ان علوم و معارف کے مطالعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ وارفع شان کا بھی بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ علوم و معارف خدا کی خاص تائید و نصرت سے اسلام کی عظمتِ رفتہ کو پھر سے قائم کرنے کے لئے لکھے گئے۔ روحانی خزائن کی صورت میں آپؑ کی کتب ایسے دلائل وبراہین پر مشتمل ہیں جو کسی بھی معترض کو ملزم وساکت کر سکتے ہیں ۔ان معرکۃ الآراء کتب کو پڑھ کر زندہ خدا سے روشناسی ہوتی ہے۔ ان کتب کا ہر ہر لفظ اور ہر ہر سطر محبت الٰہی اور محبت رسول سے معمور و مملوء ہے۔ یہ کتب محبتِ الٰہی اور محبتِ رسول کو فروغ دیتی اور دلوں میں اسے جاگزیں کرتی ہیں۔ یہ کتب ملّی خدمات کا بے مثال خزانہ ہیں۔ بڑے بڑے کبار علماء آپ کی تبحر علمی کے قائل ہوئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ جنہوں نے تحصیل علم کے لئے عرب و عجم کے اساتذہ کے آگے زانوئے تلمذ طے کیا تھا۔ فرماتے ہیں:

”میں نے قرآن مجید کے لئے لاکھوں روپے کی کتابیں خریدیں مکہ مدینہ میں بھی کئی برس اسی ذوق وشوق سے رہا کہ یہ معلوم کروں کہ یہ آیت کہاں نازل ہوئی مگر **قرآن تو میں نے مرزا ہی سے سیکھا۔**“

(تاریخ احمدیت جلد 4)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

” اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کا نام سُلطانُ القلم رکھا اور میرے قلم کو ذوالفقارِ علی فرمایا“

(الحکم مورخہ 17 جون 1901ء جلد 5، نمبر 22)

دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفےٰ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات نے دنیا میں ایک تہلکہ مچادیا اور ایسے عظیم الشان نتائج برآمد کئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام میں کسی اور سے ظہور پذیر نہیں ہوئے۔ آپ علیہ السلام نے اپنی تصانیف کا آغاز اس وقت کیا جب آپ کو اندازہ ہوا کہ صرف مضامین لکھ کر اسلام دشمن

عناصر کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس سلسلہ میں آپ نے ایک مستقل تصنیف ”براہین احمدیہ“ کا آغاز فرمایا۔ شروع میں اس عنوان سے پچاس کتب شائع کرنے کا پروگرام تھا مگر بوجوہ پانچ جلدیں شائع فرمائیں۔ اس کتاب کے پہلے دو حصے 1880ء میں شائع ہوئے جبکہ تیسرا، چوتھا اور پانچواں حصہ بالترتیب 1882، 1884 اور 1905 میں شائع ہوئے۔ (بحوالہ حیات طیبہ صفحہ 50-52) ان کتب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآنِ کریم اور حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے ایسے شاندار دلائل دیئے کہ اپنے پرائے دنگ رہ گئے اور جہاں مخالفین کے حواس باختہ ہوئے، وہیں عاشقانِ اسلام نے سکھ کا سانس لیا۔

اس شاندار آغاز کے بعد آپ کے قلم سے دلائل وبراہین کا وہ سمندر بہہ نکلا جس کے سامنے سب مخالفین خش و خاک کی طرح بہہ گئے۔ عیسائی، آریہ، سکھ اور عرب دان آپ کے مقابلہ میں آئے اور شکست وریخت کا شکار ہوئے اور کیوں نہ ہوتے جبکہ آپ کی پشت پر خدائے ذوالجلال کا اپنا ہاتھ تھا۔ آپؑ کی تمام اَصناف کی کتب، تقاریر کو اگر پڑھا جائے تو ایک واضح نتیجہ سامنے آتا ہے کہ ان کا مصنف غیرت دینی اور تائید الٰہی رکھنے والا ہے۔ بے شمار خلقت صرف آپ کی کتابیں پڑھ کر حقیقی اسلام سے بہرہ مند ہوئی اور پیارے اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہوگئی۔

صادق الاخبار ریواڑی نے لکھا:

”مرزا صاحب نے اپنی پر زور تقریروں اور شاندار تصانیف سے مخالفین اسلام کو ان کے لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب کے لئے ہمیشہ کے لئے ساکت کر دیا ہے۔ اور واقعی مرزا صاحب نے حق، حمایت اسلام کا کما حقہ ادا کرکے خدمت دین اسلام میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا“

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اور اشتہارات اور مکتوبات ہماری تمام اصولی تشریحات اور ہمارے مخصوص نظریات کا ماخذ ہیں۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جو احمدی ہماری کتابوں کو کم از کم تین دفعہ نہیں پڑھتا اس میں تم ایک گونہ تکبر پاؤ گے کیونکہ وہ میری طرف منسوب ہونے کے باوجود اپنے آپ کو میرے کلام سے جو خدا سے روشنی یافتہ ہے مستغنی سمجھتا ہے۔

بعض دفعہ کوئی مضمون تحریر کرتے ہوئے آپؑ کے قلم مبارک میں وہ روانی آتی کہ آپ ایک دن میں سینکڑوں صفحات تحریر کر دیتے اور کئی دفعہ تو روحانی مضمون اس طرح آسمان سے اترتے کہ آپ خود حیران رہ جاتے۔ جب خطبہ الہامیہ آپ کی زبانِ مبارک سے جاری ہوا تو احباب نے اسے فوری طور پر ساتھ ساتھ تحریر کر لیا اور جب حضور علیہ السلام نے بعد ازاں اُسے پڑھا تو بے اختیار خدا کے حضور سر بسجود ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے حتمی شریعت، ہمارے پیارے آقا و مولا خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری۔ گزرتے وقت کے ساتھ، مسلمان اس حسین تعلیم سے دور ہوتے گئے اور ایک ایسا وقت بھی آ گیا کہ لوگ قرآن کریم کو صرف قسمیں اٹھانے اور گھر کے ایک طاق میں رکھنے کے عادی ہو گئے۔ پھر یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہی عظیم کارنامہ تھا کہ آپؑ نے قرآن کریم کے پڑھنے اور سمجھنے کی اہمیت اجاگر کی۔ آپؑ نے قرآن کے گہرے مطالب اور پر معارف نکتے بیان کئے جس کے نتیجہ میں بے شمار روحیں اس چشمہ سے سیر ہوئیں اور بے شمار قوموں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا۔ آپؑ کی کتب کے ایک ایک لفظ کا منبع قرآنِ کریم ہے۔

مخالفینِ اسلام نے ہمیشہ اسلامی تاریخ کو توڑ مروڑ کر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں ایک بہت بڑی اکثریت یہ سمجھنے پر مجبور ہے کہ اسلام کے اشاعت میں تعلیم سے زیادہ تلوار کا ہاتھ رہا ہے اور یہ تاثر آج کل مزید قوت پاتا جا رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس محاذ پر بھی اپنے قلم سے دشمنوں کے دانت کھٹّے کر دیے ہیں۔ آپؑ نے نہ صرف ہمارے پیارے آقا و مولا خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر ہونے والے ناپاک حملوں کو پسپا کیا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روشن چہرہ پوری دنیا کو دکھانے کی سعادت حاصل کی۔

سامعین! انگریز عیسائی پادریوں کا یہ خواب کہ بہت جلد پورا ہندوستان عیسایت قبول کرلے گا، شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ اور صرف ایک شخص حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام اس طوفان کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن کر ڈٹ گیا تھا۔ ہندو معاشرے میں رہتے ہوئے، حضور نے بڑی بہادری کے ساتھ ہندوؤں کے اسلام پر حملوں کو روکا۔ ایک اور بڑے مذہب سکھ ازم میں پائی جانے والی خامیوں کی

طرف توجہ دلائی اور یہ ثابت کیا کہ حضرت بابا گرونانک مسلمان تھے۔ اس دعویٰ کو سچا ثابت کرنے کے لئے آپ نے لمبے سفر بھی کئے اور بہت سی رقم بھی خرچ کی۔ اسی پر بس نہیں بلکہ جلیل القدر انبیاء جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مقدس ذاتوں پر لگائے جانے الزامات کو بھی صاف کیا۔ آپؑ نے مستند محقق کی حیثیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات اور تدفین کشمیر میں ثابت کی۔ اس تحقیق کے لئے آپ نے بہت محنت کی اوراپنے اصحاب کو خصوصی طور پر کشمیر بھیج کر اپنے دلائل کے حق میں تمام ثبوت مہیا کئے۔

مسلمانوں کا کونسا فرقہ ایسا تھا جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات اقدس پر حملہ نہیں کیا؟ یہ آپؑ کا قلم ہی تھا جس نے ایک ایک فرقہ کے اعتراضات کا جواب کماحقہ دیا۔ مختلف لوگوں کے اعتراضات وسوالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے آپ نے 1882ء میں ایک کتاب ”آئینہ کمالاتِ اسلام“ لکھی۔ یہ کتاب فروری 1883 میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب بھی دلائل سے پُر ہے۔ **اس کتاب کی تصنیف کے دوران حضرت مسیح موعود کو دو مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی** اور آپؑ نے اس کتاب کی تالیف پر بہت مسرت ظاہر فرمائی۔ (ضمیمہ کمالات اسلام ایڈیشن اول صفحہ 4)

سر سے میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں
اے مرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار

آپؑ کی وفات پر جناب ابوالکلام آزاد بے ساختہ آپ کی علمیت، کتب بینی اور لازوال کتابوں سے متاثر ہو کر یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ

”وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا۔ جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔ جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شورِ قیامت ہو کے خفتگانِ خوابِ ہستی کو بیدار کرتا رہا خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا... ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندانِ تاریخ بہت کم منظرِ عالَم پر آتے ہیں اور جب

آتے ہیں دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں..... مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر اُن سے ظہور میں آیا قبولِ عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے... غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گراں بار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایتِ اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے گا، قائم رہے گا۔" (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 560-561)

سر زمین ہند میں ایسی ہے شہرت مجھ کو دی
جیسے ہووے برق کا اک دم میں ہر جا انتشار

سامعین! کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اہمیت تربیتی پہلو سے بھی بہت زیادہ ہے۔ ان کتب کو پڑھ کر انسان محسوس کرتا ہے کہ وہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبارک معیت میں موجود ہے۔ اور یوں انسان کی اعمال بہتر سے بہتر ہوتے جاتے ہیں۔ اور انسانی کجیاں روز بروز دور ہوتی جاتی ہیں۔

آج کے مشکل ترین دور میں جب مسلمان ہر طرف سے گھر چکے ہیں اور فرقہ پرستی اپنے عروج پر پہنچ چکی ہے تو کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے جو مسلمانوں کو حقیقی اسلامی تعلیم سے آگاہ کر سکے۔ سوائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے۔ بعض نام نہاد مسلمان علماء نے اپنی کتابوں میں اسلام کے پیارے اور دلکش چہرہ پر گرد ڈال کر اسے دھندلا دیا ہے اور انہی علماء کی تحریرات کی وجہ سے سلیمان رشدی جیسے لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہم پر یہ بھی ایک عظیم احسان ہے کہ آپ نے اسلامی تعلیم کو صحیح رنگ میں پیش فرمایا۔ آپ نے جہاد، مَرد کی چار شادیاں، حقوقِ نسواں، کاملیتِ مذہب، مکالمہ مخاطبہ، الہام اور دوسرے بے شمار امور کے بارہ میں اعلیٰ ترین تشریحات فرمائیں اور ان کو اپنی کتب میں محفوظ کر کے ہمارے لئے عظیم خزانہ مہیا فرما دیا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کے مطالعہ سے جہاں ایک احمدی روحانی علوم و معارف کے خزانے پاتا ہے اور اس کا ذہن بھی منور ہوتا وہاں اس کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ پڑھنے والے پر برکات کا نزول بھی ہوتا ہے خواہ وہ کسی معرفت کے نقطہ کو صحیح طرح سمجھ پاتا ہے یا نہیں لیکن اس پر رحمتوں اور برکتوں کا نزول ضرور ہورہا ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”یہ رسائل جو لکھے گئے ہیں تائید الٰہی سے لکھے گئے ہیں میں انکا نام وحی الہام تو نہیں رکھتا مگر یہ ضرور کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی خاص اور خارق عادت تائید نے یہ رسالے میرے ہاتھ سے نکلوائے ہیں۔“

(سر الخلافہ صفحہ 6)

اس پہلو کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے کیا خوب اجاگر کیا ہے آپؓ فرماتے ہیں:

”جو کتابیں ایک ایسے شخص نے لکھی ہوں جس پر فرشتے نازل ہوتے تھے ان کے پڑھنے سے بھی ملائکہ نازل ہوتے ہیں چنانچہ حضرت صاحب کی کتابیں جو شخص پڑھے گا اس پر فرشتے نازل ہوں گے“

(ملائکۃ اللہ، انوار العلوم جلد 5 صفحہ 560)

اور فرشتوں کے نزول کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے مِنۡ کُلِّ اَمۡرٍ سَلٰمٌ کہ وہ سلامتی اور رحمتوں برکتوں کے سامان لیکر اترتے ہیں لہٰذا حضورؑ کی کتب کا مطالعہ جہاں ہمیں علمی میدان میں نکھارتا ہے وہیں ہمیں پڑھنے کا ثواب بھی ساتھ مل رہا ہوتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے روحانی و علمی کے حوالے سے آپؑ کو الہاماً فرمایا۔

”یَآ اَحۡمَدُ فَاضَتِ الرَّحۡمَۃُ عَلٰی شَفَتَیۡکَ۔ کَلَامٌ اُفۡصِحَتۡ مِنۡ لَّدُنۡ رَّبٍّ کَرِیۡمٍ“ (حقیقۃ الوحی صفحہ 105)

اے احمد! تیرے لبوں پر رحمت جاری ہے تیرا کلام خدا کی طرف سے فصیح کیا گیا۔ یہ انہی ہونٹوں سے نکلی ہوئی تحریریں ہیں جن پر خدا نے رحمت جاری کی تو جو ان تحریروں کو اپنے ہونٹوں پر لے گا وہ بھی اس رحمت سے حصہ پائے گا۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہمیں اس امام مہدی اور مسیح محمدی کو ماننے کی توفیق ملی اور ان روحانی خزائن کا ہمیں وارث ٹھہرایا گیا اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم ان بابرکت تحریروں کا مطالعہ کریں تا کہ ہمارے دل اور ہمارے سینے اور ہمارے ذہن اس روشنی سے منور ہو جائیں کہ جس کے سامنے دجال کی تمام تاریکیاں کافور ہو جائیں گی اللہ کرے کہ ہم اپنی اور اپنی نسلوں کی زندگیاں ان بابرکت تحریرات کے ذریعہ سنوار سکیں“

(پیغام حضور انور۔ بر موقع اشاعت روحانی خزائن کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن مؤرخہ 10 اگست 2008ء)

سامعین! اسلام کا دلکش اور خوبصورت چہرہ ظاہر کرنے کے لئے اور اس کے کمالات و محاسن کو منظر عام پر لانے کے لئے حضور علیہ السلام کے دل میں کس قدر درد تھا اس کا اندازہ لگانے کے لئے حضور علیہ السلام کے ان الفاظ پر غور کریں۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

”اسی میں میرا سرور ہے اور اسی میں میرے دل کی ٹھنڈک ہے کہ جو کچھ علوم اور معارف میرے دل میں ڈالا گیا ہے میں خدا کے بندوں کے دلوں میں ڈالوں۔ دور رہنے والے کیا جانتے ہیں مگر جو ہمیشہ آتے جاتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ کیونکر میں دن رات تالیفات میں مستغرق ہوں اور کس قدر میں اپنے وقت اور جان کے آرام کو اس راہ میں فدا کر رہا ہوں۔ میں ہر دم اس خدمت میں لگا ہوا ہوں۔“

(مجموعہ اشتہارات جلد 3)

سامعین!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کو سمجھنے کے لئے بھی ضروری ہے کہ آپ کی کتب پڑھی جائیں۔ آپؑ کی کتب پڑھ کر ہی ہمیں اس تعلیم کا حقیقی معنوں میں اندازہ ہو سکتا ہے جو آپؑ نے ہمیں دی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی ان حیات بخش تعلیمات سے ایک طرف ہمارے قلب و ذہن منور ہوں گے تو دوسری طرف ہم خدا کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرنے والے ہونگے۔

پس اے مسیح موعودؑ کے درخت وجود کی سرسبز شاخو! اس وقت یہ تقاضا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے علم کلام سے اپنے نفوس کو منور کیا جائے اور آپ ان خزائنِ روحانیہ کو دنیا میں پھیلانے کا عزم کر لیں تا کہ دنیا

ہر قسم کی آفات سے محفوظ ہو جائے اور دنیا کے تمام لوگ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کے حصنِ حصین اور عافیت کے حصار میں پناہ لیں سکیں۔ آج ہماری یہ ذمہ داری بھی ہے کہ اس روحانی اسلحہ سے لیس ہو کر نفس امارہ اور دیگر شیطانی طاقتوں کے مقابلے میں سینہ سپر ہو جائیں۔ جو اس الٰہی جام کو پیئے گا اسکی روحانی زندگی یقیناً زندہ جاوید ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں امام الزماں کی کتب کو بغور پڑھنے اور ان کتب سے وابستہ فیوض و برکات سے متمتع ہونے کی توفیق وسعادت عطا فرمائے۔ آمین

آسماں پر دعوتِ حق کیلئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار
باغ میں ملت کے ہے کوئی گل رعنا کھلا
آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار

ضضض

{35} {مشاہدات۔52}

"ابراہیم بنو" (حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

میں کبھی آدم، کبھی موسیٰ، کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں، نسلیں ہیں میری بے شمار

میرے انصار بھائیو! آج میری تقریر کا عنوان حج اور عید الاضحیہ کی مناسبت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک نصیحت آموز ارشاد **"ابراہیم بنو"** ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک خطبہ جمعہ میں سورۃ البقرہ آیت 201 فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا کے تحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ ارشاد پڑھا **"اسلام کا منشاء یہ ہے کہ بہت سے ابراہیم بنائے۔ پس تم میں سے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے کہ ابراہیم بنو۔"**
(ملفوظات جلد 3 صفحہ 189 ایڈیشن 1984ء)

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ اس ارشاد کے مزید تفصیل میں فرماتے ہیں۔

فرمایا کہ "اصل توحید کو قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت سے پورا حصہ لو اور یہ محبت ثابت نہیں ہو سکتی جب تک عملی حصہ میں کامل نہ ہو۔" عملی طور پر بھی محبت کرنی ہو گی، اظہار کرنا ہو گا۔ "نری زبان سے ثابت نہیں ہوتی۔ اگر کوئی مصری کا نام لیتا رہے تو کبھی نہیں ہو سکتا کہ وہ شیریں کام ہو جاوے۔" اس کا منہ میٹھا نہیں ہو جاتا اگر صرف چینی کا نام لے لے، شوگر کا نام لے لے تو میٹھا ہو جائے گا۔ نہیں۔ "یا اگر زبان سے کسی کی دوستی کا اعتراف اور اقرار کرے مگر مصیبت اور وقت پڑنے پر اس کی امداد اور دستگیری سے پہلو تہی کرے تو وہ دوست صادق نہیں ٹھہر سکتا۔ اسی طرح پر اگر خدا تعالیٰ کی توحید کا نرا زبانی ہی اقرار ہو اور اس کے ساتھ محبت کا بھی زبانی ہی اقرار موجود ہو تو کچھ فائدہ نہیں بلکہ یہ حصہ زبانی

اقرار کی بجائے عملی حصہ کو زیادہ چاہتا ہے۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ زبانی اقرار کوئی چیز نہیں ہے۔ نہیں۔ میری غرض یہ ہے کہ زبانی اقرار کے ساتھ عملی تصدیق بھی لازمی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ خدا کی راہ میں اپنی زندگی وقف کرو اور یہی اسلام ہے۔ یہی وہ غرض ہے جس کے لئے مجھے بھیجا گیا ہے۔ پس جو اس وقت اس چشمہ کے نزدیک نہیں آتا جو خدا تعالیٰ نے اس غرض کے لئے جاری کیا ہے وہ یقیناً بے نصیب رہتا ہے۔ اگر کچھ لینا ہے اور مقصد کو حاصل کرنا ہے تو طالبِ صادق کو چاہئے کہ وہ چشمہ کی طرف بڑھے اور آگے قدم رکھے اور اس چشمۂ جاری کے کنارے اپنا منہ رکھ دے اور یہ نہیں ہو سکتا جب تک خدا تعالیٰ کے سامنے غیریت کا چولہ اتار کر آستانہ ربوبیت پر نہ گر جاوے اور یہ عہد نہ کر لے کہ خواہ دنیا کی وجاہت جاتی رہے اور مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں تو بھی خدا کو نہیں چھوڑے گا اور خدا تعالیٰ کی راہ میں ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہے گا۔ ابراہیم علیہ السلام کا یہی عظیم الشان اخلاص تھا کہ بیٹے کی قربانی کے لئے تیار ہو گیا۔ اسلام کا منشاء یہ ہے کہ بہت سے ابراہیم بنائے۔"

یہی اللہ تعالیٰ نے، قرآن شریف نے ابراہیم کی خوبی بیان فرمائی ہے کہ وہ وفادار تھے۔ "پس تم میں سے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے کہ ابراہیم بنو۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ولی پرست نہ بنو۔ بلکہ ولی بنو اور پیر پرست نہ بنو۔ بلکہ پیر بنو تم ان راہوں سے آؤ۔" پیر بن کے یہ نہیں کہ پیروں کی طرح نخوت اور تکبر پیدا ہو جائے بلکہ عاجزی انکساری پیدا کرو، وفاداری پیدا کرو۔ یہ مراد ہے اس سے۔ آج کل کے پیروں کی طرح دنیاداری کے اظہار اس سے مراد نہیں ہے۔ فرمایا کہ "بے شک وہ تنگ راہیں ہیں" "تم ان راہوں سے آؤ" "لیکن ان سے داخل ہو کر راحت اور آرام ملتا ہے مگر یہ ضروری ہے کہ اس دروازہ سے بالکل ہلکے ہو کر گزرنا پڑے گا۔ اگر بہت بڑی گٹھڑی سر پر ہو تو مشکل ہے۔ اگر گزرنا چاہتے ہو تو اس گٹھڑی کو جو دنیا کے تعلقات اور دنیا کو دین پر مقدم کرنے کی گٹھڑی ہے پھینک دو۔ ہماری جماعت خدا کو خوش کرنا چاہتی ہے تو اس کو چاہئے کہ اس کو پھینک دے۔ تم یقیناً یاد رکھو کہ اگر تم میں وفاداری اور اخلاص نہ ہو تو تم جھوٹے ٹھہرو گے اور خدا تعالیٰ کے حضور راستباز نہیں بن سکتے۔ ایسی صورت میں دشمن سے پہلے وہ ہلاک ہو گا جو

وفاداری کو چھوڑ کر غداری کی راہ اختیار کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ فریب نہیں کھا سکتا اور نہ کوئی اسے فریب دے سکتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ تم سچا اخلاص اور صدق پیدا کرو۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 188-190 ایڈیشن 1984ء)

(الفضل آن لائن 23 مئی 2022ء)

معزز بھائیو! حضرت ابراہیم علیہ السلام جدِّ امجد یعنی نبیوں کے باپ کہلاتے ہیں۔ آپؑ کی اولاد اور نسل سے کثرت سے انبیاء پیدا ہوئے حتٰی کہ نبیوں کے سردار، محسن انسانیت، خاتم الانبیاء سیدنا حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپؑ ہی کی نسل میں سے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد "ابراہیم بنو" کے تحت حضرت ابراہیمؑ کے بہت سے خصائل، خوبیاں اور محاسن پیش ہو سکتے ہیں جس کے لئے ایک دفتر چاہئے۔ خاکسار یہاں ایک مختصر سی تقریر میں قرآن کریم میں موجود حضرت ابراہیمؑ کی سیرت کے چند پہلو اور تعلیم کے چند حصے بیان کرنے کی کوشش کرے گا۔

• اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (آل عمران: 96)

پس ابراہیمِ حنیف کی ملت کی پیروی کرو اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھا۔

• حضرت ابراہیمؑ کی ملت کی پیروی کی اس لئے تلقین کی گئی کیونکہ خود اللہ کے سب سے برگزیدہ نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؑ کی ملت کی پیروی کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا (النساء:126)

اور اس نے ابراہیمِ حنیف کی ملت کی پیروی کی ہو۔

• اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ النحل آیت 124 میں حکم دے کر یوں بیان کیا کہ تو ابراہیم حنیف کی ملت کی پیروی کر اور وہ مشرکین میں سے نہ تھا۔

ایسا کیوں ہے اس کی وجہ بھی بتا دی۔

دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (الانعام: 162)

ایک قائم رہنے والا دین، ابراہیمِ حنیف کی ملت (بنایا ہے) اور وہ ہرگز مشرکین میں سے نہ تھا۔

سامعین! ملت ابراہیم کی اتنی تاکید کرنے کے بعد انتباہ بھی ان الفاظ میں فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنۡ يَّرۡغَبُ عَنۡ مِّلَّةِ اِبۡرٰهٖمَ اِلَّا مَنۡ سَفِهَ نَفۡسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصۡطَفَيۡنٰهُ فِى الدُّنۡيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيۡنَ (البقرہ:131)

اور کون ابراہیم کی ملّت سے اِعراض کرتا ہے سوائے اس کے جس نے اپنے نفس کو بے وقوف بنا دیا اور یقیناً ہم نے اُس (یعنی ابراہیم) کو دنیا میں بھی چُن لیا اور یقیناً آخرت میں بھی وہ صالحین میں سے ہوگا۔

حضرت ابراہیم کا بلند مقام و مرتبہ

• اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو اپنا خلیل اور دوست بنایا جیسا کہ فرمایا

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبۡرٰهِيۡمَ خَلِيۡلًا (النساء : 126)

اور اللہ نے ابراہیم کو دوست بنالیا تھا۔

خلیل، گوڑے دوست کو کہتے ہیں۔

• اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو بار بار "حنیف" یعنی سیدھے راستہ پر چلنے والا کہہ کر پکارا۔ آپؑ کی ملت کی پیروی کرنے والا بھی "حنیف" کہلایا۔ جیسے فرمایا

بَلۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهٖمَ حَنِيۡفًا (البقرہ:136)

یعنی ابراہیم حنیف کی امت ہو جاؤ۔

سامعین! حضرت ابراہیمؑ مشرکوں میں ہرگز نہ تھے جیسے وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ کے الفاظ بار بار قرآن میں آئے یعنی شرک کا شائبہ تک اس میں نہ تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ آپؑ کی بت پرستی سے بیزاری کا ایک بہت دلچسپ واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حضرت ابراہیم ایک بُت پرست بلکہ بت ساز گھرانے میں پیدا ہوئے تھے اور چلڈیا کے ایک شہر اُور کسدیم کے رہنے والے تھے۔ ان کے خاندان کے لوگوں کا گزارہ ہی بتوں کے چڑھاووں اور بت فروشی پر تھا۔ والد بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے اور چچا کی آغوش میں انہوں نے پرورش پائی تھی جس نے ان کے ہوش سنبھالتے ہی اپنے بیٹوں کے ساتھ آپ کو بھی بت فروشی کے کام پر لگا دیا تھا۔ حقیقت سے نا آشنا چچا کو یہ معلوم نہ تھا کہ جس دل کو خالقِ کون و مکاں چُن چکا ہے اُس میں بتوں کے لئے کوئی جگہ نہیں ہو سکتی۔ پہلے ہی دن ایک امیر گاہک جو اپنی عمر کی انتہائی منزلیں طے کر رہا تھا اور تھا بھی مالدار، بُت خریدنے

کے لئے آیا۔ بت فروش چچا کے بیٹے خوش ہوئے کہ آج اچھی قیمت پر سودا ہو گا۔ بوڑھے امیر نے ایک اچھا سابُت چنا اور قیمت دینے ہی لگا تھا کہ اس بچہ کی توجہ اُس گاہک کی طرف ہوئی۔ اُس نے سوال کیا۔ میاں بوڑھے! تم قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہو۔ تم اس چیز کا کیا کرو گے؟ اُس نے جواب دیا کہ گھر لے جاؤں گا اور ایک صاف اور مطہر جگہ میں رکھ کر اس کی عبادت کروں گا۔ یہ سعید بچہ اس خیال پر اپنے جذبات نہ روک سکا اور پوچھا۔ تمہاری عمر کیا ہو گی؟۔ اُس نے اپنی عمر بتائی اور اس بچہ نے نہایت حقارت آمیز ہنسی ہنس کر کہا کہ تم اتنے بڑے ہو اور یہ بُت تو ابھی چند دن ہوئے میرے چچا نے بنوایا ہے کیا تمہیں اس کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے شرم نہ آئے گی۔ نہ معلوم اس بوڑھے کے دل پر توحید کی کوئی چنگاری گری یا نہ گری لیکن اُس وقت اس بت کا خریدنا اُس کے لئے مشکل ہو گیا اور وہ بت وہیں پھینک کر واپس چلا گیا۔ اس طرح ایک اچھے گاہک کو ہاتھ سے جاتا دیکھ کر بھائی سخت ناراض ہوئے اور انہوں نے اپنے باپ تارہ کو اطلاع دی جس نے اس بچہ کی خوب خبر لی۔ یہ پہلی تکلیف تھی جو اس پاکباز ہستی نے توحید کے لئے اٹھائی مگر باوجود چھوٹی عمر اور کم سنی کے زمانہ کے یہ سزا جوشِ توحید کو سرد کرنے کی بجائے اُسے اور بھڑکانے کا موجب ہوئی۔ سزا نے فکر کا دروازہ کھولا اور فکر نے عرفان کی کھڑکیاں کھول دیں۔ یہاں تک کہ بچپن کی طبعی سعادت جوانی کا پختہ عقیدہ بن گئی۔ اور آخر اللہ تعالیٰ کا نور ذہنی نور پر گر کر الہام کی روشنی پیدا کرنے کا موجب ہو گیا۔ اور خدا تعالیٰ نے آپ کو دنیا کی اصلاح کے لئے نبوت کے مقام پر سرفراز فرما دیا۔

چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تمام خاندان کا گزارہ ہی بتوں کی فروخت پر تھا اور تارہ خود بت پرست تھا جیسا کہ بائبل کی کتاب یشوع باب 24 آیت 2 سے ثابت ہوتا ہے اس لئے ان کے چچا اور چچازاد بھائیوں نے ان کو مشورہ دیا کہ ہم پروہت ہیں اور ہمارا گزارہ ہی اس پر ہے۔ اگر تم نے بتوں کی پرستش نہ کی تو ہمارا رزق بند ہو جائے گا۔ مگر آپ نے نہایت دلیری سے جواب دیا کہ جن بتوں کو انسان اپنے ہاتھ سے گھڑتا ہے ان کو میں ہر گز سجدہ نہیں کر سکتا۔ (تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 153-154)

انصار بھائیو! حضرت ابراہیمؑ بھی اسوۂ حسنہ ہیں

اللہ تعالیٰ آپؑ اور آپؑ کی ملت کو اسوہ حسنہ قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے۔

قَدۡ کَانَتۡ لَکُمۡ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ فِیۡۤ اِبۡرٰہِیۡمَ وَالَّذِیۡنَ مَعَہٗ (الممتحنہ:5)

یقیناً تمہارے لئے ابراہیم اور ان لوگوں میں جو اُس کے ساتھ تھے ایک اُسوہ حسنہ ہے۔

آپؑ کی ذات کو ایک امت کہہ کر پکارنا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ اِبۡرٰہِیۡمَ کَانَ اُمَّۃً قَانِتًا لِّلّٰہِ حَنِیۡفًا ؕ وَلَمۡ یَکُ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ﴿۱۲۱﴾ۙ شَاکِرًا لِّاَنۡعُمِہٖ ؕ اِجۡتَبٰہُ وَہَدٰىہُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۱۲۲﴾ وَاٰتَیۡنٰہُ فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً ؕ وَاِنَّہٗ فِی الۡاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصّٰلِحِیۡنَ (النحل:121-123)

یقیناً ابراہیم (فی ذاتہ) ایک امت تھا جو ہمیشہ اللہ کا فرمانبردار، اسی کی طرف جھکا رہنے والا تھا اور وہ مشرکین میں سے نہیں تھا۔

اس کی نعمتوں کا شکر کرنے والا تھا۔ اُس (اللہ) نے اسے چن لیا اور اسے صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دی۔

اور ہم نے اُسے دنیا میں حَسَنہ عطا کی اور آخرت میں وہ یقیناً صالحین میں سے ہو گا۔

اب ان آیات میں حضرت ابراہیمؑ کی بہت سی خوبیاں بیان ہوئی ہیں۔ ایک تو وہ اپنی ذات میں امت تھے۔ وہ خود ایک جماعت تھے۔ یکجائیت کی علامت تھے۔ آج حضرت ابراہیمؑ کی اس علامت یا خوبی کو لے کر ہم میں سے ہر ایک کو Unity کی علامت بنناہے اور شجرِ خلافت کے سائے تلے رہ کر خود بھی اس سائے سے فائدہ اٹھانا ہے اور اپنے اردگرد بسنے والے عزیز و اقارب و دیگر احباب کو بھی اس گھنے سائے تلے رکھنا ہے۔ پھر دوسری خوبی قانتاً کے الفاظ میں ہے۔ جس کے ایک معنی تو جھکے رہنے کے ہیں۔ حنیف اور شرک نہ کرنے کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔ تاہم اللہ کی نعماء پر شکر گزاری کا ایک بہت بڑا پہلو جسے آج معاشرے میں ہوا دینے کی بہت ضرورت ہے۔ اس خوبی کا ذکر سورہ الشعراء آیت 79 تا 86 میں بھی تفصیل سے ملتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان آیات کے حوالہ سے سورہ النحل کے تعارفی نوٹ میں فرمایا ہے۔

”اس سورت کے آخری رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو ایک فرد تھے، پوری امّت کے طور پر پیش کیا گیا ہے کیونکہ آپ ہی سے بہت سی امّتوں نے پیدا ہونا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ کر یہ مضمون اپنے معراج تک پہنچ جاتا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ وحی فرمائی گئی کہ اس ابراہیمی سنت پر عمل پیرا ہو اور اس کا خلاصہ یہ پیش فرما دیا گیا کہ اپنے ربّ کی طرف حکمت اور موعظہ حسنہ سے بلاؤ۔“ (قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 438)

سامعین! آئیں آپ کی ایک خوبی تعمیر کعبہ کا جائزہ لیں۔

آپؑ کی سیرت کا ایک بہت اہم پہلو اپنی ذریّت کو وادی غیر ذی زرع میں آباد کرنا، خانہ کعبہ کی تعمیر اسے پاک وصاف رکھنے کی تلقین اور مکّہ کو پُر امن شہر بنانے کے لئے دعائیں ہیں۔ جن کا ذکر قرآن کریم میں مختلف جگہوں پر ملتا ہے۔

اوّل۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اولاد کو معزز گھر کے پاس اس لئے آباد کہ یُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ کہ وہ نماز قائم کریں۔ یہ ایک ایسی خوبی ہے ہم میں سے جن کو توفیق ہو انہیں ضرور مساجد کے قریب حضرت ابراہیمؑ کی اقتداء میں گھر بنوانے چاہئیں۔ ہم میں سے بعض بہت شوق وذوق کے ساتھ مساجد کے قریب گھر خریدتے یا بنواتے ہیں تا اولاد کی اصلاح ہو مگر وہ نمازوں میں سُستی کر جاتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”ابو الانبیاء حضرت ابراہیمؑ اور آپ کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کی مثال دے کر، ان کا واقعہ بیان کر کے خدا تعالیٰ نے ہمیں اسی طرف توجہ دلائی ہے۔ ان پر غور کریں تو یہی سبق ہے۔ جب یہ دونوں باپ بیٹا خدا تعالیٰ کے سب سے پہلے گھر کی دیواریں اور بنیادیں نئے سرے سے کھڑی کر رہے تھے تو کمال عاجزی اور انکسار سے یہی دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ! ہماری اس قربانی کو قبول فرما جو ہم تیرے حکم کے مطابق کر رہے ہیں۔ یہ بھی کمال عاجزی ہے کہ ایک کام جس کے بارہ میں تو ان کو خود نہیں پتہ تھا۔ خانہ کعبہ کی بنیادوں کا علم تو اللہ تعالیٰ کی نشاندہی پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہوا تھا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ نے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتایا تھا کہ یہ سب سے قدیم گھر ہے اور یہ وہ گھر ہے جس نے اب رہتی دنیا تک وحدانیت کا نشان اور symbol بن کر قائم رہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عمارت کو اپنی توحید کا نشان بنانا ہے۔ لیکن پھر بھی یہ دعا ہے کہ اے اللہ! ہم جو تیرے حکم سے اس کی تعمیر کر رہے ہیں تو اس تعمیر کے ساتھ ہماری قربانیوں کو بھی وابستہ کر دے۔۔۔۔۔۔۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہماری دعاؤں کو قبول کر کے جن فضلوں کا تو وارث بنائے گا ان کے مقابلے پر یہ قربانی بالکل حقیر قربانی ہے اور پھر یہ بھی کہ قربانی کا قبول کرنا بھی تیرے فضل پر ہی منحصر ہے۔ ہم اگر سمجھ رہے ہیں کہ ہم قربانی کر رہے ہیں تو ہمیں کیا پتہ کہ حقیقت کیا ہے؟ یہ قربانی ہے بھی کہ نہیں۔ پس تُو جو دعاؤں کا سننے والا ہے، تیرے سے ہم عاجزانہ طور پر یہ دعا کرتے ہیں کہ تیرا گھر جو تیرے حکم سے تعمیر ہو رہا ہے اس کی تعمیر میں جو کچھ بھی ہم نے پیش کیا

ہے تُو محض اور محض اپنے فضل سے قبول فرمالے اور قبول فرمانے کا نتیجہ اس طرح ظاہر ہو کہ ہمارا نام بھی اس سے وابستہ ہو جائے...... ہم یہ دعا کرتے تھے کہ اس گھر میں آکر دعائیں کرنے والے بھی ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اور جو جو بھی ان سے وابستہ ہیں وہ بھی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ ان باپ بیٹے نے وہ قربانیاں دی تھیں کہ آج تک ہم یاد رکھتے ہیں۔ مسلمان جب ہر نماز میں درود پڑھتے ہیں اور ہر نفل کی آخری رکعت میں جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں تو ساتھ ہی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی اور آپؑ کی آل پر بھی اس حوالہ سے درود بھیجتے ہیں۔ یہ اعزاز حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ کی وفا اور کامل طور پر خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانی کے لئے تیار ہونے کی وجہ سے ملا۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اس طرح بھی بیان فرمایا ہے کہ وَاِبۡرٰہِیۡمَ الَّذِیۡ وَفّٰۤی (النجم: 38) اور ابراہیم جس نے وفا کی اور عہد پورا کیا۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17 ستمبر 2010ء از الفضل آن لائن 25 مئی 2022ء)

دوم۔ اولاد کو وافر رزق دینے کی التجاء اللہ تعالیٰ سے یہ کہہ کر کی کہ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ (ابراہیم 38) : کہ خدایا! وہ تیرا شکر کریں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو اپنے ایک خطبہ میں یوں بیان فرمایا ہے۔

”حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب بھی اپنی اولاد کے لئے رزق کی دعا کی تو ساتھ ہی یہ عرض کی کہ وہ تیرے شکر گزار رہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اس کا ذکر ملتا ہے وَارۡزُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ (ابراہیم: 38) یعنی انہیں پھلوں میں سے رزق عطا فرما تا کہ وہ تیرے شکر گزار بنیں۔ پس کاروبار میں برکت، تجارتوں میں برکت، زارعت میں برکت، یہ سب پھل ہیں جو رزق میں اضافے کا باعث بنتے ہیں اور مومن جب ان فضلوں کو دیکھتا ہے تو شکر گزاری میں بڑھتا ہے اور یہ بات اس کے ایمان میں اضافہ کا باعث بنتی ہے۔ اس کے تقویٰ میں اضافہ کا باعث بنتی ہے اور بننی چاہئے۔ جب ایک مومن ایمان اور تقویٰ اور شکر گزاری میں بڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے مزید نعمتوں سے نوازتا ہے۔ اس کے پھلوں میں مزید برکت پڑتی ہے۔ اس کے رزق کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مزید بڑھاتا ہے۔ یہ سلوک اللہ تعالیٰ انہی سے فرماتا ہے جو ایمان میں بڑھے ہوئے ہیں یا بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو یہ رزق

کا اضافہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں کہ کسی نے لکھا کہ میرے رزق میں غیر معمولی طور پر اضافہ ہو گیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق ہے کہ لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَأَزِيۡدَنَّكُمۡ (ابراہیم: 8) یعنی اگر تم شکر گزار بنو گے تو میں تمہیں اور بھی زیادہ دوں گا۔ ایک غیر مومن کے لئے تو کہا جا سکتا ہے کہ قانون قدرت کے تحت اس کی محنت کو اللہ تعالیٰ نے پھل لگایا لیکن ایک مومن کے لئے اس سے زائد چیز بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری اور ایمان اور تقویٰ میں بڑھنے کے ساتھ جب محنت ہو تو کئی گنا زیادہ پھل لگتا ہے اور پھر صرف محنت پر ہی منحصر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پھر مومن کو اگر اس کی محنت میں کوئی کمی رہ بھی گئی ہو تو اپنے فضل سے اس کمی کو پورا کرتے ہوئے زائد بھی عطا فرماتا ہے یا اس کمی کو پورا فرماتا ہے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اگر اُس کا خدا تعالیٰ پر ایمان ہے تو خدائے تعالیٰ رزّاق ہے۔ اس کا وعدہ ہے کہ جو تقویٰ اختیار کرتا ہے اس کا ذمہ وار مَیں ہوں۔ پس یہ ہے اس خدا کا اپنے بندوں سے سلوک جو رزّاق ہے کہ تھوڑی محنت میں بھی برکت ڈال دیتا ہے۔“ (خطبہ جمعہ فرمودہ 13 جون 2008ء)

معزز انصار بھائیو! حضرت ابراہیمؑ کو اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت اس قدر عزیز تھی کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو امام بنانے کا وعدہ فرمایا تو آپؑ نے وَمِنۡ ذُرِّيَّتِيۡ (البقرہ : 125) کہہ کر اپنی اولاد سے بھی امام بنانے کی التجاء اللہ تعالیٰ کو کر دی۔ سورۃ البقرہ کی انہی آیات کی تفصیل میں ”مقام ابراہیم“ کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا کر اللہ کے گھر کو صاف ستھرا رکھنے کی ذمہ داری بھی حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسماعیل علیہما السلام کو سونپ دی۔ پھر خانہ کعبہ کی تعمیر اور اس کے لئے دعاؤں کا ذکر ہے۔ اور سب سے بڑھ کر حضرت محمدؐ کے مبعوث کرنے کی دعا ہے۔ ایسے نبی کی جو آیات کی تلاوت کرے۔ کتاب کی تعلیم دے۔ حکمت سکھلائے اور تزکیہ کرے۔ اس نبی جو حضرت ابراہیمؑ کی ذریّت سے ہی ہے کی اقتداء میں یہ چاروں کام ہمارے فرائض میں شامل ہیں۔ جہاں تک مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنانے کا تعلق ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے نیت نماز اور التحیات میں درود ابراہیمی لا کر ہمیں توجہ دلائی کہ حضرت ابراہیمؑ کو نہیں بھولنا بلکہ ابراہیمی نسل میں اپنے آپ کو شامل رکھنے کے لئے درود ابراہیمی کا ورد کرتے رہنا ہے۔

بیٹے کو ذبح کرنے سے متعلق رؤیا اور اس کی تعمیل

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے احباب جماعت کو ابراہیم بننے کی جو تلقین فرمائی اس میں یہ بھی مد نظر تھا (جس کا ذکر آپؑ نے متعدد جگہوں پر کیا) کہ جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو ماتھے کے بل لٹا کر اللہ کی راہ میں قربان کرنے کی کوشش کی۔ (الصافات :104-106)اس طرح ہم میں سے ہر ایک کو ابراہیم بن کر اپنے اپنے اسماعیل کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

اور دعوت الی اللہ و تبلیغ کا جو جذبہ باپ بیٹا میں موجود تھا وہی جذبہ ہمارے اندر بھی ہونا چاہئے۔

ہمیں کوشش کرتے رہنا چاہئے کہ ہم نہ صرف خود ابراہیم بنیں بلکہ اپنی اولاد کو بھی ابراہیم بنانے کی سعی کریں۔ جس کے لئے ہمیں حضرت ابراہیمؑ کی سیرت کو پڑھتے رہنا چاہئے۔ ہم جب کہتے ہیں کہ ہم ابراہیم بنیں تو پھر آپ کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کے اوصاف اور ذریت سے پیدا ہونے والے ذبح عظیم حضرت محمد ﷺ کی سیرت کو اپنے اندر اتارنے کی کوشش کرتے رہیں کیونکہ حضرت اسماعیلؑ ذبیح اللہ تھے۔ جنہوں نے خانہ کعبہ کی تعمیر میں اپنے ابا کا ہاتھ بٹایا اور پھر آپؑ کی ہی ذریّت سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے وقت میں خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔ جن کی قربانیوں کو بعد میں آنے والی اقوام یاد رکھتی ہیں اور ہر سال کروڑوں لوگ مکہ اور مدینہ حاضر ہو کر اس تاریخ کو نہ صرف دہراتے ہیں بلکہ ان کے حق میں دعائیں کرتے ہیں۔ جو مکہ مدینہ حاضر نہیں ہو سکتے وہ دنیا بھر میں لاکھوں مینڈھے حضرت ابراہیم و اسماعیل عیلھما السلام کی یاد میں ذبح کرتے ہیں۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جن انبیاء کا ذکر فرمایا ہے ان میں سے آپ کی جسمانی اور روحانی ذریت میں سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طویل ذکر کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر طوالت سے ملتا ہے جس کو اللہ نے اس رنگ میں بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ صحیفوں کی ہر بہترین تعلیم کو اپنے (یعنی قرآن کریم) اندر جمع کر لیا ہے۔ صحف ابراہیمؑ میں سے بھی بہترین تعلیم اس میں موجود ہے اور صحف موسیٰ میں سے بھی۔"

(تفسیری فٹ نوٹ از ترجمۃ القرآن خلیفہ رابع صفحہ 1160 سورۃ الاعلیٰ آیات 19-20)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”اس وقت خدا تعالیٰ پھر ایک قوم کو معزز بنانا چاہتا ہے اور اس پر اپنا فضل کرنا چاہتا ہے لیکن اس کے لئے بھی وہی شرط اور امتحان ہے جو ابراہیم علیہ السلام کے لئے تھا۔ وہ کیا؟ سچی اطاعت اور پوری فرمانبرداری۔ اس کو اپنا شعار بناؤ اور خدا تعالیٰ کی رضا کو اپنی رضا پر مقدم کرلو۔ دین کو دنیا پر اپنے عمل اور چلن سے مقدم کر کے دکھاؤ۔ پھر خدا تعالیٰ کی نصرتیں تمہارے ساتھ ہوں گی۔ اس کے فضلوں کے وارث تم بنوگے۔“ (خطبات نور صفحہ 189 ایڈیشن چہارم، دسمبر 2003ء)

انصار بھائیو! ابراہیم وفادار تھا

ہاں ایک اہم بات اور سیرت حضرت ابراہیمؑ کے حُسن کا ذکر ہونا ضروری ہے جسے اپنا کر ہم اپنے اندر حضرت ابراہیمؑ کی خوبیوں کو جمع کر سکتے ہیں اور وہ اِبْرٰہِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰٓی (النجم :38) کہ ابراہیم وہ ہے جس نے وفاداری دکھلائی۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی راہ یہ ہے کہ اس کے لئے صدق دکھایا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو قرب حاصل کیا تو اس کی وجہ یہی تھی۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ اِبْرٰہِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰٓی (النجم: 38)

ابراہیمؑ وہ ابراہیمؑ ہے جس نے وفاداری دکھائی۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری اور صدق اور اخلاص دکھانا ایک موت چاہتا ہے جب تک انسان دنیا اور اس کی ساری لذتوں اور شوکتوں پر پانی پھیر دینے کو تیار نہ ہو جاوے۔ اور ہر ذلّت اور سختی اور تنگی خدا کے لئے گوارا کرنے کو تیار نہ ہو۔ یہ صفت پیدا نہیں ہو سکتی۔ بت پرستی یہی نہیں کہ انسان کسی درخت یا پتھر کی پرستش کرے بلکہ ہر ایک چیز جو اللہ تعالیٰ کے قرب سے روکتی اور اس پر مقدم ہوتی ہے۔ وہ بُت ہے اور اس قدر بت انسان اپنے اندر رکھتا ہے کہ اس کو پتہ بھی نہیں لگتا کہ میں بت پرستی کر رہا ہوں۔ پس جب تک خالص خدا تعالیٰ ہی کے لئے نہیں ہو جاتا اور اس کی راہ میں ہر مصیبت کی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ صدق اور اخلاص کا رنگ پیدا ہونا مشکل ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کو جو یہ خطاب ملا۔ یہ یونہی مل گیا تھا؟ نہیں۔ اِبْرٰہِیْمَ الَّذِیْ

وَفّٰی (النجم:38) آواز اس وقت آئی جبکہ وہ بیٹے کی قربانی کے لئے تیار ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ عمل کو چاہتا اور عمل ہی سے راضی ہوتا ہے۔ اور عمل دکھ سے آتا ہے۔ لیکن جب انسان خدا کے لئے دکھ اٹھانے کو تیار ہو جاوے تو خدا تعالیٰ اس کو دکھ میں بھی نہیں ڈالتا۔" (ملفوظات جلد 2 صفحہ 703 ایڈیشن 1988ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"یہ دعا کرتے تھے کہ اس گھر میں آکر دعائیں کرنے والے بھی ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور جو جو بھی ان سے وابستہ ہیں وہ بھی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ ان باپ بیٹے نے وہ قربانیاں دی تھیں کہ آج تک ہم یاد رکھتے ہیں۔ مسلمان جب ہر نماز میں درود پڑھتے ہیں اور ہر نفل کی آخری رکعت میں جب ہم آنحضرت ﷺ پر درود بھیجتے ہیں تو ساتھ ہی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی اور آپؑ کی آل پر بھی اس حوالہ سے درود بھیجتے ہیں۔ یہ اعزاز حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو آپ کی وفا اور کامل طور پر خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانی کے لئے تیار ہونے کی وجہ سے ملا۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اس طرح بھی بیان فرمایا ہے کہ وَاِبْرٰہِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰی(النجم :38) اور ابراہیم جس نے وفا کی اور عہد پورا کیا۔"

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 488 خطبہ جمعہ 17 ستمبر 2010ء)

حضرت ابراہیمؑ کے لئے آگ کا ٹھنڈا ہو جانا

آپؑ کو مخالفین نے آگ میں ڈالنے کی بھی کوشش کی جو اللہ تعالیٰ نے ٹھنڈی کر دی۔ اس کا ذکر سورۃ انبیاء آیات 69-70 میں فرمایا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان آیات کے تحت فٹ نوٹ میں تحریر فرمایا ہے۔

یہاں آگ سے مراد مخالفت کی آگ بھی ہے اور حقیقی آگ بھی مراد ہو سکتی ہے چنانچہ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو یہ الہام ہوا کہ "مجھے آگ سے مت ڈراؤ کیونکہ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے" (اربعین نمبر 3، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 429)

اس ناطے جماعت پر آنے والے مصائب فطری ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ ہمارے لئے ٹھنڈا کرتا رہے گا۔
اللہ تعالیٰ ہمیں ابراہیمی صفات اپنے اندر پیدا کر کے ابراہیم بننے کی توفیق دے۔ آمین

ضضضض

{36} {مشاہدات۔254}

حضرت مسیح موعودؑ کی احباب جماعت کو قیمتی وزریں نصائح

یٰٓاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَجِیۡبُوۡا لِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوۡلِ اِذَا دَعَاکُمۡ لِمَا یُحۡیِیۡکُمۡ
(الانفال:26)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور رسول کی آواز پر لبیک کہا کرو جب وہ تمہیں بلائے تا کہ وہ تمہیں زندہ کرے۔

یہ وہ گل ہے جس کا ثانی باغ میں کوئی نہیں
یہ وہ خوشبو ہے کہ قرباں اس پہ ہو مشک تتار
یہ وہ ہے مفتاح جس سے آسماں کے در کھلیں
یہ وہ آئینہ ہے جس سے دیکھ لیں روئے نگار
بس یہی ہتھیار ہے جس سے ہماری فتح ہے
بس یہی اِک قصر ہے جو عافیت کا ہے حصار

سامعین! مجھے اپنی تقریر میں **حضرت مسیح موعودؑ کی احباب جماعت کو قیمتی وزریں نصائح** بیان کرنی ہیں۔

حاضرین! آج میں آپ حاضرین کے سامنے بغیر تمہید باندھے مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنے ماننے والوں کو کی گئی چند اہم نصائح اور ہدایات رکھنا چاہتا ہوں۔ جن پر عمل کر کے ہم اپنے خدا کے دُلارے اور پیارے بن سکتے ہیں ۔ آپؑ کون اپنا دوست اور کون اپنا عزیز کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اے میرے عزیزو! میرے پیارو! میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو! جو خدا تعالیٰ کی رحمت سے ہو تم پر ہے۔ میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو اور اپنی زندگی، اپنا آرام، اپنا مال اس راہ میں فدا کر رہے ہو....(سنو) میرا دوست کون ہے؟ اور میرا عزیز کون ہے؟ وہی جو مجھے پہچانتا ہے۔ مجھے کون پہچانتا ہے؟ صرف وہی جو مجھ پر یہ یقین رکھتا ہے کہ میں بھیجا گیا ہوں اور مجھے اس طرح قبول کرتا ہے جس طرح وہ لوگ قبول کیے جاتے ہیں جو بھیجے گئے ہوں۔ دنیا مجھے قبول نہیں کر سکتی کیونکہ میں دنیا میں سے نہیں ہوں۔ مگر جن کی فطرت کو اس عالم سے حصہ دیا گیا ہے وہ مجھے قبول کرتے ہیں اور کریں گے۔ جو مجھے چھوڑتا ہے وہ اس کو چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے وہ اس سے کرتا ہے جس کی طرف سے میں آیا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اس روشنی سے حصہ لے گا۔ مگر جو شخص وہم اور بدگمانی سے دور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جائے گا۔ اس زمانے کا حِصنِ حصین میں ہوں۔ جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔ مگر جو شخص میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اس کو موت درپیش ہے! اور اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی۔ مجھ میں کون داخل ہوتا ہے؟ وہی جو بدی کو چھوڑتا اور نیکی کو اختیار کرتا ہے اور کجی کو چھوڑتا ہے اور راستی پر قدم مارتا ہے اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہوتا اور خدا تعالیٰ کا ایک بندہ مطیع بن جاتا ہے۔ ہر ایک جو ایسا کرتا ہے وہ مجھ میں ہے اور میں اس میں ہوں۔“

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 34)

پھر آپؑ فرماتے ہیں۔

”میری جان اس شوق سے تڑپ رہی ہے کہ کبھی وہ دن ہو کہ اپنی جماعت میں بکثرت ایسے لوگوں کو دیکھوں جنہوں نے درحقیقت جھوٹ چھوڑ دیا اور ایک عہد اپنے خدا سے کر لیا کہ وہ ہر ایک شر سے اپنے تئیں بچائیں گے اور تکبر سے جو تمام شرارتوں کی جڑ ہے بالکل دور جا پڑیں گے اور اپنے رب سے ڈرتے رہیں گے...... دعا کرتا ہوں اور جب تک مجھ میں دم زندگی ہے کیے جاؤں گا اور دعا یہی ہے کہ خدا تعالیٰ میری جماعت کے دلوں کو پاک کرے اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کر کے ان کے دل اپنی طرف پھیر دے

اور تمام شرارتیں اور کینے ان کے دلوں سے اٹھادے اور باہمی سچی محبت عطا کر دے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ دعا کسی وقت قبول ہوگی اور خدا میری دعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا۔“

(اشتہار التوائے جلسہ 27دسمبر 1894ء، شہادت القرآن، روحانی خزائن جلد6 صفحہ 398)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

”جو دوست صرف خدا تعالیٰ کے لیے میرے ساتھ تعلق محبت رکھتے ہیں اور میری باتوں اور نصیحتوں کو تعظیم کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کی آخرت پر نظر ہے وہ انشاءاللہ دونوں جہانوں میں میرے ساتھ ہیں اور مَیں ان کے ساتھ ہوں۔ مَیں اپنے ساتھ ان لوگوں کو کیا سمجھوں جن کے دل میرے ساتھ نہیں۔ جو اس کو نہیں پہچانتے جس کو میں نے پہچانا ہے اور نہ اس کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاتے ہیں اور نہ ٹھٹھوں اور بے راہیوں کے وقت خیال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ درحقیقت وہ ایسے ہیں جن کو شیطانی راہیں چھوڑنا منظور ہی نہیں۔...... مَیں بار بار کہتا ہوں کہ آنکھوں کو پاک کرو اور ان کو روحانیت کے نور سے ایسا ہی روشناس کرو جیسا کہ وہ ظاہری طور پر روشن ہیں۔ ظاہری رؤیت تو حیوانات میں بھی موجود ہے مگر انسان اس وقت سجاکھا کہلاتا ہے جبکہ باطنی رؤیت یعنی نیک و بد کی شناخت کا اس کو حصہ ملے اور پھر نیکی کی طرف جھک جائے۔ سو تم اپنی آنکھوں کے لیے صرف چارپاؤں کی بینائی نہیں بلکہ حقیقی بینائی ڈھونڈو اور اپنے دلوں سے دنیا کے بت باہر پھینکو کہ دنیا دین کی مخالف ہے۔ جلد مروگے اور دیکھوگے کہ نجات انہیں کو ہے جو دنیا کے جذبات سے بیزار اور بری اور صاف دل تھے۔“

عقائد اور اعمال صالحہ

سامعین! پھر حضرت مسیح موعودؑ اپنے متبعین کو اسلامی عقائد کا خلاصہ اور نچوڑ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”عقیدہ کے رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے اب بعد اس کے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور سے

محمدّیت کی چادر پہنائی گئی کیونکہ خادم اپنے مخدوم سے جدا نہیں اور نہ شاخ اپنی بیخ سے جدا ہے پس جو کامل طور پر مخدوم میں فنا ہو کر خدا سے نبی کا لقب پاتا ہے وہ ختم نبوت کا خلل انداز نہیں جیسا کہ تم جب آئینہ میں اپنی شکل دیکھو تو تم دو نہیں ہو سکتے بلکہ ایک ہی ہو اگرچہ بظاہر دو نظر آتے ہیں صرف ظل اور اصل کا فرق ہے۔ سو ایسا ہی خدا نے مسیح موعود میں چاہا یہی بھید ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن ہو گا یعنی وہ میں ہی ہوں اور اس میں دورنگی نہیں آئی۔"

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 15-16)

آپؑ فرماتے ہیں:

"خدا سے ڈرتے رہو اور تقوٰی اختیار کرو اور مخلوق کی پرستش نہ کرو اور اپنے مولیٰ کی طرف منقطع ہو جاؤ اور دنیا سے دل برداشتہ رہو اور اسی کے ہو جاؤ اور اسی کے لئے زندگی بسر کرو اور اسی کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیونکہ وہ پاک ہے۔ چاہئے کہ ہر صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقوٰی سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔"

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 12)

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام

سامعین! آپؑ اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"ہمارے مذہب کا لب لباب یہ ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل توفیق باری تعالیٰ اس عالم گذران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیدنا مولانا محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔" (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 169-170)

قرآن مجید

سامعین! اسلامی عمارت کی بنیاد قرآن مجید جسے مسلمانوں نے عملاً مہجور اور متروک کر دیا اور قرآن مجید کے حقائق و معارف اور مطالب عالیہ حاصل کرنے کے لیے کوئی توجہ نہ ہے۔ اُن کے مقابل پر اپنی جماعت کے دوستوں کو حضرت مسیح موعودؑ نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”تمہارے لیے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لیے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لیے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 13-14)

آپؑ پھر فرماتے ہیں:

تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں یہی بات سچ ہے..... خدا نے تم پر احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے، یہ بڑی دولت ہے، اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مُضغہ کی طرح تھی قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26-27)

قرآن کو رات دن پڑھنے کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اگر ہمارے پاس قرآن نہ ہوتا اور حدیثوں کے یہ مجموعے ہی مایۂ نازِ ایمان و اعتقاد ہوتے، تو ہم قوموں کو شرمساری سے منہ بھی نہ دکھا سکتے۔ مَیں نے قرآن کے لفظ میں غور کی۔ تب مجھ پر کھلا کہ اس مبارک لفظ

میں ایک زبردست پیشگوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہی قرآن یعنی پڑھنے کے لائق کتاب ہے اور ایک زمانہ میں تو اور بھی زیادہ یہی پڑھنے کے لائق کتاب ہو گی جبکہ اور کتابیں بھی پڑھنے میں اس کے ساتھ شریک کی جائیں گی۔ اس وقت اسلام کی عزت بچانے کے لئے اور بطلان کا استیصال کرنے کے لئے یہی ایک کتاب پڑھنے کے قابل ہو گی اور دیگر کتابیں قطعاً چھوڑ دینے کے لائق ہوں گی۔ فرقان کے بھی یہی معنی ہیں۔ یعنی یہی ایک کتاب حق و باطل میں فرق کرنے والی ٹھہرے گی اور کوئی حدیث کی یا اور کوئی کتاب اس حیثیت اور پایہ کی نہ ہو گی۔ اس لئے اب سب کتابیں چھوڑ دو اور رات دن کتاب اللہ ہی کو پڑھو۔ بڑا بے ایمان ہے وہ شخص جو قرآن کریم کی طرف التفات نہ کرے اور دوسری کتابوں پر ہی رات دن جھکا رہے۔ ہماری جماعت کو چاہئے کہ قرآن کریم کے شغل اور تدبر میں جان و دل سے مصروف ہو جائیں اور حدیثوں کے شغل کو ترک کریں۔ بڑے تاسّف کا مقام ہے کہ قرآن کریم کا وہ اعتناء اور تدارس نہیں کیا جاتا جو احادیث کا کیا جاتا ہے۔ اس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے اس نور کے آگے کوئی ظلمت نہ ٹھہر سکے گی۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 386 ایڈیشن 1988ء)

نماز

نماز کے متعلق حضورؑ کی نصیحت احمدی مردوں اور خواتین کے لئے یہ ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"نماز انسان کا تعویذ ہے۔ پانچ وقت دعا کا موقع ملتا ہے۔ کوئی دعا تو سنی جائے گی۔ اس لیے نماز کو بہت سنوار کر پڑھنا چاہیے اور مجھے بھی بہت عزیز ہے۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ 21 ایڈیشن 2022ء)

اور پھر فرمایا۔

"نماز پڑھو نماز پڑھو کہ وہ تمام سعادتوں کی کنجی ہے اور جب تُو نماز کے لئے کھڑا ہو تو ایسا نہ کر کہ گویا تو ایک رسم ادا کر رہا ہے بلکہ نماز سے پہلے جیسے ظاہری وضو کرتے ہو ایسا ہی ایک باطنی وضو بھی کرو۔ اور اپنے اعضاء کو غیر اللہ کے خیال سے دھو ڈالو۔ تب ان دونوں وضوؤں کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور نماز میں بہت دعا کرو اور رونا اور گڑگڑانا اپنی عادت کر لو تا تم پر رحم کیا جائے۔"

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 549)

بنی نوع انسان سے ہمدردی

سامعین! اب مَیں آتا ہوں بنی نوع انسان سے ہمدردی کی طرف۔ تمام انبیاء کی تعلیم کا خلاصہ دو ہی امر تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی یہی فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کی شریعت کا انحصار دو ہی باتوں پر ہے۔ تعظیم لِاَمْرِ اللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 498 ایڈیشن 2022ء)

فرماتے ہیں:

”قرآن شریف کے بڑے حکم دو ہی ہیں۔ ایک توحید و محبت و اطاعت باری عزّاسمہٗ۔ دوسری ہمدردی اپنے بھائیوں اور اپنے بنی نوع کی۔“ (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 550)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی جماعت کو باہمی اخوت و محبت کی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”میں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو۔

میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں۔ اوّل خدا کی توحید اختیار کرو دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھاؤ کہ غیروں کے لیے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی جو صحابہ میں پیدا ہوئی تھی كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ (آل عمران:104) یاد رکھو! تالیف ایک اعجاز ہے۔ یاد رکھو! جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لیے پسند کرتا ہے وہ اپنے بھائی کے لیے پسند کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے .... میرے وجود سے ان شاء اللہ ایک صالح جماعت پیدا ہو گی۔ باہمی عداوت کا سبب کیا ہے۔ بخل ہے، رعونت ہے، خود پسندی ہے، اور جذبات ہیں .... میں عنقریب ایک کتاب لکھوں گا اور ایسے تمام لوگوں کو جماعت سے الگ کر دوں گا جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتے اور باہم محبت و اخوت سے نہیں رہ سکتے۔ جو ایسے ہیں وہ یاد رکھیں کہ وہ چند روزہ مہمان ہیں جب تک کہ عمدہ نمونہ نہ دکھائیں۔ میں کسی کے سبب سے اپنے اوپر اعتراض لینا نہیں چاہتا۔ ایسا شخص جو میری جماعت میں ہو کر میرے منشا کے متوافق نہ ہو وہ خشک ٹہنی ہے۔ اس کو اگر باغبان کاٹے نہیں تو کیا کرے؟ خشک ٹہنی دوسری سرسبز شاخ کے ساتھ رہ کر پانی تو چوستی ہے مگر وہ اس کو سرسبز نہیں کر سکتا بلکہ وہ شاخ دوسری کو بھی لے بیٹھتی ہے۔

پس ڈرو! میرے ساتھ وہ نہیں رہے گا جو اپنا علاج نہیں کرے گا۔"(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 457 ایڈیشن 2022ء)

سامعین! تمام بنی نوع سے ہمدردی کے متعلق حضور علیہ السلام نے شرائط بیعت میں سے چوتھی اور نویں شرط میں فرمایا ہے۔

چہارم یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا اور نہ زبان سے، نہ ہاتھ سے اور نہ کسی اور طرح سے۔

شرط نہم یہ ہے کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے۔

بس ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ تمام بنی نوع سے ہمدردی کرے۔

تکبّر

آئیں! اب بڑے گناہوں میں سے ایک ایسے گناہ کو بیان کریں جو روئے زمین پر سب گناہوں سے پہلے کیا گیا اور وہ تکبّر ہے۔ جس کی اصل جڑ نسلی تفاخر اور اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر خیال کرنا اور دوسروں کو حقیر سمجھنا ہے۔ ابھی حضرت آدم علیہ السلام اور حوا سے بھی غلطی سرزد نہ ہوئی تھی کہ ابلیس نے ازراہ تکبّر حضرت آدمؑ پر پیدائشی لحاظ سے اپنی برتری اور فوقیت کا اظہار کر کے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی اور یہ ایک ایسا گناہ ہے جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تکبّر اور ایمان ایک دل میں کبھی جمع نہیں ہو سکتے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام تکبّر کو ہر ایک شرارت کی جڑ قرار دیتے ہیں اسی لیے آپؑ نے دس شرائط بیعت میں سے ساتویں شرط بیعت یہ رکھی کہ

بیعت کرنے والا تکبر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

حضور اقدسؑ فرماتے ہیں

’’مَیں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تکبّر سے بچو کیونکہ تکبّر ہمارے خداوند ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے۔ مگر تم شاید نہیں سمجھوگے کہ تکبّر کیا چیز ہے۔ پس مجھ سے سمجھ لو کہ میں خدا کی روح سے بولتا ہوں۔

ہر ایک شخص جو اپنے بھائی کو اس لیے حقیر جانتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ عالم یا زیادہ عقلمند یا زیادہ ہنر مند ہے وہ متکبّر ہے کیونکہ وہ خدا کو سرچشمہ عقل اور علم کا نہیں سمجھتا اور اپنے تئیں کچھ چیز قرار دیتا ہے۔ کیا خدا قادر نہیں کہ اس کو دیوانہ کر دے اور اس کے اس بھائی کو جس کو وہ چھوٹا سمجھتا ہے اس سے بہتر عقل اور علم اور ہنر دے دے۔ ایسا ہی وہ شخص جو اپنے کسی مال یا جاہ و حشمت کا تصور کر کے اپنے بھائی کو حقیر سمجھتا ہے وہ بھی متکبر ہے کیونکہ وہ اس بات کو بھول گیا ہے کہ یہ جاہ و حشمت خدا نے ہی اس کو دی تھی اور وہ اندھا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ وہ خدا قادر ہے کہ اس پر ایک ایسی گردش نازل کرے کہ وہ ایک دم میں اَسْفَلُالسَّافِلِین میں جا پڑے اور اس کے اس بھائی کو جس کو وہ حقیر سمجھتا ہے اسے بہتر مال و دولت عطا کر دے۔ ایسا ہی وہ شخص جو اپنی صحت بدنی پر غرور کرتا ہے یا اپنے حسن اور جمال اور قوت اور طاقت پر نازاں ہے اور اپنے بھائی کا ٹھٹے اور استہزاء سے حقارت آمیز نام رکھتا ہے اور اس کے بدنی عیوب لوگوں کو سناتا ہے وہ بھی متکبّر ہے اور وہ اس خدا سے بے خبر ہے کہ ایک دم میں اس پر ایسے بدنی عیوب نازل کرے کہ اس بھائی سے اس کو بدتر کر دے اور وہ جس کی تحقیر کی گئی ہے ایک مدت دراز تک اس کے قویٰ میں برکت دے کہ وہ کم نہ ہوں اور نہ باطل ہوں کیونکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ایسا ہی وہ شخص بھی جو اپنی طاقتوں پر بھروسہ کر کے دعا مانگنے میں سست ہے وہ بھی متکبر ہے۔ کیونکہ قوتوں اور قدرتوں کے سرچشمہ کو اس نے شناخت نہیں کیا اور اپنے تئیں کچھ چیز سمجھا ہے۔ سو تم اے عزیزو! ان باتوں کو یاد رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ تم کسی پہلو سے خدا تعالیٰ کی نظر میں متکبّر ٹھہر جاؤ اور تم کو خبر نہ ہو۔ ایک شخص جو اپنے ایک بھائی کے ایک غلط لفظ کی تکبر کے ساتھ تصحیح کرتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ ایک شخص جو اپنے بھائی کی بات کو توجہ سے سننا نہیں چاہتا اور منہ پھیر لیتا ہے اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے۔ ایک شخص جو دعا کرنے والے کو ٹھٹے اور ہنسی سے دیکھتا ہے اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے اور وہ جو خدا کے مامور اور رسل کی پورے طور پر اطاعت کرنا نہیں چاہتا اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے۔ اور وہ جو خدا کے مامور اور

مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ رہے تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ۔ خدا کی طرف جھکو اور جس قدر دنیا میں کسی سے محبت ممکن ہے تم اس سے کرو اور جس قدر دنیا میں انسان کسی سے ڈر سکتا ہے تم اپنے خدا سے ڈرو۔ پاک دل ہو جاؤ اور پاک ارادہ اور غریب اور مسکین اور بے شر تا تم پر رحم ہو۔" (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 402-403)

بدظنّی سے بچو

اسی طرح ایک بھائی کو دوسرے بھائی سے متنفر کرنے والی چیز بدظنی ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے بھائی کی ہمدردی کرنے سے محروم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اجۡتَنِبُوۡا کَثِیۡرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ (الحجرات:13) یعنی اے مومنو! ہم تمہیں بے جا بدظنی ہی سے نہیں روکتے بلکہ محض ظن کرنے سے روکتے ہیں۔ کیونکہ بعض دفعہ ظن باعث گناہ ہو جاتا ہے اس لیے تم اپنے بھائیوں کے متعلق ظنی بات کو کبھی اپنے دل میں جگہ نہ دو اور یہ ایک ایسا گناہ ہے کہ جس کے نتیجہ میں تمہیں تجسُّس یعنی اپنے بھائی کے عیب تلاش کرنے اور پھر غیبت یعنی چغلی کھانے کے گناہ کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"انسان دوسرے شخص کے دل کی ماہیت معلوم نہیں کر سکتا اور اس کے قلب کے مخفی گوشوں تک اس کی نظر نہیں پہنچ سکتی ہے۔ اس لیے دوسرے شخص کی نسبت جلدی سے کوئی رائے نہ لگائے بلکہ صبر سے انتظار کرے۔ ایک شخص کا ذکر ہے کہ اس نے خدا تعالیٰ سے عہد کیا کہ میں سب کو اپنے سے بہتر سمجھوں گا اور کسی کو اپنے سے کمتر خیال نہیں کروں گا۔ اپنے محبوب کو راضی کرنے کے لیے انسان ایسی تجویزیں سوچتے رہتے ہیں۔ ایک دفعہ اس نے ایک دریا کے پل کے پاس جہاں سے بہت سے آدمی گزر رہے تھے ایک شخص بیٹھا ہوا دیکھا اور اس کے پہلو میں ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک بوتل اس شخص کے ہاتھ میں تھی آپ پیتا تھا اور اس عورت کو بھی پلاتا تھا۔ اس نے اس پر بدظنی کی اور خیال کیا کہ میں اس بے حیا سے تو ضرور بہتر ہوں۔ اتنے میں ایک کشتی آئی اور معہ سواریوں کے ڈوب گئی۔ وہی شخص جو عورت کے

پاس بیٹھا تھا دریا میں سے سوائے ایک کے سب کو نکال لایا اور اس بدظن سے کہا تو مجھ پر بدظنی کرتا تھا۔ سب کو میں نکال لایا ہوں، ایک کو تُو نکال لا۔ خدا نے مجھے تیرے امتحان کے لیے بھیجا تھا اور تیرے دل کے ارادہ سے مجھے اطلاع دی۔ یہ عورت میری والدہ ہے اور بوتل میں شراب نہیں دریا کا پانی ہے۔ غرض انسان دوسرے کی نسبت جلد رائے نہ لگائے۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ 473 ایڈیشن 1988ء)

سچی تبدیلی پیدا کرو

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"مجھے بہت سوز و گداز رہتا ہے کہ جماعت میں ایک پاک تبدیلی ہو۔ جو نقشہ جماعت کی تبدیلی کا میرے دل میں ہے وہ ابھی پیدا نہیں ہوا اور اس حالت کو دیکھ کر میری وہی حالت ہے۔ لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ (الشعراء:4)..... تزکیہ نفس کا علم حاصل کرو کہ ضرورت اسی کی ہے۔ ہماری یہ غرض ہرگز نہیں کہ مسیحؑ کی وفات حیات پر جھگڑے اور مباحثہ کرتے پھرو۔ یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے۔ اسی پر بس نہیں ہے۔ یہ تو ایک غلطی تھی جس کی ہم نے اصلاح کر دی۔ لیکن ہمارا کام اور ہماری غرض ابھی اس سے بہت دور ہے اور وہ یہ ہے کہ تم اپنے اندر ایک تبدیلی پیدا کرو اور بالکل ایک نئے انسان بن جاؤ، اس لیے ہر ایک کو تم میں سے ضروری ہے کہ وہ اس راز کو سمجھے اور ایسی تبدیلی کرے کہ وہ کہہ سکے کہ مَیں اور ہو گیا ہوں۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 351-352 ایڈیشن 1988ء)

تزکیہ نفس کا طریق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تزکیہ نفس کے متعلق فرماتے ہیں:

"نفس کو مارنا اور اس کا تزکیہ کوئی معمولی بات نہیں۔ اس دھوبی سے سبق سیکھو جو کپڑوں کو اوّل بھٹی میں جوش دیتا ہے اور دیے جاتا ہے یہاں تک کہ آخر آگ کی تاثیریں تمام میل اور چرک کو کپڑوں سے علیحدہ کر دیتی ہیں۔ تب صبح کو اٹھتا ہے اور پانی پر پہنچتا ہے اور پانی میں کپڑوں کو تر کرتا ہے اور بار بار پتھروں پر مارتا ہے۔ تب وہ میل جو کپڑوں کے اندر تھی اور ان کا جزو بن گئی تھی کچھ آگ سے صدمات اٹھا کر اور کچھ پانی میں دھوبی کے بازو سے مار کھا کر ایک دفعہ جدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ کپڑے ایسے سفید ہو جاتے ہیں جیسے ابتدا میں تھے۔ یہی انسانی نفس کے سفید ہونے کی تدبیر ہے اور تمہاری ساری نجات اس

سفیدی پر موقوف ہے۔ یہی وہ بات ہے جو قرآن شریف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا یعنی وہ نفس نجات پا گیا جو طرح طرح کے میلوں اور چرکوں سے پاک ہو گیا۔“

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد۔ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 14)

جماعت کو ایک اہم وصیت

حضرت مسیح موعودؑ اپنی جماعت کو وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیت کروں اور یہ بات پہنچا دوں آئندہ ہر ایک کا اختیار ہے کہ وہ اسے سُنے یا نہ سُنے! کہ اگر کوئی نجات چاہتا ہے اور حیاتِ طیبہ اور ابدی زندگی کا طلبگار ہے، تو وہ اللہ کے لیے اپنی زندگی وقف کرے اور ہر ایک اس کوشش اور فکر میں لگ جائے کہ وہ اس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے کہ کہہ سکے کہ میری زندگی، میری موت، میری قربانیاں، میری نماز اللہ ہی کے لیے ہیں اور حضرت ابراہیمؑ کی طرح اس کی روح بول اٹھے۔ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (البقرہ:132) جب تک انسان خدا میں کھویا نہیں جاتا، خدا میں ہو کر نہیں مرتا وہ نئی زندگی پا نہیں سکتا۔

پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو تم دیکھتے ہو کہ خدا کے لیے زندگی کا وقف مَیں اپنی زندگی کی اصل غرض سمجھتا ہوں۔ پھر تم اپنے اندر دیکھو کہ تم میں سے کتنے ہیں جو میرے اس فعل کو اپنے لیے پسند کرتے اور خدا کے لئے زندگی وقف کرنے کو عزیز رکھتے ہیں۔“ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 370 ایڈیشن 1988ء)

جماعت احمدیہ کا فرض، تمام دنیا کو مسلمان بنانا ہے

آخری بات جو جو آج مَیں اپنی تقریر میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کے لوگوں کو توحید کی طرف دعوت دینا اور دینِ اسلام پر انہیں جمع کرنا جماعت احمدیہ کا اولین مقصد قرار دیا ہے۔

حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں :

”خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ، کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لیے مَیں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے.... اگر تم صاف دل ہو کر خدا کی طرف آجاؤ تو ہر ایک راہ میں وہ تمہاری مدد

کرے گا اور کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔ خدا کی رضا کو تم کسی طرح پا ہی نہیں سکتے جب تک تم اپنی رضا کو چھوڑ کر اپنی لذات چھوڑ کر اپنی عزت چھوڑ کر اپنا مال چھوڑ کر اپنی جان چھوڑ کر اس کی راہ میں وہ تلخی نہ اٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے۔ لیکن اگر تم تلخی اُٹھاؤ گے تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آجاؤ گے اور تم ان راستبازوں کے وارث کیے جاؤ گے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے۔"

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد20 صفحہ 306-307)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِن زریں نصائح پر عمل کرنے کی توفیق دیتا چلا جائے تا ہم اپنے خدا کے پسندیدہ بندے بن کر سُرخرو ہو سکیں۔ آمین

اے مرے پیارے فدا ہو تجھ پہ ہر ذرّہ مرا
پھیر دے میری طرف اے سارباں جگ کی مہار
دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفےٰ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار

(کمپوزڈ بائی: عائشہ منصور چوہدری۔ جرمنی)

ضضض

{ 37} {مشاہدات۔90}

حضرت مسیحِ موعودؑ کے ارشادات کی روشنی میں درازی عمر کا نُسخہ

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ
کہ جو شخص مخلوقِ خدا کے لئے نفع رساں وجود بنتا ہے وہ زمین پر زیادہ دیر تک رہتا ہے۔

آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **"حضرت مسیحِ موعودؑ کے ارشادات کی روشنی میں درازی عمر کا راز"**

سامعین! دنیا میں حکماء اور فلاسفر حضرات لوگوں کو لمبی عمر پانے کے راز بتاتے رہے ہیں اور آج کے دَور میں بعض شعبدہ بازوں اور جنتر منتر کرنے والوں نے تو اِس بات کو بطور کاروبار اپنا لیا ہے اور ایشیائی ممالک میں فٹ پاتھوں پر بیٹھ کر جاہل اور کم پڑھے لکھے لوگوں کو اپنے جال میں پھنساتے نظر آتے ہیں بلکہ آج کل ایک کاروبار تو ہاتھوں کی لکیروں کو پڑھ کر اور انسان کے دیگر زائچوں کو دیکھ کر پامسٹ حضرات لوگوں کو اُن کی عمریں بتاتے ہیں اور درازی عمر کے طریق بھی بتاتے ہیں۔ اِن کے مقابل پر ہم جب اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب القرآن الحکیم کا مطالعہ کرتے ہیں تو سورۃ الرعد آیت 18 جس کی تلاوت مَیں اوپر کر آیا ہوں میں درازئ عمر کا ایک باکمال اور لازوال نسخہ بیان ہوا ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **جو انسانوں کو فائدہ پہنچاتا ہے تو وہ زمین میں ٹھہر جاتا ہے** (ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ) اسلامی اصطلاح میں ایسی شخصیت کو "نافع النّاس" اور "نفع رَساں" وجود کہا جا سکتا ہے۔ وہ انسان جس سے کسی دوسرے انسان کو نہ کوئی تکلیف پہنچے اور نہ ہی نقصان کا مؤجب ہو۔ وہ معاشرے میں بسنے والے ہر انسان کے لئے خواہ اُس کا

تعلق کسی مذہب سے ہو خیر ہی خیر اور بھلائی ہی بھلائی ہو اور وہ اسلامی دنیا میں ایک ایسا مسلم اور مؤمن ہو جس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تعریف پوری اُترتی ہو۔ آپؐ فرماتے ہیں۔

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَ یَدِہٖ وَالمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَہُ النَّاسُ عَلَی دِمَائِہِمْ وَ اَمْوَالِہِمْ

(نسائی حدیث 4995)

کہ مسلمان وہ ہے جس کی زُبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مؤمن وہ ہے جس سے لوگوں کے اموال اور خون محفوظ رہیں۔

گویا مسلمان کی تعریف میں تمام مسلمان کی سلامتی کا درس آگیا اور مؤمن کی تعریف میں دنیا میں بسنے والے لوگوں کے لئے امن و سلامتی کا پیغام کا درس مل گیا یوں دنیا کی تمام مخلوق کے لئے ایک مسلمان ومؤمن کی طرف سے خیر اور سلامتی کا پیغام ہے۔ اِسی لئے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ مخلوق میری عیال ہے جو میرے عیال سے محبت کرے گا مَیں اُس سے پیار کروں گا۔

سیرالیون کے شہر Bo میں ایک افریقن ڈاکٹر ادریس بنگورا ہوا کرتے تھے۔ آپ موصی، متقی اور باعلم انسان تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اکثر کتب پڑھ رکھی تھیں۔ بعد میں نائب امیر کے عہدہ پر بھی فائز رہے۔ اُن سے ایک دفعہ کسی نے ازراہ مذاق سوال کیا کہ ڈاکٹر صاحب! کیا آپ کے پاس کوئی ایسا نسخہ بھی ہے جس کے استعمال سے انسان لمبی عمر پائے اور صحت مند رہے تو ڈاکٹر صاحب نے فوراًہاں میں جواب دیتے ہوئے سورۃ الرعد کی آیت 18 کی تلاوت فرمائی اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ کہ جو شخص مخلوقِ خدا کے لئے نفع رساں وجود بنتا ہے وہ زمین پر زیادہ دیر تک رہتا ہے۔

معزز بھائیو! اب مَیں اِس عنوان کے تحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات پیش کرتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

”ہر ایک شخص چاہتا ہے کہ اس کی عمر دراز ہو، لیکن بہت ہی کم ہیں وہ لوگ جنہوں نے کبھی اس اصول اور طریق پر غور کی ہو جس سے انسان کی عمر دراز ہو۔ قرآن شریف نے ایک اصول بتایا ہے۔ وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ(الرعد:18) یعنی جو نفع رساں وجود ہوتے ہیں۔ اُن کی عمر دراز

ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کو درازئ عمر کا وعدہ فرمایا ہے جو دوسرے لوگوں کے لیے مفید ہیں ۔حالانکہ شریعت کے دو پہلو ہیں۔ اوّل خدا تعالیٰ کی عبادت۔ دوسرے بنی نوع سے ہمدردی۔ لیکن یہاں یہ پہلو اس لیے اختیار کیا ہے کہ کامل عابد وہی ہوتا ہے جو دوسروں کو نفع پہنچائے۔ پہلے پہلو میں اوّل مرتبہ خدا تعالیٰ کی محبت اور توحید کا ہے۔ اس میں انسان کا فرض ہے کہ دوسروں کو نفع پہنچائے اور اس کی صورت یہ ہے۔ اُن کو خدا کی محبت پیدا کرنے اور اس کی توحید پر قائم ہونے کی ہدایت کرے۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 92-93 ایڈیشن 2016ء)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

"جو لوگ دین کے لیے سچا جوش رکھتے ہیں۔ اُن کی عمر بڑھائی جاوے گی اور حدیثوں میں جو آیا ہے کہ مسیح موعود کے وقت عمریں بڑھادی جاویں گی۔ اِس کے معنے یہی سمجھائے گئے ہیں کہ جو لوگ خادمِ دین ہوں گے اُن کی عمریں بڑھائی جاویں گی جو خادم نہیں ہو سکتا وہ بڈھے بیل کی مانند ہے کہ مالک جب چاہے اُسے ذبح کر ڈالے اور جو سچے دل سے خادم ہے۔ وہ خدا کا عزیز ٹھہرتا ہے اور اُس کی جان لینے میں خدا تعالیٰ کو تردّد ہوتا ہے۔ اس لیے فرمایا وَ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ (الرعد:18)"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 166-167 ایڈیشن 2016ء)

معزز بھائیو! مسیح موعود کے دور میں درازئ عمر کا راز بیان کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں:

"احادیث میں جو آیا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں عمریں لمبی ہو جائیں گی۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ موت کا دروازہ بالکل بند ہو جائے گا اور کوئی شخص نہیں مرے گا۔ بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ مالی، جانی نصرت میں اِس کے مخلص احباب ہوں گے اور خدمت دین میں لگے ہوئے ہوں گے۔ اُن کی عمریں دراز کر دی جائیں گی۔ اِس واسطے کہ وہ لوگ نفع رساں وجود ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے وَ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ (الرعد:18)

یہ امر قانونِ قدرت کے موافق ہے کہ عمریں دراز کر دی جائیں گی۔ اِس زمانہ کو جو دراز کیا ہے یہ بھی اُس کی رحمت ہے اور اِس میں کوئی خاص مصلحت ہے۔" (ملفوظات جلد 5 صفحہ 223 ایڈیشن 2016ء)

معزز بھائیو! نافع الناس بننے کا نسخہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”یہ سچی بات ہے کہ اگر انسان توبۃ النَّصُوح کر کے اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی زندگی وقف کر دے اور لوگوں کو نفع پہنچاوے تو عمر بڑھتی ہے اعلاء کلمۃ الاسلام کرتا رہے اور اِس بات کی آرزو رکھے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید پھیلے۔ اِس کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ انسان مولوی ہو یا بہت بڑے علم کی ضرورت ہے بلکہ امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کرتا رہے یہ ایک اصل ہے جو انسان کو نافع الناس بناتی ہے اور نافع الناس ہونا درازی عمر کا اصل گُر ہے۔“ (ملفوظات جلد 5 صفحہ 233-234 ایڈیشن 2016ء)

فرمایا: درازی عمر کے بارے میں خدا کا مجھے الہام ہوا۔

”تیس سال کے قریب گزرے کہ مَیں ایک بار سخت بیمار ہوا اور اُس وقت مجھے الہام ہوا اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ۔ اُس وقت مجھے کیا معلوم تھا کہ مجھے خَلقِ خدا کو کیا کیا فوائد پہنچنے والے ہیں لیکن اب ظاہر ہوا کہ اِن فوائد اور منافع سے کیا مراد تھی؟ غرض جو کوئی اپنی زندگی بڑھانا چاہتا ہے اُسے چاہئے کہ نیک کاموں کی تبلیغ کرے اور مخلوق کو فائدہ پہنچاوے۔

جب اللہ کسی دل کو ایسا پاتا ہے کہ اُس نے مخلوق کی نفع رسانی کا ارادہ کر لیا ہے تو وہ اُسے توفیق دیتا اور اُس کی عمر دراز کرتا ہے جس قدر انسان اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اُس کی مخلوق کے ساتھ شفقت سے پیش آتا ہے اُسی قدر اُس کی عمر دراز ہوتی اور اللہ تعالیٰ اُس کے ساتھ ہوتا اور اُس کی زندگی کی قدر کرتا ہے، لیکن جس قدر وہ خدا تعالیٰ سے لاپرواہ اور لاابالی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اُس کی پروا نہیں کرتا۔ انسان اگر اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی زندگی وقف نہ کرے اور اُس کی مخلوق کے لیے نفع رساں نہ ہو تو یہ ایک بیکار اور نکمی ہستی ہو جاتی ہے بھیڑ بکری بھی پھر اُس سے اچھی ہے جو انسان کے کام تو آتی ہے۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 235 ایڈیشن 2016ء)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

”غرض نری باتیں کام نہ آئیں گی پس چاہیے کہ انسان پہلے اپنے آپ کو دکھ پہنچائے تا خدا تعالیٰ کو راضی کرے اگر وہ ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کی عمر بڑھا دے گا۔ اللہ تعالیٰ کے وعدوں میں تخلُّف نہیں ہوتا۔ اُس نے جو وعدہ فرمایا ہے کہ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ (الرعد:18) یہ بالکل سچ ہے عام طور پر بھی قاعدہ ہے کہ جو چیز نفع رساں ہو اُس کو کوئی ضائع نہیں کرتا یہاں تک کہ کوئی گھوڑا بیل

یا گائے بکری اگر مفید ہو اور اس سے فائدہ پہنچتا ہو کون ہے جو اِس کو ذبح کر ڈالے، لیکن جب وہ ناکارہ ہو جاتا ہے اور کسی کام نہیں آسکتا تو پھر اُس کا آخری علاج ہی ذبح ہے اور سمجھ لیتے ہیں کہ اگر اور نہیں تو دو چار روپیہ کو کھال ہی بک جائے گی اور گوشت بھی کام آجائے گا اِسی طرح پر جب انسان خدا تعالیٰ کی نظر میں کسی کام کا نہیں رہتا اور اِس کے وجود سے کوئی فائدہ دوسرے لوگوں کو نہیں ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ اُس کی پروا نہیں کرتا بلکہ خس کم جہاں پاک کے موافق اِس کو ہلاک کر دیتا ہے غرض یہ اچھی طرح یاد رکھو کہ نری لاف و گزاف اور زبانی قیل و قال کوئی فائدہ اور اثر نہیں رکھتی جب تک کہ اُس کے ساتھ عمل نہ ہو اور ہاتھ پاؤں اور دوسرے اعضاء سے نیک عمل نہ کئے جاویں۔" (ملفوظات جلد 5 صفحہ 611-612 ایڈیشن 1988ء)

پھر فرماتے ہیں:

"میرے اپنے الہام میں بھی یہ ہے وَ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ تیس برس سے زیادہ عرصہ ہوا جب میں تپ سے سخت بیمار ہوا۔ اِس قدر شدید تپ مجھے چڑھی ہوئی تھی گویا بہت سے انگارے سینے پر رکھے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ اِس اثنائے میں مجھے الہام ہوا۔ وَ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ، یہ جو اعتراض کیا جاتا ہے بعض مخالفِ اسلام بھی لمبی عمر حاصل کرتے ہیں۔ اِس کی کیا وجہ ہے؟ میرے نزدیک اِس کا سبب یہ ہے کہ اُن کا وجود بھی بعض رنگ میں مفید ہی ہوتا ہے۔ دیکھو! ابو جہل بدر کی جنگ تک زندہ رہا۔ اصل بات یہ ہے کہ اگر مخالف اعتراض نہ کرتے تو قرآن شریف کے تیس سپارے کہاں سے آتے۔ جس کے وجود کو اللہ تعالیٰ مفید سمجھتا ہے اِسے مہلت دیتا ہے۔ ہمارے مخالف بھی جو زندہ ہیں اور وہ مخالفت کرتے ہیں۔ اِن کے وجود سے بھی یہ فائدہ پہنچتا ہے کہ خدا تعالیٰ قرآن شریف کے حقائق و معارف عطا کرتا ہے۔ اب اگر مہر علیشاہ اتنا شور نہ مچاتا تو نزول مسیح کیسے لکھا جاتا۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 107 ایڈیشن 2016ء)

معزز بھائیو! آپؑ اپنی درازی عمر کا اللہ سے وعدہ پانے کے حوالے سے فرماتے ہیں:

"ایک بار مَیں نے اخبار میں پڑھا تھا کہ ایک ڈپٹی انسپکٹر پنسل سے ناخن کا میل نکال رہا تھا۔ جس سے اُس کا ہاتھ ورم کر گیا۔ آخر ڈاکٹر نے ہاتھ کاٹنے کا مشورہ دیا۔ اُس نے معمولی بات سمجھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ہلاک

ہو گیا۔ اِسی طرح ایک دفعہ مَیں نے پنسل کو ناخن سے بنایا۔ دوسرے دن جب میں سیر کو گیا، تو مجھے اُس ڈپٹی انسپکٹر کا خیال آیا اور ساتھ ہی میرا ہاتھ ورم کر گیا۔ میں نے اُسی وقت دعا کی اور الہام ہوا اور پھر دیکھا تو ہاتھ بالکل درست تھا اور کوئی ورم یا تکلیف نہ تھی۔ غرض بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جب اپنا فضل کرتا ہے، تو کوئی تکلیف باقی نہیں رہتی، مگر اِس کے لیے یہ ضروری شرط ہے کہ انسان اپنے اندر تبدیلی کرے۔ پھر جس کو وہ دیکھتا ہے کہ یہ نافع وجود ہے، تو اُس کی زندگی میں ترقی دے دیتا ہے۔ ہماری کتاب میں اُس کی بابت صاف لکھا ہے وَ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ(الرعد:18) ایسا ہی پہلی کتابوں سے بھی پایا جاتا ہے۔ حزقیاہ نبی کی کتاب میں بھی درج ہے۔ انسان بہت بڑے کام کے لیے بھیجا گیا ہے، لیکن جب وقت آتا ہے اور وہ اِس کام کو پورا نہیں کرتا۔ تو خدا اُس کا تمام کام کر دیتا ہے۔ خادم کو ہی دیکھ لو کہ جب وہ ٹھیک کام نہیں کرتا، تو آقا اُس کو الگ کر دیتا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ اُس وجود کو کیوں کر قائم رکھے، جو اپنے فرض کو ادا نہیں کرتا۔" (ملفوظات جلد 3 صفحہ 117 ایڈیشن 2016ء)

پھر فرمایا:

"خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ(الرعد:18) پس جو شخص اپنے وجود کو نافع الناس بناویں گے اُن کی عمریں خدا زیادہ کرے گا خدا تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت بہت کرو اور حقوق العباد کی بجا آوری پورے طور پر بجالانی چاہیے۔" (ملفوظات جلد 5 صفحہ 124 ایڈیشن 2016ء)

وہی اُس کے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
نہیں راہ اُس کی عالی بارگہ تک خود پسندوں کو

ایک اعتراض اور اس کا جواب

معزز بھائیو! بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ بسا اوقات نیک اور صالح لوگ لمبی عمر نہیں پاتے۔ اِس کے جواب میں آپؑ فرماتے ہیں:

"اس جگہ ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ بعض لوگ جو نیک اور برگزیدہ ہوتے ہیں چھوٹی عمر میں ہی اِس جہان سے رخصت ہوتے ہیں اور اِس صورت میں گویا یہ قاعدہ اور اصل ٹوٹ جاتا ہے۔ مگر یہ ایک غلطی اور دھوکا ہے دراصل ایسا نہیں ہوتا۔ یہ قاعدہ کبھی نہیں ٹوٹتا مگر ایک اور صورت پر درازی عمر کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ زندگی کا اصل منشاء اور درازی عمر کی غایت تو کامیابی اور بامراد ہونا ہے۔ پس جب کوئی شخص اپنے مقاصد میں کامیاب اور بامراد ہو جاوے اور اس کو کوئی حسرت اور آرزو باقی نہ رہے اور مرتے وقت نہایت اطمینان کے ساتھ اِس دنیا سے رخصت ہو تو وہ گویا پوری عمر حاصل کر کے مرا ہے اور درازی عمر کے مقصد کو اُس نے پالیا ہے۔ اِس کو چھوٹی عمر میں مرنے والا کہنا سخت غلطی اور نادانی ہے۔

صحابہؓ میں بعض ایسے تھے جنہوں نے 20،22 برس کی عمر پائی مگر چونکہ اِن کو مرتے وقت کوئی حسرت اور نامرادی باقی نہ رہی بلکہ کامیاب ہو کر اٹھے تھے اس لیے انہوں نے زندگی کا اصل منشاء حاصل کر لیا تھا۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 236-237 ایڈیشن 2016ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے پیدائش کے مقاصد پورا کرنے اور مخلوق کے حقوق ادا کرنے کی توفیق دے۔ آمین

مَرا مطلوب و مقصود و تمنّا خدمتِ خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم

یعنی میری زندگی کی سب سے بڑی تمنا اور خواہش خدمت خلق ہے۔ یہی میرا کام، یہی میری ذمہ داری، یہی میرا فریضہ اور یہی میرا طریقہ ہے۔

ضضضض

{38} {مشاہدات۔38}

خطبات امام کی اہمیت وبرکات اور انصار کی ذمہ داریاں

مجھے آج انصار بھائیوں کے سامنے **خطبات امام کی اہمیت وبرکات اور انصار کی ذمہ داریاں** بیان کرنا ہے۔

پیارے بھائیو! قرآن کریم میں جب یہ آیت نازل ہوئی کہ آنحضرت ﷺ آخرین میں بھی مبعوث ہوں گے تو صحابہؓ نے آپؐ سے پوچھا کہ یہ آخرین کون ہوں گے ؟۔ آنحضرت ﷺ نے اس سوال کے جواب میں حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا کہ جب ایمان ثریا پر چلا جائے گا تو ایک رجلِ فارس یا ایک دوسری روایت کے مطابق کچھ رجال فارس ایمان کو ثریا سے واپس لے آئیں گے۔ یعنی ایمان کے حصول کا ذریعہ ایک فارسی النسل یا کچھ فارسی النسل لوگ ہوں گے۔

آج ہم جس دور سے گزر رہے ہیں اُس کا ایک نمایاں ترین پہلو ایمان کا دلوں سے اُٹھ جانا ہے۔ مادی دولتوں کے انبار تو موجود ہیں مگر ایمان کی دولت سے بحیثیت مجموعی دنیا محروم ہو چکی ہے۔ افراد سے لے کر اقوام تک انسانیت جن مصائب کا شکار ہے وہ درحقیت بے ایمانی ہی کے شاخسانے ہیں۔

انصار بھائیو! وہ چند لوگ جنہیں ایمان کی دولت کی قدر و قیمت کا اندازہ ہے وہ یہ جانتے ہیں کہ وہ رجال فارس کون ہیں جو آج اس دولت کے خزانے تقسیم کر رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے عین مطابق وہ رجل فارس حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے۔ اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر میں دیکھ رہا ہوں۔ میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے۔“

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 403)

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کا مقصد اسلام کا کُل ادیان عالم پر غلبہ تھا اور یہ مقصد ہر گز پورا نہیں ہو سکتا تھا جب تک انسانوں کے دلوں کو نورِ ایمان سے منور نہ کیا جائے۔ خدا تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق آپ کے ذریعے سے ان آفاقی مقاصد کی تکمیل تین صدیوں میں ہونا تھی۔

انصار بھائیو! اس عالمی غلبہ کے لئے اُن اسباب اور سامانوں کا ہونا بھی مقدر تھا جن کے ذریعے یہ الٰہی نوشتے پورے ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے بعد قدرت ثانیہ کا قیام اس کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ قدرت ثانیہ کی برکات میں سے ایک بہت بڑی برکت ایم ٹی اے ہے جو بنی نوع انسان کو ایک ہاتھ پر اکھٹا کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ ان سب اسباب کا مہیا ہونا اسی لئے ہے کہ ایمان کو ثریا سے لاکر پھر سے دلوں میں قائم کیا جائے۔ پس یاد رکھنا چاہئے کہ ایم ٹی اے محض ایک ٹی وی چینل نہیں ہے بلکہ یہ خدا تعالیٰ کی اُس عظیم الشان تقدیر کا ایک حصہ ہے جس کی خبریں خدا تعالیٰ اور اُس کے فرستادوں نے دے رکھی تھیں اور اس سے امام وقت کی شش جہات میں پھیلنے والی صدائے حق محض کسی فرد کسی عالم کی آواز نہیں ہے۔ یہ تو وہ صدائے حق ہے جس کو سننے کی حسرت لیے کروڑوں لوگ دنیا میں آئے اور گزر گئے مگر انہیں ایمان اور روحانیت کی یہ بہار دیکھنا نصیب نہ ہوئی۔ آج جو لوگ اس زمین پر بستے ہیں ان میں سے بھاری اکثریت اُس آسمانی آواز کی سچائی اور عظمت کو شناخت نہیں کر سکی۔ وہ دیکھتے ہیں کہ خدا تعالی اور آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب ہونے والے حقیقی ایمان کی دولت سے محرومی کے باعث ذلت اور نکبت کی اتھاہ گہرائیوں میں گرتے ہی چلے جا رہے ہیں مگر اس روحانی مائدہ کی طرف توجہ نہیں کرتے جو چودہ سو سال پہلے رحمۃ للعالمین ﷺ کی دی ہوئی خبروں کے عین مطابق آسمان سے اُترا ہے۔ کون ہے جو آج اس پُر فتن اور پُر مصائب دنیا میں اپنے ایمان کی حفاظت نہیں کرنا چاہتا۔ کون ہے جو ایسے نظام اور اس حصن حصین سے دور ہونے کا متحمل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اگر دلوں میں خدا نہیں ہے تو پھر یہ دل ضرور شیطان کی آماجگاہ بنتے چلے جائیں گے۔ اگر انسان خدا پرستی کی جنت میں نہیں تو پھر مادہ پرستی کی جہنم میں ہو گا۔

اسی لیے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا:

”میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے۔ جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اس روشنی میں سے حصہ لے گا۔ مگر جو شخص وہم اور بدگمانی سے دور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جائے گا۔ اس زمانے کا حصن حصین میں

ہوں۔ جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں، قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔ مگر جو شخص میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے۔ ہر طرف سے اس کو موت در پیش ہے۔“

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

پیارے انصار بھائیو! سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عہد بیعت کی ایک شرط یہ ہے کہ ہم آپ سے ایک ایسا تعلق رکھیں گے جس کی مثال دنیوی تعلقات میں نہ پائی جاتی ہو۔ ہمارا عہد بیعت ہم سے اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ ہم اِس وجود سے یہ تعلق استوار کرنے کی کوشش کریں جسے خدا تعالیٰ نے جسمانی اور روحانی دونوں اعتبار سے آپ کے وجود کا تسلسل بنایا ہے۔ ہم اور ہماری نسلیں روحانی تربیت کے لیے اس آسمانی نظام سے استفادے کی محتاج ہیں۔ حقیقی روحانیت کی دولت دراصل اُسی خدائی نظام سے مل سکتی ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

”خلافت کی برکات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض دفعہ نصیحت عمل نہیں کر رہی ہوتی لیکن جب خلیفہ وقت کی زبان سے وہی نصیحت نکلتی ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ غیر معمولی اثر پیدا کر دیتا ہے۔“

(خطبات طاہر جلد 2 صفحہ 2)

ایسے عظیم الشان آسمانی نظام سے ہم اگر کسی بھی رنگ میں دوری اختیار کریں گے تو ہم روشنی سے اندھیرے کی طرف حرکت کرنے والے ہوں گے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”اگر خلیفہ وقت کی باتوں پر کان نہیں دھریں گے تو آہستہ آہستہ نہ صرف اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے فضلوں سے دور کر رہے ہوں گے بلکہ اپنی نسلوں کو بھی دین سے دور کرتے چلے جائیں گے۔“

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 191)

انصار بھائیو! ہمارے پیارے امام سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ خطبات جمعہ قومی وحدت اور یکجہتی پیدا کرتے ہیں کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

”نمازوں کے قیام کی ایک بڑی اعلیٰ تشریح اور وضاحت حضرت مصلح موعود نے اس طرح فرمائی ہے کہ صلوٰۃ کا بہترین حصہ جمعہ ہے جس میں امام خطبہ پڑھتا ہے اور نصائح کرتا ہے اور خلیفہ وقت دنیا کے حالات دیکھتے ہوئے دنیا کی مختلف قوموں کی وقتاً فوقتاً اُٹھتی ہوئی اور پیدا ہوتی ہوئی ضروریات کے پیش نظر نصائح کرتا ہے جس سے قومی وحدت اور یکجہتی پیدا ہوتی ہے۔ سب کا قبلہ ایک طرف رکھتا ہے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی اصل تصویر ہمارے سامنے ہے اور جماعت احمدیہ میں یہ تصویر ہمیں نظر آتی ہے۔ جبکہ خلیفہ وقت کا خطبہ بیک وقت دنیا کے تمام کونوں میں سنا جارہا ہوتا ہے اور مختلف مزاج اور ضروریات کے مطابق بات ہوتی ہے۔ میں جب خطبہ دیتا ہوں، جب نوٹس لیتا ہوں تو اس وقت صرف آپ جو میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں، وہی مد نظر نہیں ہوتے۔ بلکہ کوشش یہ ہوتی ہے کہ دنیا کے مختلف ممالک کی جو مجھے رپورٹس آتی ہیں ان کو سامنے رکھتے ہوئے کبھی زیادہ زور یورپ کے حالات کے مطابق خطبہ میں ہو۔ کبھی ایشیا کے کسی ملک کے حالات کے مطابق ہو یا عمومی طور پر ان کے حالات کے مطابق ہو۔ کبھی افریقہ کے مطابق ہو۔ کبھی جزائر کے مطابق ہو۔ لیکن اسلام چونکہ ایک بین الاقوامی مذہب ہے اس لئے ہر بات جو بیان ہو رہی ہوتی ہے وہ ہر ملک اور ہر طبقے کے احمدیوں کے لئے نصیحت کا رنگ رکھتی ہے۔ چاہے کسی کو بھی مد نظر رکھ کر بات کی جارہی ہو کچھ نہ کچھ پہلو ان کے اپنے بھی اس میں موجود ہوتے ہیں۔ مجھے خطبے کے بعد دنیا کے مختلف ممالک سے خط بھی آتے ہیں، روس کی ریاستوں کے مقامی باشندوں کی طرف سے بھی آتے ہیں، افریقہ کے مقامی باشندوں کی طرف سے بھی آتے ہیں اور دوسرے ممالک کے مقامی باشندوں کی طرف سے بھی آتے ہیں اور یہ اظہار ہوتا ہے کہ یوں لگتا ہے یہ خطبہ جیسے ہمارے لئے ہے۔ بہر حال اقامت صلوٰۃ کی ایک تشریح یہ بھی ہے جو خلافت کے ذریعہ سے آج دنیائے احمدیت میں جاری ہے۔“

(خطبات مسرور جلد 9 صفحہ 265-266)

پھر آپ ایدہ اللہ تعالیٰ خطبات کے مخاطب تمام دنیا کے احمدی ہیں کے حوالے سے فرماتے ہیں:

”میں جب خطبے یا تقریر میں کوئی بات کرتا ہوں تو بعض احمدی سمجھتے ہیں کہ یہ ہدایت صرف اس جگہ کے لئے ہے جہاں خطاب ہو رہا ہے۔ ایک احمدی کا یہ رویّہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ کسی بھی احمدی کو یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ مَیں جس ملک میں خطبہ یا تقریر میں کوئی بات کروں جو خدا تعالیٰ کی تعلیم کے حوالے سے ہے تو وہ صرف اسی ملک کے لئے ہے۔ بلکہ جہاں جہاں بھی احمدی موجود ہیں وہ سب اس کے مخاطب ہوتے ہیں۔ جب ہم یہ سمجھیں گے تو تبھی ہم میں یک رنگی پیدا ہو گی اور تبھی ہم ایک رب العالمین کے ماننے والے کہلا سکیں گے.... پہلے وقتوں میں تو شاید بعض خاص جگہوں کے لئے بعض باتیں کہی جاتی ہوں لیکن اب تو دنیا ہر جگہ قریبی رابطے ہونے کی وجہ سے ایک ہو گئی ہے اس لئے برائیاں بھی تقریباً مشترک ہو چکی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ہمیں MTA کی نعمت سے نوازا ہے تا کہ اس رب جو رب العالمین ہے کی تعلیم سے ہٹنے والوں کو فوری طور پر توجہ دلائی جاسکے۔ اگر ایک جگہ برائی پھیل رہی ہے تو نیکی بھی فوری طور پر اس جگہ پہنچ جانی چاہئے۔ پس ہر احمدی جہاں کہیں بھی ہو، اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ وہ وَاُمِرتُ اَن اُسلِمَ لِرَبِّ العٰلَمِین یعنی مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمام جہانوں کے ربّ کا کامل فرمانبردار ہو جاؤں، کا مخاطب ہے تو پھر وہ باتیں جو ہمارے ربّ نے ہمیں بتائی ہیں، جو میں نے اپنے خطبے اور تقریر میں بیان کی ہیں اور جو مختلف وقتوں میں بیان کرتا ہوں وہ دنیا میں ہر جگہ کے احمدی کے لئے ہیں۔ اس لئے عمل نہ کرنے کے بہانے تلاش نہیں کرنے چاہئیں بلکہ ہر ایک کو اس کا مخاطب سمجھنا چاہئے۔ جب کامل اطاعت اور فرمانبرداری اور اللہ کے حکموں پر عمل کرنے اور اس کی عبادت کی طرف توجہ رہے گی تو تبھی ہم اپنے ربّ کو مخاطب کر کے نیکوں کے ساتھ وفات کے وقت شامل ہونے کی دعا کر رہے ہوں گے، یہ دعا کر رہے ہوں گے کہ اے اللہ! ہمیں اپنے تمام احکامات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما تا کہ ہمارا شمار بھی ان لوگوں میں ہو جو کامل فرمانبردار ہوں اور صرف تیری عبادت کرنے والے ہوں اور جو فَادخُلِی فِی عِبَادِی وَ ادخُلِی جَنَّتِی (الفجر:31-30) کے انعام کے حاصل کرنے والے ہوں۔“

(خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 597-598)

پھر حضور انور نے 27 ستمبر 2013ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

"یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس زمانہ میں فاصلوں کی دوری کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ایم ٹی اے کے ذریعہ سے جماعت اور خلافت کے تعلق کو جوڑ دیا ہے۔ اس لئے میرے خطبات اور مختلف پروگراموں کو ضرور سنا کریں۔ میں نے جائزہ لیا ہے بعض عہدیدار بھی خطبات کو باقاعدگی سے نہیں سنتے۔ یہ خطبات وقت کی ضرورت کے مطابق دینے کی کوشش کرتا ہوں۔ اس لئے اپنے آپ کو ان سے ضرور جوڑیں۔"

لگاؤ سیڑھی اُتارو دلوں کے آنگن میں
نثار جاؤ، نظر وار وار کر دیکھو
جو اُس کے ساتھ، اُسی کی دعا سے اترا ہے
یہ مائدہ ہے، ڈشوں میں اتار کر دیکھو

اسی طرح اپنے خطبہ فرمودہ 18 اکتوبر 2013ء میں فرمایا:

"پھر یاددہانی کروا رہا ہوں، اس طرف بہت توجہ کریں اپنے گھروں کو اس انعام سے فائدہ اُٹھانے والا بنائیں جو اللہ تعالیٰ نے ہماری تربیت کے لئے ہمارے علمی اور روحانی اضافے کے لئے ہمیں دیا ہے تاکہ ہماری نسلیں احمدیت پر قائم رہنے والی ہوں۔ پس ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ اپنے آپ کو ایم ٹی اے سے جوڑیں۔"

پھر حضور نے بارہا اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ احباب جماعت کی تربیت کے لئے یہ نہایت ضروری امر ہے کہ احباب جماعت اپنے آپ کو ایم ٹی اے سے منسلک کریں۔ مجلس مشاورت پاکستان 2015ء کے لئے اپنے پیغام میں فرمایا:

"شوریٰ کے ممبران بھی اور عہدیداران بھی یہ ذمہ داری ادا کرنے کا عہد کریں کہ وہ اپنے آپ کو بھی اورافراد جماعت کو بھی زیادہ سے زیادہ ایم ٹی اے کے ساتھ منسلک کرنے کی کوشش کریں گے۔ اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایم ٹی اے پر علاوہ میرے خطبات اور تقریروں کے ہر قسم کے دیگر پروگرام بھی آتے ہیں جن سے اکثر علمی اور تربیتی پہلوؤں کا احاطہ ہو جاتا ہے اور جن کے سننے سے بچوں سے لے کر بڑوں تک ہر ایک کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اس لئے اس طرف بہت توجہ کریں۔"

(روزنامہ الفضل ربوہ 2اپریل 2015ء)

پس آپ انصار عمر کے ایسے حصہ میں ہیں کہ آپ نہ صرف خود مکلّف ہیں بلکہ اپنی اولادوں کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری آپ کے کندھوں پر ہے اس لئے ہم پر سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا کے قرآنی حکم پر عمل کرتے ہوئے لازم ہے کہ ہم سب سے پہلے پورے اہتمام سے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات و ارشادات کو پوری توجہ سے سنیں اور پھر ان پر عمل کرنے کی بھرپور کوشش کریں اور ہمیشہ یاد رکھیں کہ دنیا کی اصلاح کے لیے اور انسانوں کو مادیت کے اندھیروں سے نکالنے کے لیے کوئی اور آسمانی نظام قائم نہیں ہو گا۔ ہم خدا کی آخری جماعت ہیں پس اللہ تعالی ہمیں اس امام سے وابستہ ہونے اور چمٹ جانے کی توفیق عطاء فرمائے خواہ ہمیں اسکی کوئی بھی قیمت ادا کرنی پڑے ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خلیفۃ المسیح کی ان خواہشات پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

ضضضض

{39}　{مشاہدات-113}

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ

الٰہی　مجھے　سیدھا　راستہ　دکھا　دے
میری　زندگی　پاک　و　طیّب　بنا　دے

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۙ۝ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ۬ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ

ترجمہ: ہمیں سیدھے راستہ پر چلا۔ ان لوگوں کے راستہ پر جن پر تُو نے انعام کیا۔ جن پر غضب نہیں کیا گیا اور جو گمراہ نہیں ہوئے۔

میرے عزیز بھائیو! آج میری تقریر کا عنوان سورۃ فاتحہ کی آیت نمبر 6 ہے جو ایک فصیح و بلیغ اور جامع دُعا پر مشتمل ہے یعنی اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ۔

معزز سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ لکھا ہے کہ

”ایک مرتبہ اِس عاجز نے اپنی نظرِ کشفی میں سورۃ فاتحہ کو دیکھا کہ ایک ورق پر لکھی ہوئی اس عاجز کے ہاتھ میں ہے اور ایک ایسی خوبصورت اور دلکش شکل میں ہے کہ گویا وہ کاغذ جس پر سورۃ فاتحہ لکھی ہوئی ہے سُرخ سُرخ اور ملائم گلاب کے پھولوں سے اِس قدر لدا ہوا ہے کہ جس کا کچھ انتہا نہیں اور جب یہ عاجز اِس سورۃ کی کوئی آیت پڑھتا ہے تو اِس میں سے بہت سے گلاب کے پھول ایک خوش آواز کے ساتھ پرواز کر کے اوپر کی طرف اُڑتے ہیں اور وہ پھول نہایت لطیف اور بڑے بڑے اور سُندر اور تروتازہ اور خوشبودار ہیں جن کے اوپر چڑھنے کے وقت دل و دماغ نہایت معطّر ہو جاتا ہے۔“

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ سورۃ فاتحہ صفحہ 7-8)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِس کشف کے مطابق سورۃ فاتحہ کی تمام سات آیات بشمول اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ گلاب کے پھول ہیں جو اوپر آسمان کی طرف پرواز کرتے اور اپنے اِرد گرد اور پیچھے بہت ہی بھینی بھینی خوشبو چھوڑتے جاتے ہیں جس سے ماحول خوشبودار اور معطّر ہوتا جاتا ہے۔ سورۃ فاتحہ کی اِس دُعا کو جب اِس سے اگلی آیت کے ساتھ مِلا کر پڑھا جائے تو قرآن کریم میں موجود تمام دعاؤں اور التجاؤں پر یہ دُعا حاوی ہے۔ تمام قرآنی دُعاؤں کا خلاصہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ہے۔ جب ایک مومن کو صراطِ مستقیم عطا ہو جائے وہ صراطِ مستقیم جس پر چل کر اُس پر انعامات الٰہی اور افضالِ خداوندی کی موسلا دھار بارش نازل ہو اور وہ مغضوبِ الٰہی میں شمار نہ ہو اور نہ وہ گمراہ قوم میں ہو تو اِس سے بڑھ کر کون سے نعمت کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ جس کی تشریح حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے کرام نے یہود و نصاریٰ کے اعمال سے مجتنب رہنے کی ہے۔ ایک مومن کی یہ دعا جب بارگاہِ ایزدی میں درجہ قبولیت پاتی ہے تو وہ مومن خود بھی اِس دُعا کی قبولیت کی حلاوت محسوس کرتا ہے۔ اُس کے بدن میں تروتازگی کا احساس ہوتا اور گلاب کی طرح مہکی مہکی خوشبو اُس کے بدن سے آنے لگتی ہے۔

خوشی تیری ہو جائے مقصود میرا
کچھ ایسی لگن دل میں اپنی لگا دے
غِنا دے، سخا دے، حیا دے، وفا دے
ہُدیٰ دے، تُقیٰ دے، لِقا دے، رَضا دے

معزز بھائیو! اِس دعا میں ایک اہم بات جو سمجھنے والی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اِس دعا میں اجتماعیت کا سبق دیا تھا۔ ایک مومن کو صرف اکیلے ہی دُعا نہیں کرنی بلکہ اپنے ساتھ اپنے عزیز و اقارب، دوست احباب اور دیگر مسلمانوں کو ساتھ ملا کر اِهْدِنَا کے الفاظ بول کر اللہ کے حضور یہ کہنا ہے کہ اے اللہ! ہم سب مسلمانوں اور مومنوں کو صراطِ مستقیم عطا کر۔ دراصل اِس روحانی سبق کی بنیاد اللہ تعالیٰ نے اِس دعا سے قبل والی آیت اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں جمع کے صیغے استعمال کر کے رکھی ہے

اور بتلایا ہے کہ اللہ کی عبادت اور اُس سے استعانت طلب کرنے میں بھی اپنے ساتھ سب اہلِ خانہ کو شامل کر کے اجتماعی برکت حاصل کرنی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"اِهْدِنَا۔ چلا ہم کو۔ جمع کا صیغہ ہے۔ مومن کو چاہیے کہ صرف اپنے واسطے دُعا نہ کرے بلکہ دوسروں کو بھی ساتھ شامل کر لے۔" (حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ 20)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس دُعا کا خلاصہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ

"پس خلاصہ یہ ہے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی دُعا انسان کو ہر کجی سے نجات دیتی ہے اور اُس پر دینِ قویم کو واضح کرتی ہے اور اُس کو ویران گھر سے نکال کر پھلوں اور خوشبوؤں والے باغات میں لے جاتی ہے اور جو شخص بھی اس دُعا میں زیادہ آہ وزاری کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس کو خیر برکت میں بڑھاتا ہے۔"

(اردو ترجمہ: کرامات الصادقین از روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 137)

یہ ہم نے پڑھا ہے کہ آیات کا آپس میں ایک ربط اور تعلق ہوتا ہے۔ سورۃ فاتحہ میں اللہ کی صفات الرَّحْمٰنِ اور الرَّحِيْمِ کے حوالہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کو الرَّحْمٰن کے مقابل قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ

"ہدایت پانا کسی کا حق تو نہیں بلکہ محض رحمانیت الٰہی سے یہ فیض حاصل ہو سکتا ہے۔" اور صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کو اللہ کی صفات **الرَّحِيْمِ** کے بالمقابل رکھا ہے کیونکہ اس کا ورد کرنے والا رحیمیت کے چشمہ سے فیض حاصل کرتا ہے اور وہ دُعا سے رسولوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین میں سے کوئی ایک مقام پاتا ہے۔" (خلاصہ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ سورۃ فاتحہ صفحہ 256-257)

معزز بھائیو! اس اہم مبارک دُعا میں آخری زمانہ کے لیے ایک خوشخبری بھی بیان ہوئی ہے۔ اَنْعَمْتَ کے الفاظ میں ایک اشارہ ہے کہ اس دُعا میں درج **منعم علیہم** گروہ پر جو کمالات جمع ہوئے وہ اِس آخری دَور میں آنے والے مسیح اور مہدی کے دَور میں نازل ہوں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کی ایک اور آیت النساء:70 سے تطبیق کر کے بہت مقامات پر فرمایا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تتبّع اور اطاعت میں نبی، صدیق، شہید اور صالح کا درجہ لوگ پا سکتے ہیں۔ اِسے ہی ظلّی نبوت کہا جاتا ہے۔ یہ نبوت

وہ انعامِ خداوندی ہے جو اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے توسّط سے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح ومہدی علیہ السلام کو عطا فرمایا۔ اِسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِس دُعا کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

"اے ہمارے خدا! ہمیں استقامت کی راہ دکھلا۔ وہی راہ جس پر تیرا انعام واکرام مترتب ہوتا ہے اور تُو راضی ہو جاتا ہے۔" (اسلامی اصول کی فلاسفی از روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 420)

پھر فرمایا۔

"اے ہمارے پروردگار! ہمیں سیدھا راستہ دکھا اور ہمیں اُس راستہ پر قائم رکھ جو تیری جناب تک پہنچاتا ہے اور تیری سزا سے بچاتا ہے۔" (تفسیر حضرت مسیح موعودؑ سورۃ فاتحہ صفحہ 241)

پھر اِس مضمون کو ایک اور مقام پر یوں سمجھایا ہے کہ

"اِس بات کو کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ قرآن شریف کے بعض حصّے دوسرے کی تفسیر اور شرح ہیں ایک جگہ ایک امر بطریقِ اجمال بیان کیا جاتا ہے اور دوسری جگہ وہی امر کھول کر بیان کر دیا گیا ہے گویا دوسرا پہلے کی تفسیر ہے۔ پس اِس جگہ جو یہ فرمایا صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ تو یہ بطریقِ اجمال ہے لیکن دوسرے مقام پر منعم علیہم کی خود ہی تفسیر کر دی ہے مِنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّہَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ۔ منعم علیہم چار قسم کے لوگ ہوتے ہیں نبی، صدیق، شہداء اور صالح۔ انبیاء علیہم السلام میں چاروں شاخیں جمع ہوتی ہیں کیونکہ یہ اعلیٰ کمال ہے۔ ہر ایک انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ کمالات کے حاصل کرنے کے لیے جہاں مجاہدہ صحیحہ کی ضرورت ہے اِس طریق پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے دکھایا ہے کوشش کرے۔" (تفسیر حضرت مسیح موعودؑ سورہ فاتحہ صفحہ 266-267)

پھر ایک موقع پر اِھْدِنَا الصِّرَاطَ کی تفسیر میں آپؑ فرماتے ہیں۔

"اِھْدِنَا الصِّرَاطَ میں تکمیلِ علمی کی طرف اشارہ ہے اور تکمیلِ عملی کا بیان صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ میں فرمایا کہ جو نتائج اکمل اور اتم ہیں وہ حاصل ہو جائیں جیسے ایک پودا جو لگایا گیا ہے جب تک پودا نشو نمانہ حاصل کرے اُس کو پھول پھل نہیں لگ سکتے اِسی طرح اگر کسی ہدایت کے اعلیٰ اور اکمل نتائج موجود نہیں ہیں وہ ہدایت مُردہ ہدایت ہے جس کے اندر کوئی نشو نما کی قوت اور طاقت نہیں ہے......اِسی

لیے اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ میں صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کہہ کر ایک قید لگادی ہے یعنی یہ راہ کوئی بے ثمر اور حیران اور سرگرداں کرنے والی راہ نہیں ہے بلکہ اس پر چل کر انسان بامراد اور کامیاب ہوتا ہے۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ سورۃ فاتحہ صفحہ 309)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"اس آیت میں ایسی اعلیٰ اور مکمّل دُعا سکھائی گئی ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ یہ دعا کسی خاص امر کے لیے نہیں ہے بلکہ ہر چھوٹی بڑی ضرورت کے متعلق ہے اور دینی اور دنیوی ہر کام کے متعلق اس دُعا سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ ہر کام خواہ وہ دینی ہو یا دنیاوی اس کے پورا کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی طریق ہوتا ہے اگر اس طریق کو اختیار کیا جائے تو کامیابی ہو گی ورنہ نہ ہو گی۔ پھر بعض دفعہ کئی طریق ایک کام کو کرنے کے نظر آتے ہیں جن میں سے بعض ناجائز ہوتے ہیں اور بعض جائز۔ جو جائز راستے ہوتے ہیں ان میں سے بعض تو مراد تک جلدی پہنچادیتے ہیں اور بعض دیر سے پہنچاتے ہیں۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی دُعا میں یہ سکھایا گیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے رہیں کہ وہ ہماری اس طریق کی طرف راہنمائی کرے جو اچھا اور نیک ہو اور جس پر چل کر ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں اور جلد سے جلد کامیاب ہوں۔ کیسی سادہ اور کیسی مکمل یہ دُعا ہے اور پھر کیسی وسیع ہے، زندگی کا وہ کون سا مقصد ہے جس کے متعلق ہم اس دُعا کو استعمال نہیں کرسکتے۔" (تفسیر کبیر ،سورۃ فاتحہ)

کتنی ہی پُل صراط کی گو تیز دھار ہو
یا رب! مرا وہاں بھی قدم استوار ہو

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

" اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ ایک عجیب دُعا بڑی حسین اور بڑی وسعتوں اور بڑی گہرائیوں اور بڑی تاثیروں والی دعا سکھائی اور ہمیں بتایا کہ یہ دعا کرو کہ اے خدا! عقل بھی ہمیں یہی

بتاتی ہے اور ہماری فطرت بھی اسی طرف راہ نمائی کرتی ہے کہ ہر مقصود پانے کے لیے ایک سیدھی راہ ہوا کرتی ہے اور جو اس سیدھی راہ کو اختیار کرتا ہے وہی اپنے مقصود کو حاصل کرتا ہے اس لیے ہمیں وہ سیدھی راہ دکھا جو ہمیں تجھ تک پہنچادے تو ہمیں مِل جائے تیرا ساتھ ہمارا تعلق قائم ہو جائے تجھے ہم پالیں، تیری رحمتوں کے ہم وارث بن جائیں اور بتایا کہ یہ راہ آج پہلی دفعہ انسان کو نہیں بتائی جارہی بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے نبوت کا ایک سلسلہ شروع ہوا اور انبیاء سے تعلق رکھنے والے بزرگ خدا کی راہ میں قربانی دینے والے، خدا کی محبت کو پانے والے پیدا ہوتے رہے پس جس طرح پہلوں پر اصولی طور پر تیرے انعام نازل ہوئے تو ہمیں ایسی راہ دکھا کہ ہم بھی ان جیسے بن جائیں اور اس قسم کے انعام ہمیں بھی تیری طرف سے ملیں۔" (تفسیر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ، سورۃ فاتحہ صفحہ 76)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی اِس دعا کو نہایت کامل اور جامع دُعا فرمایا ہے۔

معزز بھائیو و بہنو !اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کو باقی تمام قرآنی دُعاؤں میں یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ روزانہ کی فرض نمازوں اور سنتِ موکدہ میں 32 دفعہ یہ دعا پڑھی جاتی ہے۔ اگر نماز تہجد اور دیگر نوافل کو شامل کرلیں تو یہ تعداد اس سے کہیں بڑھ جاتی ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی اور جیسا کہ ہم سُن چکے ہیں کہ یہ دُعا سورۃ فاتحہ کا حصہ ہے۔

دَم درود میں یہ سورۃ فاتحہ پڑھی جاتی ہے جس میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کہہ کر دَم کرنے والا دراصل اپنے لیے اللہ سے رہنمائی لے رہا ہوتا ہے۔ اِس میں اُن لوگوں کے عقائد کی نفی کی گئی ہے جو دَم درود پر ہی اعتقاد رکھتے ہیں حالانکہ دَم کرنے میں رہنمائی اللہ سے ہی چاہی گئی ہے۔ پھر امراضِ روحانی کا علاج ہے۔ مفرّح، مقوّی القلب کے علاوہ تمام قویٰ انسانی کو تقویت بخشتی ہے۔ یہ دُعا انسانی بدن کو تر و تازہ ،نرم و نازک اور مصفّیٰ رکھ کر گلاب کے پھول کی طرح بدن میں مہک پیدا کرتی رہتی ہے۔

میرے سامعین! یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ صراط مستقیم ایسے راستے کو کہتے ہیں جو سیدھا، مختصر اور چھوٹا ہو۔ صراط مستقیم جس کو مل جائے تو یہ ایک نعمت عُظمیٰ ہے جو ہر نعمت کی جڑ اور بنیاد ہے اور ہر عطا کا دروازہ ہے۔

امت احمدؑ نے چھوڑی ہے صراطِ مستقیم
کیوں نہ گھبراؤں نہ کھاؤں دل میں پیچ و تاب کیوں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''سب سے زیادہ پیاری دعا جو عین محل اور موقعہ سوال کا ہمیں سکھاتی ہے اور فطرت کے روحانی جوش کا نقشہ ہمارے سامنے رکھتی ہے وہ دعا ہے جو خدائے کریم نے اپنی پاک کتاب قرآن شریف میں یعنی سورۃ فاتحہ میں ہمیں سکھائی ہے اور وہ یہ ہے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ تمام پاک تعریفیں جو ہو سکتی ہیں اس اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پیدا کرنے والا اور قائم رکھنے والا ہے۔ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔وہی خدا جو ہمارے اعمال سے پہلے ہمارے لیے رحمت کا سامان میسر کرنے والا ہے اور ہمارے اعمال کے بعد رحمت سے جزا دینے والا ہے۔ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ۔وہ خدا جو جزاء کے دن کا وہی ایک مالک ہے۔ کسی اور کو وہ دن نہیں سونپا گیا۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ۔اے وہ جو اِن تعریفوں کا جامع ہے ہم تیری ہی پرستش کرتے ہیں اور ہم ہر ایک کام میں توفیق تجھ سے ہی چاہتے ہیں۔ اس جگہ ہم کے لفظ سے پرستش کا اقرار کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہمارے تمام قویٰ تیری پرستش میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے آستانہ پر جھکے ہوئے ہیں کیونکہ انسان باعتبار اپنے اندرونی قویٰ کے ایک جماعت اور ایک امت ہے اور اس طرح پر تمام قویٰ کا خدا کو سجدہ کرنا یہی وہ حالت ہے جس کو اسلام کہتے ہیں۔اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۔ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۔ہمیں اپنی سیدھی راہ دکھا اور اس پر ثابت قدم کر کے ان لوگوں کی راہ دکھلا جن پر تیرا انعام و اکرام ہے اور تیرے مورد فضل و کرم ہو گئے ہیں۔ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ اور ہمیں ان لوگوں کی راہوں سے بچا جن پر تیرا غضب ہے اور جو تجھ تک نہیں پہنچ سکے اور راہ کو بھول گئے۔ آمین۔ اے خدا! ایسا ہی کر۔

یہ آیات سمجھا رہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کے انعامات جو دوسرے لفظوں میں فیوض کہلاتے ہیں اُنہی پر نازل ہوتے ہیں جو اپنی زندگی کی خدا کی راہ میں قربانی دے کر اور اپنا تمام وجود اس کی راہ میں وقف کر کے اور اس کی رضا میں محو ہو کر پھر اس وجہ سے دعا میں لگے رہتے ہیں کہ تا جو کچھ انسان کو روحانی نعمتوں اور خدا

کے قرب اور وصال اور اس کے مکالمات اور مخاطبات میں سے مِل سکتا ہے وہ سب ان کو ملے اور اس دعا کے ساتھ اپنے تمام قویٰ سے عبادات بجالاتے ہیں اور گناہ سے پرہیز کرتے اور آستانہ الٰہی پر پڑے رہتے ہیں اور جہاں تک ان کے لیے ممکن ہے اپنے تئیں بدی سے بچاتے ہیں اور غضب الٰہی کی راہوں سے دور رہتے ہیں۔ سو چونکہ وہ ایک اعلیٰ ہمت اور صدق کے ساتھ خدا کو ڈھونڈتے ہیں اس لیے اس کو پا لیتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی پاک معرفت کے پیالوں سے سیر اب کیے جاتے ہیں۔ اس آیت میں جو استقامت کا ذکر فرمایا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سچا اور کامل فیض جو روحانی عالم تک پہنچاتا ہے کامل استقامت سے وابستہ ہے اور کامل استقامت سے مراد ایک ایسی حالت صدق و وفا ہے جس کو کوئی امتحان ضرر نہ پہنچا سکے یعنی ایسا پیوند ہو جس کو نہ تلوار کاٹ سکے نہ آگ جلا سکے اور نہ کوئی دوسری آفت نقصان پہنچا سکے۔ عزیزوں کی موتیں اس سے علیحدہ نہ کر سکیں۔ پیاروں کی جدائی اس میں خلل انداز نہ ہو سکے۔ بے آبروئی کا خوف کچھ رعب نہ ڈال سکے۔ ہولناک دکھوں سے مارا جانا ایک ذرہ دل کو ڈرا نہ سکے۔ سو یہ دروازہ بہت تنگ ہے اور یہ راہ نہایت دشوار گزار ہے۔ کس قدر مشکل ہے۔ آہ! صد آہ!"

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 381-382)

کندہ قبیلہ کا وفد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر نشانِ صداقت کا طالب ہوا۔ حضورؐ نے قرآن کریم کو ایسے اعجازی کلام کے طور پر پیش فرمایا جس پر باطل اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ پھر حضورؐ نے سورۃ صٰفّٰت کی ابتدائی چھ آیات تلاوت فرمائیں۔ آپؐ کی آواز بھرا گئی اور آپؐ رک گئے۔ کندہ قبیلہ کے لوگ یہ نظارہ دیکھ کر حیران ہوئے اور دریافت کیا کہ کیا آپ اپنے بھیجنے والے کے خوف سے روتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ہاں اسی کا خوف مجھے رُلاتا ہے جس نے مجھے صراط مستقیم پر مبعوث فرمایا ہے۔ مجھے تلوار کی دھار کی طرح اُس راہ پر چلنا ہے اگر ذرا بھی میں نے اس سے انحراف کیا تو ہلاک ہو جاؤں گا۔" (سیرۃ حلبیہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی دعا میں ہم اس حوالے سے دعا مانگتے ہیں اور مانگنی چاہئے کہ اے اللہ! تو ہمیں ایسے راستے پر چلا، اس طرح ہماری راہنمائی فرما جو اچھا راستہ بھی ہو۔ نیکی کی طرف لے جانے والا

راستہ بھی ہو اور پھر ہم اس پر چل کر نیکی کو حاصل بھی کر لیں۔ صرف راستے کی نشاندہی نہ ہو جائے بلکہ ہم اس پر چلتے رہیں اور نیکی کو حاصل بھی کر لیں اور پھر یہ کہ اپنے اس مقصود کو یعنی نیکی کو جلدی حاصل کر لیں اور اس کے بعد پھر مزید اگلے رستوں پر چلنا شروع کر دیں۔ پس اس دُعا کے ساتھ انسان ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ سکتا۔ ایک مومن کبھی تسلّی پکڑ کر نہیں بیٹھ سکتا۔ بلکہ کوشش کرے گا کہ ہمیشہ روحانیت میں بھی آگے بڑھے اور دنیاوی ترقیات میں بھی نئی منزلیں حاصل کرے۔ دنیاوی ترقیات میں تو ہم عموماً آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں اور بڑی شدید کوشش کر رہے ہوتے ہیں لیکن روحانیت میں اس لحاظ سے کوشش نہیں ہو رہی ہوتی۔ بہر حال اس دعا میں روحانی بھی اور مادی بھی دونوں طرح کی کوششوں کا ذکر ہے۔ دوسرے اس دعا میں رہبانیت کا بھی ردّ ہے۔ جو کہتے ہیں کہ فقیر بن گئے، علیحدہ ہو گئے، دنیا سے کٹ گئے اس کا بھی ردّ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے تو پیدا کر کے ساتھ ہی اپنی بے شمار نعمتیں بھی پیدا کی ہیں۔ اس دعا میں ان کے حصول کی کوشش کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔ اس کا مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کی جو ساری نعمتیں ہیں وہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے پیدا کی ہیں جو اشرف المخلوقات بنایا گیا ہے۔ اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے نہ کہ دنیا سے کٹ جایا جائے۔"(خطبہ جمعہ 13 فروری 2009ء)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ہر احمدی قرآنِ کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت پر تبھی گواہ ٹھہر سکتا ہے جب اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کی دعا پڑھتے ہوئے ترقی کے مدارج طے کرتا جائے اور انعام یافتہ لوگوں کے معیار حاصل کرتا چلا جائے۔ قرآنِ کریم کی تعلیم کے ہر پہلو کو اپنی زندگی کا حصہ بنالے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر عمل کرنے کی کوشش ہو۔ پس یہ مدارج حاصل کرنے کے لئے ہم نے کوشش کرنی ہے اور جب ہم یہ کوشش کریں گے تو حقیقت میں اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کے مضمون کو سمجھنے والے ہوں گے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقصد کو بھی پورا کرنے والے ہوں گے۔

ورنہ یہ دعا بھی جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے طوطے کی طرح رَٹے ہوئے الفاظ ہو جائیں گے۔" (خطبہ جمعہ 17 جون 2011ء)

معرِفت بُنیاد ہے عشقِ و مَحبت کی مُدام
اور مَحبت کھینچتی ہے نعمتِ رِضوانِ یار
جب رضا ہم کو ملی سمجھو کہ سب کچھ مل گیا
قُربِ یار و وصلِ یار و لُطفِ بےپایانِ یار

ضضضض

{40 } {مشاہدات۔117}

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیویوں سے حُسنِ معاشرت

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القلم:5)

یقیناً تو بہت بڑے خُلق پر فائز ہے۔

وہ رحمت عالم آتا ہے تیرا حامی ہو جاتا ہے
تو بھی انسان کہلاتی ہے سب حق تیرے دلواتا ہے
بھیج درود اُس محسن پر تُو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفی نبیوں کا سردار

معزز بھائیو! میری آج تقریر کا عنوان ہے۔ **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیویوں سے حُسنِ معاشرت**

میاں بیوی گاڑی کے دو پہیے کی طرح ہیں جو برابر ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر دونوں پہیوں کی ہوا (AIR) میں کمی پیشی ہو یا Wheel balancing اپ سیٹ ہو تو گاڑی ہموار چلنے کی بجائے ڈولتی ہے۔ اسلام نے میاں بیوی کے جو حقوق و فرائض بیان کیے ہیں اُن میں یہی سبق ہے اگر میاں کا ایک فرض ہے تو وہی بیوی کا حق ہے لیکن جو فرض بیوی کا ہے وہ میاں کا حق ہے۔ اِس ناطے فرائض و حقوق بھی دونوں کے برابر ہیں۔ مَردوں کے فرائض کی بات کی جائے تو سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بطور خاوند ایک کامل نمونہ کے طور پر سامنے آتا ہے۔ آپؐ کے وضع کردہ اصول اور آپؐ کی بتائی ہوئی ہدایات پر عمل کر کے انسان کو ایک اچھا اور کامیاب خاوند بنا سکتے ہیں۔

دراصل دوسرے معنوں میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میاں بیوی کو ایثار کے پہلو پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی اور ایک دوسرے میں خوبیاں تلاش کرنے کی ہدایت دیتے ہوئے فرمایا کہ ہر وقت ایک دوسرے کے عیب ہی تلاش نہ کرتے پھرو۔ اُس کی نیکیوں اور خوبیوں پر نگاہ رکھو۔ (مسلم)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھرانہ کو جنت نظیر گھرانہ بنانے کے لیے جو بنیادی ہدایت فرمائی اور اپنے عملی نمونہ سے اِس ہدایت کو زینت بخشی وہ ہدایت اِن الفاظ میں رہتی دنیا تک محفوظ کرلی گئی ہے۔ فرمایا۔

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ (ترمذی کتاب مناقب)

کہ تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ حُسنِ سلوک میں بہتر ہے اور مَیں تم سب سے بڑھ کر اپنے اہل خانہ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے والا ہوں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خُلق قرآنی حکم وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (النساء:20) یعنی اپنی بیویوں سے حُسنِ سلوک سے پیش آؤ کی عملی تفسیر تھا۔

تمہاری صبح حسین ہو رُخ سحر کی طرح
تمہاری رات منور ہو شب قمر کی طرح
کوئی بہشت کا پوچھے تو کہہ سکو ہنس کر
کہ وہ خوب جگہ ہے ہمارے گھر کی طرح

ایک روایت ہے حضرت سلمان بن احوص روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے بتایا کہ وہ حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضورؐ کے ہمراہ موجود تھے۔ اس موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد و ثناء کے بعد وعظ و نصیحت فرمائی اور پھر فرمایا کہ عورتوں کے بارے میں ہمیشہ بھلائی کے لئے کوشاں رہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ قیدیوں کی طرح بندھی ہوئی ہیں۔ تم ان پر کوئی حق ملکیت نہیں رکھتے سوائے اس کے کہ وہ کھلی کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوں (یعنی تمہارا حق ملکیت نہیں کہ جب چاہو مارنا شروع کردو جب چاہو جو مرضی سلوک کرلو۔ سوائے اس کے کہ وہ بے حیائی کی مرتکب ہوں) اور ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم ان

کے کپڑوں اور کھانے کا بہترین خیال رکھو۔(ترمذی کتاب الرضاع باب ما جاء فی حق المرأة فی حق المرأة)

معزز بھائیو! بیویوں کے اعتبار سے دُنیا میں تعداد کے لحاظ سے زیادہ وہ لوگ ہیں جو ایک بیوی رکھتے ہیں اور بعض معاشروں میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا اُن کے معاشرے کا حصہ ہوتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک سے زائد بیویاں رکھتے تھے۔ اِن میں برابری کا سلوک کرنا، انصاف برتنا آپؐ ہی کا خاصا تھا۔ آپؐ تمام بیویوں میں عدل برتتے۔ کسی بیوی کی طرف جھکاؤ نظر نہ آتا کہ دوسری بیگمات کی دل شکنی ہو۔ جنگوں میں بیگمات کو ساتھ لے جانے کے لئے قرعہ اندازی کرتے۔ بیگمات میں باریاں تقسیم کر رکھی تھیں۔ سورۃ الاحزاب آیت 52 میں اِس اختیار کے باوجود کہ جس کو چاہیں اس کی باری مؤخر کر دیں جس کو چاہیں پہلے باری کر دیں۔ آپؐ نے ایک دفعہ بھی یہ اختیار استعمال نہ فرمایا۔ حضرت عائشہؓ اپنے خاص اندازِ محبت میں کہا کرتی تھیں کہ اگر یہ اختیار مجھے ہوتا تو مَیں تو صرف آپؐ کے حق میں ہی استعمال کرتی۔
(بخاری کتب التفسیر)

عدل و انصاف کا ایک واقعہ بیان کرنا ضروری ہے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے حلوہ بنایا اور حضرت سودہؓ کو کھانے کے لیے دیا جو حضرت سودہؓ کو پسند نہ آیا۔ حضرت عائشہؓ نے کھانے کے لیے اصرار کیا مگر حضرت سودہؓ نہ مانیں۔ تب حضرت عائشہؓ نے اِس مالیدہ کو حضرت سودہؓ کے چہرہ پر مَل دیا۔ حضورؐ محظوظ ہوتے رہے مگر یہ عادلانہ فیصلہ فرمایا کہ حضرت سودہؓ بھی اِس مالیدہ کو حضرت عائشہؓ کے مُنہ پر لگائیں۔
(مجمع الزوائد جلد4 صفحہ 316)

بیویوں کا آپس میں رشتہ اور تعلق سوکنوں کا بھی تھا اور اِس رشتہ میں اختلاف ہونا طبعی بات تھی۔ مگر آپؐ کمال حکمتِ عملی، صبر و تحمل سے معاملہ فہمی فرماتے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باری حضرت عائشہؓ کے ہاں تھی کہ آپؐ کی ایک اور اہلیہ محترمہ نے جو کھانا اچھا تیار کر لیتی تھیں کھانا تیار کر کے آپؐ کو بھجوایا جو حضرت عائشہؓ کو اچھا نہ لگا۔ آپؓ نے کھانا لانے والی غلام لڑکی کے ہاتھ کو جھٹک دیا جس سے پیالہ نیچے گر کر ٹوٹ گیا۔ آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے کوئی سختی نہ کی بلکہ خود اُٹھ کر سالن کو اُٹھانے لگے اور حضرت عائشہؓ سے کہا کہ اے عائشہ! اِس ٹوٹے ہوئے پیالہ کے بدلے اپنے گھر سے پیالہ دو تا اُن کی حوصلہ

شکنی نہ ہو۔ (سنن نسائی کتاب عشرۃ النساء)

حضرت عائشہؓ گھریلو زندگی میں آپؐ کے متعلق یوں گواہی دیتی ہیں کہ:

نبی کریمؐ تمام لوگوں سے زیادہ نرم خُو تھے اور سب سے زیادہ کریم، عام آدمیوں کی طرح بلا تکلّف گھر میں رہنے والے۔ آپؐ نے کبھی تیوری نہیں چڑھائی۔ ہمیشہ مسکراتے رہتے۔ آپؐ نے اپنی تمام زندگی کسی بیوی پر ہاتھ نہیں اُٹھایا اور نہ کسی خادم کو مارا۔ (شمائل ترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہؐ)

حضرت خدیجہؓ وہ عظیم خاتون اور اُمّ المومنین تھیں جنہوں نے حضورؐ کے اخلاق دیکھ کر آپؐ سے شادی کی تھی اور مالدار ہونے کے سبب اسلام کی ہر میدان میں مالی امداد بھی کی اور حضورؐ کو بھی اس مال سے خرچ کرنے سے کبھی نہ روکا۔ آپؓ کی حضورؐ سے رفاقت پندرہ سال رہی۔ آپؓ کے ساتھ حضورؐ کا تعلق مثالی اور شفیق خاوند کا تو تھا ہی۔ آپؓ کی وفات کے بعد بھی حضرت خدیجہؓ کی وفاؤں کے تذکرے کرتے حضورؐ تھکتے نہ تھے۔ آپؓ کی وفات کے بعد ایک دفعہ آپؓ کی بہن ہالہ آئی تو آپؐ نے بے ساختہ کھڑے ہو کر استقبال کیا اور بڑے پیار سے کہا کہ ہماری بہن ہالہ آئی ہے۔ آپؓ کی سہیلیوں کا خیال رکھتے۔ حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ فرمایا کہ مجھے کبھی زندہ بیویوں میں سے کسی کے ساتھ غیرت نہیں ہوئی جتنی حضرت خدیجہؓ سے ہوئی حالانکہ وہ میری شادی سے تین سال قبل وفات پا چکی تھیں۔ ایک دن مَیں نے کہہ ہی دیا کہ اتنی اچھی اچھی بیویوں کی موجودگی میں آپؐ ایک بڑھیا کا تذکرہ بہت پیار سے کرتے ہیں۔ جس پر آپؐ نے فرمایا کہ خدیجہ اُس وقت میرا ساتھی بنی جب مَیں تنہا تھا وہ میری سَپر بنی جب مَیں بے یارو مددگار تھا وہ اپنے مال کے ساتھ مجھ پر فدا ہوئی۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 6 صفحہ 118)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خانگی امور میں بیویوں کا ہاتھ بٹاتے۔ آپؐ کپڑے سی لیتے۔ جوتے ٹانک لیتے اور گھر کا ڈول بھی خود مرمت کر لیا کرتے۔ (مسند احمد بن حنبل)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ تمام انسانوں کی طرح کے انسان تھے۔ کپڑے کو خود پیوند لگا لیا کرتے۔ بکری کا دودھ خود دوہتے اور ذاتی کام خود کرتے۔ (مسند احمد بن حنبل)

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی بیگمات کے ساتھ کون کون سی محبت بھری اداؤں کا ذکر کیا جائے۔ یہ تو بحر بیکراں ہے جسے ایک مختصر تقریر میں سمونا انسان کے حدّ بست کی بات نہیں۔ آپؐ کے کمال عفو کی داستان سنیئے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ تیز تیز بول رہی تھیں کہ آپؓ کے والدِ محترم حضرت ابو بکرؓ گھر تشریف لے آئے۔ آپؓ نے اپنی بیٹی کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذرا تیز تیز بولتے دیکھا تو آپؓ سے برداشت نہ ہوا۔ آپؓ نے اِسے بے ادبی جانتے ہوئے اپنی بیٹی پر ہاتھ اٹھا کر آگے بڑھے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم باپ بیٹی کے درمیان حائل ہو گئے اور حضرت ابو بکرؓ کے متوقع سزا سے حضرت عائشہؓ کو بچا لیا اور خود حضورؐ نے بھی اپنی اہلیہ حضرت عائشہؓ سے کچھ نہ کہا۔ (ابو داؤد کتاب الادب)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مَیں جب کبھی غصّہ میں ہوتی تو حضورؐ اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھ کر یہ دُعا دیتے۔اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھَا ذَنْبَھَا وَاذْھَبْ غَیْظَ قَلْبِھَا وَاَعِذْھَا مِنَ الفِتَنَ (الوفا باحوال المصطفی لابن جوزی صفحہ 674) کہ اے اللہ! عائشہؓ کے گناہ بخش دے۔ اِس کے دل کا غصہ دور کر دے اور اِسے فتنوں سے بچا اور بعض دفعہ مجھے اے عُویش! کہہ کر غصّہ دور ہونے کی دُعا پڑھایا کرتے تھے۔

اب اس واقعہ کو اپنے ایشین ماحول میں موازنہ میں لا کر دیکھیں جہاں آئے روز میاں بیوی کے درمیان تنازعات کی وجہ بیوی کا تیز طراری کے ساتھ خاوند کے سامنے بولنا ہوتا ہے۔

ازدواجی زندگی ہے مثردہ امن و اسلام
اِس کا مقصدِ ارتقاء، انسانیت کا احترام

اہل خانہ سے کمال محبت کا یہ عالَم تھا کہ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ اَیّام مخصوصہ کے دوران بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ حضورؐ میرے ساتھ مِل بیٹھ کر کھانا تناول فرما لیتے اور گوشت کی ہڈی میرے ہاتھ سے لے کر محبت سے اُسی جگہ سے چُوس لیتے جہاں سے مَیں کھا رہی ہوتی یا چُوس رہی ہوتی اور گلاس کے اُس حصہ کو تلاش کر کے پانی پی لیتے جہاں سے مَیں نے پیا ہوتا۔ (ابو داؤد کتاب الطہارت)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس طریقِ محبت کو آمدِ رسولؐ سے قبل کے زمانہ جاہلیت میں عورتوں کی حالت سے موازنہ کر کے دیکھیں جب ایّامِ مخصوصہ میں عورتوں کو اپنے عزیز و اقارب سے جُدا رہنا پڑتا تھا اور کوئی میل جول نہ ہوتا۔

مُجھے رشک آتا ہے اپنے مقدر پر
ہمیں وہ نبیؐ ملا جو نبیوں کا سردار ہے

میرے بھائیو! ہم میں سے بعض طبعاً ایسے واقع ہوئے ہیں جو اپنی ذات پر تو خرچ کر لیتے ہیں مگر اہل خانہ پر خرچ کرنے سے گھبراتے ہیں۔ مگر آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عالَم تھا کہ آپؐ اپنے تمام گھروں میں نان و نفقہ کا خیال رکھتے۔ آپؐ خود بھوکا رہ لیتے مگر اہل خانہ کو ضرورت کی ہر چیز مہیا فرماتے اور یہ دُعا کرتے کہ اے اللہ! میرے اہل و عیال کو دنیا میں قُوت لَا یَمُوت ضرور عطا فرمانا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 232)

حضرت سودہؓ سے آپؐ کی شادی حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد جُدائی سے بچنے کے لئے کی تھی۔ آپؓ بیوہ تھیں اور آپؓ نے جلد بڑھاپے کو پہنچنے پر اپنا حق زوجیت حضرت عائشہؓ کے حق میں چھوڑ دیا تھا۔ جسے حضورؐ نے قبول فرما لیا مگر اِن کے جملہ اخراجات وغیرہ حسب سابق ادا ہوتے رہے۔

(شرح المواہب اللدنیہ از زرقانی جلد 3 صفحہ 229)

میرے بھائیو! حضرت عائشہؓ چھوٹی عمر میں ہی بیاہ کر حُجرہ رسولؐ میں آئی تھیں۔ آپؐ اِن کے ناز و نخرے برداشت کرتے۔ اس لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے کھلونوں کے ساتھ کھیلتے، اپنی سہیلیوں کے

ساتھ مل کر بیٹھنے کو پسند فرماتے اور حوصلہ بڑھاتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ اپنی سہیلیوں کے ساتھ جنگِ بُعاث کے نغمے گا رہی تھیں۔ اِتنے میں حضرت ابو بکرؓ تشریف لے آئے۔ آپؓ نے حضرت عائشہؓ کو ڈانٹا کہ حضورؐ کے گھر میں نغمے؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کی طرف داری کرتے ہوئے فرمایا اے ابو بکرؓ! ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے آج مسلمانوں کی عید ہے اِن بچیوں کو خوشی کر لینے دو۔

(بخاری کتاب العیدین)

جیسا کہ مَیں اوپر بیان کر آیا ہوں کہ آپؐ حضرت عائشہؓ کے ناز اُٹھاتے تھے۔ ایک دِن آپؐ حضرت عائشہؓ سے کہنے لگے کہ اے عائشہ! مَیں تمہاری ناراضگی اور خوشی کو خوب بھانپ جاتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا وہ کیسے؟ فرمایا جب تم خوش ہوتی ہو تو اپنی گفتگو میں رَبِّ مُحمَّد کہہ کر قسم کھاتی ہو اور ناراضگی کی صورت میں رَبِّ اِبراہیم کہہ کر بات کرتی ہو۔ حضرت عائشہؓ نے یہ سُن کر اثبات میں جواب دیا۔

(بخاری کتاب النکاح)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ازواج کے ساتھ تعلق ایسا مثالی تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمام بیگمات کو یہ اختیار دیا کہ آپ چاہیں اِس رسول کے ساتھ رہیں اور اگر چاہیں تو جُدا ہو جائیں تو تمام کی تمام ازواج نے آپؐ کے ساتھ ہی رہنے کا فیصلہ فرمایا۔ حضورؐ نے اپنی ازواج کے تعلق اور قربانی کو سراہتے ہوئے بعض نصائح فرمائیں۔

آپؐ اپنی بیگمات کے جذبات کا بھی بہت خیال رکھا کرتے تھے۔ حضورؐ کو شہد بہت پسند تھا۔ ایک دفعہ آپؐ نے کسی بیوی کے گھر شہد کا شربت پیا۔ آپؐ کو وہاں کچھ دیر ہو گئی تب حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے ازراہ غیرت عرض کی کہ حضورؐ کے منہ سے فلاں بدبودار بوٹی کے رس کی بُو آ رہی ہے۔ حضورؐ اشارہ سمجھ گئے اور آئندہ شہد یا اِس کا شربت نہ کھانے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے سورۃ التحریم آیت 2 میں حکم دیا کہ محض اپنی بیویوں کی رضامندی کی خاطر اللہ کی حلال چیزوں کو حرام نہ کرو۔ تب آپؐ نے اِسے دوبارہ پینا شروع کیا۔

بھائیو! جہاں تک ازواجِ مطہرات کی تعلیم و تربیت کا تعلق ہے تو بعض اوقات اس مثالی محبت اور پیار و محبت کے جائز سرزنش بھی فرما دیتے تھے۔ ہر چند حضرت عائشہؓ آپؐ کو بہت محبوب تھیں۔ ایک دفعہ انہوں نے

حضرت صفیہؓ کو چھوٹے قد ہونے کی بنا پر چھوٹی انگلی یعنی چھنگلی دکھلا کر چھیڑا اور پست قد ہونے کا طعنہ دیا۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا تو آپؐ نے حضرت عائشہؓ کی بہت سرزنش فرمائی اور فرمایا یہ ایسا سخت جملہ ہے کہ تلخ سمندر کے پانی میں بھی اِس کو ملا دیا جائے تو وہ اور کڑوا ہو جائے۔

(ابو داؤد کتاب الادب)

مَیں اپنی تقریر کو ایک ایسے واقعہ پر ختم کرتا ہوں جو حضورؐ کی کمال ذرہ نوازیوں کا نتیجہ ہے جو آپؐ کی اپنی بیویوں پر تھی۔ اس قسم کا ایک واقعہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیویوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم میں سے زیادہ لمبے ہاتھوں والی مجھے سب سے پہلے دوسرے جہاں میں ملے گی تو بیویوں نے حضورؐ سے کمال محبت کی وجہ سے اپنے ہاتھ ماپنے شروع کر دیئے حالانکہ اِس سے مالی قربانی کی طرف اشارہ تھا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری باتوں کے کامل نمونہ ہیں آپؐ کی زندگی میں دیکھو کہ آپ عورتوں کے ساتھ کیسی معاشرت کرتے تھے۔ میرے نزدیک وہ شخص بزدل اور نامرد ہے جو عورت کے مقابلے میں کھڑا ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کا مطالعہ کرو تمہیں معلوم ہو کہ آپ ایسے خلیق تھے۔ باوجودیکہ آپ بڑے بارعب تھے لیکن اگر کوئی ضعیفہ عورت بھی آپ کو کھڑا کرتی تھی تو آپؐ اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ وہ اجازت نہ دے۔“ (ملفوظات جلد نمبر 2 صفحہ 387)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس فرماتے ہیں:

”پس آج ہم جو حضرت مسیح موعودؑ کے ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں، ہمارے اوپر یہ ذمہ داری، بہت بڑی ذمہ داری ڈالی گئی ہے کہ اپنے اندر انقلابی تبدیلیاں پیدا کریں۔ اپنے گھروں کو بھی جنت نظیر بنائیں۔ اپنے ماحول میں بھی ایسا تقویٰ پیدا کریں جو اللہ تعالیٰ ہم سے توقع رکھتا ہے۔ مگر ہم سے کوئی فعل سرزد نہ ہو جو اس خدائی بشارت کو ہم سے دُور کر دے۔ پس ہم پر یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ دُعاوں پر بہت زور دیں کیونکہ آج عالمِ اسلام کی حفاظت کی ذمہ داری سب سے بڑھ کر جماعت احمدیہ پر ہے۔“

(خطبہ جمعہ مورخہ 16 مئی 2003ء بمقام مسجد فضل لندن)

مرد و زن دونوں ہوں ہم خیال و ہمرکاب
ازدواجی زندگی ہے کامگار و کامیاب

ضضضض

{ 41} {مشاہدات۔189}

حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کی شادی کے موقع پر آنحضورؐ کی دعا کے تناظر میں شادی بیاہ کے متعلق چند اسلامی تعلیمات

میری اولاد کو تُو ایسی ہی کر دے پیارے
دیکھ لیں آنکھ سے وہ چہرہ تاباں تیرا
عمر دے، رِزق دے اور عافیت و صحت بھی
سب سے بڑھ کر یہ کہ پا جائیں وہ عرفاں تیرا
اب مجھے زندگی میں ان کی مصیبت نہ دِکھا
بخش دے میرے گُنہ اور جو عِصیاں تیرا

سامعین! ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مؤرخہ 20 اکتوبر 2023ء کو اپنے خطبہ جمعہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی کی ایمان افروز تفصیلات بیان فرمائیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اِن دونوں اور اِن کے لواحقین کو دی جانے والی دعا **اَللّٰھُمَّ بَارِکْ فِیْھِمَا وَ بَارِکْ عَلَیْھِمَا وَبَارِکْ لَھُمَا نَسْلَھُمَا** کے ضمن میں احبابِ جماعت کو بعض زریں نصائح سے نوازتے ہوئے فرمایا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح بھی دو ہجری میں ہوا۔ حضرت علی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت فاطمہ سے عقد کی درخواست کی جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بخوشی قبول فرمایا...... حضرت علی بیان کرتے ہیں کہ مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ حضرت فاطمہ کی شادی مجھ سے کریں گے۔ آپ نے فرمایا کیا تمہارے پاس مہر کے لئے

کچھ ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ میرا گھوڑا اور میری زرہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا گھوڑا تو تمہارے لئے ضروری ہے البتہ زرہ کو بیچ دو چنانچہ مَیں نے اپنی زرہ کو چار سو اسّی درہم میں بیچ کر حق مہر کی رقم کا انتظام کیا......
حضرت علی کہتے ہیں کہ مَیں وہ رقم لے کر آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں رکھ دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس میں سے مٹھی بھر (حضرت) بلال کو دیتے ہوئے فرمایا اس سے کچھ خوشبو خرید لاؤ اور کچھ لوگوں کو ارشاد فرمایا کہ حضرت فاطمہ کا جہیز تیار کرو چنانچہ حضرت فاطمہ کے لئے ایک چارپائی، چمڑے کا ایک تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی یہ سب تیار کیا گیا۔ **یہ ہے حق مہر کا استعمال اس طرح بھی ہو سکتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں شادی ہو گئی تو ہم حق مہر نہیں دیں گے لیکن وہاں یہ مثال نظر آتی ہے کہ حق مہر سے ہی خرچ پورا ہوا۔**......
رخصتی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا جب فاطمہ تمہارے پاس آئیں تو جب تک میں نہ آؤں کوئی بات نہ کرنا...... آپؐ (جب حضرت فاطمہؓ کے گھر) اندر تشریف لائے اور حضرت فاطمہ سے کہا میرے پاس پانی لاؤ۔ وہ اٹھیں اور گھر میں رکھے ہوئے ایک پیالے میں پانی لائیں۔ آپؐ نے اسے لیا اور پھر منہ میں کچھ دیر رکھ کر دوبارہ پیالے میں ڈال دیا۔ پھر حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ آگے بڑھو وہ آگے ہوئیں۔ آپؐ نے ان پر اور ان کے سر پر کچھ پانی چھڑکا اور دعا دیتے ہوئے کہا۔ **اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُعِیْذُھَا بِکَ وَ ذُرِّیٰتِھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ**۔ اے اللہ! اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دوسری طرف رخ کرو۔ جب انہوں نے دوسری طرف رخ کیا تو آپؐ نے ان کے کندھے کے درمیان پانی چھڑکا پھر ایسا ہی حضرت علی کے ساتھ کیا...... دعوت ولیمہ کھجور جَو پنیر اور حیس پر مشتمل تھا۔ حیس اس کھانے کو کہتے ہیں جو کھجور اور گھی اور پنیر وغیرہ سے ملا کر بنایا جاتا ہے۔
حضرت اسماء بنت عمیس بیان کرتی ہیں کہ اس زمانے میں اِس دعوت ولیمہ سے بہتر کوئی ولیمہ نہیں ہوا۔ یہ وہ شادی اور دعوت ولیمہ ہے جو سادگی کی مثال ہے۔ حضرت فاطمہ اور حضرت علی کی شادی کا تفصیلی تذکرہ کرتے ہوئے سیرت خاتم النبیین میں لکھا ہے .... رخصتانہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِن کے مکان پر تشریف لے گئے اور تھوڑا سا پانی منگوا کر اس پر دعا کی اور پھر وہ پانی حضرت فاطمہ اور حضرت علی

ہر دو پر یہ الفاظ فرماتے ہوئے چھڑکا۔ پہلے بھی مَیں دعا بتا چکا ہوں کہ **اَللّٰھُمَّ بَارِکْ فِیْھِمَا وَ بَارِکْ عَلَیْھِمَا وَبَارِکْ لَھُمَا نَسْلَھُمَا۔**

یہ دعا ہے جو شادی کرنے والے جوڑوں کے لئے اُن کے ماں باپ کو بھی کرنی چاہئے۔ آج کل جو شادی کے بعد لڑکا لڑکی میں مسائل پیدا ہو جاتے ہیں اُن میں اضافہ بھی ہو رہا ہے اِس کی وجہ صرف دنیا کی ہوا و ہوس بہت زیادہ ہو گئی ہے اور دین اور خدا تعالیٰ کے احکامات پر توجہ کم ہے۔ اگر دین کو مقدم رکھا جائے اور اِس طرح دعا کی جائے اور والدین بھی اپنا کردار اِس طرح ادا کریں تو رشتے قائم رہ سکتے ہیں۔ بہر حال اِس دعا کا مطلب یہ ہے کہ اے میرے اللہ! تُو اِن دونوں کے باہمی تعلقات میں برکت دے اور اِن کے اُن تعلقات میں برکت دے جو دوسرے لوگوں کے ساتھ قائم ہوں اور اِن کی نسل میں برکت دے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس نئے جوڑے کو اکیلا چھوڑ کر واپس تشریف لے آئے.........

حضرت علی اور حضرت فاطمہ اپنی تنگدستی اور غربت کے باوجود زہد و قناعت کا نمونہ دکھایا کرتے تھے چنانچہ احادیث میں ذکر ہے کہ حضرت علی نے بیان فرمایا کہ حضرت فاطمہ نے چکی چلانے سے اپنے ہاتھ میں تکلیف کی شکایت کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے تو (اُن میں سے ایک قیدی کی درخواست کرنے کے لئے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گئیں ...... آپؐ نے فرمایا۔ کیا مَیں تم دونوں کو اِس سے بہتر بات نہ بتاؤں جو تم نے مانگا ہے؟ وہ یہ ہے کہ **جب تم دونوں اپنے بستروں پر لیٹو تو چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہو، تینتیس دفعہ سبحان اللہ کہو اور تینتیس دفعہ الحمد للہ کہو۔ یہ تم دونوں کے لئے خادم سے زیادہ بہتر ہے۔** (خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 20 اکتوبر 2023ء)

سامعین! اس بصیرت افروز خطبہ جمعہ میں امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمہؓ کی حضرت علیؓ سے شادی کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے احباب و خواتین جماعت کو جو نصائح فرمائیں ہیں۔ اُن کی اگر ہم نمبرنگ کریں تو وہ چار نصائح بنتی ہیں۔

1۔ حق مہر کا درست استعمال

2۔ شادی سادہ طریق پر ہوئی

3۔شادی کے موقع پر مبارکبادی کی مقبول دعااور اُس کی تفصیل

4۔زندگی کی آسائش کے لئے رات کو سونے سے قبل تسبیحات کے ورد کی تاکید

سامعین! اب ہم اِن پر ترتیب سے بات کرتے ہیں۔ جہاں تک حضرت فاطمہؓ کے حق مہر کا تعلق ہے۔ اُس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر حضرت علیؓ نے اپنی مملوکہ زرّہ 480 درہم میں فروخت کی۔ جس میں سے خوشبو خریدی گئی اور حضرت فاطمہؓ کا جہیز تیار کیا گیا جو چارپائی، چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری تھی نیز بعض روایات میں بیل دار چادر، مشکیزہ اور آٹا پیسنے والی ایک چکی بھی تھی۔ اس کے ذکر کے بعد حضور نے فرمایا کہ۔

"یہ ہے حق مہر کا استعمال اِس طرح بھی ہو سکتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں شادی ہو گئی تو ہم حق مہر نہیں دیں گے۔ اب لیکن وہاں یہ مثال نظر آتی ہے کہ حق مہر سے ہی خرچ پورا ہوا"

حق مہر کی ادائیگی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سورۃ النساء آیت 25 میں فرض قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے۔ پس اُن کو اُن کے مہر فریضہ کے طور پر دو، اِس بناء پر کہ جو تم اِن سے استفادہ کر چکے ہو۔ فقہ میں لکھا ہے کہ بیوی اپنے مہر کے مال پر کُلّی تصرّف کا حق رکھتی ہے۔ عورت اپنی بعض ایسی ضروریات اِس رقم سے پوری کر سکتی ہے جو عورت اپنے خاوند پر ظاہر نہیں کر سکتی۔ خاوند کو حق مہر کی ادائیگی خوش دلی سے کرنی چاہیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو ہدایت دیتے ہوئے فرماتا ہے۔ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِہِنَّ نِحۡلَۃً (النساء: 5) کہ عورتوں کو اُن کے مہر دلی خوشی سے ادا کرو۔ مہر کی تعیین فریقین کی رضامندی سے ہوتی ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مہر کی مقدار کی بابت فرمایا ہے کہ "میں نے مہر کی تعیین 6 ماہ سے ایک سال تک کی آمد کی ہے" (الفضل 12 دسمبر 1940ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"اب پتا نہیں ایسے لوگ دنیا کو دکھاوے کی خاطر حق مہر منظور کرتے ہیں کہ یا دل میں یہ نیت پہلے سے ہی ہوتی ہے کہ جو بھی حق مہر رکھوایا جا رہا ہے لکھوا لو کون سا دینا ہے تو ایسے لوگوں کو یہ حدیث سامنے رکھنی

چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اِس نیت سے حق مہر رکھواتے ہیں ایسے لوگ زانی ہوتے ہیں'' (خطبہ جمعہ 27 فروری 2004)

سامعین! ایک اور موقع پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''حق مہر لینے کے لئے ہوتا ہے، حق مہر معاف کرنے کے لیے نہیں ہوتا اور یہ عورت کا حق ہے کہ جنہوں نے معاف کرنا ہے وہ پہلے یہ کہیں کہ ہمارے ہاتھ پر رکھ دو۔''

(جلسہ سالانہ جرمنی خطاب از مستورات 25 جون 2011ء)

حق مہر کی ادائیگی اتنی ضروری ہے کہ اگر بیوی فوت ہو جائے اور مہر کی ادائیگی نہ کی ہو تو یہ اُس کا ورثہ تصور ہو گا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک فتویٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مہر اُس کا ترکہ ہے اور آپ کے نام قرض ہے۔ آپ کو ادا کرنا چاہئے اور اس کی یہ صورت ہے کہ شرعی حصص کے مطابق اُس کے دوسرے مال کے ساتھ تقسیم کیا جاوے جس میں ایک حصّہ خاوند کا بھی ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اُس کے نام پر صدقہ دیا جاوے۔

(خطبہ جمعہ 25 نومبر 2005ء)

سامعین! اِس خطبہ جمعہ میں حضرت فاطمہؓ کی شادی کے ذیل میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ حضرت اسماءؓ بنت رعمیس بیان کرتی ہیں کہ **اِس زمانے میں اِس دعوتِ ولیمہ سے بہتر کوئی ولیمہ نہیں ہوا۔ یہ وہ شادی اور دعوت ولیمہ ہے جو سادگی کی مثال ہے۔**

آج کل شادی بیاہ پر جو دکھاوے کی خاطر بڑے بڑے اخراجات کئے جاتے ہیں۔ اسلام اِس کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ حضرت فاطمہؓ کی دعوتِ ولیمہ کے متعلق لکھا ہے کہ ''دعوت ولیمہ کھجور، پنیر اور حیس پر مشتمل تھا۔ حیس اُس کھانے کو کہتے ہیں جو کھجور اور گھی اور پنیر وغیرہ سے ملا کر بنایا جاتا ہے۔''

اور یہ شادی اس حد تک سادہ تھی کہ حضرت فاطمہؓ کو حضرت علیؓ کے گھر خود بھجوا دیا گیا۔ آج کے دَور میں ام المومنین حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا کی شادی کی مثال دی جاسکتی ہے۔ جو سادگی میں اپنی مثال آپ تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی شادیاں کیں۔ اِن تمام میں سادگی ملحوظ خاطر رہی۔ معمولی سا جہیز اور سادہ سا ولیمہ ہوا۔ حضرت خلیفۃ

المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے تحریک جدید کے تحت سادہ زندگی بسر کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اِس کے تحت ہم سب کو شادیوں میں سادگی اختیار کرکے اسلامی تعلیمات کو رواج دینے کی ضرورت ہے۔ آج کل شادیوں کے موقع پر رسومات، فوٹوگرافی اور بے پردگی راہ پا گئی ہیں جو اسلام کی سادہ زندگی پر ایک سیاہ دھبہ ہے۔

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام رسومات بجالانے والوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”رسومات کی بجا آوری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف مخالفت ہی نہیں ہے بلکہ ان کی ہتک بھی کی جاتی ہے اور وہ اس طرح سے کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو کافی نہیں سمجھا جاتا اگر کافی خیال کرتے تو اپنی طرف سے رسومات کے گھڑنے کی کیوں ضرورت پڑتی“ (ملفوظات جلد 3 صفحہ 316)

آئیں! اب دیکھتے ہیں کہ بدعت اور رسم ہے کیا؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

إِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ وَخَيْرُ الْهُدَى هُدَى مُحَمَّدٍ وَشَرُّ الأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَة

(مسلم كتاب الجمع)

کہ بہترین بات اللہ کی کتاب ہے۔ بہترین طریق محمدؐ کا طریق ہے۔ بدترین فعل، دین میں نئی نئی بدعات کو پیدا کرنا ہے۔ ہر بدعت گمراہی کی طرف لے جاتی ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت میں آخری زمانہ میں بدعات کے پھیل جانے کا ذکر کرکے امت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيينَ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ کہ تم ان نازک حالات میں میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی کرنا۔ اسے پکڑ لینا۔ دانتوں سے مضبوط گرفت میں کر لینا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے احمدیت میں داخلے کے لئے جو 10 شرائط مقرر فرمائیں۔ اُن میں سے تیسری شرط یوں ہے۔

”یہ کہ اتباع رسم و متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن کریم کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قال اللہ و قال الرسولؐ کو اپنے ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔“

سامعین! آج کل شادی بیاہ کے مواقع پر مہندی کی رسم معاشرہ میں شادی کی تقریب سے بھی زیادہ اہمیت اختیار کر گئی ہے گویا شادی سے الگ ایک فنکشن ہے۔ جس کے لئے الگ دعوتی کارڈ "رسمِ حنا" کے نام پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ تقسیم کرنے والے خود اس کا نام "رسم" رکھ کر گویا اقرار کر رہے ہوتے ہیں کہ یہ ایک "رسم" ہے جس کا اسلام کی تعلیم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا

"شادی کے موقع پر مہندی اور اس کے ساتھ متعلقہ جملہ رسوم جو رائج ہیں ہمارے نزدیک غیر اسلامی ہیں۔ ہماری جماعت کو اس سے بچنا چاہئے۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا

"فی ذاتہٖ مہندی میں قباحت نہیں کہ بچی کی سہیلیاں اکٹھی ہوں اور خوشیاں منائیں لیکن اس کو رسم بنانا۔ دولہا کی طرف سے بارات بنا کر بطور وفد کے حاضر ہونا قباحتیں پیدا کرتا ہے جو سوسائٹی پر بوجھ ہے جس سے آگے لغویات کا آغاز ہوتا ہے۔"

سامعین! آج کل ویڈیو کا زمانہ ہے اور اس ویڈیو کے ذریعہ بہت سی قباحتیں پھیلتی ہیں اور آغاز ہی اس قباحت سے ہوتا ہے کہ ایک غیر مَحرم فرد کو ویڈیو بنانے کی دعوت دی جاتی ہے۔ پھر وہ ڈبنگ اور مکسنگ کے لئے اپنے سنٹر لے کر جاتا ہے تو وہاں اس کے دوست وغیرہ دیکھتے ہیں اور پھر کیسٹ جب تیار ہو کر گھروں میں آتی ہے وہاں کئی ایسے عزیز و اقارب غیر مَحرم نوجوان جن سے پردہ کرنے کا حکم ہے وہ ویڈیو دیکھتے ہیں اور یوں حیادار بچیوں کی بے پردگی ہوتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس سلسلہ میں ایک دفعہ ہدایت دیتے ہوئے فرمایا:

"جو قباحتیں راہ پکڑ رہی ہیں۔ اُن میں بے پردگی کا عام رجحان ہے جو یقیناً احکام شریعت کی حدود کو پھلانگنے کے قریب ہو چکا ہے اور شادی والوں کی اس معاملہ میں بے حسی کو بھی ظاہر کرتا ہے"

بے پردگی کے حوالہ سے یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ نوجوان بچیاں (جو بالعموم پردہ کرتی ہیں) دولہا کے استقبال کے لئے اس پر پتیاں نچھاور کرنے کے لئے باہر سڑک پر آجاتی ہیں۔ یا فنکشن پر آنے جانے کے

لئے اپنی گاڑی یا Conveyance تک خواتین آجاتی ہیں تو پردہ کا بالعموم خیال نہیں رکھا جاتا۔ اس طرف بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

پردہ اعزاز ہے عورت کا تذلیل نہیں، تحقیر نہیں
جو رنگِ حیا سے عاری ہو وہ عورت کی تصویر نہیں

سامعین! تقریب رخصتی میں تلاوت، نظم اور دُعا ایک بہت اچھا اور پیارا طریق ہے۔ مگر جس بچی کو دُعا کے ساتھ رخصت کرنے کے لئے یہ محفل سجائی جاتی ہے وہ بچی بالعموم بیوٹی پارلر سے واپس نہیں آئی ہوتی کہ دُعا ہو جاتی ہے۔ بچی کو دُعاؤں کے ساتھ رخصت کرنے کے لئے بچی کی اس فنکشن میں موجودگی ضروری ہے اور جب بچی تیار ہو کر آئے تو اس کے پردے کا بھی مناسب انتظام ہونا چاہئے۔

سامعین! پھر شادی بیاہ کے موقع پر وقت کا ضیاع بے دریغ کیا جاتا ہے۔ آج کے دَور میں جماعت کا وقت بہت قیمتی وقت ہے بہت سے دوست احباب اپنے قیمتی وقت سے کچھ حصہ نکال کر حاضر ہوتے ہیں اور اگر آدھ گھنٹہ کی ہی تاخیر ہو تو عملاً وہ آدھ گھنٹہ کا ضیاع نہیں بلکہ اگر اس تقریب میں 50 افراد شامل ہیں تو احباب جماعت کے یہ 25 گھنٹے کا ضیاع ہے اور وہ اس کو مختلف جماعتی خدمات میں صرف کر سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تو الہاماً فرمایا گیا تھا۔ اَنْتَ الشَّیْخُ الْمَسِیْحُ الَّذِیْ لَا یُضَاعُ وَقْتُہٗ کہ تو وہ بزرگ مسیح ہے کہ جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اب ..... بعض تو شادیاں کر رہے ہیں۔ بعض بطور مہمان مدعو ہوں گے۔ ہم سب کو ان مواقع پر اسلام کی تعلیم کو مدنظر رکھنا ہو گا اور رسومات سے دور رہ کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کر کے خدا تعالیٰ کا محبوب بندہ بنا جا سکتا ہے۔“

حضرت مسیح موعود علیہ السلام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے ذریعہ اپنے انعامات کا ذکر اپنی معرکہ آراء کتاب حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں:

”اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک قربانی مانگتا ہے۔ وہ قربانی کیا ہے یہی کہ ہم اپنی خواہشات اور جذبات کی گردن پر چھری پھیرتے ہوئے اپنی زندگیاں، رسومات اور تکلفات سے پاک ہو کر محض اپنے خالق کی خاطر گزارنے لگ جائیں۔ گمراہ کن تہذیب کو الوداع کہہ کر اپنے خالق کی خاطر گزارنے لگ جائیں۔ گمراہ۔کن تہذیب کو الوداع کہہ کر اپنے آپ کو اس تہذیب کے زیور سے آراستہ و پیراستہ کر لیں۔ جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ تہذیب ہے۔ اپنے جذبات دیرینہ خاندانی عادات اور برادری کی روایات کی قربانی کر کے ایک نیا آسمان اور نئی زمین بنائیں“

ایک نیا آسمان اور نئی زمین کے قیام کے لئے ہمارے بزرگوں اور آباء واجداد نے اپنے جذبات، خواہشات اور برادری کی روایات کی قربانی بھی کی۔ انہی قربانیوں سے متاثر ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے:

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے ان کو ساقی نے پلا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادی

سامعین! حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی تیسری نصیحت دولہا، دلہن اور اِن کے عزیز و اقارب کو دی جانے والی دعا، **اَللّٰہُمَّ بَارِکْ فِیْہِمَا وَ بَارِکْ عَلَیْہِمَا وَبَارِکْ لَہُمَا نَسْلَہُمَا** کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یہ دعا ہے جو شادی کرنے والے جوڑوں کے لئے اُن کے ماں باپ کو بھی کرنی چاہئے۔ آج کل جو شادی کے بعد لڑکا لڑکی میں مسائل پیدا ہو جاتے ہیں اُن میں اضافہ بھی ہو رہا ہے اِس کی وجہ صرف دنیا کی ہوا و ہوس بہت زیادہ ہو گئی ہے اور دین اور خدا تعالیٰ کے احکامات پر توجہ کم ہے۔ اگر دین کو مقدم رکھا جائے اور اِس طرح دعا کی جائے اور والدین بھی اپنا کردار اِس طرح ادا کریں تو رشتے قائم رہ سکتے ہیں۔ بہر حال اِس دعا کا

مطلب یہ ہے کہ اے میرے اللہ !تُو اِن دونوں کے باہمی تعلقات میں برکت دے اور اِن کے اُن تعلقات میں برکت دے جو دوسرے لوگوں کے ساتھ قائم ہوں اور اِن کی نسل میں برکت دے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے دورِ خلافت میں اِس دعا کی طرف متعدد بار توجہ دلا چکے ہیں۔ اِس دفعہ اِس دعا کے نہ پڑھنے یا دلہن کو اِس دُعا کے ساتھ رخصت نہ کرنے کے جو نقصانات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اُن کا ذکر بھی اِن الفاظ میں حضور نے بیان فرمایا۔

i۔ لڑکا، لڑکی کے مسائل میں اضافہ ہو رہا ہے

ii۔ دنیا کی ہوا و ہوس کے اضافہ کی وجہ سے دین اور خدا تعالیٰ کے احکامات پر توجہ کم ہے

iii۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھا جائے اور والدین بھی اپنا کردار ادا کریں تو یہ رشتے قائم رہ سکتے ہیں

یہ دعا ایسی بابرکت دُعا ہے جس سے الٰہی برکتوں کے پھولوں کی مہک سے گھرانہ بلکہ معاشرہ معطّر ہونے لگتا ہے اور آپس کی نئی رشتے داریوں میں محبت اور پیار کی فضا نہ صرف قائم ہوتی ہے بلکہ اِس دعا سے وہ مضبوط بھی ہوتی دکھائی دیتی ہے ۔ اگر ہم دعا کے الفاظ پر غور کریں تو دولہا دلہن کے درمیان قائم ہونے والے رشتوں اور نسل کی بڑھوتڑی کے لئے برکت کی دعا ہے۔ لیکن **بَارِكْ عَلَيْهِمَا** کے الفاظ میں اُن تمام رشتہ داروں کو دُعا دی گئی ہے جو دونوں اطراف سے آپس میں جڑ رہے ہوتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اِس کا ترجمہ یہ فرمایا ہے کہ اِن (دولہا دلہن) کے اُن (رشتہ داروں کے) تعلقات میں برکت دے جو دوسرے لوگوں (دیگر رشتہ داروں) کے ساتھ قائم ہوں۔ گویا کہ اِس دعا سے معاشرہ کو جنت نظیر بنانے کی ابتداء ہو رہی ہے۔ ہمارے غیروں میں دلہن کو پیا گھر سدھارنے کے لئے روانہ کرتے وقت قرآن سر پر رکھنے، سفید چادر کے سایہ تلے، رقوم کو سر پر پھیر کر صدقات دینے اور سر پر ہاتھ سے پیار کر کے دعاؤں اور نیک جذبات سے روانہ کرنے کا رواج ہے ۔ مگر ہمارے ہاں جماعت احمدیہ میں تقریب رخصتی کا انعقاد ہوتا ہے جس میں تلاوت اور دعائیہ نظم پڑھ کر دعاؤں کے ساتھ دلہن کو رخصت کیا جاتا ہے جو بہت خوش آئند بات ہے اور ہمارے غیر از جماعت دوست بھی جب ہماری شادیوں میں شامل ہوتے ہیں وہ اِس طریق کو پسند کرتے اور سراہتے ہیں۔

سامعین! ایک اور عمدہ طریق جو ہماری جماعت میں رائج ہے وہ اعلانیہ نکاح کا طریق ہے جس میں نکاح خواں دولہا و دلہن، ہر دو اطراف کے عزیزوں اور حاضر لوگوں کو میاں بیوی اور عزیز و اقارب کے حقوق و فرائض کی ادائیگی کی طرف توجہ دلا کر دُعا کرواتا ہے۔ مَیں نے کئی نکاحوں کے اعلانات میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اِس مبارک دُعا کو دُہرا کر دلہن و دلہا کو دُعا دیتے دیکھا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دَور میں سادگی کا یہ عالَم تھا کہ دُولہا نکاح اور شادی کے بعد اپنے کپڑوں پر مختلف رنگ چھڑک لیتا تھا۔ جس سے ارد گرد کے لوگ یہ اندازہ لگا لیتے تھے کہ اِس نوجوان کی شادی ہو گئی ہے اور روایات میں لکھا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ایسے رنگ زدہ نوجوان نظر آتے تو آپ انہی الفاظ میں اُس کو اور اُس کی بیوی و عزیز و اقارب کو دُعا دیا کرتے تھے جس دعا کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

سامعین! رشتوں میں بگاڑ کی جو وجوہات پیارے حضور نے بیان فرمائیں اُن میں دین کی طرف توجہ کم ہونا اور دنیا کی ہوا و ہوس میں الجھ جانا بھی ہے نیز قرآنی احکام کو نظر انداز کر کے دنیا کو دین پر مقدم کرنا ہے اور حضور نے فرمایا کہ والدین بھی اپنا کردار پوری طرح ادا نہیں کرتے۔ اگر وہ اپنا کردار پوری طرح ادا کریں تو معاملہ فہمی کے سامان پیدا ہوتے چلے جائیں گے۔ اب یہ کردار دو طرح سے والدین ادا کر سکتے ہیں۔ پہلا طریق تو یہ ہے کہ والدین اپنے مربیانہ اوصاف سے بچپن سے ہی اپنے بچوں کی ایسے رنگ میں تربیت کریں کہ وہ ایثار اور قربانی کے جذبہ سے اپنی اہلیہ اور اُس کے عزیز و اقارب یا خاتون اپنے خاوند اور اُس کے عزیزوں سے پیش آئے۔ جیسا کہ اِس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ نے حضرت مصلح موعودؓ کی تعلیم و تربیت کی۔ اور دوسرا طریق یہ ہے کہ شادی کے بعد اگر برتن ٹکرا بھی جائیں تو اُن کو ٹوٹنے سے بچائیں اور اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے رشتوں کو ٹوٹنے کی بجائے مضبوط کرنے کا باعث بنیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”مَیں دیکھتا ہوں کہ ہمارے گھروں میں قسم قسم کی خراب رسمیں اور نالائق عادتیں جن سے ایمان جاتا رہتا ہے گلے کا ہار ہو رہی ہیں اور ان بری رسموں اور خلاف شرع کاموں سے یہ لوگ ایسا پیار کرتے ہیں جو نیک اور دینداری کے کاموں سے کرنا چاہئے...... سو آج ہم کھول کر بآواز بلند کہہ دیتے ہیں کہ سیدھا راہ جس

سے انسان بہشت میں داخل ہوتا ہے یہی ہے کہ شرک اور رسم پرستی کے طریقوں کو چھوڑ کر دینِ اسلام کی راہ اختیار کی جائے اور جو کچھ اللہ جل شانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کی ہے اس راہ سے نہ بائیں طرف منہ پھیریں نہ دائیں اور ٹھیک ٹھیک اُسی راہ پر قدم ماریں اور اس کے برخلاف کسی راہ کو اختیار نہ کریں۔“

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 66-67 ایڈیشن 1989ء)

سامعین! حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازدواجی زندگی میں تنگدستی اور غربت کو دُور کرنے اور آسانیاں پیدا کرنے اور آسائش کے لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان فرمودہ ایک نسخہ بیان فرما کر احباب جماعت کو اِسے اپنانے کی نصیحت فرمائی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو یہ نسخہ بتاتے ہوئے فرمایا کہ

”جب تم دونوں (میاں بیوی) اپنے بستروں پر لیٹو تو 34 مرتبہ اللہ اکبر کہو، 33 مرتبہ سبحان اللہ کہو اور 33 مرتبہ الحمدللہ کہو۔“

ایک اور روایت میں ہے جب غریب اور مفلس صحابہ کا ایک وفد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ شکایت لے کر آیا کہ مالی قربانی کے اعتبار سے ہم وہ نہیں کرپاتے اور ثواب سے محروم رہ جاتے ہیں تو صاحب استطاعت صحابہ مالی قربانی کر کے حاصل کر لیتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس وفد کے اراکین سے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد 33 دفعہ سبحان اللہ، 33 دفعہ الحمدللہ اور 34 دفعہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ تمہیں صاحبِ استطاعت صحابہ کی قربانی کے برابر ثواب ملے گا۔ یہ پھولے نہ سمائے اور جب واپس لوٹے تو اس کارآمد نسخہ سے صاحبِ استطاعت صحابہ کو بھی علم ہو گیا اور انہوں نے بھی اس پر عمل کرنا شروع کر دیا ۔پہلے وفد کے صحابہ نے دوبارہ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ساری صورت حال بیان کی تو آنحضور ﷺ نے فرمایا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے (میں اس فضل کو کیسے روک سکتا ہوں)

(صحیح مسلم، جلد اول، حدیث نمبر 1342)

ایک اور روایت میں ہے کہ جو بھی ہر نماز کے بعد 33، 33 دفعہ سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھے اور پھر سو مکمل کرنے کے لئے لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر کہے تو اُس کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ وہ سمندر کی

جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 41)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"اللہ کرے کہ ہم ہر قسم کے رسم و رواج بدعتوں اور بوجھوں سے اپنے آپ کو آزاد رکھنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والے ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے والے ہوں اور ہمیشہ اس زمانے کے حَکَم وعدل کی تعلیم کے مطابق دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنا بھی ایسا عمل ہے جو تمام نیکیوں کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے اور تمام برائیوں اور لغو رسم ورواج کو ترک کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ تو اس کی طرف بھی خاص توجہ کرنی چاہئے۔"

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 700)

نیز فرمایا:

"اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ایمانوں میں مضبوطی پیدا کرنے والے ہوں۔ اللہ اور اس کے رسول کے قول پر عمل کرنے والے ہوں۔ رسم و رواج سے بچنے والے ہوں۔ دنیاوی ہوا و ہوس اور ظلموں سے دور رہنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے نور سے ہم ہمیشہ حصّہ پاتے چلے جائیں۔ کبھی ہماری کوئی بد بختی ہمیں اس نور سے محروم نہ کرے۔" (خطبات مسرور جلد ہشتم صفحہ 40)

ہم نے خدا کے واسطے خود کو ہے بھلایا
ہم نے مسیح وقت کے سمجھے ہیں اشارے

ضضضض

{42} {مشاہدات۔321}

عائلی زندگی اور حضرت مسیح موعودؑ کا بہترین اُسوہ

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (النساء:35)

مرد عورتوں پر نگران ہیں اس فضیلت کی وجہ سے جو اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر بخشی ہے۔

بڑھتی رہے خدا کی محبت خدا کرے
حاصل ہو تم کو دید کی لذت خدا کرے

معزز سامعین! خاکسار کی تقریر کا عنوان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کے ایک اہم پہلو عائلی زندگی میں آپؑ کا بہترین نمونہ ہے۔ جسے مَیں آپ کے سامنے واقعات کی روشنی میں بیان کروں گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے متعلق فرمایا تھا کہ کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ قرآن مجید کے عین مطابق تھی۔(مستدرک حاکم جلد2 صفحہ 392) ٹھیک اِسی طرح اگر کسی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرتِ مبارکہ کو دیکھنا ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کرے کیونکہ آپؑ کی سیرت اپنے آقا و مطاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ کا عین عکس تھی۔ آپؑ نے ایک موقع پر فرمایا تھا۔مَنْ فَرَّقَ بَيْنِىْ وَ بَيْنَ الْمُصْطَفٰىٓ مَا عَرَفَنِىْ وَمَا رَاٰى کہ جس نے میرے اور میرے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان فرق کیا تو اُس نے نہ مجھے پہچانا اور نہ میری حقیقت کو شناخت کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت بابت عائلی زندگی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا عکسِ کامل تھی۔ اگر قرآن مجید میں عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ یعنی اپنی بیبیوں کے ساتھ نیک سلوک کی تعلیم ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي کہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل و عیال سے اچھا سلوک کرتا ہے اور مَیں اس معاملہ میں تم سب سے بہتر ہوں۔

آئیں! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عائلی زندگی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کے عکس میں دیکھتے ہیں۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا طریق تھا کہ چھوٹی سے چھوٹی بات میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کیا کرتے تھے۔ (سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ 492)

سامعین! آپ علیہ السلام کے برادر نسبتی حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”مَیں نے اپنے ہوش میں نہ کبھی حضور علیہ السلام کو حضرت اُمّ المؤمنین سے ناراض دیکھا، نہ سنا بلکہ ہمیشہ وہ حالت دیکھی جو ایک Ideal جوڑے کی ہونی چاہئے۔“

(سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ صفحہ 231)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا سے ایک خاص پیار و محبت کا تعلق تھا اور آپؑ حدیث مبارک اَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي کے عین عکس تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا کی کس قدر دلداری فرماتے تھے۔ اس تعلق میں حضرت اماں جانؓ کا بیان فرمودہ ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

فرماتی ہیں:

”میں پہلے پہل جب دلّی سے آئی تو مجھے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام گُڑ کے میٹھے چاول پسند فرماتے ہیں چنانچہ مَیں نے بہت شوق اور اہتمام سے میٹھے چاول پکانے کا انتظام کیا۔ تھوڑے سے چاول منگوائے اور اس میں چار گنا گڑ ڈال دیا سو وہ بالکل راب بن گئی جب پتیلی چولہے سے اُتاری۔ چاول برتن میں نکالے تو دیکھ کر سخت رنج اور صدمہ ہوا کہ یہ تو خراب ہو گئے اُدھر کھانے کا وقت ہو گیا تھا حیران تھی

کہ اب کیا کروں۔ اتنے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام آگئے میرے چہرہ کو دیکھا جو رنج اور صدمہ سے رونے والوں کا سا بنا ہوا تھا۔ آپؑ دیکھ کر ہنسے اور فرمایا کیا چاول اچھے نہ پکنے کا افسوس ہے۔ پھر فرمایا یہ تو بہت اچھے ہیں میرے مزاج کے مطابق پکے ہیں ایسے زیادہ گڑ والے ہی تو مجھے پسند ہیں۔ یہ تو بہت ہی اچھے ہیں اور پھر بہت خوش ہو کر کھائے۔ حضرت اُمّ المومنین فرماتی ہیں کہ حضرت صاحب نے مجھے خوش کرنے کے لئے اتنی باتیں کہیں تو میرا دل بھی خوش ہو گیا۔"

(سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ صفحہ:225)

سامعین کرام! حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا اگرچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بہت خیال رکھتی تھیں لیکن کثرتِ مہمانان کے باعث بعض دفعہ نہ چاہتے ہوئے بھی کمی رہ جاتی تھی اور اس بات کو حضور علیہ السلام سے محبت رکھنے والے اصحاب رضی اللہ عنہم بھی محسوس کیا کرتے تھے کہ حضور علیہ السلام کو بیماریوں اور سخت محنت اور عرق ریزی کے باعث خاص توجہ اور غذا کی ضرورت ہے۔ ایسے ہی ایک موقع کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ منشی عبد الحق صاحب آف لاہور نے ایک موقع پر حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپؑ کا کام بہت نازک ہے اور آپؑ کے سر پر بھاری فرائض کا بوجھ ہے آپؑ کو چاہئے کہ جسم کی رعایت کا خیال رکھیں اور ایک خاص مقوّی غذا لازماً آپ کے لیے ہر روز تیار ہونی چاہئے۔ ان کی اس بات کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

"بات تو درست ہے اور ہم نے کبھی کبھی کہا بھی ہے مگر عورتیں اپنے ہی دھندوں میں ایسی مصروف رہتی ہیں کہ اور باتوں کی چنداں پرواہ نہیں کرتیں"

منشی عبد الحق صاحب اس پر کہنے لگے اجی حضرت! آپ ڈانٹ ڈپٹ کر نہیں کہتے اور رعب پیدا نہیں کرتے۔ میرا یہ حال ہے کہ مَیں کھانے کے لئے خاص اہتمام کیا کرتا ہوں اور ممکن ہے میرا حکم ٹل جائے ورنہ ہم دوسری طرح خبر لیں گے۔ محبت کے جوش میں حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ نے یہ خیال کر کے کہ یہ بات حضور علیہ السلام کے حق میں مفید ہے بغیر سوچے سمجھے اس بات کی تائید

کردی اور عرض کیا کہ منشی صاحب کی بات درست ہے۔ حضور علیہ السلام کو بھی چاہئے کہ درشتی سے یہ امر منوائیں۔ حضور علیہ السلام نے مسکرا کر فرمایا ”ہمارے دوستوں کو ایسے اخلاق سے پرہیز کرنا چاہئے۔“ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بس خدا ہی جانتا ہے کہ مَیں اس وقت کس قدر شرمندہ ہوا۔ (سیرت حضرت مسیح موعودؑ از مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ صفحہ 18-19)

سامعین کرام! گھروں میں جب بعض دفعہ سفر کا موقع ہو تو وہ موقعہ بھی حسن خلق کا ہوتا ہے۔ جلد بازی کے باعث ایسے موقع پر بعض دفعہ عورتوں کو بدمزاج مردوں کی کئی باتیں سننا پڑتی ہیں کہ دیر کردی، جلدی کرو۔ تمہاری ہمیشہ ایسی ہی عادت ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عادت اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی میں یہ تھی کہ آپ سامان سفر خود تیار کرتے اور گھر والوں کا انتظار کرتے اور پہلے ان کو سوار کرتے اور ہر طرح خیال رکھتے۔

اس تعلق میں حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ اپنی تصنیف ”ذکر حبیب“ میں تذکرہ فرماتے ہیں کہ: جب سفر کا موقعہ پیش آتا تو حضورؑ کا طریقہ یہ تھا کہ خود ساتھ جا کر حضرت اماں جانؓ اور جو مستورات ساتھ ہوتیں انہیں زنانہ ڈبے میں سوار کراتے اور جس اسٹیشن پر اترنا ہوتا زنانہ ڈبے کے پاس جا کر اپنے سامنے حضرت اماں جانؓ کو اُترواتے اور دوران سفر بھی اپنے ہمراہ خدام کے ذریعہ حضرت اماں جانؓ کا حال واحوال پتہ کرتے رہتے۔ ایک سفر کے متعلق ایک نہایت عجیب واقعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے۔ فرماتے ہیں:

”ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کسی سفر میں تھے اسٹیشن پر پہنچے تو ابھی گاڑی آنے میں دیر تھی آپؑ بیوی صاحبہؓ (یعنی حضرت ام المومنینؓ) کے ساتھ اسٹیشن پر ٹہلنے لگے مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کی طبیعت غیور اور جوشیلی تھی میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ بہت لوگ ہیں اور پھر غیر لوگ اِدھر اُدھر پھرتے ہیں آپ حضرت صاحب سے عرض کریں کہ بیوی صاحبہ کو کہیں الگ بٹھا دیا جائے۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ مَیں نے کہا کہ مَیں تو نہیں کہتا آپ کہہ کر دیکھ لیں۔ ناچار مولوی عبدالکریم صاحبؓ خود حضرت صاحب کے پاس گئے اور کہا کہ حضور! لوگ بہت ہیں بیوی صاحبہ کو الگ ایک جگہ بٹھا دیں۔ حضرت صاحبؑ نے فرمایا جاؤ جی! میں ایسے پردے کا قائل نہیں ہوں۔

مولوی صاحب فرماتے تھے کہ اس کے بعد مولوی عبد الکریم صاحبؓ سر نیچے ڈالے میری طرف آئے۔ میں نے کہا مولوی صاحب! جواب لے آئے۔" (سیرت المہدی حصہ اول روایت:77 صفحہ 55)

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنی زوجہ محترمہ کے جذبات کا خیال رکھنے کا ایک ایمان افروز واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت اماں جانؓ بیان فرماتی ہیں کہ:

"آپ روشنی میں سونے کی عادی تھیں روشنی کے بغیر سو نہیں سکتی تھیں دوسری طرف حضرت مسیح موعودؑ اندھیرے میں سونے کے عادی تھے۔ اماں جانؓ کی وجہ سے حضور علیہ السلام بتی جلتی رکھتے تھے۔ جب حضرت اماں جانؓ سو جاتیں تو روشنی گُل کر دیتے۔ حضرت اماں جانؓ فرماتی ہیں جب میں کروٹ لوں تو اندھیرا معلوم ہوتا تو اماں جانؓ روشنی کے لئے کہتی تو حضور علیہ السلام روشنی کر دیتے آخر کار حضور علیہ السلام کو بھی روشنی میں سونے کی عادت پڑ گئی اور اماں جانؓ کے لئے حضرت علیہ السلام سارے گھر کو روشن کرنے کا اہتمام فرماتے۔"

اس بارہ میں ایک بار حضرت اماں جانؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کو مخاطب کر کے فرمایا:

"حضرت صاحبؑ کا وہ وقت یاد ہے جب آپؑ کو روشنی میں نیند نہیں آیا کرتی تھیں اور اب اگر کونے کونے میں روشنی نہ ہو تو آپؑ کو نیند نہیں آتی۔" (سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگمؓ صفحہ 410)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا سے ایک خاص پیار و محبت کا تعلق تھا اور آپؑ حدیث مبارک اَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِی کے عین عکس تھے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اپنے گھروں میں اپنی بیبیوں کے ساتھ حسن سلوک کا خاص خیال رکھتے تھے چنانچہ ایک دفعہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ کا اپنی بیوی کے ساتھ کسی گھریلو معاملہ پر کچھ اختلاف ہو گیا اور حضرت مفتی صاحب اپنی بیوی پر کچھ ناراض ہوئے مفتی صاحب کی بیوی نے اس ناراضگی کا ذکر حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ کی بیوی سے کیا۔ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ بہت معاملہ فہم تھے اور آپ کی طبیعت میں مزاح بھی تھا آپ نے اس بارہ میں اپنی بیوی سے سن کر مفتی صاحب سے فرمایا۔ مفتی صاحب جس طرح بھی ہو اپنی بیوی کو

منالیں کیا آپ جانتے نہیں کہ آج کل ملکہ کا راج ہے۔ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ کا اشارہ اس طرف تھا کہ جہاں ہندوستان میں ایک عورت ملکہ وکٹوریہ کی حکومت ہے وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام گھریلو معاملات میں حضرت اماں جان کی بات مانتے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب بھی حضرت مولوی عبد الکریم صاحب کی اس پُر حکمت اور پُر مزاح کلام کو سمجھ گئے اور جا کر اپنی بیوی کو منا لیا اور اس طرح گھر کا ماحول خوشگوار ہو گیا۔ (ذکر حبیب مؤلف حضرت مفتی محمد صادق رضی اللہ عنہ)

سامعین کرام! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا کے ساتھ سلوک اُس زمانہ کے دستور اور ماحول کے اِس قدر مخالف تھا کہ گھر میں کام کرنے والی خدمت گار عورتیں زمانہ اور اپنے گرد و پیش کے عام عرف برتاؤ کے بالکل برخلاف دیکھ کر بڑے تعجب سے کہتی تھیں ”مِرزَا بیوی دی گل بڑی مندا ہے“ یعنی مرزا صاحب اپنی بیوی کی بات بہت مانتے ہیں۔

سامعین کرام! اسلامی معاشرہ کو حسین بنانے اور گھروں کو جنت نظیر بنانے کی ذمہ داری یکساں طور پر مرد اور عورت دونوں پر ڈالی گئی ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر دلوں میں کدورت پیدا کرنا معمولی معمولی باتوں کو طول دے کر گھر کی فضا کو مکدّر کر دینا پرلے درجے کی جہالت ہے۔ شادی تو ایک مقدس رشتہ ہے جس کو محبت اور پیار اور باہمی سکون اور اطمینان کے لئے قائم کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد قابل توجہ ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

”میرے نزدیک یہ نعمت اکثر نعمتوں کا اصل الاصول ہے اور چونکہ مومن اعلیٰ درجہ کے تقویٰ کا طالب و جویاں بلکہ عاشق اور حریص ہوتا ہے اس لئے میری رائے میں وہ گھر بہشت کی طرح پاک اور برکتوں سے بھرا ہوتا ہے جس میں مرد عورت میں محبت اخلاص اور موافقت ہو۔“

(مکتوبات احمد، جلد دوم مکتوب 37 صفحہ:50)

بیوی کے ساتھ تعلق کا ذکر کرتے ہوئے بطور نصیحت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں ہم کو خدا نے مرد بنایا ہے اور یہ در حقیقت ہم پر اتمام نعمت ہے اس کا شکریہ یہ ہے کہ عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں۔“

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 45 از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ)

محترم سامعین! حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنے الہام خُذُوْ الرِّفْقَ خُذُوْ الرِّفْقَ فَاِنَّ الرِّفْقَ رَاسُ الْخَيْرَاتِ کہ نرمی کرو نرمی کرو کہ تمام نیکیوں کی جڑ نرمی ہے، کے متعلق فرماتے ہیں:

”اس الہام میں تمام جماعت کے لئے تعلیم ہے کہ اپنی بیویوں سے رفق اور نرمی کے ساتھ پیش آویں۔ وہ ان کی کنیزیں نہیں ہیں۔ درحقیقت نکاح مرد اور عورت کا باہم ایک معاہدہ ہے۔ پس کوشش کرو کہ اپنے معاہدہ میں دغاباز نہ ٹھہرو۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ یعنی اپنی بیویوں کے ساتھ نیک سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ اور حدیث میں ہے خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهِ یعنی تم میں سے اچھا وہی ہے جو اپنی بیوی سے اچھا ہے۔ سو روحانی اور جسمانی طور پر اپنی بیویوں سے نیکی کرو۔ ان کے لئے دعا کرتے رہو اور طلاق سے پرہیز کرو۔ کیونکہ نہایت بد، خدا کے نزدیک وہ شخص ہے جو طلاق دینے میں جلدی کرتا ہے جس کو خدا نے جوڑا ہے اس کو ایک گندے برتن کی طرح جلد مت توڑو۔“

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ:75 حاشیہ)

پھر فرمایا:

” اسی طرح عورتوں اور بچوں کے ساتھ تعلقات اور معاشرت میں لوگوں نے غلطیاں کھائی ہیں اور جادۂ مستقیم سے بہت گر گئے ہیں۔ قرآن شریف میں لکھا ہے۔ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مگر اب اس کے خلاف عمل ہو رہا ہے۔ دو قسم کے لوگ اس کے متعلق پائے جاتے ہیں ایک گروہ تو ایسا ہے کہ انہوں نے عورتوں کو بالکل خلیع الرسن کر دیا ہے۔ دین کا کوئی اثر ہی ان پر نہیں ہوتا اور وہ کھلے طور پر اسلام کے خلاف کرتی ہیں اور کوئی ان سے نہیں پوچھتا۔ بعض ایسے ہیں کہ انہوں نے خلیع الرسن تو نہیں کیا مگر اس کے بالمقابل ایسی سختی اور پابندی کی ہے کہ ان میں اور حیوانوں میں کوئی فرق نہیں کیا جاسکتا اور کنیزوں اور بہائم سے بھی بدتر ان سے سلوک ہوتا ہے۔ مارتے ہیں تو ایسے بے درد ہو کر کہ کچھ پتہ ہی نہیں کہ آگے کوئی جاندار ہستی ہے یا نہیں۔ غرض بہت ہی بُری طرح سلوک کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ پنجاب میں مثل مشہور ہے کہ عورت کو پاؤں کی جوتی کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں کہ ایک اُتار دی دوسری پہن لی۔ یہ بڑی ہی

خطرناک بات ہے اور اسلام کے شعائر کے خلاف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری باتوں میں کامل نمونہ ہیں۔ آپ کی زندگی میں دیکھو تو آپ عورتوں سے کیسی معاشرت کرتے تھے۔ میرے نزدیک وہ شخص بزدل اور نامرد ہے جو عورت کے مقابل میں کھڑا ہوتا ہے۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ 387)

پھر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"چاہئے کہ بیویوں سے خاوند کا ایسا تعلق ہو جیسے دو سچے اور حقیقی دوستوں کا ہوتا ہے۔ انسان کے اخلاق فاضلہ اور خدا تعالیٰ سے تعلق کی پہلی گواہ تو یہی عورتیں ہوتی ہیں اگر انہیں سے اس کے تعلقات اچھے نہیں ہیں تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ سے صلح ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل کیلئے اچھا ہے۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ 300-301)

سامعین کرام! حضرت اماں جانؓ سے اس مثالی محبت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس بار بار نصیحت کے باعث کہ اہل و عیال سے حسن سلوک کرنا چاہئے ہمیں حضورؑ کا یہ ارشاد ہر وقت مد نظر رکھنا چاہئے کہ "جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔" (کشتی نوح صفحہ 19)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے مرد کے قویٰ کو جسمانی لحاظ سے مضبوط بنایا ہے اس لئے اس کی ذمہ داریاں اور فرائض بھی عورت سے زیادہ ہیں۔ اس سے ادائیگی حقوق کی زیادہ توقع کی جاتی ہے۔ عبادات میں بھی اس کو عورت کی نسبت زیادہ مواقع مہیا کئے گئے ہیں۔ اور اس لئے اس کو گھر کے سربراہ کی حیثیت بھی حاصل ہے اور اسی وجہ سے اس پر بحیثیت خاوند بھی بعض اہم ذمہ داریاں ڈالی گئی ہیں۔ اور اسی وجہ سے بحیثیت باپ اس پر ذمہ داریاں ڈالی گئی ہیں۔ اور بہت ساری ذمہ داریاں ہیں.... اور ان ذمہ داریوں کو نبھانے کے لئے حکم دیا کہ تم نیکیوں پر قائم ہو، تقویٰ پر قائم ہو، اور اپنے گھر والوں کو، اپنی بیویوں کو، اپنی اولاد کو تقویٰ پر قائم رکھنے کے لئے نمونہ بنو۔ اور اس کے لئے اپنے رب سے مدد مانگو، اس کے آگے روؤ، گڑگڑاؤ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اے اللہ! ان راستوں پر ہمیشہ چلاتا رہ جو تیری رضا کے راستے ہیں، کبھی ایسا وقت نہ آئے کہ

ہم بحیثیت گھر کے سربراہ کے، ایک خاوند کے اور ایک باپ کے، اپنے حقوق ادا نہ کر سکیں اور اس وجہ سے تیری ناراضگی کا موجب بنیں۔ تو جب انسان سچے دل سے یہ دعا مانگے اور اپنے عمل سے بھی اس معیار کو حاصل کرنے کی کوشش کرے تو اللہ تعالیٰ نہ ایسے گھروں کو برباد کرتا ہے، نہ ایسے خاوندوں کی بیویاں ان کے لئے دکھ کا باعث بنتی ہیں اور نہ ان کی اولاد ان کی بدنامی کا موجب بنتی ہے۔ اور اس طرح گھر جنت کا نظارہ پیش کر رہا ہوتا ہے۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ 23/ جنوری 2004ء)

احسان و لطف عام رہے سب جہان پر
کرتے رہو ہر اک سے مروت خدا کرے

(یہ تقریر مکرم منیر احمد خادم صاحب کی ایک تقریر بر موقع جلسہ سالانہ قادیان مطبوعہ بدر سے تیار کی گئی ہے)
(کمپوزڈ بائی: منہاس محمود۔ جرمنی)

ضضضض

{ 43}　　{مشاہدات۔25}

پُر سکون عائلی زندگی بہترین تربیت اولاد کی ضامن

تمہاری صبح حسیں ہو رُخ سحر کی طرح
تمہاری رات منور ہو شب قمر کی طرح
کوئی بہشت کا پوچھے تو کہہ سکوں ہنس کر
کہ وہ خوب جگہ ہے ہمارے گھر کی طرح

معزز سامعین! میری گزارشات کا موضوع ہے۔ **پُر سکون عائلی زندگی بہترین تربیت اولاد کی ضامن**

خدا تعالیٰ کتاب رحمان میں فرماتا ہے۔
یٰٓاَیُّہَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ خَلَقَ مِنۡہَا زَوۡجَہَا وَ بَثَّ مِنۡہُمَا رِجَالًا کَثِیۡرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِہٖ وَ الۡاَرۡحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیۡکُمۡ رَقِیۡبًا (النّسآء: 2)

اے لوگو! اپنے ربّ کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر ان دونوں میں سے مَردوں اور عورتوں کو بکثرت پھیلا دیا اور اللہ سے ڈرو جس کے نام کے واسطے دے کر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رِحموں (کے تقاضوں) کا بھی خیال رکھو۔ یقیناً اللہ تم پر نگران ہے۔

ہر انسان اپنی نسل کی بقا اور افزائش چاہتا ہے، اسے پھلتا پھولتا ہوا دیکھنا چاہتا ہے۔ اسلام میں نیک اولاد کے حصول کے لیے نکاح جیسا پاکیزہ رشتہ رکھا گیا ہے۔ جس میں مرد وزن ایک پاک معاہدے کے تحت خدا اور اس کے احکامات کی تعمیل میں سر جھکاتے ہوئے ایک مقدس رشتے میں بندھ کر ایک نئے خاندان اور نسل کا آغاز کرتے ہیں۔ میاں بیوی کا رشتہ دراصل خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

”شادیوں کا معاملہ محبت کی بنیاد کے قیام کے لیے ہے میاں بیوی کی محبت در حقیقت خدا ہی کی محبت کا ظِل ہے۔ شادی ایک مدرسہ ہے جہاں خدا تعالیٰ کے عشق کا سبق پڑھایا جاتا ہے... اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے تعلقات کو اپنی محبت کا ایک نشان قرار دیا ہے... غرض ماں باپ کی محبت خدا تعالیٰ کی محبت کا ایک ظل ہے، بیوی کی محبت بھی خدا تعالیٰ کی محبت کا ظل ہے اور اولاد کی محبت بھی خدا تعالیٰ کی محبت کا ایک ظل ہے... گویا یہ تینوں ایک درس گاہ ہیں جن میں انسان اللہ تعالیٰ کی محبت کا سبق سیکھتا ہے اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔“

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ 374)

سامعین! اس رشتے میں مودّت اور رِحم کا جو عنصر پایا جاتا ہے وہی آگے چل کر اولاد کی صورت میں ڈھلتا ہے۔ اگر میاں بیوی ایک دوسرے سے عزت و محبت کا سلوک کرنے والے ہوں گے تو اولاد بھی سراپا محبت ہو گی۔ اگر والدین ایک دوسرے کے جذبات کا خیال کرنے، ایک دوسرے کا احساس کرنے والے ہوتے ہیں تو اولاد بھی حسّاس اور دوسروں کی تکلیف کا احساس کرنے والی ہوتی ہے۔ والدین کا خدا تعالیٰ پر یقین دیکھ کر بچے بھی توکل علی اللہ پر ایمان لے آتے ہیں۔ جن گھروں میں ہر وقت لڑائی جھگڑے کی فضا رہتی ہے وہاں بچے بھی بے چینی، بے سکونی اور ذہنی دباؤ کا شکار دکھائی دیتے ہیں۔ ایک اکیلا فرد چاہے کتنی ہی کوشش کر لے لیکن ان معاملات کو درست نہیں کر سکتا کیونکہ گھر دونوں فریقین کے تعاون سے چلتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”أَكْرِمُوْا أَوْلَادَكُمْ وَ أَحْسِنُوْا أَدَبَهُمْ“ (سنن ابن ماجہ کتاب الادب)

یعنی اپنی اولاد کی عزت کرو اور ان کی اچھی تربیت کرو۔ پھر والدین کو مزید نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

اَعِيْنُوا اَوْلَادَكُمْ عَلَى الْبِرِّ (الجامع الصغیر ابن سیوطی)

کہ نیکی کے کاموں میں اپنے بچوں کی مدد کیا کرو۔

والدین کا رویہ اپنے بچوں کے ساتھ نارمل ہونا چاہئے۔ بچوں پر سختی کرنے اور ڈانٹنے سے بچّے ذہنی دباؤ کا شکار ہو جاتے ہیں اور اس سے بچّوں کی ذہنی صلاحیتوں پر بُرے اثرات مرتب ہوتے ہیں کیونکہ بار بار ڈانٹنے اور نظر انداز کرنے سے بچّے ڈپریشن کا شکار ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ والدین کو اپنے بچوں کے ساتھ دوستانہ اور قریبی تعلقات قائم رکھنا چاہئے تا کہ بچّے اپنے درپیش مشکلات کو ان کے سامنے بیان کر سکیں اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب والدین آپس میں صلح صفائی سے رہتے ہوں۔ ایک دوسرے پر اعتبار کرتے ہوں ان کی ترجیحات ایک جیسی ہوں اور وہ باقاعدگی اور التزام کے ساتھ اپنے بچوں کے لیے دعا کرتے ہوں۔

چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

”میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں جس میں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لیے دعا نہیں کرتا۔“ **(ملفوظات جلد اول صفحہ 562)**

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مثالی ازدواجی زندگی ہم سب کے سامنے ہے کہ کس طرح پیار اور قدردانی کا سلوک دونوں طرف سے ہوتا تھا۔ کیسے قربِ الٰہیٰ کی منازل ایک ساتھ طے ہوتی ہیں اسی لطف واحسان کے نتیجے میں خدا تعالیٰ نے مبشر اولاد کی خوشخبری سے بھی نوازا اور عطا بھی کی۔ کیسے اس مبارک جوڑے نے ایک دوسرے کی رفاقت میں اپنی اولاد کی تربیت کی اور وہ مبشر اولاد نبوت کے چاند کے آنگن میں قطبی ستارے بن کر چمکی۔

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیلؓ فرماتے ہیں:

”میں نے اپنے ہوش میں نہ کبھی حضور علیہ السلام کو حضرت ام المؤمنین سے ناراض دیکھا نہ سنا بلکہ ہمیشہ وہ حالت دیکھی جو ایک ideal جوڑے کی ہونی چاہیے۔“

(سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگمؓ مرتبہ حضرت شیخ محمود احمد عرفانی و شیخ یعقوب علی عرفانی صفحہ 231)

معزز سامعین! بچوں کی درست تربیت کس طرح ہو سکتی ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اگر ماں اور باپ گھر میں لڑ رہے ہوں تو آپ سمجھیں بچوں کے اخلاق خراب ہو گئے۔ بچوں کے اخلاق تبھی درست رہ سکتے ہیں کہ گھر کی فضا بڑی محبت اور پیار کی فضا ہو ہر دو میاں اور بیوی اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے والے اور ان کے ادا کرنے کی کوشش کرنے والے ہوں۔" (خطبات ناصر صفحہ 364)

جن گھروں میں مرد، عورت کو اپنے سے کمتر سمجھتا ہو اس پر ظلم و زیادتی کرتا ہو اس سے حقارت سے بات کرتا ہو۔ بیوی کے گھر والوں سے برا سلوک کرتا ہو، گھر کے خرچ میں تنگ کرتا ہو یا جماعتی پروگراموں میں شرکت کو غیر ضروری گردانتا ہو۔ اِسی طرح اگر بیوی مرد سے بدسلوکی کرتی ہو اس کی ناشکری کرتی ہو، بچوں کی تربیت پر دھیان نہ دیتی ہو، سسرال والوں سے عمدہ طریق پر معاشرت نہ کرتی ہو تو وہ دونوں اپنی اپنی جگہ مجرم ہیں اور اولاد کو شادی جیسے مقدس رشتے اور خاندانی نظام سے متنفر کرنے والے ہیں۔

اس مضمون کو مزید بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ "انسان اپنے ماں باپ سے زبان سیکھتا ہے یا باقی کام سیکھتا ہے اور اچھی باتیں سیکھتا ہے اور اچھی باتیں سیکھ کر بچہ اعلیٰ اخلاق والا بنتا ہے۔ ماں باپ نیک ہیں، نمازی ہیں، قرآن پڑھنے والے ہیں، اُس کی تلاوت کرنے والے ہیں، آپس میں پیار اور محبت سے رہنے والے ہیں، جھوٹ سے نفرت کرنے والے ہیں تو بچے بھی اُن کے زیرِ اثر نیکیوں کو اختیار کرنے والے ہوں گے۔ لیکن اگر جھوٹ، لڑائی جھگڑا، گھر میں دوسروں کا استہزاء کرنے کی باتیں، جماعتی وقار کا بھی خیال نہ رکھنا یا اس قسم کی برائیاں جب بچہ دیکھتا ہے تو اس نقل کی فطرت کی وجہ سے یا ماحول کے اثر کی وجہ سے پھر وہ یہی برائیاں سیکھتا ہے۔ باہر جاتا ہے تو ماحول میں، دوستوں میں جو کچھ دیکھتا ہے، وہ سیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لئے بار بار مَیں والدین کو توجہ دلاتا ہوں کہ اپنے بچوں کے باہر کے ماحول پر بھی نظر رکھا کریں اور گھر میں بھی بچوں کے جو پروگرام ہیں، جو ٹی وی پروگرام وہ دیکھتے ہیں یا انٹرنیٹ وغیرہ استعمال کرتے ہیں اُن پر بھی نظر رکھیں۔"

(خطبہ جمعہ 13؍دسمبر 2013ء)

آج کل کی نوجوان نسل شادی سے متنفر اسی لیے ہو رہی ہے کہ اس کے آس پاس شادی کے نام پر دو ایسے افراد دکھائی دیتے ہیں جو اس رشتے کو نبھانے میں ناکام ہیں وہ بظاہر ساتھ تو رہتے ہیں لیکن ان کے گھر سکون کے گہوارے ہونے کی بجائے جنگ و جدل کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ کسی جگہ عورت پس رہی ہے کسی جگہ

مرد۔ ہر انسان اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہوتا ہے۔ عموماً یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ بیویاں سارا دن جیسے کوئی شکاری اپنے شکار پر نظر جما کر رکھتا ہے کہ کہیں آنکھ سے اوجھل نہ ہو جائے اپنے سسرال والوں پر نظریں جما کر رکھتی ہیں کہ ان کی ہر ہر حرکت نوٹ کرنی ہے اور رات گئے جب شوہر کام سے واپس آئے تو علیحدگی میں بجائے اس کے کہ کوئی پیار محبت کی بات ہو۔ اپنے بچوں کے مستقبل کے حوالے سے بات ہو۔ کوئی اپنے رشتے کو مضبوط کرنے کی بات ہو سارے دن کی روداد جس میں خود کو مظلوم اور سسرال والوں کو ظالم دکھا کر ہر بات بڑھا چڑھا کر بیان کرنا شامل ہوتا ہے جس کا اختتام یا تو لڑائی پر ہوتا ہے یا پھر شوہر کا دل اپنے گھر والوں سے متنفر ہوتا جاتا ہے اور خاندانی نظام کا شیرازہ بکھر کر رہ جاتا ہے اور بعض گھروں میں شوہروں کا یہ رویہ ہے کہ وہ ہر چھوٹی سے چھوٹی بات بیوی کے گھر والوں کی دیکھتے ہیں اور پھر بعد میں بیوی کو طعنے دے کر اس کا جینا دشوار کرتے ہیں کہ تمہارے گھر میں میری عزت اور خاطر داری نہیں ہوئی غرض بچہ بھی یہ سب چیزیں بغور دیکھتا ہے اور سب اپنے دماغ کے کمپیوٹر میں محفوظ کرتا جاتا ہے اور بچپن سے ہی نفرتیں اپنے دل میں بھرتا جاتا ہے اپنی قریبی رشتوں سے ہی بدظن ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس بغض و کینے کے زہر سے والدین ہی اُسے آشنا کرتے ہیں اور وہی ہیں جو اس آلائش سے بچوں کے معصوم ذہنوں کو بچا سکتے ہیں۔ اگر وہ اپنے اردگرد محبت و خلوص دیکھے گا تو وہ بھی درگزر اور عفو سیکھے گا۔ اس لیے والدین اور خصوصاً ماؤں کی ذمہ داری بنتی ہیں کہ معصوم بچوں کے کانوں کو ایسی ناخوشگوار باتوں کے سننے سے بچائیں۔ ان کو انسانوں میں خوبیاں تلاش کرنے والا بنائیں۔ دوسروں کی کمزوریاں پر پردہ ڈالیں تاکہ انہیں اچھالیں۔ اسی طرح ہمارے گھر ہمارے بچوں کے لیے جنت کے نمونے بن سکتے ہیں جہاں وہ سکون محسوس کریں۔

پُرسکون عائلی زندگی کے حصول کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

”شادی کے بعد مَودّت اور رحمت کا مضمون ہمیشہ پیشِ نظر رہنا چاہیے اور ایسا ماحول قائم کرنا چاہیے کہ مرد عورت کے لیے محبت اور رحمت کا سرچشمہ ثابت ہو اور عورت مرد کے لیے محبت اور رحمت کا سرچشمہ ثابت ہو۔“ (اوڑھنی والیوں کے لیے پھول جلد دوم صفحہ 60 ایڈیشن 2009ء)

معزز سامعین! پس ان سب باتوں کا نچوڑ یہی ہے کہ اگر ہم اپنے گھروں میں ایک صالح نسل پروان چڑھتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں اور اپنی گودوں سے اللہ کے پیاروں اور جماعت کے جانثاروں کو پالنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے عائلی معاملات درست کرنے ہوں گے۔ جس طرف بھی کمزوری ہو اسے اپنی اولاد کی خاطر اس کمزوری کو دور کر کے اپنے رشتے کو مضبوط بنانا چاہیے۔ خدا خوفی اور اسلامی احکامات پر عمل کر کے اپنی عائلی زندگی کو پُر سکون بنانے کی ہر ممکن سعی کرنے چاہیے تاکہ ہماری اولاد ہم سے وہی سب باتیں سیکھے اور ایک جنت نظیر معاشرے کا قیام عمل میں آسکے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے گھروں پہ اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرماتا رہے۔آمین اللھم آمین

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَٰجِنَا وَذُرِّيَّٰتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَٱجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا

(الفرقان:75)

کہ اے ہمارے رب! ہمیں اپنے جیون ساتھیوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنادے۔

(تیار کردہ: صدف علیم صدیقی۔ کینیڈا)

ضضضض

{44} {مشاہدات۔27}

بچوں کے رشتوں کے انتخاب کے لئے زریں ہدایات

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَ الَّذِيۡنَ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا هَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعۡيُنٍ وَّ اجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِيۡنَ اِمَامًا

(الفرقان:75)

اور وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اپنے جیون ساتھیوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنادے۔

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **بچوں کے رشتوں کے انتخاب کے لئے زریں ہدایات**

آج کل گھروں کو خوبصورت بنانے کے لئے ہر انسان گھر میں نت نئے اچھی نسل کے خوبصورت لگنے والے پھولوں اور پھلوں کے پودے لگاتا ہے۔ یہ رنگ برنگے پھولوں کے پودے اور مختلف لذتوں سے بھرپور پھلوں کے درخت گھروں کو خوبصورت بنادیتے ہیں۔ اسی طرح ہر انسان اپنی جسمانی نسل میں اضافہ کے لئے بھی روحانی اوراخلاقی طور پر بھلی لگنے والی بچی کی تلاش کی کوشش کرتا ہے۔ تانیک، دیندار، متقی اور پرہیز گار نسل آگے چلے اور خاندان کے باغیچہ میں اچھے اور پاکیزہ پھل دینے والے پودوں کا اضافہ ہوتا رہے۔ پھر یہی بچیاں مستقبل میں مائیں بن کر اس باغیچہ کی مالی بن جاتی ہیں اور اپنے بچوں کی روحانی واخلاقی خراش تراش سے ایسی تربیت کرتی ہیں کہ وہ اولاد جماعت کی انگوٹھی میں ہیرے یا نگینے کی طرح پیوست ہو کر جماعت کی خوبصورتی میں اضافہ کا موجب بنتی ہیں۔

سامعین! خاندان کی بڑھوتری کے لئے اچھے اور آنکھوں کو بھلے لگنے والے پودے کے انتخاب کا زریں حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو دیا ہے وہ یہ ہے فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ (النساء:4) کہ عورتوں میں سے جو تمہیں پسند آئے اس سے نکاح کرو۔

ہمارے پیارے رسول حضرت محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا۔تَخَيَّرُوْا لِنُطْفِكُمْ وَانْكِحُوْا الاكْفَاءَ کہ اپنی نسلوں کے لئے صالح عورتوں کا انتخاب کرو اور ہم کفو سے رشتہ کرو۔ (سنن ابن ماجہ کتاب النکاح)

احادیث میں دیندار لڑکی کے انتخاب کی بطور خاص تاکید ملتی ہے۔ نکاح اور شادی کے معاملہ میں حسن وجمال، حسب ونسب اور مال ودولت کے مقابل پر دینداری، پرہیز گاری، خدا ترسی اور خوش اخلاقی کو ترجیح دینا زیادہ افضل ہے۔

معزز سامعین! اس ضمن میں آنحضور ﷺ کا ایک ارشاد ہم سب کو رشتہ کی تلاش میں مدنظر رکھنا چاہئے۔ آپؐ فرماتے ہیں۔ عورت سے نکاح چار باتوں کو مدنظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔

1۔ اس کے مال دولت کی وجہ سے

2۔ اس کے حسب ونسب کی وجہ سے

3۔ اس کے حسن وجمال کی وجہ سے

4۔ لڑکی یا لڑکے کی دینداری کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی آنحضور ﷺ نے فَاظْفِرْ لِذَاتِ الدِّيْنِ کی نصیحت بھی فرمادی کہ اے مسلمان! تو دیندار لڑکی کو ترجیح دے اور اس سے نکاح کر کے اپنی زندگی کو کامیاب کر ورنہ تیرے ہاتھ ہمیشہ خاک آلود رہیں گے۔ (صحیح بخاری کتاب النکاح)

آنحضور ﷺ نے اُس لڑکے اور لڑکی کے حق میں دعا بھی کی ہے جو رشتہ کی تلاش میں نیکی، تقویٰ، طہارت اور پرہیز گاری کو سامنے رکھتے ہیں۔ آپؐ نے دعا دیتے ہوئے فرمایا بَارَكَ اللّٰهُ لَهُ فِيْهَا وَبَارَكَ لَهَافِيْهِ کہ اللہ تعالیٰ ایسے لڑکے کے لئے، لڑکی میں برکت دے اور ایسی لڑکی کے لئے،

لڑکے میں برکت دے۔ (المعجم الاوسط الطبرانی۔ حدیث نمبر2432)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خلافت کے آغاز پر ہی ایک خطبہ جمعہ میں اس بیان شدہ حدیث کی وضاحت میں احباب جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

”اس طرف توجہ دلا کر آئندہ نسلوں کے دیندار ہونے کے ظاہری سامان کی طرف اصل میں توجہ دلائی ہے۔ اپنے گھریلو ماحول کو پُر سکون بنانے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کیونکہ اگر ماں نیک اور دیندار ہو گی تو عموماً اولاد بھی دیندار ہوتی ہے اور نیک اور دیندار اولاد سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہے جو انسان کو سکون پہنچاسکے۔ ایک مومن کے لئے معاشرے میں عزت کا باعث نیک اور دیندار اولاد ہی بن سکتی ہے۔ تو اس طرف ہر احمدی کو توجہ دینی چاہئے۔ یہ شکایتیں اب بڑی عام ہونے لگ گئی ہیں کہ بچی نیک ہے، شریف ہے، بااخلاق ہے، پڑھی لکھی ہے، جماعتی کاموں میں حصہ بھی لیتی ہے، لیکن شکل ذرا کم ہے یا قد اس کا دیکھنے والوں کے معیار کے مطابق نہیں ہے۔ تو لوگ آتے ہیں، دیکھتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ اس بارے میں پہلے بھی ایک دفعہ توجہ دلا چکا ہوں کہ شکل اور قد کاٹھ تو تصویر اور معلومات کے ذریعہ سے بھی پتہ لگ سکتا ہے۔ پھر گھر جا کر بچیوں کو دیکھنا اور ان کو تنگ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس لئے یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ان چیزوں کو نہ دیکھو، دینداری کو دیکھو۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنی نسلوں کو سنبھالنا ہے تو دینداری دیکھا کرو۔ اگر بچیوں کی دینداری دیکھیں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کے وارث بھی بنیں گے اور اپنی نسل کو بھی دین پر چلتا ہوا دیکھنے والے ہوں گے۔

بعض لوگ تو رشتے کے وقت لڑکیوں کو اس طرح ٹٹول کر دیکھ رہے ہوتے ہیں جس طرح قربانی کے بکرے کو ٹٹولا جاتا ہے۔ شادی تو ایک معاہدہ ہے۔ ایک فریق کی قربانی کا نام نہیں ہے۔ بلکہ دونوں فریقوں کی ایک دوسرے کی خاطر قربانی کا نام ہے۔ یہ ایسا بندھن ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا تو سامان زیست ہے اور نیک عورت سے بڑھ کر اور کوئی سامان زیست نہیں ہے۔(ابن ماجہ ابواب النکاح باب افضل النساء)

پس ان لوگوں کے لئے جو ہر چیز کو دنیا کے پیمانے سے ناپتے ہیں۔ ان کو بھی یہ حدیث ذہن میں رکھنی چاہئے کہ نیک عورت سے بڑھ کر تمہارے لئے کوئی زندگی کا اور دنیاوی سامان نہیں ہے۔ نیک عورت تمہارے گھر کو بھی سنبھال کے رکھے گی اور تمہاری اولاد کی بھی اعلیٰ تربیت کرے گی۔ نتیجتاً تم دین و دنیا کی بھلائیاں حاصل کرنے والے ہو گے" (خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 932-933)

پھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ممبرات لجنہ کو براہ راست مخاطب ہو کر جلسہ سالانہ یوکے 2006ء میں فرمایا۔

"یہ بڑے سوچنے والی باتیں ہیں بعد میں پچھتانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ بعد میں ایسے لوگ خود بھی پریشان ہوتے ہیں اور خط لکھ کر مجھے بھی پریشان کرتے ہیں اس لئے ہمیشہ ایسے فیصلے جذبات کے بجائے دعا سے کرنے چاہیں اور یہ ازدواجی رشتہ قائم کرنا تو ایسا معاملہ ہے جو بہت سوچ سمجھ کر اور دعا کر کے کرنا چاہئے اس لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم جب شادی کرنے لگو تو نہ دولت دیکھو نہ صورت دیکھو نہ خاندان دیکھو جو دیکھنے کی چیز ہے اور جس پر تمہیں غور کرنا چاہئے وہ دینداری ہے اسے دیکھو۔ پس اگر یہ معیار بن جائیں تو پھر دیکھیں کہ کس طرح ہمارا معاشرہ مکمل طور پر پاک لوگوں کا معاشرہ بن جاتا ہے۔ پس ہمیشہ یاد رکھیں کہ ایک احمدی بچی اور ایک احمدی عورت کا تقدس ہے اس کی حفاظت اس کا کام ہے کوئی ایسا کام نہ کریں جو دین سے دور لے جانے والا ہو۔ کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے آپ کے تقدس پر حرف آتا ہو عورتوں کو کام کرنا ہے یہ منع نہیں ہے مثلاً نوکریاں کرنا۔ تعلیم حاصل کرنا منع نہیں ہے لیکن جیسا کہ میں نے کہا اگر ایسے کام کریں گی جس سے بد نتائج نکلتے ہوں تو وہ منع ہیں"

(خطاب مستورات جلسہ سالانہ یوکے 2006ء)

سامعین! کفو کے لفظی معانی ہم پلہ اور برابر ہونے کے ہیں۔ کفو میں مذہب، دینداری اور معاشرتی و خاندانی یکسانیت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے علاوہ نسب، پیشہ، تعلیم اور عمر و صحت کو بھی مد نظر رکھ لیا جائے تو اس میں برکت ہے۔ تا فریقین کی ازدواجی زندگی میں ہم آہنگی اور موافقت پیدا ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

"اگر حسب مراد رشتہ ملے تو اپنی کفو میں کرنا بہ نسبت غیر کفو کے بہتر ہے لیکن یہ امر ایسا نہیں کہ بطور فرض کے ہو۔ ہر ایک شخص ایسے معاملات میں اپنی مصلحت اور اپنی اولاد کی بہتری کو خوب سمجھ

سکتا ہے۔ اگر کفو میں وہ کسی کو اس لائق نہیں دیکھتا تو دوسری جگہ دینے میں حرج نہیں اور ایسے شخص کو مجبور کرنا کہ وہ بہر حال اپنی کفو میں اپنی لڑکی دیوے، جائز نہیں ہے" (بدر 11 اپریل 1907ء)

سامعین! جہاں تک ایک دوسرے کو دیکھنے کی اسلامی تعلیم کا تعلق ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"ایک روایت میں آتا ہے حضرت مغیرہؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک جگہ منگنی کا پیغام دیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس لڑکی کو دیکھ لو کیونکہ اس طرح دیکھنے سے تمہارے اور اس کے درمیان موافقت اور الفت کا امکان زیادہ ہے۔ (ترمذی کتاب النکاح باب فی النظر الی المخطوبۃ)

اس اجازت کو بھی آج کل کے معاشرے میں بعض لوگوں نے غلط سمجھ لیا ہے۔ اور یہ مطلب لے لیا ہے کہ ایک دوسرے کو سمجھنے کے لئے ہر وقت علیحدہ بیٹھے رہیں، علیحدہ سیریں کرتے رہیں۔ دوسرے شہروں میں چلے جائیں تو کوئی حرج نہیں، گھروں میں بھی گھنٹوں علیحدہ بیٹھے رہیں تو یہ چیز بھی غلط ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آمنے سامنے آکر شکل دیکھ کر ایک دوسرے کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ بعض حرکات کا باتیں کرتے ہوئے پتہ لگ جاتا ہے۔ پھر آجکل کے زمانے میں گھر والوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ کھانا کھاتے ہوئے بھی ایک دوسرے کی بہت سی حرکات وعادات ظاہر ہو جاتی ہیں اور اگر کوئی بات ناپسندیدہ لگے تو بہتر ہے کہ پہلے پتہ لگ جائے اور بعد میں جھگڑے نہ ہوں اور اگر اچھی باتیں ہیں تو موافقت اور الفت اس رشتے کے ساتھ اور بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ یا رشتے کے پیغام کے ساتھ۔ تو ایک تعلق شادی سے پہلے ہو جائے گا... بعض لوگ دوسری طرف بھی انتہا کو چلے گئے ہیں ان کو یہ بھی برداشت نہیں کہ لڑکا لڑکی شادی سے پہلے یا پیغام کے وقت ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھ بھی سکیں اس کو غیرت کا نام دیا جاتا ہے۔ تو اسلام کی تعلیم ایک سموئی ہوئی تعلیم ہے۔ نہ افراط نہ تفریط۔ نہ ایک انتہا نہ دوسری انتہا۔ اور اسی پر عمل ہونا چاہئے۔ اسی سے معاشرہ امن میں رہے گا اور معاشرے سے فساد دور ہو گا" (خطبہ جمعہ 24 دسمبر 2004ء)

سامعین! رشتہ کی تلاش میں ایک اور بنیادی بات جو ہمیشہ ہمارے مد نظر رہنی چاہئے وہ دعا ہے۔ جس کا ذکر ہمارے پیارے حضور نے اوپر والے ارشاد میں کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مناسب رشتہ کے ملنے کے لئے قرآن کریم میں درج ذیل دعا سکھلائی ہے۔

رَبَّنَاهَبْ لَنَامِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَاقُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَالِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (الفرقان:75)

کہ اے ہمارے رب! ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے رشتہ کے لئے دعاؤں اور استخارہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

''ہم انجام سے بے خبر ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہے۔ اس لئے اوّل خوب استخارہ کرو اور خدا سے مدد چاہو۔'' (خطباتِ نور صفحہ 478 خطبہ فرمودہ 26۔ اگست 1910ء)

ماں دوران حمل اور وضع حمل کے بعد جب اس دعا کا ورد کرتی ہے تو اس دعا کی تاثیر ماں کے دودھ کے ذریعہ بچے میں سرایت کرتی ہے اور بچہ جب بولنے لگتا ہے اور اسے کچھ شعور حاصل ہونے لگے ہے تو ماں بچے کو یہ دعا دہرائے۔ ہمیں یاد ہے کہ ہمارے بزرگ ہمیں بچپن میں ہی یہ سبق دیا کرتے تھے کہ نیک ،صالح ساتھی کے لئے دعا کرتے رہیں۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگمؓ نے اپنے بچوں کو جو نصیحتیں فرمائیں ان میں سے پہلی نصیحت یہ تھی کہ بچیوں کو بچپن سے یہ دعا کرنی سکھائی (جائے) کہ اللہ میاں! میرا نصیب اچھا کرے۔ (سیرت وسوانح حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگمؓ صفحہ 167)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس حوالہ سے یوں نصیحت فرمائی۔

''رشتہ خواہ بیٹی کا پیشِ نظر ہو یا بیٹے کا یا کسی اور عزیز کا، ہر صورت میں ماں باپ کی یہ پہلی اور بنیادی ذمہ داری ہے کہ رشتہ کے مسئلہ کا انتہائی عاجزانہ دعا کے ساتھ آغاز کریں۔ دعاؤں کو رشتہ میں بہت اہمیت ہے اور دعاؤں کا اثر اولاد پر بہت دور تک پڑتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک نمونہ کو دیکھیں کہ آپؑ نے آنحضرت ﷺ کیلئے بہت پہلے ہزاروں سال پہلے سے دعا کی ہوئی تھی اور آنحضرت ﷺ تو جو تھے وہ بہرحال اللہ کی تقدیر میں بننا ہی تھا لیکن ان دعاؤں کا بھی ضرور دخل ہے۔ چنانچہ رسول

اللہ ﷺ نے حضرت ابراہیمؑ کا یہ احسان کبھی بھی نہیں بھلایا اور اپنے اوپر درود میں حضرت ابراہیمؑ پر درود بھی لازم کر دیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی اولاد کیلئے شادی سے پہلے سے دعائیں کی ہوئی تھیں۔ تو دعاؤں میں ضرور اپنی اولاد کو یاد رکھا کریں اور اس کے نتیجہ میں جو رشتے بھی ان کے ہوں گے وہ بھی اللہ کے فضل سے اچھے ہوں گے" (خطبہ جمعہ 2 مارچ 2002ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا ایک اور اہم ارشاد پیش ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"پہلی بات تو یہ ہے کہ ایسی بچیاں جن کے متعلق یہ شکایت ہے کہ قد چھوٹا ہے یا شکل خراب ہے تو پہلے کیوں نہیں ان کے متعلق پتہ کرتے۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ پتہ نہ لگے کہ کسی لڑکی کی شکل کیسی ہے یا قد کتنا ہے۔ یہ سارے کوائف رشتہ ناطہ کے جو رجسٹر ز ہیں ان میں بھی درج ہوتے ہیں اور دوسروں سے خاموشی سے پتہ کیا جا سکتا ہے بجائے اس کے کہ کسی لڑکی کے والدین سے یا لڑکی سے کچھ بات کی جائے۔ پہلے اچھی طرح پتہ کر لیں پھر اگر نیت ہو تو ان کے پاس جائیں ورنہ نہ جائیں۔ اس سے تو بے چاری بچیوں کی بہت دل آزاری ہوتی ہے اور مجھے کثرت سے ایسی بچیاں شکایتوں کے خط لکھتی ہیں۔

بعض لڑکی دیکھنے آتے ہیں اور مکان دیکھ کر چلے جاتے ہیں یعنی لڑکی اچھی بھی ہوتی ہے، ضروری نہیں کہ اس کا قد چھوٹا ہو یا بد صورت ہو، اچھی خوبصورت لڑکیوں کے بھی وہ شوق سے رشتے لینے جاتے ہیں اور تبصرہ لڑکی پر نہیں بلکہ مکان پر ہو رہا ہوتا ہے کہ اچھا آپ کا مکان اتنا سا ہے۔ ایسی بد اخلاقیاں جماعت میں رواج نہیں پکڑنی چاہئیں۔ بعض لوگوں کی اپنی بہو بیٹیاں بھی ہوتی ہیں ان کو یہ بھی سوچنا چاہئے کہ ان کے ساتھ اگر کوئی یہ سلوک کرے گا تو ان کو کیسا محسوس ہو گا۔

بعض لڑکے جہیز اور جائیداد کے لالچی ہوتے ہیں پھر بعض توفیق سے بڑھ کر مہر باندھتے ہیں۔ مہر کے متعلق تو میں بیان کر چکا ہوں لیکن جہیز اور جائیداد کی لالچ میں جو لڑکے شادی کرنا چاہتے ہیں ان کے متعلق میں بتا دیتا ہوں کہ جماعت کو ہرگز ان کی مدد نہیں کرنی چاہئے۔ ان کی حوصلہ شکنی کرنی چاہئے اور کہنا چاہئے تم جاؤ جہاں چاہو بھاگے پھرو جماعت تمہارے ساتھ مدد کا کوئی سلوک نہیں کرے گی۔ اگر تمہیں اپنی مرضی کی جائیداد چاہئے تو جہاں مرضی کر لو۔ احمدی لڑکیوں کو بیچاریوں کو کیوں خراب کیا جائے۔

بعض کہتے ہیں لڑکی خوبصورت ہو اور لمبی ہو اور سمارٹ ہو اور اپنی صورت کبھی آئینہ میں نہیں دیکھتے۔ بعض کے قد ٹھگنے ہوتے ہیں اور خود سمارٹ نہیں ہوتے لیکن لڑکی ایسی چاہتے ہیں۔ کبھی کبھی شیشہ بھی دیکھ لیا کریں اور یاد رکھیں کہ بعض دفعہ لڑکی بدصورت بھی ہو اگر خاوند خوش اخلاق ہو سیرت کی قدر کرنے والا ہو تو میرے علم میں ایسے رشتے ہیں کہ خاوند بیوی کے حسنِ خلق پر جان نچھاور کرتے ہیں اور بہت ہی عمدگی کے ساتھ ان کا نباہ ہوتا ہے۔ پس شکل وصورت کو غیر معمولی اہمیت دینا آپ کیلئے نقصان دہ ہے۔ میں آپ کے فائدہ کی بات کر رہا ہوں اگر اچھی شکل مل جائے تو بہت بہتر ہے لیکن اگر نہ ملے تو حسن خلق اور دین کو بہرحال ترجیح دینی چاہئے۔ ورنہ بعض اوقات تو لڑکیاں پھر انتظار میں بیٹھی رہتی ہیں کہ ماں باپ اچھا رشتہ تلاش کر رہے ہیں۔ ان کا معیار اور ہے اور اس معیار کے رشتے ملتے نہیں ان کو یہاں تک کہ پڑی پڑی گھروں میں بوڑھیاں ہو جاتی ہیں“ (خطبہ جمعہ 2مارچ2002ء)

سامعین! رشتہ کی تلاش، خاندان میں عمارت کی تعمیر کے مترادف ہے عمارت کی بنیاد رکھتے وقت بنیادی اینٹ کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ مستری، بنیادی اینٹ کو سیدھا رکھنے کے لئے ایک سوتر (رسی) کے ساتھ بہت کوشش کرتا ہے۔ وہ یہ جانتے ہوئے کہ اس بنیادی اینٹ نے آنکھوں سے اوجھل ہو جانا ہے۔ اس کے باوجود اس اینٹ کو سیدھا رکھنے کے لئے بہت تگ ودو کرتا ہے اور Dampproof کے اوپر ٹیڑھی میڑھی اینٹیں لگاتا ہے وہ یہ جانتا ہے کہ بنیادی اینٹ درست ہو گی تو اس پر قائم ہونے والی عمارت درست اور سیدھی رہے گی۔ کسی شاعر نے اس مضمون کو یوں بیان کیا ہے

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

رشتے اور شادیاں بھی در حقیقت خاندان میں نئی عمارت کی تعمیر یا عمارت میں extension کے مترادف ہے۔ اس لئے خاندانی عمارت کو سیدھا رکھنے اور اسے اسلامی تعلیمات سے آراستہ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہمارا چناؤ درست ہو اور انتخاب میں خوبصورتی کو مطمع نظر رکھنے کی بجائے اخلاق و کردار، دینداری اور پرہیز گاری کو ملحوظ رکھیں۔ تا آئندہ نسل بھی نیک، صالح ہو اور اسلام و دین کا نام بلند کرنے والی ہو۔

اس سلسلہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتباہ یاد رکھنا چاہئے۔ آپؐ نے فرمایا۔
”اگر تم نے (انتخاب میں دین، تقویٰ اور اخلاق کو) مد نظر نہ رکھا تو زمین میں بہت بڑا فساد پیدا ہو جائے گا۔“ (جامع ترمذی کتاب النکاح)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام رشتہ ناطہ میں تقویٰ کو مد نظر رکھنے کے متعلق فرماتے ہیں کہ
”رشتہ ناطہ میں یہ دیکھنا چاہئے کہ جس سے نکاح کیا جاتا ہے وہ نیک بخت اور نیک وضع آدمی ہے اور کسی ایسی آفت میں مبتلا تو نہیں جو موجب فتنہ ہو۔ اور یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام میں قوموں کا کچھ بھی لحاظ نہیں۔ صرف تقویٰ اور نیک بختی کا لحاظ ہے۔“ (ملفوظات جلد 9 صفحہ 46)

سامعین! آج امت جن مشکلات سے دوچار ہے اور آئے دن ہر ملک، ہر شہر و قصبہ میں جو ہنگامہ آرائی مسلمانوں کی طرف سے ہوتی ہے۔ اس کی بڑی وجہ اس قرآنی اصول و تعلیم سے دوری ہے۔ جس کا ذکر ابھی ہو چکا ہے۔ آج امت کی یہ حالت ہے کہ وہ رشتہ کرتے وقت عورت کے اخلاق نہیں دیکھتے بلکہ مال و دولت، حسب و نسب یا خوبصورتی دیکھتے ہیں۔ تو پھر اس کا نتیجہ یہی نکلے گا جس کا امت کو آج سامنا ہے۔ ہمیں اپنے ماحول کی تربیت اس رنگ میں کرنی ہے کہ بلا ضرورت اور بغیر مکمل کوائف کے کسی کے رشتہ دیکھنے نہ جائیں۔ کسی کے گھر جانے سے قبل اپنے کوائف بھی بھجوانا یا فون پر دینا زیادہ مناسب ہو گا۔ اگر ان کو بھی اتفاق ہو تو وقت لے کر بچی کے گھر جایا جائے۔ جس طرح ہم نہیں چاہتے کہ ہماری بچی کو کوئی دیکھ کر چلا جائے اور کوئی جواب نہ دے۔ اسی طرح دوسری بچیاں بھی ہماری ہی بچیاں ہیں۔ ان کے جذبات کا بھی خیال رکھیں۔ اس ناطہ سے ہماری یہ اولین ذمہ داری بنتی ہے کہ حضور انور کا دایاں ہاتھ اور سلطان نصیر بن کر ایسی کمزوریوں سے معاشرے کو نجات دلائیں۔

ضضضض

{ 45} {مشاہدات۔202}

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے سسرالی رشتہ داروں سے حسنِ سلوک

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا (النساء:2)

اے لوگو! اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر ان دونوں میں سے مَردوں اور عورتوں کو بکثرت پھیلا دیا۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے نام کے واسطے دے کر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رِحموں (کے تقاضوں) کا بھی خیال رکھو۔ یقیناً اللہ تم پر نگران ہے۔

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے سسرالی رشتہ داروں سے حسنِ سلوک**

ڈاکٹر منصور احمد قریشی صاحب آف امریکہ لکھتے ہیں کہ

مَیں سول ہسپتال کے میڈیکل کالج کا طالب علم تھا۔ آدھی رات کا وقت تھا ایک نوجوان لڑکی کو لایا گیا جس کے ساتھ اس کا شوہر، ساس اور خاندان کے بہت سے لوگ تھے۔ لڑکی کا رنگ زرد پڑ چکا تھا اتنا زرد گویا موت کے قریب تھی۔ وہ بچے کی پیدائش کی دردوں میں مبتلا تھی اور بہت سا خون ضائع ہو چکا تھا پتہ نہیں وہ اس کو کتنی دور سے لائے تھے۔ ہماری میڈیکل کی ٹیم اُس لڑکی کی زندگی بچانے کے لئے فوری طور پر حرکت میں آئی۔ فوری طور پر خون کی ضرورت تھی اُن دنوں بلڈ بنک کا انتظام اچھا نہیں ہوتا تھا۔ لہٰذا خاندان کے افراد کو ہی خون عطیہ کرنا ہوتا تھا۔ ہم نے اُس کے خاوند سے، جو اچھا بھلا صحت مند جوان

آدمی تھا، کہا کہ وہ خود خون عطیہ کرے۔ ابھی وہ کچھ سوچ ہی رہا تھا کہ اس کی والدہ یعنی لڑکی کی ساس فوری طور پر آگے بڑھی، اپنے بیٹے کا ہاتھ تھاما اور اُسے خون عطیہ کرنے سے منع کر دیا۔ مَیں سمجھا کہ شاید اس کو حالت کی سنگینی کا اندازہ نہیں ہے۔ اس کے قریب جا کے سمجھایا کہ لڑکی کا بہت زیادہ خون ضائع ہو چکا ہے ،اس کی زندگی خطرہ میں ہے۔ خون دے کر ہم اس کی زندگی بچانے کی کوشش کریں گے۔ مگر ہماری اس وضاحت کے باوجود اس کی والدہ بدستور اپنے بیٹے کو خون عطیہ کرنے سے روکتی رہیں۔

سوال یہ ہے کہ وہ خاتون اس لڑکی یعنی اپنی بہو سے ایسا سلوک کیوں کر رہی تھی ۔ اسے لڑکی کے مرنے کی پرواہ نہیں تھی۔ مگر اپنے بیٹے کو خون دینے سے منع کر رہی تھی۔ ہم تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والے ہیں۔ آپؐ کا ارشاد ہے کہ

”تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں۔ اگر جسم کا کوئی ایک حصہ بھی تکلیف میں ہوتا ہے تو سارا جسم ہی اس سے متاثر ہوتا ہے“ (صحیح مسلم)

وہ خاتون ایک لڑکی کا درد کیوں محسوس نہیں کر رہی تھی۔ اس کے ذہن میں کیا تھا؟ یہ سچا واقعہ ہے پھر ہم ڈاکٹر اکٹھے ہوئے ہم نے اس کے لئے خون دیا۔ جب یہ خون اس لڑکی کو دیا گیا خدا کے فضل سے اس کی جان بچ گئی مگر یہ ایک انتہائی سنگدلی کی مثال تھی۔ کیا ہم اپنے گردو پیش میں ایسی مثالیں نہیں دیکھتے؟۔ یہ حقیقت ہے کہ ہم سسرالی رشتہ داری کے ضمن میں اپنے معاشرہ میں دوہرا معیار دیکھتے ہیں نو بیاہتا لڑکی کو ایسے جملے عام سننے پڑتے ہیں ۔ کیا بے کار کا جہیز لائی ہو کچھ بھی کسی کام کا نہیں۔ تمہارے والدین نے تمہاری تربیت درست نہیں کی۔ تمہیں تو کھانا پکانا بھی نہیں آتا۔ تم اپنے والدین سے ملنے نہیں جا سکتی۔ تمہیں اپنے خاندان کے کسی فرد سے رابطہ رکھنے کی اجازت نہیں کیونکہ جب تم وہاں سے آتی ہو نئی نئی باتیں سیکھ کے آتی ہو اور اس طرح کی بہت سی دلآزار باتیں کہنا عام سی بات ہے۔

یہ رویہ صرف ہمارے ساتھ ہی مخصوص نہیں دنیا میں اور بھی ہیں جو رشتوں کا پاس نہیں رکھتے۔ بی بی سی کے ایک مضمون کے مطابق ہر 4 میں سے 3 یعنی 75 فیصد جوڑے اپنے سسرالی رشتہ داروں سے ملنے والی تکالیف کا اظہار کرتے ہیں۔ خاص طور سے ساس بہو کے جھگڑے زیادہ ہیں۔ ایک تجزیہ کے مطابق اس کی

وجوہات میں معاملات کا کنٹرول، انانیت، غیر ضروری نکتہ چینی اور روک ٹوک، بڑی بڑی توقعات، لایعنی امیدیں اور اپنے شادی شدہ بچوں کے گھریلو معاملات میں مداخلت شامل ہیں۔

سامعین! ہم اس لحاظ سے بہت خوش قسمت ہیں کہ ہمارا تعلق پیارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ جو تمام بنی نوعِ انسان کے لئے رحمت ہیں۔ آپؐ ہم سب کے لئے ایک ایسے استاد کی حیثیت رکھتے ہیں جنہوں نے زندگی کے ہر میدان میں ہماری راہنمائی فرمائی ہے۔ آپؐ نے نصائح کے علاوہ اپنے ذاتی نمونہ سے بھی ہمارے لئے ایک عظیم خزانہ چھوڑا ہے۔ شادیوں میں تحفے دئے جاتے ہیں ہمیں کتنی خوشی محسوس ہو اگر ہمیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم شادی پر تحفہ دیں؟ ایک مہربان محبت کرنے والے باپ کی طرح آپؐ نے ہم سب کو تحفہ دیا ہے۔ آپ کو پتہ ہے وہ کیا ہے؟ وہ نکاح کا خطبہ ہے۔ آپؐ نے خطبہ نکاح میں پڑھنے کے لئے جو آیات منتخب کی ہیں دراصل شادی کے بعد بننے والے رشتہ داروں سے حسن سلوک کا ایک رہنما منشور ہے۔

اِن آیات کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنی زندگیوں میں ان نکات کو پیشِ نظر رکھیں۔ اِن میں سے پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے جو ہمارے لئے ایک عظیم تحفہ ہے۔

اے لوگو! اپنے ربّ کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر ان دونوں میں سے مَردوں اور عورتوں کو بکثرت پھیلا دیا۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے نام کے واسطے دے کر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رِحموں (کے تقاضوں) کا بھی خیال رکھو۔ یقیناً اللہ تم پر نگران ہے۔

اس آیتِ کریمہ میں ہمیں اللہ تعالیٰ نے کیا پیغام دیا ہے؟ اس میں برابری کا سبق دیا ہے۔ وہ مالک الملک ہے اور ہم سب اس کے بندے ہیں۔ کسی کو بھی کسی دوسرے پر دنیاوی معاملات میں فضیلت نہیں ہے۔ ہم سب نفسِ واحدہ سے پیدا کئے گئے ہیں۔ اس کی کوئی اہمیت نہیں کہ ہمارا خاندانی پسِ منظر کیا ہے؟ ہم کہاں رہتے ہیں؟ کیسے رہتے ہیں؟ ہم کتنی مال و دولت رکھتے ہیں؟ ہم کون سی زبان بولتے ہیں؟ ہم کس کالج میں پڑھتے رہے؟ ہمارا گھر کتنا بڑا ہے؟ ہم کون سے برانڈ کے کپڑے پہنتے ہیں؟ ہم کس قسم کی کار چلاتے ہیں؟ ان سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ ہم اللہ تعالیٰ کی نظر میں برابر ہیں۔

اس یکسانیت کے اعلان کے بعد اللہ تعالیٰ ہماری توجہ رحمی رشتہ داروں اور سسرالی تعلقات کی طرف مبذول کراتا ہے اور فرماتا ہے۔ خدا کا خوف رکھو۔ صرف اور صرف اللہ کی ذات وہ ہستی ہے جو سب سے بالا ہے۔ ہم نے اپنے ذہنوں میں اس ہستی کی بلندی اور برتری کا خیال رکھنا ہو گا۔ نکاح کے موقع پر پڑھی جانے والی اس آیت میں دو دفعہ اپنے تعلقات میں اللہ تعالیٰ کے خوف کا ذکر فرماکے مزید فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا یعنی یقیناً اللہ تم پر نگران ہے اور تمام کارروائی دیکھ رہا ہے۔ رشتوں کی بات کرتے کے بعد اپنی نگرانی کا ذکر بھی فرمادیا کہ وہ ہر پل نگران ہے جو ہم بند دروازوں کے پیچھے کرتے ہیں وہ بھی اس کی نظر میں ہے۔ ہم دعویٰ کرسکتے ہیں کہ ہم تو اپنے خاندان سے بہت حسن سلوک رکھنے والے ہیں۔ قریبی رشتہ داروں سے، سسرالی رشتہ داروں سے 'اپنی بہو اور داماد سے، ان کے گھر والوں سے مناسب برتاؤ کرتے ہیں۔ مگر یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے منہ کی باتوں پر نہیں جاتا ہمارا عمل دیکھتا ہے۔ اس لئے صرف تقویٰ اور خدا خوفی سے کام لینے کا ارشاد ہے۔

یادرہے کہ خدا دیکھ رہا ہے اور وہ ہم سے اس کا حساب لے گا۔

سامعین!

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں پہلی وحی ہوئی اور فرشتہ جبرائیل آپؐ سے ہم کلام ہوا تو آپؐ حیران پریشان گھر آئے سارا واقعہ حضرت خدیجہؓ کو سنایا۔ وہ آپؐ کو عنفوانِ شباب سے ہی بخوبی جانتی تھیں آپؓ نے آپؐ کے حق میں بہت مضبوط گواہی دی۔ آپؓ کا ردِّ عمل تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے اور اس میں ہمارے لئے بہت بڑا سبق ہے۔ فرمایا:

"خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، رشتہ داروں کا بے حد خیال رکھتے ہیں"

یہ آپؓ کی گواہی کا ایک جملہ ہے جس میں خاص طور پر آپؐ کی صلہ رحمی کا ذکر ہے اب یہ ظاہر ہے کہ آپ کی بیوی کی یہ گواہی ثابت کرتی ہے کہ آپؐ نہ صرف اپنے اور سسرالی رشتہ داروں سے بھی اچھا تعلق نبھاتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے موقع پر نصائح کے ساتھ اپنی زندگی میں اپنے عملی نمونہ کے ذریعہ سے اسے ثابت بھی کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کے گھر میں جنّت

جب ہم جنّت کے بارے میں سوچتے ہیں تو ہمارے دل میں کیا خیال آتا ہے؟ ہم موت کے بعد ایک پر سکون زندگی کا سوچتے ہیں۔ ہمارے ذہن میں اللہ تعالیٰ کی قُربت، سکون اور آرام کا خیال آتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یہ جنّت زمین پر آچکی تھی۔ آپ کے گھروں میں قائم ہو چکی تھی پھر یہ جنت آپ کے صحابہ کرامؓ کے گھروں میں بھی منتقل ہو چکی تھی۔ اگرچہ اس کے کئی پہلو ہیں مگر آج ہم آپؐ کے سسرالی رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کے بارے میں ذکر کریں گے۔

ہمیں عام طور پر ایک سسرالی خاندان سے واسطہ پڑتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نو سسرالی خاندان تھے۔ مگر ہمیں کہیں بھی کوئی مسائل نظر نہیں آتے۔ آپ کی بیگمات آپؐ کے قبیلے سے بھی تھیں اور دوسرے قبیلوں سے بھی۔ کم عمر بھی تھیں عمر رسیدہ بھی کنواری بھی تھیں اور بیوہ بھی۔ امیر بھی تھیں اور غریب بھی، درمیانے درجے کے خاندانوں سے بھی اور اعلیٰ ترین خاندانوں میں سے بھی، عرب تھیں یا غیر عرب تھیں۔ آپؐ کے قریب آکر وہ سب یکجان ہو گئے۔ ہر قسم کے اختلافات ختم ہو گئے۔

حضرت اُمّ حبیبہؓ ابوسفیان کی بیٹی تھیں ابوسفیان آپؐ کا شدید دشمن تھا۔ البتّہ جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ دار ہو گیا تو اس کی دشمنی ختم ہو گئی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تو پہلے ہی اِس سے نرمی اور محبت کا سلوک کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے اَبوسفیان بالآخر مسلمان ہو گئے تھے۔

سامعین!

حضرت جویریہؓ کے والد حارث بن ابی ضرار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شدید دشمن تھے ان کا تعلق قبیلہ بنو مصطلق سے تھا یہ قبیلہ مسلمانوں سے برسرِپیکار تھا۔ مگر شادی کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری کا تعلق قائم ہوا تو بہت سے مسلمانوں نے اس قبیلہ کے سینکڑوں قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ جب اُن کے والد کو اس شادی کا علم ہوٗا تو وہ انہیں آزاد کرانے کے لئے تاوان کی رقم لے کر اپنے بیٹے کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ ان سے تکریم سے پیش آئے اور

حضرت جویریہؓ سے فرمایا کہ وہ خود فیصلہ کرنے کے لئے آزاد ہیں۔ مگر انہوں نے آزاد ہو کر والد کے ساتھ جانے کی بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی۔ (اسدُ الغابہ جلد 5)

آپؐ کی اس وسیع ظرفی سے متأثر ہو کر ان کے والد اور بیٹے نے اسلام قبول کر لیا۔

سامعین! سسرالی رشتہ داروں کی تکریم کا ایک واقعہ سنئے۔ فتح مکہ کے بعد حضرت ابو بکرؓ اپنے عمر رسیدہ والد کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لئے لے کر آئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ردِّ عمل تھا آپ نے فرمایا "ابو بکر! آپ نے ان کو زحمت کیوں دی مجھے کہہ دیتے میں اُن سے ملاقات کے لئے خود چلا آتا" کیا حسنِ اخلاق ہے۔ اس وقت آپؐ شہنشاہِ عرب تھے مگر اپنے خسر کے والد کا اتنا احترام تھا کہ فرمایا میں خود آجاتا۔ سبحان اللہ۔ کوئی مرتبے کی برتری کی بات ذہن میں نہیں آئی۔ کیا ہمارا مرتبہ آنحضرت صلی علیہ وسلم سے بڑھ کر ہے؟

ایک دفعہ آپؐ کے ایک صحابی حضرت عَمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے آپؐ سے دریافت کیا کہ کون آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔ تو آپؐ نے جواب دیا۔ عائشہ! اس نے دریافت کیا کہ مردوں میں سے کون؟ تو آپ نے جواب دیا کہ اس کا والد۔ اب ان کا رشتہ ذہن میں لائیں ان کے والد حضرت ابو بکر تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر تھے وہ آپ کو مردوں میں سب سے زیادہ محبوب تھے۔

سامعین! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سسرالی رشتہ داروں کی بہت عزت و تکریم فرماتے تھے۔

زندہ رشتہ داروں کو ہی نہیں آپؐ تو وفات یافتگان کو بھی محبت سے یاد فرماتے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن ہالہ آپ کو ملنے کے لئے آئیں۔ دروازے پر اندر آنے کی اجازت چاہی۔ ان کی آواز اور پوچھنے کا انداز حضرت خدیجہؓ سے ملتا جلتا تھا۔ آپؐ کو حضرت خدیجہؓ کی یاد نے جذباتی کر دیا۔ بے ساختہ فرمایا۔ او اللہ! یہ تو خدیجہ کی بہن ہالہ آئی ہے۔ جب بھی ہالہ ملنے آتیں آپؐ ان کو عزت دیتے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کرتے۔ یہ آپؐ کے سسرالی رشتہ داروں سے حسن سلوک کا اظہار تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نا صرف اپنے سسرالی رشتہ داروں کی عزت و تکریم کرتے بلکہ جہاں تک ممکن ہو تا مدد بھی کرتے رہے۔ حضرت میمونہؓ نے ایک دفعہ ایک غلام لڑکی کو آزاد کر دیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہؤا تو آپ نے فرمایا کہ

”بہتر ہو تا کہ تم اسے اپنے ماموں (جو مستحق تھا) کو منتقل کر دیتیں۔“ (تجرید بخاری جلد اول)

حضرت اسماءؓ جو حضرت ابو بکر کی بیٹی، حضرت عائشہؓ کی بہن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی تھیں مالی پریشانی میں مبتلا تھیں وہ اور ان کے میاں حضرت زبیر بہت مشکل حالات میں گزارہ کر رہے تھے۔ آپؐ نے اُن کے لئے زمین کے ایک ٹکڑے کا انتظام کر دیا تاکہ وہ اس زمین کو آباد کر کے اپنے لئے آب و دانہ کا انتظام کر سکیں۔

آپؐ کی حیات مبارکہ سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ اگر بڑے چھوٹوں سے شفقت کا سلوک کریں تو چھوٹے بھی بڑوں کا احترام کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی اور داماد حضرت علیؓ کو ان کی شادی کے بعد کئی ماہ تک فجر کی نماز کی ادائیگی کے لئے جگاتے رہے۔ کسی کو خیال آسکتا ہے کہ یہ تو بچوں کے معاملات میں دخل اندازی ہے۔ نہیں یہ تو فجر کی نماز کی اہمیت کا احساس دلانا تھا اور جگانے والے خود رسول اللہؐ تھے۔ آپ نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کی اس رنگ میں تربیت کی کہ انہوں نے کبھی بُرا نہیں منایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے کاموں میں مدد کیا کرتے تھے۔ کسی نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ آپؐ گھر میں کیسے رہتے تھے؟ آپؓ نے بتایا کہ جیسے عام آدمی گھر میں رہتے ہیں۔ آپؐ اپنے کپڑوں میں پیوند لگا لیتے تھے۔ اپنے جوتے مرمت کر لیتے تھے۔ بکری کا دودھ دوہ لیتے تھے۔ گھر کی صفائی کرتے تھے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب کچھ کر لیتے تھے تو ہم، ہمارے بیٹے اور داماد یہ سب کچھ کیوں نہیں کر سکتے۔ ہمیں کیوں برا لگتا ہے جب ہماری بہو یہ چاہتی ہے کہ اس کا شوہر اس کے کاموں میں مدد کرے۔ ہمیں بچوں کو یہ بات سکھانی ہے کہ گھر کے کاموں میں ویسے ہی مدد کیا کریں جیسے ہمارے پیارے رسولِ خدا کرتے تھے۔

سامعین! اب ایک اور سبق آموز واقعہ پیش ہے۔ ایک دفعہ کسی بات پر حضرت عائشہؓ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی بات پر کچھ تکرار ہو گئی۔ حضرت عائشہؓ ناراض ہو رہی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا ہم اس معاملے کو سلجھانے کے لئے ایک ثالث بنا لیتے ہیں۔ کیا عمرؓ بن الخطاب منظور ہیں؟ حضرت عائشہؓ نے کہا

”نہیں! وہ سخت مزاج ہیں“۔ آپؐ نے فرمایا”اچھا اپنے والد کو ثالث بنالو“۔ اس پر وہ مان گئیں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کو بلوا بھیجا اور بات شروع ہوئی تو حضرت عائشہؓ نے کسی بات پر کہا”آپ صرف سچ بولیں“۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ غصے میں آگئے۔ رسول خدا کو یہ کہنا کہ آپ سچ نہیں بول رہے انہیں برا لگا۔ عائشہ کو مارنے کے لئے ہاتھ اٹھانے لگے جس پر آپؐ آگے بڑھے اور حضرت عائشہؓ کو بچایا۔ ہم میں سے کتنے ہیں کہ اپنی بیویوں پر اس کے اپنے رشتہ داروں سے زیادتی ہوتے دیکھ کر مدد کو آگے بڑھیں۔ یہی وہ حسن سلوک تھا جس کی حضرت خدیجہؓ نے گواہی دی تھی۔

آپؐ کی سیرت کا ہر پہلو دلفریب تھا ایک دفعہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی ایک خوبی کا تذکرہ فرمائیں۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے آپؐ کے حسن اخلاق کا سوچتے ہوئے وفور جذبات سے بے قابو ہو کر رونا شروع کر دیا۔ پھر کچھ سنبھل کر فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر جہت سے غیر معمولی اور بے مثال خوبیوں کے مالک تھے۔ میں کس طرح حضور کی ایک خوبی کا تذکرہ کر سکتی ہوں۔

یہ وہ جنت تھی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں اتر آئی تھی۔ آپؐ اپنے خاندان سے محبت کرتے تھے اور خاندان والے آپؐ سے محبت کرتے تھے۔

سامعین! ہم لوگوں کو اسلام احمدیت کی طرف دعوت دیتے ہیں ہم باہر جاتے ہیں اور تبلیغ کرتے ہیں یہ ایک بہت نیک کام ہے اور یہ ثابت کرنے کی بھی کوشش کرتے ہیں کہ اسلام بہترین مذہب ہے۔ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے ہم انہیں ایک ایسے معاشرہ کی دعوت دیتے ہیں جو آسمانی معاشرہ ہے۔ کیا وہ آسمانی معاشرہ ہمارے گھروں میں اور ہماری جماعت میں موجود ہے؟ جب ہم دوسروں کو تبلیغ کرتے ہیں تو اپنا بہترین نمونہ پیش کرنا چاہئے جہاں ہمارے گھر جنّت کا منظر ہوں آپس میں تعلقات اچھے ہوں۔ میکہ سسرال سے رویہ اچھا ہو یہ اختلافات اور کھچاؤ کیوں ہے۔ ہم حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مؤاخات کے بارے میں پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح کی مؤاخات ہمارے خاندانی اور صہری تعلقات میں بھی دیکھنا چاہتا ہے۔ جہاں سسرال اور میکہ میں کوئی فرق نہ ہو ہم ایک دوسرے کی باہمی اخوّت کا لحاظ کرنے والے ہوں۔ مرد کے والدین اور خاندان اور بیوی کے والدین اور خاندان میں کوئی

فرق نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے شادی کی صورت میں باہمی مؤاخات کو قائم فرمایا ہے۔ سامنے کی بات ہے اکثر مشاہدہ کرتے ہیں کہ جب چند احمدی احباب کہیں مل بیٹھتے ہیں یا جلسوں میں دوسروں سے ملتے ہیں تو جلد ہی کسی نہ کسی سے شناسائی اور رشتہ داری کا تعلق مل جاتا ہے کوئی رشتے میں چچا، ماموں، خالو نظر آجاتے ہیں۔ کیونکہ ہم ایک بڑے خاندان کی طرح ہیں ہم کیوں ایک خاندان کی طرح نہیں رہ سکتے اور کیوں ایک دوسرے کے رشتہ داریوں کی تکریم نہیں کرسکتے۔ جس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم رہتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

"تم مسیح موعود کی جماعت کہلا کر صحابہؓ کی جماعت سے ملنے کی آرزو رکھتے ہو اپنے اندر صحابہؓ کا رنگ پیدا کرو۔ اطاعت ہو تو ویسی ہو۔ باہم محبت اور اخوت ہو تو ویسی ہو۔ غرض ہر رنگ میں، ہر صورت میں تم وہی شکل اختیار کرو جو صحابہؓ کی تھی۔" (ملفوظات، جلد دوم صفحہ 36)

حضرت اقدسؑ ہم سے صرف ماں باپ کی طرف سے رشتہ دار ہی نہیں کل انسانیت سے ایسا سلوک چاہتے ہیں جیسے ایک ماں اپنے بچے سے کرتی ہے۔

سامعین! مَیں نے شروع میں ایک لڑکی کا ذکر کیا تھا جس کی زندگی بچانے کے لئے خون کی ضرورت تھی مگر اس کی ساس نے اپنے بیٹے کو خون دینے سے منع کیا تھا اسی وقت میرے عقب سے کسی نے آہستہ سے کہا "ہم دیں گے خون"۔ میں نے حیرت سے مڑ کر دیکھا تو وہ ایک ضعیف کمزور سی خاتون تھی۔ میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ وہ اس بیمار لڑکی کی والدہ ہیں۔ جی ہاں! وہ اس لڑکی کی ماں تھی جو بستر مرگ پر تھی وہ خاتون بھی اتنی کمزور تھی گویا وہ بھی بستر مرگ پر تھی۔ مگر وہ اپنی بیٹی کو بچانے کے لئے خون دینے کو تیار تھیں یہی وہ محبت بھرا سلوک ہے جو حضرت اقدسؑ ہم سے چاہتے ہیں اور تمام انسانیت سے چاہتے ہیں۔ تو پھر سوچ لیں کہ آپؑ ہمارے خاندانوں میں، رشتہ داروں میں کس قدر محبت بھرا سلوک دیکھنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رشتے داروں کے لئے "**ارحام**" کا لفظ استعمال فرمایا ہے جو اس کی صفت رحمانیت سے نکلا ہے اگر ہم رحمی رشتوں کو کاٹیں گے تو رحمان خدا ہم سے رشتہ توڑ لے گا۔

یہ کس قسم کی انا ہے جس کی تسلی یوں ہوتی ہے کہ ایک پچاس ساٹھ سال کی خاتون ایک پچیس سال کی نوجوان لڑکی پر طنز و طعن کرتی ہے۔ یا اس کی بے عزتی کرتی ہے؟ اسے یہ خیال نہیں آتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا۔ اسی طرح کسی کی شکل وصورت یا کسی جسمانی کمزوری پر طنز کرتے ہوئے یہ کیوں نہیں سوچتے کہ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ یہ شعور ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے خطبے کی آیات میں دیا ہے۔

سامعین! ہم بڑے فخر سے خود کو قوّام کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم مختار ہیں۔ اس حیثیت سے تو ہم گھروں میں ایسی فضا بنانے کے زیادہ ذمہ دار ہیں جہاں تمام رشتوں میں محبت کا راج ہو۔

ایک دفعہ حضرت اقدسؑ نے اپنی بیگم سے اپنے خیال کے مطابق قدرے تلخ لہجے میں بات کی جس پر آپ نے کئی دن استغفار کیا صدقات دئے نوافل پڑھے۔ یہ اس لئے تھا کہ آپؑ اپنی اہلیہ کی عزت کرتے تھے۔ جبکہ ہمارے گھروں میں ہماری بیویوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے تلخ کلامی بھی ہوتی ہے کبھی سوچئے ہمارا کس سے تعلق ہے۔ ہم کس کی پیروی کا دعویٰ کرتے ہیں۔

سامعین! آئیں! ہم جائزہ لیں کہ ہمارے تعلقات اپنے سسرالی رشتے داروں کے ساتھ کیسے ہیں۔ آیئے! اپنی اپنی بیویوں سے سوال کریں اور ان کا جواب سننے کا حوصلہ رکھیں۔

ہم رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے سسرالی رشتہ داروں سے حسن سلوک کی باتیں سن رہے ہیں۔ یہ وقت ہے کہ ہم اپنے اندر تبدیلی لائیں۔ اپنے رویوں میں محبت پیار، ہمدردی اور تکریم لانی ہوگی۔ اپنی بہوؤں کا شکریہ ادا کریں کہ تم نے ہمارے بیٹے کے گھر کو سنبھالا ہؤا ہے۔ بچوں کی پرورش کر رہی ہو۔ اس سے کوئی ہرج نہیں ہوگا۔ شکریہ ادا کرنے میں کیا ہمارا جھڑ جائے گا؟۔ ہم یہ عہد کر سکتے ہیں کہ ان تعلقات کو مزید بہتر بنانے کی کوشش کریں گے۔

وہ جو غیر شادی شدہ ہیں۔ سوچیں کہ آپ اُن لوگوں میں شامل ہونا پسند کریں گے؟ یعنی پچھتر فیصد لوگوں میں جنہیں اپنے سسرالی رشتہ داروں سے تعلقات میں مشکلات ہیں۔ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سچے مریدوں میں جنہوں نے اپنے اپنے گھروں کو جنّت نظیر بنایا ہؤا تھا۔ جن کے گھر مسرّت اور سکون کا گہوارہ تھے۔ مجھے علم ہے کہ یہ آسان نہیں ہوتا اپنی انا کو مارنا پڑتا ہے مگر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے یہی تقاضا کرتے ہیں ایک حدیث سنئے:

حضرت ابوہریرہؓ سے ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے قطع تعلق کرتے ہیں۔ میں ان سے حسن سلوک سے پیش آتا ہوں اور وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ حلم کے ساتھ پیش آتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جہالت کے ساتھ برتاؤ کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اگر تُو ایسا ہی کرتا ہے جیسا کہ تُونے کہا تو تُو ان پر خاک ڈالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیرے لئے ان کے خلاف اس وقت تک ایک مددگار رہے گا جب تک تو اس حالت پر قائم رہے گا۔

(مسلم کتاب البر والصلۃ۔ باب صلۃ الرحم و تحریم قطیعتھا حدیث نمبر 6420)

آیئے! ہم نفسِ واحدہ بن کر اس مؤاخات کی از سرِ نو تعمیر کریں جو ہمارے آقا حضرت **محمد مصطفیٰ** صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کی تھی۔ ایک ایسی مؤاخات جو شادی کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔ ہماری گھر جنّت کے ایسے جزائر ہوں جہاں مسرّت، خوشی اور سکون کی ندیاں بہہ رہی ہوں۔ ہمارے گھر اسی جنت کا نمونہ ہوں جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنائی تھی۔ یہ صرف ہمارے لئے سکون کی جنت نہیں ہوگی بلکہ ہمارے خاندانوں کے لئے ہوگی۔ ایک باپ یہ کہہ سکے گا کہ میری بیٹی کا گھر دیکھیں یہاں خوشیاں رہتی ہیں۔ اگر ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کریں گے تو یہ مقصد حاصل کر سکیں گے۔ ہم اپنے گھروں کو آپؐ کے گھروں جیسا بنا کے اس میں وہ جنت لے کر آئیں جو ان کے گھر میں بستی تھی ایک تو وہ جنت تھی جہاں سے حضرت آدمؑ کو نکالا گیا مگر یہ وہ جنت ہوگی جہاں سے شیطان کو ہمیشہ کے لئے نکال دیس کیا ہو۔

ایک بھی بچی ایسی نہ ہو جس کی آنکھوں میں آنسو ہوں۔ چھپ چھپ کے روتی ہو اپنے سسرال کی زیادتی سے ایک بھی ماں باپ ایسے نہ ہوں جو راتوں کی نیند سو نہ سکتے ہوں کہ ہماری لختِ جگر کا کیا حال ہوگا اور ایک بھی بوڑھی ماں، بیوہ ایسی نہ ہو جس کو یہ سننا پڑے کہ اس گھر میں یا یہ رہے گی یا میں رہوں گی۔ یہ تو وہ رویے نہیں ہیں جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھائے تھے۔

سامعین! اگر ہم تبدیلی لانا چاہتے ہیں اور دنیا کو ایک نمونہ دکھانا چاہتے ہیں کہ ہمارے گھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں کی طرح بنائے گئے ہیں۔ ایسے کہ آپؐ بھی دیکھیں تو فخر محسوس کریں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کے ایک خطبہ سے ایک اقتباس پیش کرتا ہوں جو میرے سارے بیان سے زیادہ مؤثر ہے۔

”ہر احمدی کو جو حقیقی مسلمان ہے ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے کہ شادی بیاہ ایک ایسا bond (معاہدہ) ہے، ایک ایسا کام ہے جو ایک لحاظ سے دینی فریضہ بن جاتا ہے اور بیویوں اور اس کے رحمی رشتوں کے حقوق ادا کرنے بہت ضروری ہیں۔ مردوں کی طرف سے بھی اور لڑکی والوں اور لڑکی کی طرف سے بھی۔ پس اگر یہ چیز یہ احساس شادی کرنے والے جوڑوں میں پیدا ہو جائے بلکہ ہر شخص میں، دونوں طرف کے سسرالیوں میں بھی تو گھریلو زندگیاں محبت اور پیار اور امن کے گہوارے بن جاتی ہیں“

(خطبہ نکاح 18 جون 2011ء بمقام بیت السبوح فرانکفرٹ جرمنی)

(بتعاون: النور آن لائن امریکہ جلسہ سالانہ امریکہ ایڈیشن 2023ء)

ضضضض

{46} {مشاہدات۔208}

ذاتیں وجہِ شرافت نہیں

یٰۤاَیُّہَاالنَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ وَّ اُنۡثٰی وَ جَعَلۡنٰکُمۡ شُعُوۡبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا ؕ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَاللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ (الحجرات: 14)

نہ فرق رنگ و نسل میں نہ ذات پات میں ہے
یہ دین کہتا ہے انسان سب برابر ہیں

(امۃ الباری ناصر)

سامعین! آج مجھے معاشرے میں بڑھتی ہوئی ایک بُرائی ذات پات میں فخر اور گھمنڈ کرنے کے حوالے سے گفتگو کرنی ہے جس کا عنوان ہے۔**"ذاتیں وجہِ شرافت نہیں"**

یہ دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ ہیں مکمل الفاظ یہ ہیں۔ **"یہ جو مختلف ذاتیں ہیں یہ کوئی وجہِ شرافت نہیں۔** خدا تعالیٰ نے محض عُرف کے لئے ذاتیں بنائی ہیں"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 24 دسمبر 2004ء)

اللہ تعالیٰ نے اُمّتِ مسلمہ کو ذات پات کے حوالے سے سنہری اصول عطا فرمائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّہَاالنَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ وَّ اُنۡثٰی وَ جَعَلۡنٰکُمۡ شُعُوۡبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا ؕ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَاللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ (الحجرات: 14)

اے لوگو! یقیناً ہم نے تمہیں نر اور مادہ سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بلا شبہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متّقی ہے۔ یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) ہمیشہ باخبر ہے۔

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ معزز اُس شخص کو قرار دیا ہے جو لوگوں میں سب سے زیادہ متّقی اور پرہیز گار ہے نہ کہ وہ شخص جو ذات پات یا حسب و نسب پر فخر کرتا ہو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رشتوں کی تلاش میں بھی یہ اسلامی اصول فرما دیا کہ لوگ تین وجوہات کی وجہ سے شادی کرتے تھے اوّل لڑکی یا لڑکا خوبصورت ہو۔ دوم جائیداد والے ہوں اور سوم حسب و نسب والے ہوں۔ اے مسلمان! تم جب رشتہ کی تلاش میں نکلو تو نیک، صالح اور پرہیز گار لڑکی یا لڑکے کی تلاش کرو تا اولاد کی تعلیم و تربیت کماحقہٗ ہو سکے اور وہ بھی دیندار اور متّقی ہو۔ تا وہ بھی آئندہ مستقبل میں رشتہ زوجیت میں منسلک ہوتے وقت اِسی اصول کے پابند ہوں اور یہ سلسلہ تا ابد چلتا رہے۔

سامعین! اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا آیت میں جَعَلۡنٰکُمۡ شُعُوۡبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا کے الفاظ جو استعمال فرمائے اُس سے خاندانوں کا تعارف مقصود ہوتا ہے شاید اِسی لئے نسب کو جاننے کے لئے شَجَرَۃٌ کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور کسی خاندان کی پہچان کے لئے کہتے ہیں کہ اُس کا شجرہ نسب یہ ہے۔ شجرہ کے معانی درخت کے ہوتے ہیں جس طرح درختوں کی پہچان مختلف ناموں سے ہوتی ہے اِسی طرح خاندانوں کی پہچان کے لئے ذاتوں کے نام رکھے گئے ہیں اِس سے زیادہ کوئی اور حیثیت نہیں۔ جبکہ حسب و نسب کے تحت لکھا ہے کہ نسب کہتے ہیں کسی کی اصل کو یعنی کوئی کس درخت کا پھل اور جدّ کی آل اولاد ہے جبکہ حسب کا مطلب ہے اُس خاندان کے مورثِ اعلیٰ کے ذاتی اوصاف، صلاحیّتیں، قابلیت اور لیاقت کیا ہے۔

اِس آیت میں لفظِ تعارف کے تحت یہ بات بھی نوٹ کرنے والی ہے کہ پہچان کے معنی یہ ہیں کہ ایک ہی نام اور شکل کے اگر زیادہ لوگ ہیں تو اُن کے ناموں کے ساتھ اُن کی قوم یا قبیلے کے نام لگا کر اُن کی پہچان ہو سکے اور دوسرے یہ کہ دنیا میں قومی تشخص بھی قائم رہے۔

انسان کی ذات یا اُس کا حسب و نسب اس کے بہترین ہونے پر دلالت نہیں کرتا بلکہ بہترین مخلوق کون ہیں، اس بارہ میں اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ہُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ (البينة:8)

یعنی یقیناًوہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے، یہی ہیں وہ جو بہترین مخلوق ہیں۔

سامعین! قرآن کریم کے بعد احادیث کا نمبر آتا ہے جو قرآن کی سب سے اولین تشریح و تفسیر ہے جو پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ آپؐ نے فرمایا کہ

اَلْحَمدُ للهِ الَّذِي اَذْهَبَ عَنْكُمْ عَيْبَةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَتَكَبُّرِهَا بِآبَائِهَا النَّاسَ رَجُلَانِ بِرٌّ تَقِيٌّ كَرِيْمٌ عَلَى اللهِ وَ فَاجِرٌ شَقِيٌّ هَيِّنٌ عَلَى اللهِ وَالنَّاسُ بَنُوْ آدَمَ وَخَلَقَ اللهُ آدَمَ مِنْ تُرَابٍ

(الدر المنثور للسيوطي، جلال الدين جلد 7صفحہ 579)

کہ شکر ہے اُس خدا کا جس نے تم سے جاہلیت کا عیب اور غرور دور فرمایا۔ پس اے لوگو! تمام انسان صرف دو قسم کے ہیں۔ ایک نیک، پرہیز گار، اللہ کی نگاہ میں عزت والے۔ دوسرا فاجر بدبخت جو اللہ کی نگاہ میں ذلیل ہوتا ہے۔ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم کو اللہ نے مٹی سے بنایا۔ اِس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو یہ پیغام دیا ہے کہ ذات پات کچھ چیز نہیں، سب سے بڑھ کر نیکی اور تقویٰ ہے، جس میں یہ پایا جائے وہ اللہ کی نظر میں عزت پا گیا اور جس میں یہ نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ذلیل ٹھہرا۔

اِسی طرح رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى أَعْجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوَى

(مسند احمد، حدیث نمبر23489)

اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ یاد رکھو! کسی عربی کو کسی عجمی پر کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سرخ کو سیاہ پر اور کسی سیاہ کو کسی سرخ پر سوائے تقویٰ کے اور کسی وجہ سے فضیلت حاصل نہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے:

إِنَّ اللهَ لاَ يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلَكِنْ إِنَّمَا يَنْظُرُ إِلَى أَعْمَالِكُمْ وَقُلُوبِكُمْ

(ابن ماجه ، حديث : 4143)

بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے اعمال اور دلوں کو دیکھتا ہے۔

ایک اور موقع پر آپؐ نے فرمایا:

"تم سب آدمؑ کی اولاد ہو اور آدمؑ مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔ لوگو! اپنے باپ دادا کے نام پر فخر کرنے سے باز آجاؤ ورنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ریت کے تودوں اور آبی پرندوں سے بھی زیادہ ہلکے ہو جاؤ گے۔"

(مسند احمد جلد 14 مطبوعہ بیروت 1997ء حدیث نمبر 8736)

پھر فرمایا۔ "تمہارے یہ نسب نامے کوئی کام دینے والے نہیں۔ تم سب حضرت آدمؑ کے بیٹے ہو۔ کسی کو کسی پر فضیلت نہیں۔ ہاں فضیلت دین و تقویٰ سے ہے۔ انسان کو یہی برائی کافی ہے کہ وہ بدگو، بخیل اور فحش کلام ہو۔" (مسند احمد جلد 28 مطبوعہ بیروت 1999ء حدیث نمبر 1744)

سامعین! پھر آپؐ کیا ہی عمدہ رنگ میں مسلمانوں کو عجز و انکساری کی یوں تلقین فرماتے ہیں۔

"تمام مخلوقات اللہ کی عیال ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوقات میں سے وہ شخص بہت پسند ہے جو اُس کے عیال (مخلوق) کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اور اُن کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے۔"

(ابوداؤد بحوالہ حدیقۃ الصالحین مطبوعہ 2003ء صفحہ 679)

دیکھو! نہ ذات پات نہ نام و نسب شفا
پر دوست جب بناؤ تو کردار دیکھ کر

سامعین! ذات پات کے خلاف تعلیم کی ضرورت اِس لئے پیش آئی کہ عرب اقوام میں بھی ذات پات عروج پر تھی۔ جنگِ بدر کے موقع پر جب کفارِ مکہ کی طرف سے تین سردارانِ قریش عتبہ، شیبہ اور ولید میدان میں نکلے اور قدیم دستور کے مطابق مقابلے کے لیے مبارز طلب کی تو لشکرِ اسلام میں سے مدینے کے تین انصار صحابہ تیار ہوئے لیکن اُن متکبّر سردارانِ قریش نے کہا کہ اِن زمین کھودنے والوں سے لڑنا ہماری ہتک ہے اِس لیے ہمارے پایہ کے (یعنی قریشی) بھجواؤ۔ اِس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہؓ کو بھجوایا جن کے ہاتھوں یہ کفارِ مکہ مارے گئے۔ جب لڑائی ختم

ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی جا کر معلوم کرے کہ ابو جہل کا کیا حال ہے؟۔ اِس پر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ گئے اور جب یہ ڈھونڈتے ہوئے ایک جگہ پہنچے تو دیکھا کہ ابو جہل زندگی کی آخری سانسیں لے رہا تھا۔ یہ دشمنِ اسلام دو انصاری نوجوانوں حضرت معاذؓ اور حضرت معوذؓ کے ہاتھوں شدید زخمی ہو کر گرا ہوا تھا۔ ابو جہل نے اُنہیں دیکھ کر بڑی حسرت سے کہا: لَوْ غَيْرَ اِكَارٍ قَتَلَنِيْ۔ یعنی اے کاش! مَیں کسی کاشتکار کے ہاتھوں مارا نہ جاتا۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیّینؐ مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمدؓ، صفحہ 360-363، مطبوعہ 2001ء)

اِس واقعہ سے با آسانی اندازہ ہو سکتا ہے کہ قومِ قریش کس حد تک اِس مرض میں مبتلا تھی۔ مگر یہ فخر اور نسلی گھمنڈ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے ساتھ آپ کی تربیت اور آپؐ کی قوتِ قدسیہ کے باعث عجز و انکساری میں بدل گیا اور یہی قوم انتہائی درجہ کی مُنکسرُ المزاج ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ سے اِن لوگوں کے سارے گند دھوئے گئے اور ایک ایسا معاشرہ قائم ہوا جہاں نسلی تفاخر کا نام ونشان نہ تھا۔ چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ مکہ کے معاشرے میں ایک سردارانہ مقام رکھنے والے حضرت عمرؓ حضرت بلالؓ کو جو قبل از اسلام محض ایک حبشی غلام تھے خاص احترام کے ساتھ ”سیّدنا بلال“ کہہ کر مخاطب فرماتے۔ اِس حوالے سے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں:

”مَیں جب اِس زمانہ کے امریکن حبشی ٹام اور آج سے چودہ سو سال قبل کے عربی حبشی بلالؓ کے حالات پر نگاہ کرتا ہوں تو ایک عجیب منظر نظر آتا ہے...... عربی غلام (یعنی بلالؓ) جب بادشاہِ وقت (عمر بن الخطابؓ) سے ملنے کے لئے جاتا ہے تو باوجود اِس کے کہ اُس وقت بڑے بڑے رؤسائے عرب بادشاہ کی ملاقات کے انتظار میں دروازے پر بیٹھے ہوتے ہیں۔ بادشاہِ وقت بلالؓ کی خبر پا کر اُن رؤسائے عرب کو جو وہ بھی مسلمان ہی تھے نہیں بلاتا اور بلالؓ کو فوراً بلا لیتا ہے اور جب بلالؓ ملاقات سے فارغ ہو کر چلا جاتا ہے تو پھر اُس کے بعد اُن رؤسائے عرب کی باری آتی ہے اور جب اِس بادشاہ کی مجلس میں بلالؓ کا ذکر آتا ہے تو بادشاہ کہتا ہے بلالؓ ہمارا سردار ہے۔“ (ماخوذ از سیرت خاتم النبیّینؐ مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمدؓ، صفحہ 402، مطبوعہ 2001ء)

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قرآن کی تفسیر و تشریح کرنے کا حق اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپؐ کے روحانی فرزند اور اِس اُخروی دور کے حکم وعدل حضرت مسیح موعودؑ کو سونپا ہے۔ آپؑ اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

"بعض نادان ایسے بھی ہیں جو ذاتوں کی طرف جاتے ہیں اور اپنی ذات پر بڑا تکبر اور ناز کرتے ہیں۔بنی اسرائیل کی ذات کیا کم تھی جن میں نبی اور رسول آئے تھے لیکن کیا اُن کی اس اعلیٰ ذات کا کوئی لحاظ خدا تعالیٰ کے حضور ہوا جب اس کی حالت بدل گئی۔ ابھی مَیں نے کہا ہے کہ اِن کا نام سؤر اور بندر رکھا گیا اور اسے اس طرح پر انسانیت کے دائرہ سے خارج کر دیا۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ بہت لوگوں کو یہ مرض لگا ہوا ہے۔ خصوصاً سادات اس مرض میں بہت مبتلا ہیں۔ وہ دوسروں کو حقیر سمجھتے ہیں اور اپنی ذات پر ناز کرتے ہیں۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے ذات کچھ بھی چیز نہیں ہے اور اُسے ذرا بھی تعلق نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو سید وُلد آدم اور افضل الانبیاء ہیں انہوں نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے صاف طور پر فرمایا کہ اے فاطمہؓ! تو اس رشتہ پر بھروسہ نہ کرنا کہ مَیں پیغمبر زادی ہوں۔ قیامت کو یہ ہرگز نہیں پوچھا جاوے گا کہ تیرا باپ کون ہے۔ وہاں تو اعمال کام آئیں گے۔ مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے قرب سے زیادہ دور پھینکنے والی اور حقیقی نیکی کی طرف آنے سے روکنے والی بڑی بات یہی ذات کا گھمنڈ ہے کیونکہ اس سے تکبر پیدا ہوتا ہے اور تکبر ایسی شئے ہے کہ وہ محروم کر دیتا ہے۔ علاوہ ازیں وہ اپنا سارا سہارا اپنی غلط فہمی سے اپنی ذات پر سمجھتا ہے کہ مَیں گیلانی ہوں یا فلاں سیّد ہوں۔ حالانکہ وہ نہیں سمجھتا کہ یہ چیزیں وہاں کام نہیں آئیں گی۔ ذات اور قوم کی بات تو مرنے کے ساتھ ہی الگ ہو جاتی ہے۔ مَرنے کے بعد اس کا کوئی تعلق باقی رہتا ہی نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں یہ فرماتا ہے مَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ۔(الزلزال:9) کوئی بُرا عمل کرے خواہ کتنا ہی کیوں نہ کرے اس کی پاداش اس کو ملے گی۔ یہاں کوئی تخصیص ذات اور قوم کی نہیں کی اور پھر دوسری جگہ فرمایا ہے اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَاللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ (الحجرات:14) اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

پس ذاتوں پر ناز اور گھمنڈ نہ کرو کہ یہ نیکی کے لیے روک کا باعث ہو جاتا ہے۔ہاں ضروری یہ ہے کہ نیکی اور تقویٰ میں ترقی کرو۔ خدا تعالیٰ کے فضل اور برکات اسی راہ سے آتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 340-341، ایڈیشن 2022ء)

پھر فرمایا۔

"اگر اللہ تعالیٰ کو تلاش کرنا ہے تو مسکینوں کے دل کے پاس تلاش کرو۔ اسی لئے پیغمبروں نے مسکینی کا جامہ ہی پہن لیا تھا۔ اسی طرح چاہئے کہ بڑی قوم کے لوگ چھوٹی قوم کو ہنسی نہ کریں اور نہ کوئی یہ کہے کہ میرا خاندان بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میرے پاس جو آؤ گے تو یہ سوال نہ کروں گا کہ تمہاری قوم کیا ہے بلکہ سوال یہ ہو گا کہ تمہارا عمل کیا ہے؟۔ اسی طرح پیغمبر خدا نے فرمایا ہے اپنی بیٹی سے کہ اے فاطمہؓ! خدا تعالیٰ ذات کو نہیں پوچھے گا، اگر تم کوئی برا کام کرو گی تو خدا تعالیٰ تم سے اس واسطے درگزر نہ کرے گا کہ تم رسول کی بیٹی ہو۔ پس چاہیے کہ تم ہر وقت اپنا کام دیکھ کر کیا کرو۔ اگر کوئی چوڑھا اچھا کام کرے گا تو وہ بخشا جاوے گا اور اگر سیّد ہو کر کوئی برا کام کرے گا تو وہ دوزخ میں ڈالا جاوے گا۔"

(ملفوظات جلد 3، صفحہ 370، ایڈیشن 1988ء)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ

"ایسے لوگ ہیں جو انبیاء علیہم السلام سے حالانکہ کروڑوں حصہ نیچے کے درجہ میں ہوتے ہیں جو دو دن نماز پڑھ کر تکبر کرنے لگتے ہیں اور ایسا ہی روزہ اور حج سے بجائے تزکیہ کے ان میں تکبر اور نمود پیدا ہوتی ہے۔ یاد رکھو! تکبر شیطان سے آیا ہے اور شیطان بنا دیتا ہے۔ جب تک انسان اس سے دور نہ ہو۔ یہ قبولِ حق اور فیضانِ الوہیت کی راہ میں روک ہو جاتا ہے کسی طرح سے بھی تکبر نہیں کرنا چاہیے نہ علم کے لحاظ سے نہ دولت کے لحاظ سے نہ وجاہت کے لحاظ سے، نہ ذات اور خاندان اور حسب نسب کی وجہ سے۔ کیونکہ زیادہ تر انہیں باتوں سے یہ تکبر پیدا ہوتا ہے اور جب تک انسان ان گھمنڈوں سے اپنے آپ کو پاک صاف نہ کرے گا۔ اس وقت تک وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک برگزیدہ نہیں ہو سکتا اور وہ معرفت جو جذبات کے موادِ ردّیہ کو جلا دیتی ہے اس کو عطا نہیں ہوتی کیونکہ یہ شیطان کا حصہ ہے اس کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔"

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ 275-276، ایڈیشن 1984ء)

وقت کی آواز

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں۔

"بعض لوگ خاندانوں اور ذاتوں اور شکلوں وغیرہ کے مسئلے میں الجھ جاتے ہیں اور پھر انکار کر دیتے ہیں۔ پھر ان مسئلوں میں اس طرح الجھتے ہیں تو پھر لڑکیوں کے رشتے طے کرنے میں دقت پیش آتی ہے۔ تو یہ ذاتیں وغیرہ بھی اب چھوڑنی چاہئیں۔ اس بارے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ **"یہ جو مختلف ذاتیں ہیں یہ کوئی وجہ شرافت نہیں**۔ خدا تعالیٰ نے محض عرف کے لئے ذاتیں بنائی ہیں اور آج کل تو صرف بعد چار پشتوں کے حقیقی پتہ لگانا ہی مشکل ہے۔ متقی کی شان نہیں کہ ذاتوں کے جھگڑے میں پڑے۔ جب اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ میرے نزدیک ذات کی کوئی سند نہیں۔ حقیقی مکرمت اور عظمت کا باعث فقط تقوی ہے"تو پھر ان چیزوں کے چکر میں نہیں پڑنا چاہیے۔"

(خطبات مسرور جلد دوم۔ خطبہ جمعہ فرمودہ 24 دسمبر 2004ء)

سامعین! ہم دیکھتے ہیں کہ نسلی تفاخر ایک ایسا مرض ہے جو انسانوں کو مختلف نسلی گروہوں میں تقسیم کر کے قومی اور ملکی ترقی میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہیں۔ ہمارا ایشیائی معاشرہ اُن معاشروں میں سے ایک ہے جہاں ذات پات میں فخر ومُباہات کے مرض کی جڑیں صدیوں پرانی ہیں۔ اِس بیماری کی چھاپ ہندوستان میں ہندو برادری میں بہت گہری ہے جہاں یہ قوم برہمن، کھشتری، ویش، شودر اور ملیچھ وغیرہ نسلی طبقات میں بٹی ہوئی تھی۔ بعض اقوام اعلیٰ سمجھی جاتی تھیں اور اُنہیں معاشرے میں ہر طرح کے حقوق حاصل تھے جبکہ ادنیٰ اقوام شودر اور ملیچھ وغیرہ سے عملاً جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا تھا اور مسمانوں نے یہ Cast System ہندوؤں سے مستعار لے کر اپنے ساتھ Travel کیا اور اپنے کمزور ایمانوں کی وجہ ہندوؤں سے لی گئی ذات پات اور رسم ورواج کی یہ چھاپ دن گزرنے کے ساتھ ساتھ گوڑی ہوتی گئی کہ ایک طرف ذاتوں میں ایسے اُلجھے کہ اپنی بچیاں ہم ذات رشتہ نہ ملنے کی وجہ بوڑھی ہوتی گئیں اور کئی بچیاں شادی جیسے اہم اسلامی حکم کی تعمیل کے بغیر اِس دنیا سے رخصت ہوئیں اور دوسری طرف ذات پات کا بھوت اِس حد تک اپنے اوپر سوار کر لیا کہ بعض پیشوں جیسے موچی، لوہار، جولاہا اور کمہار وغیرہ کو بھی Cast کا درجہ دے کر اِن جیسے پیشہ والوں کو حقیر مخلوق گردانتے لگے۔ اِن سے لین دین نہ کیا اور میل ملاپ سے بھی پرہیز برتا

اور یوں معاشرے میں نفرتیں بڑھتے بڑھتے معاشرہ مختلف چھوٹے چھوٹے گروہوں اور طبقات میں بٹنے لگا۔ نسلی افتراق بڑھا اور درجہ بندیاں ہوتی چلی گئیں۔ خاص طور پر زمیندار اقوام اور سادات میں اپنے آباواجداد کے نسلی تفاخر کا گھمنڈ آج بھی اُن میں سے اکثر میں موجود ہے اور پاک و ہند میں آج کے اِس ترقی یافتہ دَور میں بھی اِس طبقاتی منافرت کے آثار بڑے ہی واضح طور پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض جگہیں ایسی مخصوص کر دی جاتیں ہیں جہاں نیچ ذات کے لوگوں کا داخلہ منع ہوتا۔ پیری فقیری اور درگاہوں و خانقاہوں میں اونچ اور نیچ کا سلسلہ نمایاں نظر آتا ہے۔ پیر خود چارپائی یا تخت پوش پر براجمان ہوتے ہیں اور ماننے والوں کو زمین پر یا چارپائی کے پائنتیوں کی طرف بٹھایا جاتا ہے تاکہ برابری نہ ہوسکے۔ یہ گھمنڈ اور فخر کیسا؟ جبکہ تمام انسانوں کے اجزائے ترکیبی ایک ہی جیسے ہوتے ہیں۔ وہ مادہ جس سے ہر قوم وملّت کا انسان بنتا ہے ایک ہی جیسے عمل کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے اور رِحمِ مادر میں ایک ہی جیسی مدّت میں مختلف مراحل سے گزر کر انسانی شکل میں ڈھلتا اور پھر ایک ہی طریق سے پیدا ہو کر اِس دنیا میں آتا ہے۔ سب کا بنیادی ڈھانچہ بھی ایک ہی جیسا ہوتا ہے اور زندہ رہنے کے لیے سب میں ایک ہی جیسا نظام موجود ہوتا ہے۔ رگوں میں دوڑنے والے خون کا رنگ بھی سب کا ایک ہی جیسا ہوتا ہے۔ سب ہی ایک بدبودار قطرے یعنی نطفے سے پیدا ہوتے ہیں اور سب کا ہی جسم اپنی ماؤں کے خونِ حیض سے پرورش پاتا ہے۔ اِس مادہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حَمَاٍ مَسْنُوْن کے نام سے لکھا ہے جس کے معنی ہیں کہ گلے سڑے کیچڑ کے ہیں۔ پھر اکڑ کیسی، تکبّر اور نسلی تفاخر کیسا اپنی ذات پر۔

سامعین! جہاں تک پیشوں کا تعلق ہے اِن کا ذات پات سے کوئی تعلق نہیں اِن میں سے بعض پیشے ایسے مبارک ہیں جن کو انبیاء اور بزرگوں نے اپنایا۔ مثال کے طور پر حضرت نوحؑ نجار یعنی بڑھئی کا کام کرتے تھے اور جس کشتی کے بنانے کا اللہ تعالیٰ نے اُنہیں حکم دیا تھا، اُنہوں نے خود بنائی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کا خاندان لکڑی کے بت بنا کر بیچا کرتا تھا۔ حضرت عیسیٰؑ کی والدہ حضرت یوسفؑ نجار کی بیوی تھیں اور یہودی اُنہیں بڑھئی کا بیٹا کہا کرتے تھے۔ حضرت موسیٰؑ نے مدین جا کر وہاں آٹھ سے دس سال تک بھیڑ بکریاں چرانے کی ملازمت کی۔ (القصص:28-29) دونوں جہانوں کے بادشاہ اور سب نبیوں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اوائل عمری میں مکہ والوں کی بکریاں چرائی ہیں۔ آپؐ نے خود فرمایا۔ بکریاں چرانا

بھی انبیاء کی سنّت ہے اور مَیں نے بھی بکریاں چرائی ہیں۔ فقہ کے عظیم امام حضرت امام ابو حنیفہؒ کو کپڑے کے کاروبار کی وجہ سے اُن کے مخالفین اُنہیں جولاہا کہا کرتے تھے۔

سامعین! ابن خلدون نے اپنی کتاب مقدمہ تاریخ ابنِ خلدون میں حسب اور نسب پر بہت دلچسپ بحث کی ہے کہ دنیا میں ہر چیز فانی ہے تو حسب و نسب کو کیسے بقا ہو؟۔ تجربہ یہ کہتا ہے کہ چار یا پانچ پُشتوں تک لوگ یاد رکھتے ہیں یا خاندان والے خود بھلا دیتے ہیں بالخصوص حسب کو جس میں خاندان کی مشہور ہستیاں اور اُن کے اوصاف آتے ہیں۔ ابنِ خلدون لکھتے ہیں:

"دیکھئے! عالم عناصر کی ہر چیز فانی ہے اور ختم ہو جانے والی ہے۔ ذات کے اعتبار سے بھی اور حالات کے اعتبار سے بھی خواہ نباتات ہوں یا معدنیات یا حیوانات یا انسان۔ خاص طور پر انسان کے حالات پر نظر ڈالئے۔ اِن میں قسم قسم کے علوم پیدا ہوتے ہیں پھر مٹ مٹا کر نذرِ فنا ہو جاتے ہیں۔ یہی دیگر صنعتوں کا حال ہے۔ در حقیقت حسب یا شرافت اُن انسانی عوارض میں سے ہے جو لوگوں کو عارض ہوتے رہتے ہیں۔ اِس لئے یہ نذرِ فنا ہو کر رہتا ہے..... پھر شرافت کی زیادہ سے زیادہ حد چار پشتوں تک ہے ..... یہ دعویٰ کہ حسب صرف چار پشتوں تک چلتا ہے غالب کے اعتبار سے ہے، کوئی کلی قاعدہ نہیں کیونکہ بعض خاندان چار پشتوں تک پہنچنے سے پہلے ہی اپنی شرافت و عظمت کھو بیٹھتے ہیں، فنا کے گھاٹ اتر جاتے ہیں اور اُن کی عمارت آ گرتی ہے اور کبھی حسب و شرف پانچ اور چھ پشتوں تک بھی لگاتار چلتا رہتا ہے۔ البتہ چار پشتوں کے بعد روبہ انحطاط ضرور ہو جاتا ہے اور زوال کی طرف بڑھنے لگتا ہے۔"

(مقدمہ ابنِ خلدون مطبوعہ 1986ء صفحہ 360-362)

ہر اِک نیکی کی جڑ یہ اِتّقا ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے
یہی اک فخر شانِ اولیاء ہے
بجز تقویٰ زیادت اِن میں کیا ہے

ضضض

{47 } {مشاہدات۔290}

ذاتی اصلاح کے لئے عملی کوششیں

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ
(البقرہ:122)

ترجمہ: اور اپنے نفوس کے لئے (کچھ) آگے بھیجو اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ تم ضرور اس سے ملنے والے ہو اور مومنوں کو (اس امر کی) بشارت دے دے۔

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

معزز سامعین! آج مجھے ایسے موضوع پر لب کشائی کرنے کا موقع میسّر آرہا ہے جس کا آغاز کرنے سے قبل ایک بار مجھے اپنے گریبان میں جھانک کر اپنا جائزہ لینے اور اپنا محاسبہ کرنے کی توفیق مِل رہی ہے کہ ذاتی اصلاح کے لیے جن عملی کوششوں کا ذکر مَیں کرنے جارہا ہوں۔ کیا مَیں اُس پر کما حقہ عمل کر رہا ہوں؟

ذاتی اصلاح کے لیے جس عملی کوشش کی سب سے پہلے ضرورت محسوس ہوتی ہے وہ محاسبہ نفس ہے جس کی طرف قرآن و حدیث اور آج کے مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے کرام نے بہت زیادہ توجہ دلائی ہے۔ جس آیت کی خاکسار نے تقریر کے آغاز میں تلاوت کی ہے اُس میں نفوس کے لیے آگے بھیجنے سے مراد یہی ہے کہ اِس دنیا میں ہی اپنے نفوس کا محاسبہ کرتے ہوئے اس امر کا جائزہ لیتے رہو کہ کیا آپ کے اعمال اِس قابل ہیں کہ وہ جنت کا دروازہ کھٹکھٹا سکیں اور آپ کو جہنم سے بچا سکیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کی زندگی کے

لیے عمل کرے اور عاجز وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کرے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی آرزوؤں کی تکمیل کا خواہشمند ہو۔ (جامع ترمذی کتاب الزہد)

اِسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو محاسبہ کی یوں پُرزور تلقین فرمائی۔

''حساب خداوندی سے پہلے اپنے اعمال کی جانچ پڑتال کر لو اور عذاب سے پہلے اس دن کے لیے راستہ تیار کر لو اور وقت سے پہلے کوچ کا سامان مہیا کر لو۔ کیونکہ وہ عدل اور انصاف اور فیصلہ برحق کا مقام ہے۔ جس نے پہلے ڈرایا اور اس نے کسی قسم کی کوتاہی کے بغیر اپنا فرض ادا کیا۔'' (خطبات نبویؐ صفحہ 54)

حضرت عمر فاروقؓ کا ایک مشہور قول ہے کہ حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا کہ اپنا محاسبہ کر لو قبل اس کے تمہارا کوئی حساب کتاب لے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام محاسبہ نفس کی اہمیت کو ایک نہایت ہی لطیف مثال سے واضح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''ہر ایک نور یا اندھیرا پہلے دل میں پیدا ہوتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ تمام بدن پر محیط ہو جاتا ہے۔ سو اپنے دلوں کو ہر دم ٹٹولتے رہے اور جیسے پان کھانے والا اپنے پانوں کو پھیرتا رہتا ہے اور ردّی ٹکڑے کو کاٹتا ہے اور باہر پھینکتا ہے اسی طرح تم بھی اپنے دلوں کے مخفی خیالات اور مخفی عادات اور مخفی جذبات اور مخفی ملکات کو اپنی نظر کے سامنے پھیرتے رہو اور جس خیال یا عادت یا ملکہ کو ردّی پاؤ اُس کو کاٹ کر باہر پھینکو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے سارے دل کو ناپاک کر دیوے اور پھر تم کاٹے جاؤ۔'' (ازالہ اوہام صفحہ 827)

آپ علیہ السلام نے ذاتی اصلاح کے لیے جن امور کی ضرورت ہوتی ہے اُن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو اور مخلوق کی پرستش نہ کرو اور اپنے مولیٰ کی طرف منقطع ہو جاؤ اور دنیا سے دل برداشتہ رہو اور اُسی کے ہو جاؤ اور اُسی کے لیے زندگی بسر کرو اور اُس کے لیے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیونکہ وہ پاک ہے۔ چاہیے کہ ہر ایک صبح تمہارے لیے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لیے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔''

(کشتی نوح صفحہ 17)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

”یاد رکھو کہ صرف لفّاظی اور لسّانی کام نہیں آسکتی، جب تک کہ عمل نہ ہو۔ محض باتیں عند اللہ کچھ بھی وقعت نہیں رکھتیں۔“ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 48۔ ایڈیشن 2003ء)

پھر آپؑ نے فرمایا کہ:

”اپنے ایمانوں کو وزن کرو۔ عمل ایمان کا زیور ہے۔ اگر انسان کی عملی حالت درست نہیں ہے تو ایمان بھی نہیں ہے۔ مومن حسین ہوتا ہے۔ جس طرح ایک خوبصورت انسان کو معمولی اور ہلکا سا زیور بھی پہنا دیا جائے تو وہ اُسے زیادہ خوبصورت بنا دیتا ہے۔ اگر وہ بدعمل ہے تو پھر کچھ بھی نہیں۔ انسان کے اندر جب حقیقی ایمان پیدا ہو جاتا ہے تو اُس کو اعمال میں ایک خاص لذّت آتی ہے اور اُس کی معرفت کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ وہ اس طرح نماز پڑھتا ہے جس طرح نماز پڑھنے کا حق ہوتا ہے۔ گناہوں سے اُسے بیزاری پیدا ہو جاتی ہے۔ ناپاک مجلس سے نفرت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور رسول کی عظمت اور جلال کے اظہار کے لئے اپنے دل میں ایک خاص جوش اور تڑپ پاتا ہے۔“ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 249 ایڈیشن 1988ء)

سامعین! اب مَیں عملی کوششوں کی طرف آتے ہوئے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے ذاتی تعلق کو بیان کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا اور تمام درست اور مکمل اعضاء کے ساتھ پیدا کیا۔ ہمیں اشرف المخلوقات کے زُمرہ میں شامل کیا۔ اُس نے ہمیں اپنا مافی الضمیر ادا کرنے کی صلاحیتیں دیں۔ سوچنے کے لیے دماغ دیا اور کیڑے مکوڑوں اور جانوروں کی طرح لایعنی زندگی سے بچایا۔ اِن تمام نعمتوں کا شکرِ الٰہی بجالانے کے لیے اپنے اللہ سے مضبوط تعلق قائم کرنا بہت ضروری ہے تا خشیتِ الٰہی پیدا ہو اور ذاتی اصلاح کے ذرائع پیدا ہوتے رہیں۔

ہمیں اپنی اصلاح کے لیے خالص ہو کر خدا کی عبادت کرنے کی ضرورت ہے۔ تبھی شیطان کے حملوں سے بچا جا سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کے لئے، اُس کا قرب حاصل کرنے کے لئے صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنا اور اپنے عقیدے کی درستی کر لینا یہ کافی نہیں ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کو مدد کے لئے پکارنا ہو گا، اُس کے آگے جھکنا ہو گا۔ اُس کی عبادت خالص ہو کر

کرنی ہو گی۔ جہاں عملی کوشش ہو، توبہ اور استغفار کی طرف توجہ ہو، وہاں ایک انتہائی ضروری چیز نماز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بارہا قرآنِ کریم میں نماز کے قیام کی طرف توجہ دلائی ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز مومن کی معراج ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم رکھنے اور اِسے مضبوط سے مضبوط تر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ پنجوقتہ نمازیں بروقت ادا کی جائیں اور اگر باجماعت ادا ہو سکیں تو اِن کی ادائیگی مساجد یا نماز سینٹرز میں ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اسے ذاتی اصلاح کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ (العنکبوت:46)

ترجمہ: یقیناً نماز بے حیائی اور ہر ناپسندیدہ بات سے روکتی ہے۔ پس شیطان کے حملوں سے بچنے کے لئے خدا تعالیٰ کو مدد کے لئے پکارنے کا ایک بڑا ذریعہ نماز ہے۔ آجکل کے لغویات سے پُر ماحول میں تو اس کی طرف اور زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

سامعین! اِن نمازوں میں سے ایک نفلی عبادت یعنی تہجد بھی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ سورۃ بنی اسرائیل آیت 80 میں فرماتا ہے کہ یہ تہجد (ذاتی اصلاح کے لیے) تمہیں مقامِ محمود تک لے جاسکتی ہے۔

سامعین! ذاتی اصلاح کے لیے حقوق اللہ سے تعلق رکھنے والی ایک اہم کوشش قرآن کریم کی تلاوت اور ترجمہ و تشریح کے ساتھ اُس کا مطالعہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے جس کے متعلق فرمایا لَّا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الۡمُطَہَّرُوۡنَ (الواقعہ:80) کہ اِسے پاک صاف لوگ ہی چُھوتے ہیں اور پاک وصاف اور مطہر وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو ذاتی اصلاح کے تمام مراحل طے کر کے اس مقام پر پہنچتے ہیں۔ قرآن کریم میں درج اوامر ہر عمل کرنا اور نواہی سے رکنا ذاتی اصلاح کا ایک ذریعہ ہے۔ چین کے انقلابی لیڈر ماؤزے تنگ سے کسی نے پوچھا کہ یہ انقلاب کیسے لائے ہو تو اس نے جواب دیا کہ نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کردار کو اور قرآن کو پڑھ کر۔ لہذا باقاعدگی سے قرآن کریم کی تلاوت ترجمہ کے ساتھ کریں تب ہی آپ کو علم ہو گا کہ مَیں نے کون سی نیکی کرنی اور کون سی برائی چھوڑنی ہے۔ قرآن کریم سے ہی ہمیں ہر قسم کی ہدایت ملے گی۔ عملی حالتوں کی تبدیلی میں ہر برائی جس کا قرآنِ کریم میں ذکر ہے اُس کو چھوڑنا اور ہر نیکی جس کا قرآنِ کریم میں ذکر ہے اس کا اختیار کرنا شامل ہے۔ پس ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس

ارشاد کو ہر وقت سامنے رکھنا ہو گا کہ قرآنِ کریم کے سات سو حکموں میں سے ایک حکم کی بھی نافرمانی نہ کرو۔ پس ہمیشہ ہمیں اس کوشش میں رہنا چاہئے کہ بظاہر چھوٹے سے چھوٹے گناہ سے بھی بچنا ہے۔

ماہ رمضان میں روزے رکھیں کہ روزہ بھی اصلاح نفس کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ ہمیں صبر کرنا سکھاتا ہے۔ وہ باتیں جو عام دنوں میں ہمارے لیے جائز ہیں ہم نے ان کو روزے کی حالت میں چھوڑ کر کیسے صبر کرنا ہے۔

سامعین! اگر ذاتی اصلاح میں حقوق العباد کے حوالے سے بات کریں تو ماحول اور معاشرہ میں بسنے والے لوگوں کے ساتھ جہاں حسنِ سلوک سے پیش آنے کی تلقین ملتی ہے وہاں اپنی ذاتی اصلاح کر کے دوسروں کے لیے بھی نمونہ بننا ضروری ہے۔ یہ بھی ایک فعال ذریعہ ہے ذاتی اصلاح کا۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اپنی عیال قرار دیا ہے جس طرح ہم اپنے عیال کے لیے نمونہ بنتے ہیں۔ اُن سے حسنِ سلوک کرتے ہیں اسی طرح عیالُ اللہ کا حصہ رہتے ہوئے دوسروں کے لیے جہاں نمونہ بنناہے وہاں ان سے حسنِ سلوک بھی کرنا ہے۔

حقوق العباد میں ماں باپ سے حسن سلوک بھی ہے۔ بیوی بچوں کے حقوق ہیں ان کی ادائیگی کی طرف توجہ دیں۔ رشتہ داروں میں سے کوئی مدد کا حقدار ہے اس کی مدد کریں۔ ہمسائیوں کا خیال کریں۔ آپ کی حرکات سے، آپ کی زبان سے کسی کو دکھ نہ پہنچے۔ ان کے لیے بحیثیت احمدی مسلمان آپ ایک نمونہ ہوں۔

عملی حالت کی روک میں عادت کا بہت بڑا دخل ہے۔ آجکل ہم دیکھتے ہیں خاص طور پر نوجوانوں میں فلمیں دیکھنے کا بڑا رجحان ہے۔ انٹرنیٹ پر کئی کئی گھنٹے صرف کر دیتے ہیں ایک نشے کی سی عادت بن گئی ہوئی ہے۔ کھانا نہیں کھائیں گے، نمازوں کا کچھ خیال نہیں، انٹرنیٹ پر بیٹھے ہیں تو بیٹھے چلے جائیں گے۔ رات دیر گئے تک بیٹھے ہیں فلمیں یا وڈیوز دیکھ رہے ہیں دیر سے سونے کی وجہ سے تہجد تو دُور فجر کی نماز بھی رہ جاتی ہے۔ نہ بچوں کی پرواہ، نہ بیوی کی پرواہ۔ پس یہ جو عادتیں ہیں، یہ عملی اصلاح میں روک کا بہت بڑا کردار ادا کرتی ہیں۔ بعض ہیں وہ باہر دوستوں میں سارا وقت گزار دیتے ہیں۔ خواتین ہیں وہ دن کا ایک بڑا حصہ ٹیلی فون پر

باتیں کرنے میں گزار دیتی ہیں جن میں زیادہ تر دوسروں کی غیبت ہی ہوتی ہے۔ لہذا ہمیں اپنی اصلاح کے لیے ان بری عادات سے بھی چھٹکارا حاصل کرنا ہوگا۔

بعض اوقات انسان کے لیے اپنے رشتے اس کے اعمال کی درستی میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ اس پر اپنے ماں باپ، بیوی بچوں کی محبت اتنی حاوی ہو جاتی ہے کہ وہ بھول جاتا ہے کہ میں جو یہ کام کر رہا ہوں، رشوت لے رہا ہوں، کسی کے ساتھ غبن کر رہا ہوں، کسی کو دھوکہ دے رہا ہوں اپنے خاندان کی خاطر یہ میں ان کی بھلائی نہیں کر رہا بلکہ اپنے اعمال کو جہنم کی طرف لے کر جا رہا ہوں۔ اس لیے اپنے اعمال میں خدا تعالیٰ کی محبت کو بیوی بچوں کی محبت پر ترجیح دیں کوئی ایسا کام نہ کریں جو خدا کی ناراضگی کا باعث بنے۔

تکبر سے بچیں، عاجزی اختیار کریں۔ لوگوں سے محبت سے پیش آئیں۔ میاں بیوی ایک دوسرے کے فرائض اور حقوق کا خیال رکھیں۔

ہر کام کرتے وقت یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ اس کام کے نتائج نیک ہیں یا نہیں۔ اس کام کو کرنے کی مجھے اجازت ہے یا نہیں۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس بات پر عمل کر رہا ہوں یا نہیں کہ قرآنِ کریم کے جو سات سو حکم ہیں اُن پر عمل کرو۔ کہیں میں ان سے دُور تو نہیں جا رہا۔

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ذاتی اصلاح کا ایک ذریعہ جماعتی خدمات، جماعتی میٹنگز اور جلسوں میں شرکت کو قرار دیا ہے۔ ہمارے اجلاسات، جماعتی میٹنگز، اجتماعات اور جلسے سب کچھ ہمیں ہماری اصلاح کی تعلیم دیتے ہیں۔ ان سے ہم کچھ نہ کچھ ضرور سیکھتے ہیں۔ دل میں خدا کا خوف پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے ہم کوشش کرتے ہیں کہ ہم کوئی ایسی بات کوئی ایسا عمل نہ کریں جس سے خدا تعالیٰ ناراض ہو۔ خود بھی جماعتی پروگرامز میں شامل ہوں اور اپنے بچوں کو بھی شامل کریں۔ یہ جماعتی پروگرامز ہمیں ایک خاندان کا حصہ بناتے ہیں اور جماعت کی مضبوطی کا باعث ہیں۔

ہر جمعہ کو ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہیں یہ خطبات بھی ہماری اصلاح کا ایک ایک ذریعہ ہیں۔ ان خطبات کو سنیں اور دیکھیں کہ ہمارے پیارے حضور ہمیں کس نیکی کا حکم دے رہے ہیں اور ہم نے ان کی باتوں پر عمل کرنا ہے۔ ہم خوش قسمت ہیں کہ ہماری

اصلاح کے لیے خلیفہ وقت کے قیمتی ارشادات ہیں جبکہ دنیا ان سے محروم ہے۔MTA دیکھیں۔ وہ ہماری اصلاح کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔

سامعین! حضور انور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کو اپنے اندر جذب کرنے اور اس دعا کا ذکر کر کے فرمایا کہ ”آپ علیہ السلام نے بھی یہ دعا دی کہ خدا تعالیٰ میری اِس جماعت کے دلوں کو پاک کرے اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کر کے اِن کے دل اپنی طرف پھر دے۔ (شہادۃ القرآن) اور فرمایا ”ہماری عملی اصلاح کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ دعائیں ہیں۔ یہ دلی جذبات ہیں۔ یہ درد ہے اور اِن جلسوں کا مقصد بھی یہی عملی اصلاح ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے یہ موقع عطا فرمایا کہ اِن تین دنوں میں اپنی عملی اصلاح کے جائزے بھی لیتے رہیں اور اِس طرف بھی توجہ دیں۔ ہمارے یہ معیار اس وقت قائم ہوں گے جب ہم ایک فکر کے ساتھ اس کی کوشش کریں گے۔ آپ علیہ السلام کا ایک ایک فقرہ اور ایک ایک لفظ درد انگیز اور ہمیں ہلا دینے والا ہے“ (خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 358)

سامعین! اب ایک طرف حضور ذاتی اصلاح کے لیے جلسوں میں شمولیت کو قرار دے رہے ہیں اور ساتھ ہی ایک اور ذریعہ یعنی مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف بھی احباب کی توجہ دلا رہے ہیں کیونکہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی تزکیہ نفس کرتی ہیں۔

سامعین! ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہمیں اس امام مہدی اور مسیح محمدی کو ماننے کی توفیق ملی اور ان روحانی خزائن کا ہمیں وارث ٹھہرایا گیا اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم ان بابرکت تحریروں کا مطالعہ کریں تا کہ ہمارے دل اور ہمارے سینے اور ہمارے ذہن اس روشنی سے منور ہو جائیں کہ جس کے سامنے دجال کی تمام تاریکیاں کافور ہو جائیں گی اللہ کرے کہ ہم اپنی اور اپنی نسلوں کی زندگیاں ان بابرکت تحریرات کے ذریعہ سنوار سکیں“

(پیغام حضور انور، بر موقع اشاعت روحانی خزائن کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن مؤرخہ 10 اگست 2008ء)

سامعین! وقت کی مناسبت سے ذاتی اصلاح کا ایک اور ذریعہ بیان کر کے مَیں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جوڑ کر پھر خلافت سے کامل اطاعت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ یہی چیز ہے جو جماعت میں مضبوطی اور روحانیت میں ترقی کا باعث بنے گی۔ خلافت کی پہچان اور اُس کا صحیح علم اور ادراک اس طرح جماعت میں پیدا ہو جانا چاہئے کہ خلیفہ وقت کے ہر فیصلے کو بخوشی قبول کرنے والے ہوں اور کسی قسم کی روک دل میں پیدا نہ ہو، کسی بات کو سن کر انقباض نہ ہو۔“

(خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 66)

پھر آپ ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”پس ہمیں اپنے اعمال اچھے کرنے کی ضرورت ہے، ہمیں اپنے دیانت اور امانت کے معیاروں کو اونچا کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اپنی آمد کے حلال ذرائع اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ نہیں کہ چند پیسوں کے لئے کو نسل کو دھوکہ دے کر اپنی سچائی کے معیار کو داؤ پر لگا دیں اور benefit حاصل کر لیں یا روپے حاصل کرنے کے لئے جھوٹے مقدمے کر دیں۔ ہمیں اپنے کام جو بھی ہمارے سپرد کئے جائیں، پوری تندہی اور محنت اور پوری خوش اسلوبی اور پوری دیانتداری سے کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر یہ ہو گا تو دین کے ساتھ دنیا کے میدان بھی ہم پر کھل جائیں گے۔ ان شاء اللہ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ غیروں پر عمومی طور پر جماعت کا اچھا اثر ہے لیکن اگر ہم بعض معمولی دنیاوی فائدوں کے لئے اپنی دیانت اور امانت کے معیاروں کو ضائع کرنے والے بنیں تو ہر ایک شخص جو یہ حرکت کرتا ہے، جماعت کو بدنام کرنے والا بھی بنے گا۔“ (خطبہ جمعہ 31/ جنوری 2014ء)

ہمارے پیارے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”حقیقت میں تو ہر نیکی جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں کرنے کا حکم فرمایا ہے، اُس کا حصول اور ہر برائی جس سے رکنے کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم فرمایا ہے، اُس سے نہ صرف رکنا بلکہ نفرت کرنا عملی اصلاح کی اَصل اور جڑ ہے۔ پس ہم تب حقیقی مسلمان کہلائیں گے، ہم تب زمانے کے امام کی حقیقی جماعت کے فرد کہلائیں گے جب نیکیاں اور اعلیٰ اخلاق ہم میں پیدا ہوں گے، جن کے پیدا کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ایک حقیقی مسلمان کو حکم دیا ہے۔ اور دوسری طرف بدی سے انتہائی کراہت کے ساتھ نفرت ہو........ کیا ہم میں سے ہر ایک بھرپور

کوشش کرتے ہوئے اپنی اس طرح عملی اصلاح کر رہا ہے جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ہمیں تعلیم دی ہے جو ہم سے یہ تقاضا کرتی ہے، یہ پوچھتی ہے کہ کیا ہم نے سچائی کے وہ معیار قائم کر لئے ہیں کہ جھوٹ اور فریب ہمارے قریب بھی نہ پھٹکے؟ کیا ہم نے اپنے دنیاوی معاملات سے واسطہ رکھتے ہوئے آخرت پر بھی نظر رکھی ہوئی ہے؟ کیا ہم حقیقت میں دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہیں؟ کیا ہم ہر ایک بدی سے اور بد عملی سے انتہائی محتاط ہو کر بچنے کی کوشش کرنے والے ہیں؟ کیا ہم کسی کا حق مارنے سے بچنے والے اور ناجائز تصرف سے بچنے والے ہیں؟ کیا ہم پنجگانہ نماز کا التزام کرنے والے ہیں؟ کیا ہم ہمیشہ دعا میں لگے رہنے والے اور خدا تعالیٰ کو انکسار سے یاد کرنے والے ہیں؟ کیا ہم ہر ایسے بد رفیق اور ساتھی کو جو ہم پر بد اثر ڈالتا ہے، چھوڑنے والے ہیں؟ کیا ہم اپنے ماں باپ کی خدمت اور اُن کی عزت کرنے والے اور امورِ معروفہ میں اُن کی بات ماننے والے ہیں؟ کیا ہم اپنی بیوی اور اُس کے رشتہ داروں سے نرمی اور احسان کا سلوک کرنے والے ہیں؟ کیا ہم اپنے ہمسائے کو ادنیٰ ادنیٰ خیر سے محروم تو نہیں کر رہے؟ کیا ہم اپنے قصور وار کا گناہ بخشنے والے ہیں؟ کیا ہمارے دل دوسروں کے لئے ہر قسم کے کینے اور بُغض سے پاک ہیں؟ کیا ہر خاوند اور ہر بیوی ایک دوسرے کی امانت کا حق ادا کرنے والے ہیں؟ کیا ہم عہدِ بیعت کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی حالتوں کی طرف نظر رکھنے والے ہیں؟ کیا ہماری مجلسیں دوسروں پر تہمتیں لگانے اور چغلیاں کرنے سے پاک ہیں؟ کیا ہماری زیادہ تر مجالس اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کرنے والی ہیں؟

اگر ان کا جواب نفی میں ہے تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی تعلیم سے دُور ہیں اور ہمیں اپنی عملی حالتوں کی فکر کرنی چاہئے۔ اگر اس کا جواب ہاں میں ہے تو ہم میں سے وہ خوش قسمت ہیں جن کو یہ جواب ہاں میں ملتا ہے کہ ہم اپنی عملی حالتوں کی طرف توجہ دے کر بیعت کا حق ادا کرنے والے ہیں۔“

(خطبہ جمعہ 6 دسمبر 2013ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”پس انسانی زندگی کا ہر قدم بڑا پھونک پھونک کر اُٹھنا چاہئے جہاں خالص خدا تعالیٰ کی رضا مقدم ہو، جہاں عقیدے میں پختگی ہو وہاں اعمال کی بھی ایسی اصلاح ہو کہ دنیا کو نظر آجائے کہ ایک احمدی اور دوسرے

میں کیا فرق ہے؟ پس ہمیں اس بات پر نظر رکھنی چاہئے کہ تمام قسم کی برائیوں سے بچنا ہے۔ تمام قسم کی نیکیوں کو اختیار کرنا ہے تاکہ عملی طور پر اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کریں۔ اپنے چھوٹوں کے لئے نمونہ بنیں۔ اپنے نوجوانوں کے لئے نمونہ بنیں۔ اپنے گھروں میں اپنے بیوی بچوں کے لئے نمونہ بنیں۔ اپنے ساتھ کام کرنے والوں کے لئے نمونہ بنیں، اپنی عملی حالتوں میں ہر چھوٹا بڑا وہ معیار حاصل کرے کہ ہر قسم کی بدی اور برائی کا بیج ہم میں سے ہر ایک میں ختم ہو جائے، اُس کی جڑ ہی ختم ہو جائے۔ اگر افرادِ جماعت میں سے ہر ایک نے اپنی مکمل اصلاح کی کوشش نہ کی تو جماعت میں ہر وقت کسی نہ کسی قسم کی برائی کا بیج موجود رہے گا اور موقع ملتے ہی وہ پھلنے پھولنے لگ جائے گا، پھوٹنے لگ جائے گا۔ پس ہر قسم کی برائیوں کی جڑوں کو ہم میں سے ہر ایک کو اپنے اندر سے ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ تبھی ہم ہر قسم کی برائیوں کو جماعت میں سے ختم کر کے عملی اصلاح کی حقیقی تصویر بن سکتے ہیں۔" (خطبہ جمعہ 30 مارچ 2012ء)

عملی اصلاح کی کوشش کرنے کے لیے دُعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کی توفیق دے وہ ہم سے خوش ہو اور ہم اس کی رضا کی جنتوں کے وارث بن سکیں۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ منصور چوہدری۔ جرمنی)

ضضضض

{48} {مشاہدات۔293}

ذاتی اصلاح کا ذریعہ خشیتِ الٰہی

فَلَا تَخۡشَوۡہُمۡ وَاخۡشَوۡنِیۡ ٭ وَلِاُتِمَّ نِعۡمَتِیۡ عَلَیۡکُمۡ وَلَعَلَّکُمۡ تَہۡتَدُوۡنَ (البقرۃ:151)

ترجمہ: پس ان سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو اور تا کہ مَیں اپنی نعمت کو تم پر پورا کروں اور تا کہ تم ہدایت پا جاؤ۔

ہمیں اُس یار سے تقویٰ عطا ہے
نہ یہ ہم سے کہ اِحسانِ خدا ہے
کرو کوشش اگر صدق و صفا ہے
کہ یہ حاصل ہو جو شرطِ لِقا ہے
یہی آئینۂ خالق نما ہے
یہی اِک جوہرِ سیفِ دعا ہے
ہر اِک نیکی کی جڑ یہ اِتّقا ہے
”اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے“
یہی اک فخر شانِ اَولیاء ہے
بجز تقویٰ زیادت ان میں کیا ہے
ڈرو یارو کہ وہ بینا خدا ہے
اگر سوچو، یہی دارُالجزاء ہے

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے **”ذاتی اصلاح کا ذریعہ خشیتِ الٰہی“**

اصلاحِ نفس اور ذاتی و عملی اصلاح کے بہت سے ذرائع کا ذکر ہمیں قرآن کریم، کتب احادیث اور ارشادات حضرت مسیح موعودؑ اور خطبات خلفائے کرام میں ملتا ہے۔ اِن میں سے ایک اہم ذریعہ خشیتِ الٰہی ہے۔ خشیت کے معنی ڈر اور خوف کے ہوتے ہیں۔ یعنی ہر دم انسان کے ذہن و دماغ میں اپنے باری تعالیٰ کا خوف اور ڈر رہے تو اصلاح کے مواقع میسر آتے رہتے ہیں۔ اِس مضمون کو ہم ''خدا دیکھ رہا ہے'' کا نام بھی دے سکتے ہیں کہ اگر ہمارے دل و دماغ میں یہ چیز سما جائے کہ مجھے خدا ہر آن دیکھ رہا ہے اور ہم میں سے ہر ایک کے گناہ ایسے دُھل جائیں جیسے detergent سے کپڑے دُھل کر اجلیٰ ہو جاتے ہیں۔

ہم بچپن میں ایک کہاوت سُنا کرتے تھے کہ کسی اللہ والے نے اپنے شاگردوں کو ایک ایک مرغی اور چھری دے کر ہدایت کی کہ اِسے ایسی جگہ پر ذبح کر کے لائیں جہاں خدا نہ دیکھتا ہو۔ تمام شاگرد اپنے استاد کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جلدی جلدی گئے اور مختلف جگہوں پر چھپ کر اپنی اپنی مرغیوں کو ذبح کر کے اپنے استاد کے پاس ہوتے گئے۔ ایک ہونہار اور قابل طالب علم کافی لمبے عرصہ کے بعد اپنی زندہ مرغی اور چھری کے ساتھ حاضر ہوا۔ استاد نے مرغی ذبح نہ کرنے کی وجہ پوچھی تو ہونہار شاگرد یوں گویا ہوا۔ استاد جی! آپ نے مرغی ذبح کرنے کی یہ شرط رکھی تھی کہ ایسی جگہ ذبح کی جائے جہاں خدا نہ دیکھ رہا ہو۔ میں مسجد میں، مدرسہ میں، اپنی رہائش گاہ اور اردگرد مختلف جگہوں میں چھپنے کی کوشش کی مگر مجھے کوئی ایسی جگہ نہیں ملی جہاں خدا نہ دیکھ رہا تھا۔ مَیں نے خدا کو ہر جگہ موجود پایا اس لئے معذرت مَیں اِس مرغی کو ذبح نہ کر پایا۔

میرے پیارے سننے والو! یہ ہے خشیتِ الٰہی کا پہلا قدم۔ اگر ہمارے اندر یہ خوف اور ڈر پیدا ہو جائے کہ میرا خدا مجھے دیکھ رہا ہے تو انسان اپنے اندر بدیوں کو خیر باد کہتا ہوا صوفیاء اور نیک لوگوں کے زُمرہ میں داخل ہوتا جائے گا اور لقائے باری تعالیٰ کی طرف سفر کرتا ہوا اپنے اللہ کو مل لے گا۔ اُس کا ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دسیوں مقامات پر ذاتی اصلاح کے لئے اپنے اندر خوفِ خدا پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے اور بارہا اِس امر کا ذکر فرمایا کہ اگر آپ خشیتِ الٰہی اپنے اندر پیدا کریں گے تو ہمارا قبلہ درست رہے گا۔ بکثرت ذکر الٰہی کریں گے۔ نیک اعمال بجا لائیں گے اور جنت کی بشارت ملے گی۔ اللہ تعالیٰ سورۃ ق آیت 34-35 میں فرماتا ہے۔

جو رحمان خدا سے غیب میں ڈرتا ہے اس حال میں کہ وہ قلبِ منیب یعنی جھکنے والے دل کے ساتھ آیا تو اُسے کہا جاتا ہے کہ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ یہی ہمیشہ رہنے والا دن ہے۔

اور سورۃ الانفال آیت 3 میں مومن کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومن صرف وہ ہیں جن کے سامنے جب اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ کہ اُن کے دل ڈر جاتے ہیں۔

گویا کہ اللہ کا ڈر انسان کو عبادات کی طرف مائل کرتا ہے، نمازوں کی ادائیگی کی طرف توجہ ہوتی ہے، ذکر الٰہی کا ذکر اوپر ہو گیا ہے، بزرگ انبیاء اور اللہ کے فرستادوں سے محبت بڑھتی ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت بار بار کرنے کو دل کرتا ہے، خلافت کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط سے مضبوط کرنے کو دل چاہتا ہے اور خلیفۃ المسیح سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور اِس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تمام امور ذاتی اصلاح کا موجب بنتے ہیں۔

سامعین! جہاں تک احادیث میں خشیتِ الٰہی، ذاتی اصلاح کے ذریعہ کا تعلق ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے روز ایسے سات آدمیوں کا ذکر فرمایا جن کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ رحمت میں جگہ دے گا اُن میں ساتواں اور آخری وہ شخص ہو گا جس نے خلوت یعنی تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور اُس کی محبت اور خشیت سے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ (مسلم کتاب الزکوۃ)

اب دیکھیں! اللہ تعالیٰ کی محبت اور خشیت مومن کی آنکھوں میں آنسو لانے کا موجب ہوتی ہے اُس وقت جب وہ تنہائی میں اللہ کو یاد کرتا ہے یعنی نماز تہجد میں۔

پیارے سامعین! خشیتِ الٰہی کو سمجھنے کے لئے اس سے بہتر مثال نہیں دی جاسکتی جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔ فرمایا:

”ایک شخص نے اپنے آپ پر بہت زیادتی کی، خوب گناہ کیے۔ جب وہ مرنے لگا تو اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ جب مَیں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا، پھر میرے جلے ہوئے جسم کو باریک پیس کر میری اس راکھ کو سمندری فضا کی ہوا میں اڑا دینا۔ خدا کی قسم! مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر مَیں اپنے خدا کے ہاتھ آ گیا تو میرے گناہوں کی وجہ سے وہ مجھے ایسی سزا دے گا جس کی مثال نہیں مل سکے گی۔ حضورؐ نے فرمایا چنانچہ اس کے

بیٹوں نے اس کی وصیت کے مطابق عمل کیا۔ لیکن خدا نے زمین کو حکم دیا کہ جہاں جہاں اس شخص کی راکھ کے ذرے گرے ہیں وہ سب واپس کر دو۔ چنانچہ وہ شخص پورے جسم کے ساتھ خدا کے حضور لرزاں ترساں آحاضر ہوا۔ خدا نے اس سے پوچھا تم نے ایسا کیوں کیا؟ اُس نے جواب دیا۔ اے میرے خدا! تیری خشیت اور تیرے خوف نے مجھے ایسا کرنے پر مجبور کیا۔ خدا کو اس کی یہ ادا اور احساسِ ندامت بہت پسند آیا اور اس کو بخش دیا۔" (حدیقۃ الصالحین، صفحہ 164-165۔ حدیث نمبر 115)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ہاں اگر اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت اور اس کی خشیت کا غلبہ دل پر ہو اور اس میں ایک رقّت اور گدازش پیدا ہو کر خدا کے لئے ایک قطرہ بھی آنکھ سے نکلے، تو وہ یقیناً دوزخ کو حرام کر دیتا ہے۔ پس انسان اس سے دھوکہ نہ کھائے کہ مَیں بہت رویا۔ اس کا فائدہ بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ آنکھ دُکھنے آجائے گی اور یوں امراضِ چشم میں مبتلا ہو جائے گا۔

مَیں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خدا کے حضور اس کی خشیت سے متاثر ہو کر رونا دوزخ کو حرام کر دیتا ہے لیکن یہ گریہ و بکا نصیب نہیں ہوتا جب تک کہ خدا کو خدا اور اس کے رسول کو رسول نہ سمجھے اور اس کی سچی کتاب پر اطلاع نہ ہو نہ صرف اطلاع بلکہ ایمان۔" (ملفوظات جلد اول صفحہ 272-273)

سامعین! حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو آنکھوں کو کبھی آگ نہیں چھوئے گی۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کی خشیت اور خوف میں روئے اور دوسری وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں حفاظت کرتے ہوئے بیدار رہے (ترمذی کتاب فضائل الجہاد) اور خشیتِ الٰہی انسان کو اللہ کی طرف مزید میلان پیدا کرتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن میں جب عذابِ الٰہی کا ذکر آئے تو استغفار پڑھا کرو۔ عذاب سے بچنے کے لئے دعا کیا کرو۔

مَیں سامعین کے سامنے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خشیتِ الٰہی کے واقعات اس لیے رکھ رہا ہوں تا بخوبی علم ہو کہ کس طرح خشیتِ الٰہی انسان کی اصلاح کے سامان پیدا کرتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب سے ہر لحظہ ڈرتے رہتے تھے ایک دفعہ فرمایا کہ مَیں بسا اوقات گھر میں پڑی کھجوروں میں سے ایک اُٹھا کر کھانے لگتا ہوں مگر اس گمان سے واپس رکھ دیتا ہوں کہ کہیں یہ صدقہ کی نہ ہو۔ اِسی طرح ایک دفعہ

آپؐ کے نواسے نے کھجور اُٹھا کر منہ میں ڈالی۔ آنحضورؐ نے اپنی انگشتِ مبارک سے نواسے کے منہ سے کھجور نکال کر باہر پھینکی اور نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم آل رسولؐ ہیں ہم صدقہ نہیں کھاتے۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ)

سامعین! حجۃ الوداع کے موقع پر میدان عرفات میں آپؐ نے خشوع خضوع و خشیت اور ابتہال سے بھری ہوئی جو دعا کی، وہ آپؐ کے خوف و ابتہال اور خشیت کا عجیب شاہکار ہے۔ آپؐ اپنے مولا کے حضور عرض کرتے ہیں:

"اے اللہ! تو میری باتوں کو سنتا اور میرے حال کو دیکھتا ہے۔ میری پوشیدہ باتوں اور ظاہر امور سے تو خوب واقف ہے۔ میرا کوئی بھی معاملہ تجھ پر کچھ بھی تو مخفی نہیں ہے۔ مَیں ایک فقیر اور محتاج ہی تو ہوں، تیری مدد اور پناہ کا طالب، سہما اور ڈرا ہوا، اپنے گناہوں کا اقراری اور معترف ہو کر تیرے پاس چلا آیا ہوں۔ مَیں تجھ سے ایک عاجز مسکین کی طرح سوال کرتا ہوں۔ تیرے حضور میں ایک گناہگار کی طرح زاری کرتا ہوں۔ ایک اندھے نابینا کی طرح خوف زدہ تجھ سے دعا کرتا ہوں۔ میری گردن تیرے آگے جھکی ہوئی ہے اور میرے آنسو تیرے حضور بہہ رہے ہیں۔ میرا جسم تیرا مطیع ہو کر سجدے میں گرا پڑا ہے اور ناک خاک آلودہ ہے۔ اے اللہ! تو مجھے اپنے حضور دعا کرنے میں بدبخت نہ ٹھہرا دینا اور میرے ساتھ مہربانی اور رحم کا سلوک فرمانا۔ اے وہ! جو سب سے بڑھ کر التجاؤں کو قبول کرتا اور سب سے بہتر عطا فرمانے والا ہے میری دعا قبول کر لینا۔"

(طبرانی)

باوجود اِس کے کہ آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت لرزاں ترساں رہتے تھے۔ خشیتِ الٰہی کے اعلیٰ مقام پر تھے اس کے باوجود آپؐ خشیتِ الٰہی کے لئے دُعا مانگا کرتے تھے کہ

اے اللہ! میرے نفس کو اپنا خوف اور تقویٰ نصیب کر دے۔ اِسے پاک کر دے پھر دعا کرتے کہ اے اللہ! اپنی وہ خشیت ہمیں عطا کر جو ہمارے اور ہماری نافرمانی کے درمیان حائل ہو جائے۔ (ترمذی)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”بسا اوقات لالچ، دوستانہ تعلقات، رشتے داری، لڑائی، بُغض اور کینے ان اعمال کے اچھے حصوں کو ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ مثلاً امانت کی جو مَیں نے مثال دی ہے، دوبارہ دیتا ہوں کہ انسان امانت کو اس نقطہ نظر سے نہیں دیکھتا کہ خدا تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہوا ہے، بلکہ اس نقطہ نگاہ سے دیکھتا ہے کہ اس خاص موقع پر امانت کی وجہ سے اُس کے دوستوں یا دشمنوں پر کیا اثر پڑتا ہے۔ اسی طرح وہ سچ کو اس نقطہ نہیں دیکھتا کہ سچ بولنے سے کوئی نقصان تو نہیں پہنچے گا؟ ایک انسان دوسرے انسان کے خلاف گواہی اس لئے دے دیتا ہے کہ فلاں وقت میں اُس نے مجھے نقصان پہنچایا تھا۔ پس آج مجھے موقع ملا ہے کہ میں بھی بدلہ لے لوں اور اُس کے خلاف گواہی دے دوں۔ تو اعمال میں کمزوری اس وجہ سے ہوتی ہے کہ خشیتُ اللہ کا خانہ خالی ہو جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے خدا تعالیٰ کے اس حکم کو سامنے رکھنا چاہئے کہ اپنے خلاف یا اپنے پیاروں اور والدین کے خلاف بھی تمہیں گواہی دینی پڑے تو دو اور سچائی کو ہمیشہ مقدم رکھو۔“

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 20 دسمبر 2013ء)

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(کمپوزڈ بائی: منہاس محمود۔ جرمنی)

ضضضض

{49} {مشاہدات۔291}

ذاتی اصلاح کے بغیر معاشرے کی اصلاح ممکن نہیں

وَمَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ(حم السجدہ:34)

ترجمہ: اور بات کہنے میں اس سے بہتر کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک اعمال بجالائے اور کہے کہ میں یقیناً کامل فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

میں اپنے پیاروں کی نسبت
ہرگز نہ کروں گا پسند کبھی
وہ چھوٹے درجہ پہ راضی ہوں
اور اُن کی نگاہ رہے نیچی

سامعین! آج مجھے ذاتی اصلاح کے بغیر معاشرے کی اصلاح ممکن نہیں پر کچھ کہنے کی جسارت کرنی ہے۔

جس آیت کی مَیں نے آپ حاضرین کے سامنے تلاوت اور ترجمہ پیش کیا ہے یہ زیرِ بحث عنوان کے لیے بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ اِس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہر انسان روزانہ ہی کئی قسم کی آوازیں یا پکار بناتا ہے لیکن سب سے بہتر اور خوبصورت آواز وہ ہے جو ایک انسان اپنے خالقِ حقیقی اللہ تعالیٰ کے لیے، اُس کی تعلیمات کو دنیا میں پھیلانے کے لئے بنائے اور جو آواز یا پکار وہ اللہ تعالیٰ کے لیے بنا رہا ہو یعنی معاشرے میں بسنے والے لوگوں اور عزیز و اقارب کو نیکی کی طرف اِس حال میں بلاؤ کہ آپ عَمِلَ صَالِحاً یعنی اعمالِ صالحہ بجالاتے ہو۔ جس نیکی کی طرف تم لوگوں کو بلا رہے ہو پہلے ضروری ہے کہ تم خود اُس پر عمل کرو۔ اگر تم خود اس پر عمل پیرا نہیں ہو تو تمہاری پکار میں وہ اثر نہیں ہو گا جو عمل کرنے کی صورت میں ہوتا ہے۔

ہم روزانہ ہی دنیا میں اِس بات کو نوٹ کرتے ہیں کہ مختلف ممالک کے سربراہوں یا مختلف سوسائیٹیوں کے انچارج صاحبان اور نگرانوں نے دو دو پیمانے رکھ چھوڑے ہیں۔ اپنے لیے وہ کچھ پسند کرتے ہیں اور دوسروں کے لیے کچھ اور پیمانہ ہے جس کی وجہ سے دنیا میں امن وشانتی مفقود نظر آتی ہے۔اس سلسلہ میں ہمارے سامنے سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ موجود ہے۔ آپؐ کی تعلیم بھی ہمیں یہی دعوت دیتی ہے کہ آپ کے قول و فعل میں یکسانیت ہونی چاہیے۔ایک داعی الی اللہ کو خصوصی طور پر اس امر کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ اگر ہم کسی کو نمازوں کی طرف بُلائیں گے اور خود نمازیں نہ پڑھیں تو اُس کو بلانا کیا اثر رکھے گا۔

سامعین! یہ مضمون اتنا وسیع ہے کہ اگر ہم اپنے خاندانوں اور معاشرے کا جائزہ لیں تو ہر فرد ہی داعی الی اللہ ہے۔والد اپنی اولاد کو نیکی کی نصیحت کرتا ہے تو وہ داعی الی اللہ ہے۔ماں اپنے بچوں کو نیکیوں کی طرف بُلاتی ہے تو وہ داعی الی اللہ ہے۔ بڑا بھائی یا بڑی بہن اپنے سے چھوٹے بہن بھائیوں کو اصلاحِ احوال کے لیے اچھی اچھی باتیں سُناتی ہے تو وہ بھی داعیان الی اللہ میں سے ہے۔یوں ہم میں سے ہر کوئی دوسرے کا استاد بھی بنتا ہے۔ دینی یا دنیاوی تعلیم دینے والے اساتذہ، طلبہ کے لیے معاشرے میں اصلاح کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ اس طرح جماعتِ احمدیہ ہر عہدیدار اپنی اپنی ذات اور اپنے اپنے سرکل میں نیکی کے کاموں کی تلقین کر کے دعیان الی اللہ کے مبارک گروہ میں شامل ہوتا ہے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ یہ سرکل تو انسان کی اپنی ذات سے شروع ہوتا ہے جب وہ اپنا محاسبہ اور محاکمہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو دعوتِ الی الخیر کر کے نماز کی طرف بلاتا ہے۔ تلاوتِ قرآن کریم کی طرف بُلاتا ہے، خلافت کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرنے کی اپنے آپ کو تلقین کرتا ہے اور نئے نئے عزم اور ارادے باندھتا ہے تو یہ تمام طریق دعوتِ الی اللہ کے طریق ہیں اور ان میں ایک دوسرے کے لیے نمونہ بننا بہت ضروری ہے ورنہ معاشرے میں بگاڑ پیدا ہو گا اور غیبت جو معاشرے میں بُرائیوں کی ماں ہے پھیلے گی اور لوگ آپس میں بیٹھ کر غیبت کریں گے کہ مجھے تو یہ شخص نیکی کی تلقین کرتا ہے خود اس پر عمل نہیں کرتا۔

سامعین! معاشرہ لوگوں سے بنتا ہے اس کی مثال ایک گلدستہ سے دی جا سکتی ہے جو تازہ بتازہ خوشبودار پھولوں سے تشکیل پاتا ہے۔ ہم نے عموماً دیکھا ہے کہ گلدستہ میں سے اگر کوئی پھول سوکھنے لگے تو اُسے فوراً

نکال کر نیا تازہ پھول لگادیا جاتا ہے یا اگر خوشبودار پھولوں کے گلدستہ میں کوئی بدبودار پھول لگ جائے تو وہ گلدستہ کی خوبصورتی اور خوشبو کو گہنا دیتا ہے۔ انسانوں کے معاشرے میں اللہ تعالیٰ نے ہسپتال کی مثال دی ہے جہاں روحانیت سے عاری یا بدیوں والے مریض علاج پا کر جنت کی راہ دیکھیں گے۔ ان مثالوں کو سامنے رکھ کر ہم پر لازم ہے کہ معاشرے کی تطہیر اور اصلاح کے لیے ہر فرد کی ذاتی اصلاح ضروری ہے اور معاشرے کا کوئی فرد اگر اپنی ذاتی اصلاح نہیں کرتا تو وہ معاشرہ کی خوبصورتی کو داغدار کر دے گا۔ اس کو بھی ایک مثال سے سمجھایا جاسکتا ہے۔ کہتے ہیں کہ کسی گاؤں کے نمبردار نے یہ حکم جاری کیا کہ گاؤں کے تالاب کو ہر فرد بشر حصہ لے کر گھر سے بالٹیوں کے ذریعہ پانی لا کر آج رات بھر دے۔ صبح تالاب میں معمولی پانی دیکھ کر نمبردار نے جب تفتیش کروائی تو پتہ چلا کہ بعض لوگوں نے یہ جان کر کہ اگر ہم اپنے حصّے کی بالٹی نہیں ڈالیں گے تو کیا فرق پڑے گا اس لیے تالاب پانی سے بھرنے سے رہ گیا۔ اِسی طرح معاشرہ کو روحانی پانی سے لبریز کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ماحول میں بسنے والا ہر شخص اپنے آپ کو روحانی پانی سے سیر اب کرے تا سارے ماحول اور معاشرہ میں روحانی پانی کی موسلا دھار بارش ہو اور ماحول میں بسنے والا ہر فرد اس روحانی پانی سے فیض یاب ہو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ہمارے غالب آنے کا ایک بہت بڑا ہتھیار عملی اصلاح بھی ہے۔ ہماری اپنی اصلاح سے ہی ہمارے اندر وہ قوت پیدا ہوگی جس سے دوسروں کی اصلاح ہم کر سکیں گے۔" (خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 20)

سامعین! ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے سن 2013ء اور سن 2014ء میں عملی اصلاح پر درجنوں خطبات ارشاد فرما کر احبابِ جماعت کی سَمت متعین فرمائی ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان خطبات میں قرآن واحادیث اور مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے احمدیت بالخصوص حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشادات کی روشنی میں اصلاحِ نفس اور اصلاح احوال کا لائحہ عمل متعین فرمایا ہے اور اپنے 10 جنوری 2014ء کے خطبہ جمعہ میں حضور نے فرمایا کہ عملی اصلاح کے لیے تین باتوں کا ہونا ضروری ہے۔ اوّل قوتِ ارادی، دوم صحیح اور پورا علم اور سوم قوتِ عملی۔ اس کی تفصیل میں فرمایا کہ اگر کسی انسان نے اپنی ذاتی اصلاح کرنی ہے تو اُسے بدیاں چھوڑنے یا اس سے دُور رہنے کے لیے پختہ عزم کرنا ہوگا اور

اپنے اوپر جبر کے ساتھ بُرائیوں اور بدیوں سے دُور رہنے کا پختہ اور مضبوط ارادہ کرنا ہو گا اور قوتِ عملی کو بھی میدان میں اُتارنا اور نیکیوں پر عمل کرنے کا بھی پختہ ارادہ باندھنا ہو گا۔

اس ضمن میں مثال کے طور پر وہ روایت پیش کر سکتے ہیں جس میں درج ہے کہ ایک بدّو نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یارسول اللہؐ! میرے اندر بہت سی بدیاں موجود ہیں۔ مَیں چوری بھی کرتا ہوں، مَیں شراب بھی پیتا ہوں اور مَیں زنا بھی کرتا ہوں۔ مجھے کوئی ایسا نسخہ بتائیں کہ مَیں اِن بدیوں سے آزاد ہو جاؤں۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ جھوٹ چھوڑ دو۔ دربارِ رسول چھوڑنے کے بعد رات کو حسبِ عادت اُس نے چوری کرنے کا ارادہ کیا مگر آنحضورؐ کی نصیحت اُسے یاد آگئی اور اس نصیحت نے اُسے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ اگر مَیں نے چوری کی اور آنحضورؐ کے پوچھنے پر اگر مَیں نے نہ میں جواب دیا تو یہ جھوٹ ہو گا اور اگر ہاں میں جواب دیا تو آنحضورؐ ناراض ہو جائیں گے کیونکہ یہ گناہ ہے۔ اُس بدّو نے یہی سوچ شراب پیتے وقت، زنا کرتے وقت اپنے اندر پیدا کی اور یوں وہ ان برائیوں کو خیرباد کہہ کر معاشرے کا ایک حسین اور مفید فرد بن گیا۔

سامعین! اسی مثال کو سامنے رکھ کر ہم میں سے ہر فرد معاشرے کی اصلاح کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”ہمیں اپنی عملی اصلاح کی حالتوں کے لئے بھی اس طرف دیکھنا ہو گا۔ ہمیں دیکھنا ہو گا کہ ہماری نیکی کے ارادے دماغ کے اس حصے پر کیوں اثر نہیں کرتے جس پر اثر ہونے کے نتیجہ میں عملی اصلاح شروع ہو جاتی ہے۔ ہمیں ان روکوں کو دُور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جو اس رستے میں حائل ہوتی ہیں۔“

(خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 24)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”تم صرف اپنا عملی نمونہ دکھاؤ اور اس میں ایک ایسی چمک ہو کہ دوسرے اسے قبول کرلیں کیونکہ جب تک اس میں چمک نہ ہو، کوئی اس کو قبول نہیں کرتا۔“ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 181)

سامعین! تقریر کی طوالت سے بچتے ہوئے اصلاحِ نفس کے صرف دو ذرائع حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں بیان کر دیتا ہوں۔

آپ فرماتے ہیں:

1۔ ”ہمیں اپنے اعمال کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ کے احکامات کا پابند ہونا ہو گا اور پابندی اُس وقت پیدا ہو گی جب ہماری ایمانی حالت بھی اعلیٰ درجہ کی۔ہو گی۔“ (خطبہ جمعہ 17 جنوری 2014ء)

2۔ خطبہ جمعہ 31 جنوری 2014ء میں آپ ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جوڑ کر پھر خلافت سے کامل اطاعت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔یہی چیز ہے جو جماعت میں مضبوطی اور روحانیت میں ترقی کا باعث بنے گی۔خلافت کی پہچان اور اُس کا صحیح علم اور ادراک اس طرح جماعت میں پیدا ہو جانا چاہئے کہ خلیفہ وقت کے ہر فیصلے کو بخوشی قبول کرنے والے ہوں اور کسی قسم کی روک دل میں پیدا نہ ہو، کسی بات کو سن کر انقباض نہ ہو۔“

سامعینِ کرام! تقریر کے عنوان کی مناسبت سے آخر پر مَیں حضور انور کا ارشاد پیش کرتا ہوں جو خاکسار نے مورخہ 31 جنوری 2014ء کے خطبہ جمعہ سے لیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

”ہمیں اپنے اعمال اچھے کرنے کی ضرورت ہے، ہمیں اپنے دیانت اور امانت کے معیاروں کو اونچا کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اپنی آمد کے حلال ذرائع اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔یہ نہیں کہ چند پیسوں کے لئے کونسل کو دھوکہ دے کر اپنی سچائی کے معیار کو داؤ پر لگا دیں اور benefit حاصل کر لیں یا روپے حاصل کرنے کے لئے جھوٹے مقدمے کر دیں۔ ہمیں اپنے کام جو بھی ہمارے سپرد کئے جائیں، پوری تندہی اور محنت اور پوری خوش اسلوبی اور پوری دیانتداری سے کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر یہ ہو گا تو دین کے ساتھ دنیا کے میدان بھی ہم پر کھل جائیں گے۔ ان شاء اللہ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ غیروں پر عمومی طور پر جماعت کا اچھا اثر ہے لیکن اگر ہم بعض معمولی دنیاوی فائدوں کے لئے اپنی دیانت اور امانت کے معیاروں کو ضائع کرنے والے بنیں تو ہر ایک شخص جو یہ حرکت کرتا ہے، جماعت کو بدنام کرنے والا بھی بنے گا۔“

اللہ ہم میں سے ہر ایک کو اپنے معاشرے کو حسین سے حسین تر بنانے کی توفیق دے۔ آمین

اے میری الفت کے طالب!
یہ میرے دل کا نقشہ ہے

اب	اپنے	نفس	کو	دیکھ لے	تُو
وہ	ان	باتوں	میں	کیسا	ہے
میں	واحد	کا	ہوں	دل	دادہ
اور	واحد	میرا	پیارا	ہے	
گر	تُو	بھی	واحد	بن	جائے
تو	میری	آنکھ	کا	تارا	ہے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ منصور چوہدری۔ جرمنی)

ضضضض

{50} {مشاہدات۔438}

ذاتی اصلاح اور اس کی شرائط

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (حٰمٓ السّجدۃ:31)

یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ ہمارا ربّ ہے اور پھر استقامت اختیار کی، اُن پر بکثرت فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ خوف نہ کرو اور غم نہ کھاؤ اور اس جنت کے ملنے سے خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیے جاتے ہو۔

جی مت لگاؤ اس سے دل کو چھڑاؤ اس سے
رغبت ہٹاؤ اس سے بس دور جاؤ اس سے
یارو یہ اژدہا ہے جاں کو بچاؤ اس سے
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

معزز سامعین! آج جس موضوع پر مَیں آپ حضرات کی خدمت میں جو کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں اس کا اوّلین مخاطب مَیں خود ہوں۔ یعنی **ذاتی اصلاح اور اس کی شرائط**۔

یہ ایک ایسا عنوان ہے جو بولنے اور سننے میں تو بظاہر سادہ اور آسان ہے لیکن جب اس پر عمل کرنے کا وقت آتا ہے تو یہ ہم سے ایک مجاہدہ چاہتا ہے، ایک پختہ عزم اور حوصلہ چاہتا ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ شیطان سے مسلسل جنگ کرنے کا عزم اور ہمت بھی چاہتا ہے۔

سامعین! ذاتی اصلاح کیا ہے اور اس کے کیا فوائد ہیں؟

آپ سب اتفاق کریں گے کہ ہر انسان کو، خواہ اس کا کوئی مذہب ہو یا کیسے ہی معاشرتی حالات ہوں، اُسے اس دنیا میں رنج و غم اور خوف سے نجات اور سکون اور راحت کی فطرتی تمنا ہوتی ہے۔ ہم میں سے کون ہے جو یہ نہیں چاہے گا کہ اس کی زندگی خوشیوں سے بھرپور ہو اور ساتھ کے ساتھ اسے کسی قسم کا غم اور خوف بھی نہ ہو۔ بدقسمتی سے اکثر انسان اپنی یہ فطرتی خواہش مادی اشیاء اور دنیاوی معاملات میں ڈھونڈتے ہیں۔ یہ راستہ درست ہے یا نہیں، یہ ایک الگ مضمون ہے۔ قرآنِ کریم نے متعدد جگہوں پر مومنین کے لئے غم اور خوف سے نجات کے طریقے اور ذرائع بیان فرمائے ہیں یعنی ایسے مومنین جو قرآنی احکامات پر عمل کریں گے تو وہ نہ غمگین ہونگے اور نہ ہی اُنہیں خوف ہو گا۔

دوسرے الفاظ میں ایسے افراد کی دنیوی اور اخروی زندگی کو حسنات سے پُربنانے کے لئے انہیں غم اور خوف سے نجات دینے کا وعدہ دیا گیا ہے۔ یہ مقام اصلاح نفس کے نتیجہ میں حاصل ہونے والا پہلا اور ابتدائی مقام ہے جہاں سے روحانی بلندی کا سفر شروع ہوتا ہے۔ اس ابتدائی مقام میں دنیاوی سکون حاصل ہونے اور آئندہ جنت ملنے کا وعدہ دیا گیا ہے۔ لہٰذا اگر ہمیں یقین ہو جائے کہ ایسی بہشتی زندگی ہمیں قرآنِ کریم ہی کی بتلائی ہوئی راہ سے ہی مل سکتی ہے تو یقیناً ہم اس راہ کو اپنانے کے لئے ضرور جدوجہد کریں گے اللہ تعالیٰ نے خود ہمیں یہ قرآنی دعا پڑھنے کی ہدایت فرمائی ہے: رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنیا حَسَنَۃً وَ فِی الاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّار

اے ہمارے رب! ہمیں اس دنیا کی زندگی میں بھی کامیابی دے اور آخرت میں بھی کامیابی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

سامعین! یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو آگے بڑھنے اور جِدُوجہد کرنے کی صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں لہٰذا پہلے مقام کو حاصل کرنے کے بعد ہی انسان پر خدا تعالیٰ کے افضال نازل ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور اس کا دل مزید روحانی منزلیں طے کرنے کو بے چین ہو جاتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں دوسرا اور اہم فائدہ جو تزکیہ نفس کرنے کے بعد سے انسان کو ملتا ہے وہ، وہ روحانی مقام ہے جس میں انسان کا اندرونی روحانی حسن نکھرنا شروع ہو جاتا ہے۔ ایسا انسان ارد گرد کی بھلائیوں کو اپنی طرف کھینچنے کی صلاحیت پانا شروع کر دیتا ہے۔ وہ کبھی تنہا نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ فرشتوں کے حصار میں رہتا ہے اور روح القدس سے ہر لمحہ مدد پاتا

ہے۔ آپ دوستوں نے یہ واقعہ تو سنا ہو گا کہ ایک ہندو نے، جو مسمریزم یا ہپناٹیزم کا ماہر تھا، یہ فیصلہ کیا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس پر ایسا عمل کرے گا جس کے تحت آپ نعوذ باللہ ناچنے لگیں گے۔ لہٰذا وہ خاموشی سے آپکی مجلس میں مسجد کے کونے میں بیٹھ گیا اور اپنا عمل کرنا شروع کر دیا جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ اطمینان سے گفتگو فرماتے رہے۔ دفعتاً یہ ہندو چیخیں مارتا ہوا باہر بھاگ گیا۔ باہر اسکے ساتھیوں کے پوچھنے پر اس نے کہا کہ جب میں نے جب عمل شروع کیا تو میں نے دیکھا کہ دو خونخوار شیر آپ کے دونوں طرف کھڑے ہیں اور مجھ پر حملہ آور ہونے کو ہیں اس لئے میں خوف سے وہاں سے بھاگ آیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمان کے مطابق انسان تزکیہِ نفس کا یہ مقام کب حاصل کرتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

”جیسا کہ جسمانی وجود کی روح جسمانی قالب تیار ہونے کے بعد جسم میں داخل ہوتی ہے ایسا ہی روحانی وجود کی روح روحانی قالب تیار ہونے کے بعد (یعنی پہلا مقام حاصل کرنے کے بعد) انسان کے روحانی وجود میں داخل ہوتی ہے یعنی اس وقت جب کہ انسان شریعت کا تمام جُوا اپنی گردن پر لے لیتا ہے اور مشقّت اور مجاہدہ کے ساتھ تمام حدودِ الٰہیہ کے قبول کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے“

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سورۃ البقرہ کی تفسیر میں اس دوسرے مقام کے بارے میں مزید فرماتے ہیں:

”انسان کے کامل ہونے کے بعد محبتِ ذاتیہ الٰہیہ کا شعلہ انسان کے دل پر ایک روح کی طرح پڑتا ہے اور دائمی حضور کی حالت اس کو بخش دیتا ہے، کمال کو پہنچتا ہے اور تبھی روحانی حسن اپنا پورا جلوہ دکھاتا ہے۔ لیکن یہ حسن جو روحانی حسن ہے جس کو حسنِ معاملہ کے ساتھ موسوم کر سکتے ہیں، یہ وہ حسن ہے جو اپنی قوی کششوں کے ساتھ حسنِ بشرہ سے بہت بڑھ کر ہے۔ کیونکہ حسن بشرہ صرف ایک یا دو شخص کے فانی عشق کا موجب ہو گا جو جلد زوال پذیر ہو جائے گا اور اس کی کشش نہایت کمزور ہو گی۔ لیکن روحانی حسن جس کو حسنِ معاملہ سے موسوم کیا گیا ہے وہ اپنی کششوں میں ایسا سخت اور زبردست ہے کہ ایک دنیا کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور زمین و آسمان کا ذرّہ ذرّہ اس کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے اور قبولیتِ دعا کی بھی درحقیقت فلاسفی یہی ہے“

یقیناً آپ دوستوں کو بھی اس کا ذاتی تجربہ ہوا ہو گا۔ جن دوستوں کی جب بھی خلفاء سے ملاقات ہوئی ہے ان سب کی یہ رائے ہے کہ ملاقات کے موقع پر خلیفہ وقت کی شخصیت ایک بلند روحانی وجود کے طور پر نظر آتی ہے جو ملاقات کرنے والوں کو اپنی روحانیت کے سحر میں جکڑ لیتی ہے۔ علاوہ ازیں روزمرہ کے حالات میں بھی ہمیں کئی ایسے نیک افراد کی صحبت میسر آجاتی ہے جن کی طرف ہمارا دل خود بخود کھینچا چلا جاتا ہے۔ ایسے انسانوں کے دنیاوی کام بھی آسان ہو جاتے ہیں جو انہیں دنیاوی جھنجھٹوں سے دور رکھتے ہیں۔ لیکن یہ کوئی آسان کام نہیں بلکہ جیسا کہ میں نے ابتداء میں عرض کیا تھا یہ ایک مشکل راہ ہے جس کے بعد ہی مطمئن زندگی عطا ہوتی ہے۔ قرآنی تعلیم کے مطابق ایسے انسان کو شروع میں بہت کٹھن راستوں سے گذرنا پڑتا ہے جس کا خود قرآن نے ذکر کیا ہے۔ یٰاَیُّھَا الْاِنسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْحاً فَمُلٰقِیہِ (الانشقاق:7) اے انسان! تجھے ضرور اپنے رب کی طرف سخت مشقت کرنے والا بننا ہو گا۔ پس (بہر حال) تو اسے روبرو ملنے والا ہے۔

اور جب انسان ان راستوں کا سفر کامیابی کے ساتھ طے کر لیتا ہے، اس مادی دنیا کی کشش کے خلاف وہ تمام مشقت کر چکتا ہے تو وہ ایک اور ہی اطمینان بخش دنیا میں آجاتا ہے جہاں سے اس کی منزل صرف قربِ الٰہی رہ جاتی ہے جس میں وہ آگے سے آگے قدم مارتا ہے۔ **ایسی دنیا میں پہنچنے کو ہی دراصل ذاتی اصلاح کہیں گے۔**

ذاتی اصلاح کی بنیادی شرائط

سامعین! زندگی میں آپ کوئی بھی راہ اپنائیں، کوئی بھی مطمح نظر رکھیں، اس کے حصول کے لئے چند اصولوں اور بنیادی شرائط کو پورا کرنا ضروری ہوتا ہے مثلاً اگر آپ ڈاکٹر بننا چاہتے ہیں تو اس مقصد کے لئے آپ کو ابتدائی تعلیم میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے کے بعد ڈاکٹری تعلیم بھی حاصل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر شعبہ زندگی کو اپنانے کے لئے اس شعبہ کی بنیادی شرائط کو پورا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اخلاقی اور روحانی طور پر بھی اگر کوئی ترقی کرنا یا دوسرے الفاظ میں ذاتی اصلاح کرنا چاہتا ہے تو اسے بھی چند شرائط اور ضروریات کو پورا کرنا پڑتا ہے جن کے بغیر ذاتی اصلاح ممکن نہیں۔ وہ کیا ہیں؟

1۔ سب سے پہلے ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اپنے ایمان و اعتقاد پر مکمل اور پختہ یقین ہونا ضروری ہے۔ اللہ کو رب اور اپنے آپ کو اس کا بندہ مان کر اپنے آپ کو کلیۃً خدا کے سپرد کر دینا ہوتا ہے۔ تبھی وہ اللہ کا دوست بن سکتا ہے اور اسکے فضل کی اُمید رکھ سکتا ہے جس کے بعد ہی وہ اللہ کی نعمتوں کا وارث بن سکتا ہے۔ وہ تمام احکامات اور واقعات جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں کیا ہے، جن کے نتیجہ میں انسان غموں اور خوف سے نجات حاصل کرتا ہے، وہ راہیں اسے نظر آنی شروع ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا بنیادی بات یقین ہی ہے جس کے بغیر انسان کو سکون اور بے خوفی کی زندگی مل ہی نہیں سکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کشتی نوح میں فرماتے ہیں:

"یقین ہی ہے جو خدا کا عاشق و صادق بناتا ہے۔ کیا تم گناہ کو بغیر یقین کے چھوڑ سکتے ہو؟ کیا تم جذباتِ نفس سے بغیر یقینی تجلّی کے رک سکتے ہو؟ کیا تم بغیر یقین کے کوئی تسلّی پا سکتے ہو؟ کیا تم بغیر یقین کے کوئی سچی تبدیلی پیدا کر سکتے ہو؟ کیا تم بغیر یقین کے کوئی سچی خوشحالی حاصل کر سکتے ہو؟"

آپ مزید فرماتے ہیں:

"تم یاد رکھو کہ بغیر یقین کے تم تاریک زندگی سے باہر نہیں آ سکتے اور نہ ہی روح القدس تمہیں مل سکتا ہے۔ مبارک وہ جو یقین رکھتے ہیں کیونکہ وہی خدا کو دیکھیں گے۔ مبارک تم جبکہ تمہیں یقین کی دولت دی جائے کہ اس کے بعد تمہارے گناہ کا خاتمہ ہو گا۔ گناہ اور یقین دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔"

2۔ دوسری شرط اپنی کمزوریوں کو جاننا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ نفسیاتی طور پر انسان اپنی کمزوریوں کو نظر انداز کر دیتا ہے جبکہ اسے اس کی مثبت خصوصیات زیادہ نمایاں محسوس ہوتی ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ انسان تنہائی میں انتہائی سچائی سے اپنا تجزیہ کرے اور اپنی کمزوریوں کو پہچاننے کے علاوہ اپنی نیکیوں کا بھی تجزیہ کرے کہ ان کے پیچھے بھی کہیں اپنی بڑائی یا دکھاوا تو نہیں۔ جو شخص حقیقت پر مبنی اپنی کمزوریوں کو نہیں پہچانتا وہ نادان ہے اور بخل سے کام لے رہا ہے۔ قرآنِ کریم کے مطابق ہر انسان اپنے نفس پر مکمل بصیرت رکھتا ہے اور اچھی طرح جانتا ہے کہ اس کی کمزوریاں کیا ہیں۔ سورۃ القیٰمہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ (القیٰمۃ:15) حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے نفس پر بہت بصیرت رکھتا ہے۔

ذاتی اصلاح کے لئے انسان کو اپنی کمزوریوں کو خوب جاننے کے بعد ان کی اصلاح کا احساس پیدا ہونا ضروری ہے اور یہ یقین ہونا کہ ذاتی اصلاح کے بعد ہی اچھی، پُر سکون اور اطمینان بخش زندگی حاصل ہو سکتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ سے وہ تعلق پیدا ہو سکتا ہے جو اسکی پیدائش کا مقصد ہے۔ یہ خیال کرنا کہ میں تو بہت گنہگار ہوں اور بڑے بڑے گناہ کر چکا ہوں اور گناہوں کا ایک بڑا بوجھ مجھ پر ہے، میرے ان گناہوں کے ہوتے ہوئے بھلا مجھے کیسے معافی کے ساتھ نیکیوں کی بھی توفیق ملے گی؟ تو یہ خیال ہرگز درست نہیں۔

قرآنِ کریم کی سورۃ الزمر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِن رَّحْمَةِ اللّٰهِ۔ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا، اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ یعنی تو کہہ دے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ یقیناً اللہ تمام گناہوں کو بخش سکتا ہے۔ یقیناً وہی (ہے جو) بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

3۔ تیسری شرط اپنی کمزوریوں کو قبول کرکے ان میں قرآن، حدیث، حضرت مسیح موعودؑ کی کتب اور خلفاء کے ارشادات سے راہنمائی حاصل کرکے اپنی زندگی میں تبدیلی پر راضی ہونے اور اس پر مسلسل قائم رہنے کی اہلیت یعنی عزم اور لگاتار کوشش کرتے رہنا ضروری ہے۔ تاکہ گناہوں اور بدعادتوں سے چھٹکارا پاکر پرانی بُری عادتوں اور دلچسپیوں سے بیزاری برقرار رہے۔ یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اس مرحلے پر آپ کا مقابلہ کسی کمزور طاقت سے نہیں بلکہ شیطان سے ہے جو ہر ہر مرحلہ میں آپ کو شکست دینے کی پوری کوشش اور طاقت لگائے گا۔ جبکہ اس جنگ میں آپ صرف اپنے زورِ بازو سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی نصرت سے ہی کامیاب ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنِ کریم میں دی گئی شیطان کے مقابلہ پر مدد و نصرت اور ہمیشہ ہدایت پر قائم رہنے کی یہ دعا پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے:

رَبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ۔ وَاَعُوْذُ بِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ (المؤمنون)

یعنی اے میرے رب! میں سرکش لوگوں (یعنی شیطان کے بہکائے ہوئے لوگوں) کی شرارتوں سے پناہ مانگتا ہوں اور اے میرے رب! میں پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ وہ میرے سامنے آئیں۔

قرآنِ کریم کی روشنی میں اپنی اصلاح کرنے یعنی نیک اعمال بجالانے، نمازوں کو سنوار کر اس نیت سے پڑھنے کہ یہ اللہ سے محبت اور تعلق پیدا کرنے کا ذریعہ بن جائیں، تقویٰ کی باریک سے باریک راہوں

کو اختیار کرنے، مخلوق پر رحم اور احسان کا سلوک کرنے اور پھر قرآنِ کریم میں بتلائے گئے تمام نیک اعمال پر استقامت سے عمل کرنے والے ہی وہ ذرائع ہیں جو انسان کو اطمینان بخش زندگی اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ اس میں صحبتِ صالحین بھی بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ہمیں علم ہے کہ انسان پر اسکی صحبت کا رنگ چڑھ جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک صحبت اختیار کرنے کے بارے میں فرمایا کہ:

”دو (نیک) افراد کا آپس میں تعلق دو چھریوں کی مانند ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ رگڑ کھا کر مزید تیز ہو جاتی ہیں (یعنی نیکیوں میں مزید بڑھ جاتی ہیں)۔“

4۔ **سامعین!** لہٰذا چوتھی شرط صحبتِ صالحین کا حصول ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی ذاتی اصلاح کے لئے بُری صحبت سے نکل کر نیک اور صالحین کی صحبت اختیار کرنے پر بہت زور دیا ہے۔ آپ رسالہ فتح اسلام میں آپکی صحبت کے حصول کی غرض سے قادیان آنے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

” صحبت میں رہنے والوں کا سلسلہ اور بھی زیادہ وسعت سے بڑھا دیا جائے اور ایسے لوگ دن رات صحبت میں رہیں کہ جو ایمان اور محبت اور یقین کے بڑھانے کے لئے شوق رکھتے ہوں اور ان پر وہ انوار ظاہر ہوں جو کہ اس عاجز پر ظاہر کئے گئے ہیں اور وہ ذوق ان کو عطا ہو جو اس عاجز کو عطا کیا گیا ہے تا اسلام کی روشنی عام طور پر دنیا میں پھیل جائے اور حقارت اور ذلت کا سیاہ داغ مسلمانوں کی پیشانی سے دھویا جائے۔“

لہٰذا ہر اُس انسان کے لئے جو دنیا کی گندگیوں سے نکل کر پاکیزہ زندگی گزارنے کا خواہشمند ہے اسے چاہیے کہ وہ نیک افراد کی صحبت اختیار کرے۔

5۔ پانچویں شرط مضبوط کردار اور حوصلہ ہے۔ جیسا کہ ابھی عرض کیا ہے کہ شیطان پینترے بدل بدل کر حملہ آور ہو گا۔ لہٰذا جتنا مضبوط کردار اور حوصلہ ہو گا اتنا ہی کامیابی کا امکان بڑھ جائے گا یہاں تک کہ ایسا انسان ایک نئی شخصیت میں ڈھل جائے گا۔ جس کے لئے اسے دو بڑی قربانیاں دینی پڑیں گی۔ اوّل اپنی انا کی قربانی جو ہر مرحلے میں آپ کو پیش آئے گی۔ بعض اوقات انسان عزّتِ نفس اور انا میں جو باریک فرق ہے اسے پہچان بھی نہیں سکتا۔ ان دونوں میں فرق انسان کے ردِّ عمل سے ظاہر ہوتا ہے۔ یاد رکھیں جو انا کی قربانی دیتا ہے وہ ردِّ عمل میں دعا اور خدا تعالیٰ سے مدد کا طالب ہوتا ہے جبکہ انا پرست، غصہ، تکبر اور

نفرت سے اپنا ردِ عمل ظاہر کرتا ہے۔ دوسری قربانی دنیا سے محبت کی قربانی ہے۔ یہاں یہ مطلب نہیں کہ تارک دنیا ہو جائیں بلکہ اسے ایک عارضی ٹھکانہ سمجھتے ہوئے قربِ الٰہی اپنا مطمحِ نظر رکھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان دونوں حالتوں کے بارے میں اپنے شعری کلام میں اپنی اناؤں کے بارے میں فرماتے ہیں:

چھوڑو غرور و کبر کہ تقویٰ اسی میں ہے
ہو جاؤ خاک مرضیِ مولا اسی میں ہے

اور دنیا سے بے رغبتی بارے میں فرماتے ہیں۔

جی مت لگاؤ اس سے دل کو چھڑاؤ اس سے
رغبت ہٹاؤ اس سے بس دور جاؤ اس سے
یارو یہ اژدہا ہے جاں کو بچاؤ اس سے
یہ روز کر مبارک سُبۡحَانَ مَنۡ یَّرَانِی

لہٰذا ذاتی اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ انسان خوشی اور غمی دونوں حالتوں میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور اسی کی تعریف اور مدد طلب کرے اور پھر قرآنِ کریم، حدیث و سنّتِ رسولؐ ،حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات اور خلفاء کے ارشادات کی روشنی میں اپنا ردِ عمل ظاہر کرے۔

6۔ آخری اہم بات جو ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے وہ اس حقیقت کا ادراک ہے کہ انسان یقیناً بہت ہی کمزور واقع ہوا ہے اسکے ارد گرد ہونے والے واقعات تو کیا اسے اپنے اوپر بھی مکمل اختیار نہیں ہے۔ لہٰذا اسے استغفار اور دعا سے مسلسل اللہ تعالیٰ کی مدد اور فضل مانگتے رہنا چاہیے۔ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر صرف اپنے زورِ بازو سے اپنی خواہشات کی تکمیل کر سکتا ہے؟ لہٰذا ہمیں ہر دم استغفار کرتے ہوئے اللہ کی مدد کے طالب رہنا چاہیے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُمّ سلمہؓ کو ایک مرتبہ فرمایا کہ امکانی طور پر ہر انسان کے پھسلنے کا خطرہ ہوتا ہے اس لئے سورۃ آل عمران کی دعا رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَاِذْ ھَدَیْتَنَا وَ ھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابْ کو کثرت سے پڑھا کرو۔ ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس دعا کو کثرت سے پڑھنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اے ہمارے رب! تو ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو کج نہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت کے سامان عطا کر۔ یقیناً تو بہت عطا کرنے والا ہے۔

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اصلاحِ نفس اور تزکیہ نفس کے متعلق فرماتے ہیں۔

”پس اللہ تعالیٰ نے جو یہ جماعت قائم فرمائی تو وہ اس میں شامل ہونے والوں کو خاص طور پر پاک کرنا چاہتا ہے تا کہ پاک جماعت کا قیام ہو اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم میں سے ہر ایک سے یہ چاہتے ہیں کہ یہ عارفانہ خوردبین ہم لگائیں۔ اس سے ہم اپنے نفس کو دیکھیں۔ اپنے نفس کا محاسبہ کریں۔ اپنی اعتقادی غلطیوں کی جہاں اصلاح کریں وہاں ہر قسم کی چھوٹی سے چھوٹی عملی غلطیوں کی بھی اصلاح کریں۔ اپنے اعمال کی طرف بھی نظر رکھیں اور یہ عارفانہ خوردبین ہی ہے جو معمولی قسم کی غلطیوں کو بڑا کر کے دکھائے گی کیونکہ خوردبین کا یہی کام ہے کہ باریک سے باریک چیز بھی بڑی کر کے دکھاتی ہے۔ پس اپنے گناہوں کو دیکھنے کے لئے، اپنی غلطیوں کو دیکھنے کے لئے، اپنی کمزوریوں کو دیکھنے کے لئے ہمیں وہ خوردبین استعمال کرنی پڑے گی جس سے ہم اپنے نفس کے جائزے لے سکیں۔ اسی سوچ کے ساتھ ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔“ (خطبہ جمعہ 30 مارچ 2012ء)

پھر آپ ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”نفس کی پاکیزگی صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَیْبِ (الانبیاء:50) یعنی جو اپنے ربّ سے غیب میں ہونے کے باوجود ڈرتے ہیں۔ پس جب یہ حالت ہوتی ہے تو ان کی نمازیں بھی اور دوسری عبادتیں بھی اور دوسرے نیک اعمال بھی دل میں خدا تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے اس کی رضا کے حصول کے لئے ہوتے ہیں اور جب یہ حالت ہو، جب اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں ہو تو وہ انسان خود اپنے نفس کو پھر کبھی پاک نہیں ٹھہرا سکتا بلکہ ہر نیکی کو جو وہ بجا لاتا ہے اور ہر اس موقع کو جو نیکی بجالانے کا اس کو میسر

آتا ہے خدا تعالیٰ کے فضل پر محمول کرتا ہے۔ پس جو اس حالت میں اپنے نفس کا جائزہ لیتے ہوئے اُسے پاک کرنے کی کوشش کرے اور پاک کرنے کی کوشش کرتے ہوئے تقویٰ پر چلتا ہے وہی اللہ تعالیٰ کی نظر میں مُزَکّٰی ہے اور فلاح پایا ہوا ہے۔ اگر نیکیوں کو اپنی کسی خوبی کی طرف منسوب کرے گا تو وہ تزکیہ نفس نہیں ہے۔ پس ایک مومن ہر وقت اللہ تعالیٰ کا خوف لئے ہوئے ان نیکیوں کی تلاش میں رہتا ہے تا کہ انہیں کر کے، انہیں بجالا کر، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم ان گناہوں سے بچنے کی کوشش کرو گے تو خدا تعالیٰ خود تمہاری بدیاں دور کر دے گا اور تمہیں عزت والے مقام میں داخل کرے گا۔" (خطبہ جمعہ 22 مئی 2009ء)

پھر آپ ایدہ اللہ تعالیٰ نفس کے جہاد کے متعلق فرماتے ہیں:

" آج کل نفس کا جہاد یہی ہے کہ دنیاوی فوائد بھی اگر ہو رہے ہوں تو یاد رکھو کہ یہ عارضی فوائد ہیں اس لئے دین کی خاطر ان عارضی فوائد کی پرواہ نہیں کرنی۔ پھر نفس کے جہاد میں تمام قسم کی برائیوں کو چھوڑنے کا جہاد ہے۔ حقوق العباد ادا کرنے کے لئے جہاد ہے۔ تب کہا جا سکتا ہے کہ ہم ایمان لانے والے ہیں، ہم اس زمانے کے امام کو ماننے والے ہیں۔ عہد تو ہم یہ کرتے ہیں کہ اے مسیح موعود! (علیہ السلام) تیری جماعت میں شامل ہونے کے بعد خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ عہد کرتے ہیں کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے لیکن ہمارے عمل اس کے الٹ ہوں، ہماری برادریاں، ہماری رشتہ داریاں، ہماری دوستیاں، ہم پر جماعتی وقار سے زیادہ حاوی ہو جائیں، ہماری انائیں جماعتی عزت پر حاوی ہو جائیں اگر یہ باتیں ہم میں ہیں تو یہ سب دعوے اور یہ سب عہد جھوٹے ہیں۔ پس ہر احمدی گہرائی میں جا کر اپنا جائزہ لے کہ کیا وہ اپنی جان اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہے؟ اور فی زمانہ اپنی جان قربان کرنے کا مطلب اپنے نفس کی قربانی ہے۔ اور نفس کی قربانی جماعت کا وقار قائم کرنے کے لئے بھی دینی ہو گی۔ اور دوسروں کے حقوق ادا کرنے کے لئے بھی دینی ہو گی۔ جھوٹی اناؤں اور عزتوں کو ختم کرنے کے لئے بھی دینی ہو گی...... نیکی کے ادا کرنے کے جو لوازمات ہیں، باتیں ہیں ان کو پوری طرح ادا کرنا چاہئے۔ اور بدی سے بیزاری ہونی چاہئے۔ اس طرف توجہ ہی نہیں پیدا ہونی چاہئے۔ پس یہ تقویٰ ہی ہے جو ایمان کو بڑھاتا

ہے۔ آپ لوگ ہمیشہ، جیسا کہ مَیں نے کہا، اپنے جائزے لیتے رہیں۔ اگر ہم خود ہی اپنے جائزے لیتے رہیں اور تقویٰ پر قدم مارتے ہوئے یہ جائزے لیں تو کمزوریاں بھی سامنے آئیں گی اور اصلاح کی توفیق بھی ملے گی۔" (خطبہ جمعہ 9 ستمبر 2005ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں نیکی اور تقویٰ میں آگے سے آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نفس کو مارو کہ اس جیسا کوئی دشمن نہیں
چپکے چپکے کرتا ہے پیدا یہ سامان دمار

(تیار کردہ: میجر (ر) عبد الباسط)

ضضضض

{51} {مشاہدات۔297}

ذاتی اصلاح کی اہمیت اور طریقے

اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰہُمُ الۡکِتٰبَ یَتۡلُوۡنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ ؕ اُولٰٓئِکَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِہٖ ؕ وَ مَنۡ یَّکۡفُرۡ بِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ

(البقرہ:122)

وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی درآنحالیکہ وہ اس کی ویسی ہی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو (درحقیقت) اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو کوئی بھی اس کا انکار کرے پس وہی ہیں جو گھاٹا پانے والے ہیں۔

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **ذاتی اصلاح کی اہمیت اور طریقے۔**

میں انتظامیہ کا مشکور ہوں جنہوں نے مقابلہ تقاریر میں یہ ٹاپک رکھ کر مجھے اپنی اصلاح کرنے پر سوچنے کا موقع دیا ہے۔ آج مَیں اپنی گفتگو میں اپنے ساتھ پیارے بھائیوں کو شامل کرکے اپنی اصلاح کے طریقے جو بروئے کار لائے جاسکتے ہیں بتاؤں گا۔

پیارے بھائیو! کہتے ہیں قطرہ قطرہ مل کر دریا بنتا ہے۔ بظاہر ایک قطرے کی دنیا میں کوئی اہمیت نہیں مگر اِس کے مثبت پہلو کو لیں تو ایک ٹونٹی سے قطرے پر قطرہ نکل کر نیچے پڑی بالٹی میں گر رہا ہو تو وہ بالٹی کچھ دیر میں بھر جائے گی اور وہ پانی کسی مفید کام آسکے گا اور اِس کے منفی پہلو کو دیکھیں تو اِسی ٹونٹی سے نکلنے والے قطروں کے نیچے بالٹی کی جگہ پتھر رکھ دیں تو کچھ عرصہ کے بعد وہی سخت پتھر بھی ایک ایک قطرہ کے

سامنے ہار مان لیتا ہے اور اس کے اندر گڑھے کے نشان نمایاں ہونے لگتے ہیں۔ مجھے یہاں ایک کہاوت یاد آرہی ہے۔ کہتے ہیں کہ کسی گاؤں کے نمبر دار نے گاؤں کے باسیوں کو حکم دیا کہ گرمی کی وجہ سے گاؤں کا تالاب خشک ہو گیا ہے اور جانوروں کو پانی پلانے یا پینے میں بہت مشکل پیش آرہی ہے اس لیے گاؤں کا ہر فرد اپنے گھر سے ایک ایک بالٹی آج رات اس تالاب میں ڈالے۔ گاؤں کے ہر فرد نے سوچا کہ اتنا بڑا گاؤں ہے اگر مَیں اپنے حصہ کا پانی نہ بھی ڈالوں گا تو کون سا فرق پڑ جائے گا۔ صبح نمبر دار نے جب تالاب کو خشک دیکھا تو یہ علم پا کر کہ گاؤں کے ہر فرد نے یہ جان کر کہ میرے پانی نہ ڈالنے سے کیا فرق پڑے گا بہت پریشان ہوا۔

سامعین! معاشرہ، سوسائٹی اور جماعت بھی افراد سے بنتی ہے۔ معاشرہ کے فلاح و بہبود اور ترقی کی راہ پر گامزن ہونے کے لیے معاشرہ کے ہر فرد کا حصہ دار بننا ضروری ہے۔ اُسے باکردار، بااخلاق، نیک اور صالح انسان بننا ہے۔ اِسے اپنی ذاتی اصلاح کرنے کی طرف توجہ دینی ہے۔ جس طرح جوہری ہیرے کو جو عُرفِ عام میں ایک پتھر جیسا دکھائی دیتا ہے تراش کر، کانٹ چھانٹ کر کے اُسے ایک بیش قیمتی ہیرے کی شکل دیتا ہے جو انگوٹھی یا ہار میں سج کر کسی کی خوبصورتی کا باعث بنتا ہے ویسے ہی معاشرے کے ہر فرد کو اپنا محاسبہ اور محاکمہ کرتے رہنا چاہیے اور جوہری کی طرح کانٹ چھانٹ کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے اپنے آپ کو نفیس، سچا اور کھرا انسان بنانا چاہیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس طرح کے عمل کو پان کھانے والے سے تشبیہ دے کر فرمایا کہ جس طرح پان کھانے والا پان کے ردی حصے کو چباتے وقت الگ کرتا رہتا ہے اسی طرح ہم میں ہر ایک بدیوں، برائیوں اور غلط حرکات و سکنات کو کُتر کُتر کر اپنے جسم سے جدا کرتا رہے۔ یہ ہے ذاتی اصلاح کی اہمیت و افادیت۔

سامعین! اب مَیں آتا ہوں اپنی تقریر کے موضوع کے دوسرے حصے کی طرف کہ ذاتی اصلاح کے لیے کون سے طریقے بآسانی اپنائے جاسکتے ہیں۔ مَیں اِن کا اختصار سے ذکر کرتا ہوں۔

اول۔ سب سے پہلے اپنے خالقِ حقیقی کے متعلق ہم سوچیں کہ وہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ جب اللہ کے بارے میں یہ خشیت، ڈر اور خوف دل میں پیدا ہو گا تو ہمیں اپنی ذاتی اصلاح کی توفیق ملتی رہے گی۔ آنحضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے مومنوں کو یہ نصیحت فرمائی کہ نماز کی حالت میں تم اپنے خدا کو دیکھ رہے ہو اگر ایسا نہیں تو کم از کم تمہارے ذہن میں یہ بات مُحکم یقین کے ساتھ موجود ہو کہ میرا خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”اور چاہیے کہ تم بھی ہمدردی اور اپنے نفسوں کے پاک کرنے سے روح القدس سے حصہ لو کہ بجز روح القدس کے حقیقی تقویٰ حاصل نہیں ہو سکتی اور نفسانی جذبات کو بکلی چھوڑ کر خدا کی رضا کے لیے وہ راہ اختیار کرو جو اس سے زیادہ کوئی راہ تنگ نہ ہو۔ دنیا کی لذتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جدا کرتی ہیں اور خدا کے لیے تلخی کی زندگی اختیار کرو۔“ (الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 307)

سامعین! دوم۔ اصلاحِ نفس کا دوسرا طریق دعا ہے۔ ہم اپنی طاقت کے زور پر جتنے چاہیں اخلاق اپنا لیں مگر جب تک اللہ تبارک و تعالیٰ کا فضل اور اس کی مدد و نصرت اور تعاون انسان کے شاملِ حال نہ ہو اُس وقت تک یہ اخلاق انسان پر اثر نہیں کر سکتے اِس لیے انسان کو ہر دم اپنی اصلاح کے لیے اپنے اللہ کے حضور جھکنا چاہیے اور اپنے لیے دعائیں کرنی چاہیے۔ قرآن و حدیث میں اصلاحِ نفس کے حوالے سے بہت سی دعائیں ملتی ہیں۔ جیسے آنحضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سیدھی راہ پر رہنے کے لیے اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ وَ سَدِّدْنِيْ (مسلم کتاب الذکر) کی دعا سکھلائی کہ یہ دعا کیا کرو کہ اے میرے اللہ! مجھے ہدایت دے اور سیدھی راہ پر قائم رکھ۔ اِسی طرح ترمذی کتاب الدعوات میں درج ایک دعا آپ کے سامنے رکھنا چاہوں گا۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو نہایت خوبصورت شکل میں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس رؤیا اور خواب میں یہ دعا پڑھتے رہنے کا ارشاد فرمایا۔ میں صرف اردو ترجمہ پیش کرتا ہوں۔

اے اللہ! مَیں تجھ سے نیک کاموں کے کرنے اور بُرے کاموں کے چھوڑنے کی توفیق چاہتا ہوں۔ مساکین کی محبت مجھے عطا کر اور جب تو بعض لوگوں کو فتنہ پہنچانا چاہے تو بغیر فتنہ میں مجھے ڈالے میری روح قبض کر لے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں انجام بخیر کی دعا سکھلائی کہ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ (یوسف:102) اے اللہ! تو دنیا و آخرت میں میرا مددگار ہے مجھے کامل فرمانبرداری کی حالت میں وفات دینا اور صالحین کی جماعت میں رکھنا۔

سامعین! وقت کی رعایت سے مَیں صرف ایک اور اصلاحِ نفس کا طریق بیان کر کے اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں اور وہ طریق ہے خلیفۃ المسیح سے مضبوط تعلق رکھنا۔ آپ ایدہ اللہ کی باتوں کو غور سے سننا اور ان پر پوری کوشش کر کے عمل کرنا ضروری ہے۔ یہ مبارک وجود آج کے دور کے اُس مسیح و مہدی کا نمائندہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نمائندہ تھا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نمائندہ تھے اور یوں خلیفۃ المسیح کی نمائندگی، اللہ تعالیٰ تک جاملتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خلافت علی منہاج النبوہ سے تعلق رکھنے والے خلفاء کو خلفائے راشدین کے ساتھ ملاتے ہوئے فرمایا ہے کہ خلفائے راشدین المہدیین کی اطاعت اور فرمانبرداری کر کے جہاں برکتیں سمیٹیں وہاں اپنی اصلاح کے سامان مہیا کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ صادقوں کی صحبت میں رہنا ضروری ہے اور آج کے دور میں خلیفۃ المسیح کے مجلس اور محفل سے بڑھ کر کوئی صادقوں کی صحبت ہو سکتی ہے اور اِن مبارک مجلسوں سے استفادہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایم ٹی اے کی نعمت سے نوازا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اصلاح کے سامان کرنے کی توفیق دیتا رہے اور جو جو طریق ہمیں نظر آئیں اور بھلے محسوس ہوں ان کو اپنا کر باری تعالیٰ کی طرف سفر جاری رکھیں۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ آمین

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(کمپوزڈ بائی: عطیۃ العلیم۔ ہالینڈ)

ضضضض

{52 } {مشاہدات-309}

تبلیغ حق۔ اصلاح نفس کا ذریعہ

وَمَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ (حٰم السجدہ:34)

ترجمہ: اور بات کہنے میں اس سے بہتر کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک اعمال بجالائے اور کہے کہ میں یقیناً کامل فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

خدا نے ہے خضرِ رَہ بنایا ہمیں طریقِ محمدیؐ کا
جو بھولے بھٹکے ہوئے ہیں ان کو صنم سے لاکر ملائیں گے ہم
مٹا کے کفر و ضلال و بدعت کریں گے آثارِ دیں کو تازہ
خدا نے چاہا تو کوئی دن میں ظفر کے پرچم اُڑائیں گے ہم

سامعین! میری تقریر کا عنوان ہے تبلیغ حق، اصلاح نفس کا ذریعہ

مَیں آج اپنی تقریر میں آپ کی توجہ سورۃ حٰم السجدہ کی آیت جو مَیں نے آغاز میں تلاوت کی ہے کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں۔ یہ آیت تبلیغِ اسلام کے لئے بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ ایک انسان روزانہ ہی اپنی زبان سے بے شمار ''بول'' بناتا ہے جسے ہم ''پُکار'' بھی کہہ سکتے ہیں یا آوازیں بُلند کرتا ہے ۔ اِن بول یا آوازوں میں سے بعض گھریلو امور چلانے کے لئے ہوتی ہیں۔ بعض بول کاروبار چلانے کے لئے بنائے جاتے ہیں جس میں کاروبارِ زندگی بھی شامل ہیں۔ لیکن وہ بول یاپُکار یا آواز جو اللہ تعالیٰ کی طرف بُلانے کے لئے بلند کی گئی ہو یا اللہ کے نام کو اونچا کرنے کے لیے بلند کی گئی ہو وہ آواز، وہ بول اور وہ پکار کتنی ہی مبارک

ہو گی جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُس آواز یا قول سے اچھا کون سا قول ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بُلانے کے لئے بلند کیا جائے جسے ہم اپنی زبان میں دعوتِ الی اللہ کا نام دیتے ہیں۔ محولہ بالا آیت میں دعوتِ الی اللہ کے لئے بنائی گئی آواز کا پہلا اصول وَ عَمِلَ صَالِحًا کے الفاظ میں بیان ہوا ہے جو آج کی تقریر کا خلاصہ یا لُبّ لباب ہے۔ مطلب یہ کہ جب تم دعوتِ الی اللہ کر رہے ہو۔ جس اہم امر کی طرف تُم لوگوں کو اللہ کی طرف بُلانے لگے ہو یا ارادہ رکھتے ہو تو پہلے تم خود اس امر پر عمل پیرا ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم اپنے اہل خانہ کو یا کسی جماعتی عہدہ کی حیثیت سے تم لوگوں کو نماز باجماعت کی ادائیگی کی طرف جب بلاؤ تو اِس امر کی تسلّی کر لو کہ کیا تُم خود نماز باجماعت کے عادی ہو۔ اگر نہیں تو تمہاری آواز میں کوئی تاثیر نہ ہو گی۔ اِسی طرح جماعت سے باہر کسی کو تبلیغ کرنے لگے ہو جو ایک فریضہ ہے آپ کا۔ تو پہلے خود مثالی احمدی بنو تا آپ کی آواز کا غیر کے دل میں اثر ہو اور وہ احمدی ہو جائے۔ یہ اصلاحِ نفس کا پہلا ذریعہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”جس کے اخلاق اچھے نہیں ہیں۔ مجھے اس کے ایمان کا خطرہ ہے کیونکہ اس میں تکبر کی ایک جڑ ہے۔ اگر خدا راضی نہ ہو تو گویا یہ برباد ہو گیا۔ پس جب اس کی اپنی اخلاقی حالت کا یہ حال ہے تو اسے دوسرے کو کہنے کا کیا حق ہے۔“ (ملفوظات جلد 3 صفحہ 590 ایڈیشن 1988ء)

سامعین! اِس آیت کے آخری حصہ وَّقَالَ اِنَّنِیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ میں بھی اصلاحِ نفس کا ایک ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم تبلیغ کر رہے ہو، دعوتِ الی اللہ میں مصروف ہو اور کسی نیکی کی طرف دوسرے کو بُلا رہے ہو تو تم یہ بھی اعلان کرو کہ مَیں مسلمانوں سے ہوں۔ ان الفاظ میں بہت ہی عمدہ انداز میں جماعت احمدیہ کی موجودہ پوزیشن واضح ہوتی ہے کہ مخالف کہیں گے تم مسلمان نہیں جبکہ جماعت احمدیہ کا ہر بندہ یہ دعویٰ کر رہا ہو گا کہ اِنَّنِیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ کہ مَیں مسلمانوں سے ہوں۔ اس لیے یہ آیت بھی جہاں جماعت احمدیہ پر لاگو ہوتی ہے وہاں افراد جماعت پر تبلیغ کے حوالے سے بہت بڑی ذمہ داری میں ڈالتی ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کو مسلمانی کا جو اعزاز ملا ہے اس کی اپنے اعمال سے قدر اور عزت کرنی ہے۔

ہر اِک نیکی کی جڑ یہ اِتّقا ہے
"اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے"

سامعین! تبلیغ کی اعلیٰ ذمہ داری سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بھی سرخرو ہوئے۔ صحابہ رسولؐ نے ایک طرف اپنے اعمال سے مبلغہ اسلام کا نام اپنے سر کیا اور دوسرے مشکلات اور مصائب بھی اسلام کی خاطر برداشت کئے۔ وہ اپنے رب اللہ تعالیٰ کو اپنے اندر سمونے والے تھے۔ خدا کا عکس اُن کے اندر نظر آتا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور خوفِ الٰہی رکھتے تھے۔ پنجوقتہ نمازیں ادا کرتے، تلاوت باقاعدگی سے کرتے، زکوۃ اور مالی قربانی اپنی طاقت سے بڑھ کر کرتے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہاء محبت و پیار کرتے اور حضورؐ کی باتیں سُن کر عمل کرنے کے لئے کوشاں نظر آتے تھے۔

سامعین! تبلیغِ حق اور اصلاحِ نفس کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ تبلیغ کا لفظ سُن کر یا انسان ذہن میں لفظ تبلیغ لاتے ہی اپنے جسم کو جھنجھوڑتا ہے کہ یہ تو کارِ نبوت ہے۔ تبلیغ کرنے سے مَیں درجہ کے اعتبار سے انبیاء کے ساتھ ملنے لگا ہوں اس لیے اِس میں کامیابی کے لئے وہ اپنے اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے۔ اُس سے دعائیں مانگتا، نوافل ادا کرتا، معاشرے میں دیگر سے بھی دعا کی درخواست کرتا ہے۔ یہ سب طریق اصلاحِ نفس کے ذرائع ہیں۔

سامعین! تبلیغ، اصلاحِ نفس کا ایک ذریعہ اِن معنوں میں بھی ہے کہ نہ حالات سازگار ملتے ہیں اور نہ ماحول۔ مخالفت ہوتی اور خوب ہوتی ہے جو برداشت کرنی پڑتی ہے۔ گالیاں سُن کے دُعا دو پا کے دکھ آرام دو کی تعلیم پر عمل کرنا پڑتا ہے اور برداشت اصلاحِ نفس کا ذریعہ ہے۔ اِس سے داعی الی اللہ کی اصلاح ہوتی ہے۔ نیز اس شعر کے دوسرے مصرع میں کبر کی عادت جو دیکھو تو دکھلاؤ انکسار میں بھی اصلاح نفس ہی کی طرف اشارہ ہے۔ تبلیغ کریں گے گالیاں سنیں گے تو تکبّر اور رعونت کا بیج مارا جائے گا، فنا ہو جائے گا اور انکساری گھر کر جائے گی تو اصلاح نفس ہو گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندہ جتنا کسی کو معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُتنا ہی زیادہ اُسے عزت میں بڑھاتا ہے۔ جتنی زیادہ کوئی تواضع اور خاکساری اختیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اتنا ہی اُسے بلند مرتبہ عطا کرتا ہے۔ (حدیقۃ الصالحین صفحہ 758)

سامعین! تبلیغ کرنے سے جب تعلقات بڑھتے ہیں تو واقفین اور تعلق داروں کا دائرہ بڑھا ہوتا جاتا ہے تو اس سے خاکساری اور تواضع بڑھنے لگتی ہے جس سے نفس کی اصلاح ہونے لگتی ہے۔ مبلغ کا رجحان اور جھکاؤ اپنے اللہ کی طرف ہوتا جاتا ہے۔ دِل پسیجتا اور نرم ہوتا ہے۔ جس سے دعائیں کرنے کو دل کرتا ہے۔ انسان اللہ کی طرف بڑھتا ہے اور اللہ اپنے بندے کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ○ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (الشمس:10-11) کہ جس نے اپنے نفس کو پاک کیا۔ اُس کے لیے ذرائع بروئے کار لایا وہ کامیاب ہو گیا جس نے اِسے نفسانی خواہشات کے تابع ڈال دیا وہ ناکام ونامراد ہو گیا۔

اے میرے الفت کے طالب یہ میرے دل کا نقشہ ہے
اب اپنے نفس کو دیکھ لے تُو، وہ ان باتوں میں کیسا ہے

ذاتی اصلاح کے لیے جن امور کی ضرورت ہوتی ہے اُس میں تبلیغِ حق کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو اور مخلوق کی پرستش نہ کرو اور اپنے مولیٰ کی طرف منقطع ہو جاؤ اور دنیا سے دل برداشتہ رہو اور اس کے ہو جاؤ اور اسی کے لئے زندگی بسر کرو اور اس کے لئے ہر ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیونکہ وہ پاک ہے۔ چاہیے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دی کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔“

(کشتی نوح صفحہ 17)

سامعین! پھر ہم نے دیکھا ہے کہ ہم میں سے جو دعوتِ الی اللہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا پیغام دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔ اس سے خلیفۃ المسیح دوسروں سے زیادہ پیار کرتے ہیں۔ وہ دربارِ خلافت تک رسائی پاتے ہے

بالخصوص اس وقت جب اُسے تبلیغ کے نتیجہ میں بیعت یا بیعتیں نصیب ہوتی ہیں تو خلافت کے ساتھ جب تعلق مضبوط ہوتا ہے تو اصلاحِ نفس ہوتی ہے کیونکہ صادقوں کی صحبت میں رہنا اصلاحِ نفس کا ایک ذریعہ ہے۔ آج صادقوں کی صحبت میں سب سے اولیٰ خلیفۃ المسیح کی محبت ہے جس سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہئے۔

سامعین! تقریر کے آخری حصہ میں مَیں ہر داعی اِلَی اللہ کو کامیابیوں کے لئے دُعا کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اصلاحِ نفس اور ذاتی اصلاح کا یہ ایک نادر ذریعہ ہے اور تبلیغ حق کے لئے دعاؤں سے کام لینا بہت ضروری ہے۔ حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم سب گم گشتہ راہ ہو سوائے اُن لوگوں کے جن کو مَیں صحیح راستہ کی ہدایت دوں۔ پس مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تمہیں ہدایت دوں گا۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 38)

پس جب دعاؤں کے طفیل اللہ تعالیٰ ہدایت کے سامان مہیا فرما دے گا تو ذاتی اصلاح کے سامان بھی ہوں گے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"پہلے نمونہ بنو پھر اسلام کی تبلیغ کرو، اس کے کمالات دنیا میں پھیلاؤ۔ پس تبلیغ کے لئے بھی اپنی حالتوں میں پہلے پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک سچے مسلمان کا نمونہ جب انسان بن جائے تو پھر سوال ہی نہیں کہ لوگوں کی توجہ پیدا نہ ہو۔ وہ نمونہ دیکھ کر ہی لوگ توجہ پیدا کر دیتے ہیں اور اس طرح باقاعدہ تبلیغ سے پہلے تبلیغ کے راستے کھلنے شروع ہو جاتے ہیں۔" (خطبہ جمعہ 8 ستمبر 2017ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ایک داعی الی اللہ کو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ اس کی ایک شرط اور بہت اہم شرط اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ نیک اعمال بجالانے والا ہو۔ اپنے نیک عمل ہوں گے تو تب ہی دوسروں کو بھی نیکی کی طرف بلایا جا سکتا ہے۔ دوسرے کو بھی کہا جا سکتا ہے کہ آؤ مَیں تمہیں دکھاؤں کہ اللہ تعالیٰ کے ایک فرستادہ نے، ایک شخص نے جو اس زمانے کی اصلاح کے لئے آیا ہے، مجھے ایسے راستے بتائے ہیں جن پر چل کر مَیں خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا بن گیا ہوں یا اس طرف چل کے مَیں بہت لحاظ سے، ایک حد تک اپنے دل میں سکون اور چین پاتا ہوں اور اس طرف میرے ترقی کے قدم بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ اپنی دنیا و آخرت سنوارنے کی طرف مَیں اس تعلیم کی وجہ سے متوجہ ہوا ہوں۔ آؤ تم بھی میری باتیں سنو۔

جس طرح مَیں فرمانبردار بننے کی کوشش کر رہا ہوں، تم بھی اس دین کی طرف آؤ اور اپنی دنیا و عاقبت سنوارنے کی کوشش کرو۔" (خطبہ جمعہ 9اپریل 2010ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اپنی اصلاح کی خاطر دعوت الی اللہ اور تبلیغ کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(کمپوزڈ بائی: منہاس محمود۔ جرمنی)

ضضضض

{53} {مشاہدات۔299}

عِبادِ صالحین کی صفات

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ہَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَہُمُ الْجٰہِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (الفرقان:64)

ترجمہ: رحمان خدا کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی اور عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل اُن سے مخاطب ہوتے ہیں تو (جواباً) کہتے ہیں "سلام"

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالَم کو اک عالَم دکھاتی ہے

میرے انصار بھائیو! آج میری تقریر کا موضوعِ سخُن ہے۔ عِبادِ صالحین کی صفات۔

عِبادِ صالحین میں عِباد کی عین پر زیر کے ساتھ معانی ہیں بندے، غلام، نوکر۔ یہ عَبدَ کی جمع ہے جبکہ صالحین صالح کی جمع ہے جس کے معانی ہیں نیک، پارسا، پرہیز گار، متقی، دیانتدار اور نیک چلن۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ایسے لوگوں کے لیے "صالحین" کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں جن میں مرد مومن اور عورت مومن دونوں شامل ہیں جیسے فرمایا رَبِّ ہَبْ لِیْ حُکْمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ (الشعراء:84) یعنی اے میرے ربّ! مجھے حکمت عطا کر اور مجھے نیک لوگوں میں شامل کر۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآنِ کریم میں عورتوں کے لیے الگ سے "صالحات" کا لفظ بھی استعمال فرمایا ہے اور اعمالِ صالحہ کے لیے عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کا لفظ بارہا استعمال ہوا ہے۔

سامعین! عِبادِ صالحین اور دیگر نیک اور صالح لوگوں کی صفات کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو فرمایا ہے اُن کے لئے عِبادُاللہ المخلصین، عِبادُ الرحمٰن اور مومنوں کی صفات کا ذکر ہے جیسے عِبادُ

الرحمٰن کی صفات کا ذکر سورۃ الفرقان آیات 64 تا 78 میں جبکہ مومنوں کی صفات کا ذکر سورۃ المومنون آیات 3 تا 12 میں ہوا ہے۔ آج مَیں وقت کی رعایت سے اختصار کے ساتھ چند ایک صفات کا ذکر کروں گا۔

سورۃ الفرقان میں پہلی صفت یہ بیان ہوئی ہے کہ وہ یَمۡشُوۡنَ عَلَی الۡاَرۡضِ ہَوۡنًا وَّاِذَا خَاطَبَہُمُ الۡجٰہِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا جو زمین پر فروتنی اور عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو (جواباً) کہتے ہیں "سلام"

اللہ تعالیٰ حقوقُ اللہ کی خلاف ورزی تو معاف کر سکتا ہے مگر حقوقُ العباد کی خلاف ورزی اُس وقت معاف ہو گی جب تک جس بندے کو تکلیف دی گئی ہے وہ معاف نہ کرے۔ اِس ارشاد کو سامنے رکھ کر اگر عِبادُالرحمٰن کی قرآن کریم میں بیان ہونے والی صفات کو دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ سے تعلق، اُس کی عبادت بجالانے اور نمازیں پڑھنے کی جگہ حقوقُ العباد کے حوالہ سے یہ صفت بیان کی گئی کہ وہ زمین پر فروتنی اور عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل اُن سے مخاطب ہوتے ہیں تو جواباً کہتے ہیں "سلام"۔ یہ عِبادِ صالحین کی حقوق العباد کے حوالہ سے بنیادی صفت ہے کہ وہ اپنے مد مقابل شخص سے جھگڑا کرنے کی بجائے انکساری و عاجزی سے اُسے جاہل سمجھ کر سلام کرتے ہیں اور اُس کے سوال کا جواب نہیں دیتے۔ اگر اِس صفت سے معاشرے کا ہر بندہ اپنے آپ کو آراستہ کرے تو معاشرہ بھی امن و سلامتی کا موجب بن جائے اور عِبادُالرحمٰن کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"رحمٰن کے فرمانبردار بندے تو وہی ہیں جو زمین میں سکینت، وقار اور تواضع کی چال چلتے ہیں۔ نہ تکبر اور سستی کی اور جب جاہل ان سے الجھیں تو ان سے ایسا سلوک کرتے ہیں۔ جس میں نہ بدی و ایذاء ہو اور نہ جہل و نادانی۔" (تصدیق براہین احمدیہ صفحہ 262، حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ 251)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے خطبہ جمعہ میں بیان فرماتے ہیں:

"عبادالرحمٰن میں سے سب سے بڑے عبدِ رحمٰن وہ نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم تھے جن کی قوت قدسی نے عبادُالرحمٰن پیدا کئے۔ تکبر سے رہنے والوں کو عجز کے راستے دکھائے...... وہ

عاجزی اور انکساری کے نمونے آپؐ نے عمل سے دکھائے کہ یہ میری زندگی کے ہر پہلو میں نظر آئیں گے۔ معاشرے کے غریب اور کمزور طبقے سے بھی میرا یہی سلوک ہے، جاہل اور اجڈ لوگوں سے بھی میرا یہی سلوک ہے، بڑوں سے بھی یہی سلوک ہے اور چھوٹوں سے بھی یہی سلوک ہے اور یہی سلوک ہے جو میری زندگی کے ہر لمحے میں ہر ایک کے ساتھ تمہیں نظر آئے گا اور یہی کچھ دیکھتے ہوئے خدا تعالیٰ نے آپؐ کو یہ سند عطا فرمائی کہ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القلم:5) یعنی ہم قَسم کھاتے ہیں کہ تو اپنی تعلیم اور عمل میں نہایت اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر قائم ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی اس قَسم نے آپؐ کو عاجزی میں اور بھی بڑھایا۔" (خطبہ جمعہ 11 مارچ 2005ء)

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

"صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا بندہ جتنا کسی کو معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی زیادہ اسے عزت میں بڑھاتا ہے۔ جتنی زیادہ کوئی تواضع اور انکساری اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی اسے بلند مرتبہ عطا کرتا ہے۔" (حدیقۃ الصالحین صفحہ 758 حدیث 803)

ایک روایت میں اُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا کے الفاظ میں ظالم بھائی کی مدد کرنے کی تشریح یہ کی گئی کہ ظالم کو ظلم کرنے سے روکیں، اُس کو ظلم سے روکنا ہی اُس کی مدد ہے۔ (حدیقۃ الصالحین صفحہ 813)

سامعین! سورۃ الفرقان میں دوسری علامت وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا (آیت:65) کے الفاظ میں بیان فرمائی ہے جس کے معنی ہیں کہ یہ لوگ اپنے ربّ کے لیے راتیں سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے گزارتے ہیں۔

پیارے انصار! اب دیکھیں یہ صفت حقوقُ اللہ کے زُمرہ میں آتی ہے جس کو دوسرے نمبر پر بیان کیا گیا ہے جبکہ سورۃ المومنون میں اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ (آیت:3) کے الفاظ میں پہلے نمبر پر رکھا گیا ہے کہ وہ اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جنت میں لے جانے والا اور آگ سے دُور رہنے کا عمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر۔ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرا۔ نماز پڑھ۔ زکوٰۃ دے اور صلہ رحمی کر یعنی رشتہ داروں کے ساتھ پیار محبت سے رہ۔

(بخاری کتاب الادب)

سامعین! نماز کی بروقت ادائیگی کو اسلام میں بہت وقعت دی گئی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کو انسان کا سب سے پیارا فعل نماز کو اُس کے وقت کے مطابق ادا کرنا ہے۔(بخاری کتاب الجہاد) اِس عبادت میں نوافل اور نماز تہجد بھی آتی ہے۔ عِباد صالحین کا راتوں کا اٹھنا صرف ذاتی غرض کے لیے نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں رات کی عبادت یعنی نماز تہجد کے متعلق فرمایا کہ یہ اتنی بابرکت عبادت ہے کہ یہ ایک مومن کو مقامِ محمود پر فائز کر دیتی ہے۔

سامعین! سورۃ الفرقان میں عِبادِ صالحین کی ایک صفت جو آج مَیں اپنی تقریر کا حصہ بنانے جارہا ہوں وہ آیت 68 میں بیان ہوئی ہے کہ وَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَ لَمْ يَقْتُرُوْا وَ كَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا یعنی یہ لوگ وہ ہیں جب خرچ کرتے ہیں تو اسراف نہیں کرتے اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں بلکہ اعتدال کرتے ہیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں:

”رحمٰن کے بندوں کا ایک نشان یہ بھی ہے کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو دو باتیں ان کے مد نظر رہتی ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ اسراف سے کام نہیں لیتے اور دوسرا وہ بخل نہیں کرتے۔“ (تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 568)

اِس صفت پر غور کریں تو اِس میں دونوں امور آجاتے ہیں یعنی دینی کاموں میں روپے کے استعمال میں بھی کنجوسی سے کام نہیں لیتے نہ ہی ذاتی اور گھریلو معاملات میں اسراف سے کام لیتے ہیں اور نہ ہی بخل کرتے ہیں۔ ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ بعض لوگوں میں بخل کی عادت نمایاں طور پر ہوتی ہے جس سے گھرانوں کے گھرانے تباہ ہو جاتے ہیں اور اگر اسراف سے کام لیا جائے تو اس صورت میں بھی گھر تباہ ہوتے دیکھے گئے ہیں۔ ایک وقت گھر میں اسراف کرنے سے خوشحالی دیکھنے کو ملتی ہے اور اگر اتنا اسراف کر دیا جائے کہ سارا مال ہاتھ سے چلا جائے تو پھر کسمپرسی کی حالت دیکھنے کو ملتی ہے۔ جبکہ عِبادِ صالحین ہمیشہ اعتدال اختیار کرتے ہیں۔ لوگ شادی بیاہ کے موقع پر قرض لے کر اسراف کرتے ہیں جو بعد میں سارے خاندان کے

لیے تکلیف کا باعث بن جاتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اخراجات میں میانہ روی اور اعتدال نصف معیشت ہے۔ (حدیقۃ الصالحین صفحہ 731)

ایک اور مقام پر میانہ روی اختیار کرنے اور سہولت کے قریب قریب رہنے کا ارشادِ نبوی بھی ملتا ہے۔ (بخاری کتاب الایمان)

سامعین! ایک علامت عِبادُ اللہ کی یہ ہے کہ وَالَّذِیْنَ لَا یَشْہَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا کِرَامًا (الفرقان:73) یعنی وہ لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب وہ لغویات کے پاس سے گزرتے ہیں تو وقار کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹی شہادت کو بڑے گناہوں میں شمار فرمایا ہے۔ (حدیقۃ الصالحین صفحہ 644)۔ آج کل عدالتوں میں لوگ جان بوجھ کر جھوٹ بولتے ہیں، جھوٹی گواہی دینے سے کتراتے بھی نہیں اور ان یورپین ممالک میں اسائلم کے کیس کرواتے وقت بھی جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”فرمایا کہ وَالَّذِیْنَ لَایَشْہَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا کِرَامًا (الفرقان:73) اور وہ لوگ بھی اللہ کے بندے ہیں جو جھوٹی گواہیاں نہیں دیتے اور جب لغو باتوں کے پاس سے گزرتے ہیں وہ بزرگانہ طور پر بغیر ان میں شامل ہوئے گزر جاتے ہیں۔ یہاں دو باتوں سے روکا ہے۔ ایک جھوٹ سے، ایک لغوبات سے۔ یعنی جھوٹی گواہی نہیں دینی۔ کیسا بھی موقع آئے، جھوٹی گواہی نہیں دینی۔ بلکہ دوسری جگہ فرمایا کہ تمہاری گواہی کا معیار ایسا ہو کہ خواہ اپنے خلاف یا اپنے والدین کے خلاف یا اپنے کسی پیارے اور رشتہ دار کے خلاف گواہی دینی پڑے تو دو۔ پس یہ معیار ہے سچائی کے قائم کرنے کا۔ یہ معیار قائم ہو گا تو اس احسن میں شمار ہو گا جس کو اللہ تعالیٰ نے احسن فرمایا ہے اور اس کے نتیجہ میں انسان اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والا بنتا ہے۔ نیکیوں میں مزید ترقی ہوتی ہے اور ان لوگوں میں شمار ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حقیقی بندے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ سچائی کے بارہ میں مزید فرماتا ہے کہ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا (الفرقان:70) کہ اے مومنو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور وہ بات کہو جو پیچ دار نہ

ہو بلکہ سچی، کھری اور سیدھی ہو۔" (خطبہ جمعہ 18 اکتوبر 2013ء)

سامعین! ایک علامت دُعا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الفرقان آیت 78 میں فرماتا ہے۔
قُلۡ مَا یَعۡبَؤُا بِکُمۡ رَبِّیۡ لَوۡلَا دُعَآؤُکُمۡ تُو کہہ دے کہ اگر تمہاری دعا نہ ہوتی تو میرا ربّ تمہاری کوئی پرواہ نہ کرتا۔ عِبادِ صالحین کا سب سے بڑا ہتھیار دُعا ہوتی ہے۔ وہ خدا پر کامل یقین کے ساتھ دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہیں اور خدا تعالیٰ اُن کی دعا کو ردّ نہیں کرتا۔ وہ اپنی دعاؤں کے ذریعہ ہی خدا سے سیدھا راستہ پاتے ہیں اور اس کی رضا کے حقدار بنتے ہیں۔
سورۃ الفرقان میں عباد الرحمٰن کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ ہمیشہ یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ وَالَّذِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا اصۡرِفۡ عَنَّا عَذَابَ جَہَنَّمَ یعنی اور وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے ربّ! ہم سے جہنم کا عذاب ٹال دے۔ اس سلسلہ میں ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔
"عِبادُ الرحمن خدا تعالیٰ سے جہنم سے دوری کی دعائیں کرتے رہتے ہیں اور جہنم سے دونوں جہنم مراد ہیں، اُخروی جہنم بھی جو گناہوں کی پاداش میں ملے گی اور اس دنیا کی جہنم بھی جو بعض بُرے کاموں کے یا غلطیوں کے بد نتائج کی صورت میں ملتی ہے۔ پس عبادُ الرحمن کا کام ہے کہ ہر وقت توبہ اور استغفار کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کی ذلتوں سے بچائے۔ ہر قسم کی دنیاوی مشکلات کی جہنم سے بچائے۔ دنیا کی چمک اور توجہات اور ترجیحات کا غلام نہ بنائے کہ یہ اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ سے دُور لے جا کر پھر اخروی جہنم میں پڑنے کا باعث بناتی ہیں۔"
(خطبہ جمعہ 25 ستمبر 2009ء)
سامعین! عبادِ صالحین کی ایک نشانی سورۃ المومنون کی آیت 9 میں کچھ یوں بیان ہوئی ہے کہ وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ لِاَمٰنٰتِہِمۡ وَعَہۡدِہِمۡ رٰعُوۡنَ یعنی اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی نگرانی کرنے والے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّااَمَانَۃَ لَہٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَّاعَہْدَ لَہٗ "یعنی جو شخص امانت کا لحاظ نہیں رکھتا اس کا ایمان کوئی ایمان نہیں اور جو عہد کی پابندی نہیں کرتا، اس کا پاس نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں۔ (مسند احمد بن حنبل جلد3 صفحہ 135 مطبوعہ بیروت)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"مومن وہ ہیں جو اپنی امانتوں اور عہدوں کی رعایت رکھتے ہیں یعنی ادائے امانت اور ایفائے عہد کے بارہ میں کوئی دقیقہ تقویٰ اور احتیاط کا باقی نہیں چھوڑتے"

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"وعدہ خلافی۔ یہ بھی جھوٹ کی ایک قسم ہے۔ اور آج کل کے معاشرے میں حکومتوں سے لے کر نچلی سطح پر ہر جگہ اس کے نظارے دیکھنے میں نظر آتے ہیں۔ اور اکثر ایسے ہیں جن کی جب کوئی وعدہ کر رہے ہوتے ہیں تو شروع سے ہی نیت ٹھیک نہیں ہوتی۔ اور بعد کے فعل سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ واقعی ابتداء سے ہی نیت بد تھی۔ کیونکہ شروع میں انہوں نے یہی سوچا ہوتا ہے کہ ابھی وعدہ کر لو، جو فائدہ اٹھانا ہے اٹھا لو، اور جھوٹ بول لو، کوئی حرج نہیں۔ اور جب وعدہ پورا کرنے کا وقت آئے گا تو پھر دیکھا جائے گا، پھر ٹال دیں گے، پھر تھوڑا سا جھوٹ بول دیں گے۔ تو ایسے لوگوں کو بھی اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہئے کہ وعدہ خلافی جس کو یہ معمولی سمجھ رہے ہیں یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے بلکہ آنحضرتؐ نے ایسے شخص کو منافقین کی صف میں کھڑا کر دیا ہے اور منافق کافر سے بھی زیادہ گنہگار ہے۔" (خطبہ جمعہ 19 دسمبر 2003ء)

سامعین! عبادِ صالحین کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ بے حیائی سے بچتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے حکموں کے تحت اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ زنا کے قریب نہیں جاتے بلکہ نکاح کے مقدس بندھن کے ساتھ ایک پاکیزہ زندگی گزارتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اولاد کی خواہش کو اس طرح پر قرآن میں بیان فرمایا ہے رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (الفرقان:75) یعنی خدا تعالیٰ ہم کو ہماری بیویوں اور

بچوں سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرماوے اور یہ تب ہی میسر آسکتی ہے کہ وہ فسق وفجور کی زندگی بسر نہ کرتے ہوں۔ بلکہ اللہ کے صالح بندہ کی زندگی بسر کرنے والے ہوں اور خدا کو ہر شے پر مقدم کرنے والے ہوں اور پھر فرمایا وَ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا لہٰذا اگر اولاد اگر نیک اور متقی ہو تو یہ ان کا امام ہی ہو گا۔ تو یہ بھی ایک نیک اور صالح بندے کی نشانی ہے کہ وہ اپنے لیے متقی اولاد کی خواہش رکھتا ہے۔

معزز انصار! ہمیں ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ایک سچے احمدی میں یہ خصوصیات ہونی چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم ایک سچے مخلص احمدی ہونے کے ناطے ہمارا اپنے خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق ہو اور ہمارا اندرونہ ہمیشہ صاف رہے اور ہم اُن خصوصیات کے حامل بنیں جو عبادِ صالحین بننے کے لئے ضروری ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ اپنی دائمی جنتوں کا وارث بنائے۔ آمین

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ منصور چوہدری۔ جرمنی)

ضضضض

{54} {مشاہدات۔302}

عبادِ صالحین کیسے بنا جائے

وَعِبَادُ الرَّحۡمٰنِ الَّذِيۡنَ يَمۡشُوۡنَ عَلَى الۡاَرۡضِ هَوۡنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الۡجٰهِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا (الفرقان:64)

ترجمہ: رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی اور عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل اُن سے مخاطب ہوتے ہیں تو (جواباً) کہتے ہیں ”سلام“

میں واحد کا ہوں دل دادہ
اور واحد میرا پیارا ہے
گر تُو بھی واحد بن جائے
تو میری آنکھ کا تارا ہے

پیارے انصار بھائیو! مجھے آج آپ کے سامنے عِباد صالحین کے متعلق کچھ بتانا ہے کہ ہم عباد صالحین کیسے بن سکتے ہیں۔

عِباد صالحین میں عِباد میں عین کی زیر کے ساتھ معانی ہیں۔ بندے، غلام، نوکر۔ یہ عَبَدْ کی جمع ہے جبکہ صالحین صالح کی جمع ہے جس کے معانی ہیں نیک، پارسا، پرہیز گار، متقی، دیانتدار اور نیک چلن۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ایسے لوگوں کے لیے ”صالحین“ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں جن میں مرد مومن اور عورت مومن شامل ہیں جیسے فرمایا رَبِّ هَبۡ لِىۡ حُكۡمًا وَّاَلۡحِقۡنِىۡ بِالصّٰلِحِيۡنَ (الشعراء:84) یعنی اے میرے ربّ! مجھے حکمت عطا کر اور مجھے نیک لوگوں میں شامل کر۔

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے الگ سے ”صالحات“ کا لفظ بھی استعمال فرمایا ہے اور اعمالِ صالحہ کے لیے عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کا لفظ بارہا استعمال ہوا ہے۔

سامعین! عِباد صالحین کے مقابل پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جن متقی لوگوں کا ذکر فرمایا ہے وہ عباد اللہ المخلصین، عباد الرحمٰن اور مومنوں کی صفات کا ذکر ہے جیسے عباد الرحمٰن کی صفات کا ذکر سورۃ الفرقان آیات 64 تا 78 میں جبکہ مومنوں کی صفات کا ذکر سورۃ المومنون آیات 3 تا 12 میں ہوا ہے۔

انصار بھائیو! اللہ تعالیٰ کے پیارے، نیک اور صالح لوگ بننے کے بے شمار طریق ہیں۔ ان میں سے چند ایک بیان کرنے سے قبل مَیں ایک حدیث کو اپنی تقریر کی بنیاد بنانا چاہتا ہوں۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں قرآن کی تلاوت فرماتے تو رحمت کی آیت آنے پر اللہ تعالیٰ سے اُس کی رحمت مانگتے۔ جب عذاب یا خوف کی آیت آتی تو تعوّذ یعنی اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے اور جب کوئی ایسی آیت آتی جس میں اللہ کی پاکی بیان ہوئی ہو تو تسبیح کرتے۔ حدیث کے عربی الفاظ یوں ہیں۔ كَانَ إِذَا مَرَّ بِآيَةِ خَوْفٍ تَعَوَّذَ وَ إِذَا مَرَّ بِآيَةِ رَحْمَةٍ سَأَلَ وَ إِذَا مَرَّ بِآيَةٍ فَيْهَا تَنزِيهٍ لِلّٰهِ سَبَّحَ (المصدر، صحیح مسلم و سنن ابی داؤد باب الصلوۃ)

ایک روایت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو ہدایت فرمائی کہ وہ جب ذاتی طور پر قرآنِ کریم کی تلاوت کریں تو اِن امور یعنی ہدایات کو ملحوظ خاطر رکھیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اِن امور پر جب عمل پیرا ہوتے تو صحابہ رضوان اللہ علیہم بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید میں ایسا ہی کرتے اور اِن الفاظ کو دہرایا کرتے۔

سامعین! میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر ہم عِباد صالحین کے مبارک گروہ میں اپنے آپ کو شامل کرنا یا کروانا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے اس گروہ میں شمولیت کے لیے دُعا کرنی ہے اور دُعا میں جو سب سے پہلی بات مدِ نظر رکھنی ہے وہ اپنے ربّ پر توکّل کے ساتھ خوف و خشیت اور رجاء کا مضمون سامنے رہنا چاہیے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا مبارک عمل میں انہی امور کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ جب انسان خوف اور عذاب سے نجات اور رحمت کا ذکر آنے پر رحمت، فضل اور برکت کا طلبگار ہو گا اور

سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے ذکر پر جو تنزیہی صفات ہیں اُن کو اپنے اندر اُجاگر کرنے کا متمنی ہو گا اور اُس کے لیے دُعا بھی کرے گا تو لازماً عبد صالح بنے گا اور سزا دینے والی صفات پر استغفار پڑھے گا تو یہاں انصار بھائیوں کو یہ بتانا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خود قرآن کریم کی تلاوت، ترجمہ و تفسیر پڑھنا بھی انسان کو عبد صالح بنا دیتا ہے جب وہ رحمت کی آیت آنے پر اپنے لیے رحمتِ الٰہی کا طلبگار ہو گا اور خوف کی آیت آنے پر استغفار کر کے ان سے دُور رہے گا تو لازماً یہ عمل عباد صالحین بنانے میں ممدّ ثابت ہو گا اور عباد صالحین کے دائرے میں ترقی کرتا چلا جائے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"انسان کو چاہیے کہ قرآن شریف کثرت سے پڑھے۔ جب اس میں دُعا کا مقام آوے تو دعا کرے اور خود بھی خدا سے وہی چاہے جو اس دعا میں چاہا گیا ہے اور جہاں عذاب کا مقام آوے تو اس سے پناہ مانگے اور ان بداعمالیوں سے بچے جن کے باعث وہ قوم تباہ ہوئی۔ بہتر طریق یہ ہے کہ ایسے وظائف میں جو وقت اُس نے صرف کرنا ہے وہی قرآن شریف کے تدبّر میں لاوے۔ دل کی اگر سختی ہو تو اس کے نرم کرنے کے لیے یہی طریق ہے کہ قرآنِ شریف کو ہی بار بار پڑھے۔ جہاں جہاں دعا ہوتی ہے وہاں مومن کا بھی دل چاہتا ہے کہ یہی رحمتِ الٰہی میرے شاملِ حال ہو۔ قرآنِ شریف کی مثال ایک باغ کی ہے کہ ایک مقام سے انسان کسی قسم کا پھول چنتا ہے پھر آگے چل کر اور قسم کا پھول چنتا ہے۔ پس چاہیے کہ ہر ایک مقام کے مناسب حال فائدہ اٹھاوے۔"

(الحکم 31 جنوری 1904ء از روزنامہ گلدستہ علم و ادب لندن 21 فروری 2020ء)

سامعین! دُعا کی بات چلی ہے تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو صالحین کے گروہ میں شامل ہونے اور رہنے کے لیے رَبِّ ہَبۡ لِیۡ حُکۡمًا وَّ اَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ (الشعراء:84) کی دُعا سکھلائی ہے اور خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک ایسی دُعا سکھلائی ہے جس پر دُعائیں جمع کرنے والوں نے "حصول صالحیت کی دُعا" کا عنوان باندھا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ،وَ تَرْکَ الْمُنْکَرَاتِ،وَحُبَّ الْمَسَاکِیْنِ،وَاِذَا اَرَدْتَّ بِعِبَادِکَ فِتْنَۃً فَاقْبِضْنِی اِلَیْکَ غَیْرَ مَفتُون

(ترمذی کتاب الدعوات)

ترجمہ: اے اللہ! مَیں تجھ سے نیک کاموں کے کرنے اور بُرے کاموں کے چھوڑنے کی توفیق چاہتا ہوں اور مساکین کی محبت مجھے عطا کر اور جب تو بعض لوگوں کو فتنہ پہنچانا چاہے تو بغیر فتنہ میں ڈالے میری روح قبض کر لے۔ (مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 133)

سامعین! اللہ تعالیٰ سے خشیت وخوف کے زُمرہ میں اُس کی عبادات آتی ہیں۔ بروقت نمازوں کی ادائیگی، نوافل کے ذریعہ اپنی عبادات پر حفاظت کی باڑ لگانا بھی ضروری ہے جو عباد صالحین بننے کا ایک ذریعہ ہے یا یوں کہہ لیں کہ نمازوں کی بروقت ادائیگی اور نوافل یعنی تہجد کے ذریعہ عباد صالحین بنا جا سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ (العنکبوت:46) کہ نماز فحشاء اور بُری باتوں سے روکتی ہے۔ ان باتوں سے رکنا اور دُور رہنا ہی عِباد صالحین بننے کی طرف دعوت دیتی ہے۔ جہاں تک نوافل کا تعلق ہے تو یہ ہر نیکی میں اضافہ کا نام ہے اور نوافل ان نیکیوں کی حفاظت کے لیے باڑ کا کام کرتے ہیں تو یوں یہ ہر انسان کو عباد صالحون بننے کی دعوت دیتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان نوافل کے ذریعہ مجھ سے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ مَیں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الرقاق باب التواضع حدیث 6502)

سامعین! عباد صالحین کیسے بنا جا سکتا ہے میں ایک فیکٹ قرآن و احادیث میں بیان شدہ نیکیاں اپنانے کا عزم اور ارادہ کے ساتھ ساتھ اِن نیکیوں کو اپنے اندر اُتارنا ہے اور بُرائیوں سے پورے عزم کے ساتھ دُور رہنا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے پوچھنے پر کہ جنت میں کون سی چیز لے جائے گی؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز باجماعت پڑھو، زکوٰۃ دو اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی اور حُسنِ سلوک کرو۔ (حدیقۃ الصالحین صفحہ 650)

انصار بھائیو! اوپر بیان ہونے والے گُر میں رشتہ داروں سے صلہ رحمی اور حسن سلوک بھی ہے جو انسان کو عبد صالح بناتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ انسان کی بہترین نیکی یہ ہے کہ اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ حُسن سلوک کرے جبکہ اس کا والد فوت ہو چکا ہو یا کسی اور جگہ چلا گیا ہو۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 421 حدیث 397)

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھنے لگا کہ یا رسول اللہ! والدین کی وفات کے بعد کوئی ایسی نیکی ہے جو مَیں ان کے لیے کر سکوں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں! کیوں نہیں تم اُن کے لیے دعائیں کرو، ان کے لیے بخشش طلب کرو۔ ان کے عزیز و اقارب سے اسی طرح صلہ رحمی اور حسن سلوک کرو جس طرح وہ اپنی زندگی میں ان کے ساتھ کیا کرتے تھے اور ان کے دوستوں کے ساتھ عزت و تکریم سے پیش آؤ۔ (حدیقۃ الصالحین صفحہ 422 حدیث 399)

انصار بھائیو! مَیں عبد صالح بننے کا آخری گُر بیان کر کے اپنی تقریر ختم کرتا ہوں اور وہ ہے صحبتِ صالحین یعنی نیک صالح لوگوں کی قربت اختیار کرنا۔ صحبتِ صالحین اختیار کرنے کا ذکر ہمیں قرآن و احادیث اور بزرگوں کے قول و اطوار سے ملتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سے کسی دوست نے دُعا کی درخواست کرتے ہوئے کہا کہ میرے بیٹے میں دہریت کے آثار پیدا ہو رہے ہیں تو آپؓ نے فرمایا کہ اس کی کلاس میں اس کا سیٹ فیلو بدل دو۔ بعد میں یہ معلوم کر کے حیرانگی ہوئی کہ واقعتاً اُس کا سیٹ فیلو دہریہ تھا۔ اِس لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے (یعنی دوست کے اخلاق کا اثر انسان پر ہوتا ہے) اس لیے اسے غور کرنا چاہیے کہ وہ کسے دوست بنا رہا ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 492 حدیث 511)

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا کہ نیک ساتھی اور بُرے ساتھی کی مثال ان دو شخصوں کی سی ہے جن میں سے ایک کستوری اٹھائے ہوئے ہو اور دوسرا بھٹی جھونکنے والا ہو۔ کستوری اٹھانے والا تجھے مفت خوشبو دے گا یا تُو اس سے خریدے گا ورنہ کم از کم تُو اُس کی خوشبو اور مہک تو سونگھ ہی لے گا اور بھٹی جھونکنے والا یا تیرے کپڑے جلا دے گا یا اس کا بدبودار دھواں تجھے تنگ کرے گا۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 492 حدیث 510)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ متّقی کے راستہ کی تمام دُنیوی روکیں دُور فرمادیتا ہے جو اُس کے دین کے کام میں حارج ہوں، پس اگر دنیاوی کاموں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے نمازوں کی وقت پر ادائیگی ہم کر رہے ہیں اور اِسی طرح دوسرے دنیاوی کاموں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جماعتی اور دینی کاموں کو ترجیح دے رہے ہوں تو وہ سب طاقتوں کا مالک خدا فرماتا ہے کہ مَیں تمہارے ساتھ ہوں، تمہاری فکروں کو دُور کروں گا۔ پس انسان نے خدا تعالیٰ کی کیا مدد کرنی ہے، اللہ تعالیٰ ہے جو ہمیں دینی خدمت کا موقع دیتا ہے، ہماری نیکیوں کے ہمیں اجر دیتا ہے، ہماری ضروریات پوری فرماتا ہے اور پھر اِن تمام نوازشوں کے بعد ہمیں اپنے دین کے مددگاروں میں شامل کرنے کا اعلان فرمادیتا ہے۔ کتنا مہربان ہے ہمارا خدا، کس قدر دیالو ہے ہمارا خدا، اِس کا کبھی ہم احاطہ ہی نہیں کرسکتے۔ پس ہمیں چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حقیقی شکر گزار بندے بنتے ہوئے، اُس کے حکموں پر چلتے ہوئے، تقویٰ کی راہوں پر قدم مارتے ہوئے اپنی زندگیاں گزارنے والے بنیں اور یہی ہمارے حقیقی انصار ہونے کی روح ہے۔'' (اختتامی خطاب مجلس انصار اللہ یوکے 2022ء)

اللہ تعالیٰ اِس کی ہم سب کو توفیق عطاء فرمائے کہ ہم ان تمام باتوں پر عمل کر کے نیک اور اللہ کے صالح بندوں میں شامل ہو سکیں۔ آمین

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ منصور چوہدری۔ جرمنی)

ضضضض

{55} {مشاہدات۔380}

اپنے نفس کا مطالعہ کرتے رہو

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا قَدْاَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْخَابَ مَنْ دَسّٰهَاَ(الشمس:9-11)

ترجمہ: پس اس (اللہ) نے اس (نفس انسانی) کو اس کی بد اور نیک راہوں کا علم عطا فرمادیا ہے۔ پھر جس نے تو اس (نفس) کو پاک کیا وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے اسے (نفسانی خواہشات کے تابع) ڈال دیا، وہ ناکام اور نامراد ہو گیا۔

نفس کو مارو کہ اُس جیسا کوئی دشمن نہیں
چپکے چپکے کرتا ہے پیدا وہ سامانِ دِمار

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا موضوع حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقتباس سے لیے گئے ایک خوبصورت فقرے "**اپنے نفس کا مطالعہ کرتے رہو**" پر مشتمل ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اِس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"گناہ ایک ایسا کیڑا ہے جو انسان کے خون میں ملا ہوا ہے مگر اس کا علاج استغفار سے ہی ہو سکتا ہے۔ استغفار کیا ہے؟ یہی کہ جو گناہ صادر ہو چکے ہیں ان کے بد ثمرات سے خدا تعالیٰ محفوظ رکھے اور جو ابھی صادر نہیں ہوئے اور جو بالقوۃ انسان میں موجود ہیں اُن کے صدور کا وقت ہی نہ آوے اور اندر ہی اندر وہ جل بھن کر راکھ ہو جاویں۔ یہ وقت بڑے خوف کا ہے۔ **اس لیے توبہ استغفار میں مصروف رہو اور اپنے نفس کا مطالعہ کرتے رہو۔** ہر مذہب و ملت کے لوگ اور اہلِ کتاب مانتے ہیں کہ صدقات و خیرات سے عذاب ٹل جاتا

ہے مگر قبل از نزول عذاب۔ مگر جب نازل ہو جاتا ہے تو ہر گز نہیں ٹلتا۔ پس تم ابھی سے استغفار کرو اور توبہ میں لگ جاؤ تا تمہاری باری ہی نہ آوے اور اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے"۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 299 ایڈیشن 1984ء)

معزز سامعین! تقریر کا آغاز کرنے سے قبل عنوانِ بالا میں الفاظ نفُس اور مطالعہ کے لغوی معانی جاننا ضروری ہیں۔ گو یہ الفاظ روزمرہ بول چال میں عام استعمال ہوتے ہیں لیکن تقریر میں آگے بیان ہونے والے مضمون کو سمجھنے کے لئے اِن کے معانی جاننا ضروری ہیں۔ نفُس (فاء کے جزم کے ساتھ) کے معانی روح، جان، ہستی کے ہیں اور مطالعہ کے معانی پڑھنا، غور کرنا، توجہ و دھیان دینا کے ہیں۔ فیروز اللغات میں لکھا ہے کہ کسی چیز کو اُس سے واقفیت پیدا کرنے کی غرض سے دیکھنے کے ہیں۔ اِسے ہم محاسبہ نفس کا نام بھی دے سکتے ہیں۔ تو عنوانِ بالا کے معانی یہ ہوں گے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے افرادِ جماعت کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہر فردِ جماعت اپنی ذات کے اندر جھانکتے ہوئے اِس پر غور کرے اور اِس کو پاک صاف رکھنے کے لئے ہمیشہ اِس کی طرف دھیان رکھے۔ اِن معنوں کو سامنے رکھ کر آیت کریمہ جس کی مَیں نے تقریر کے آغاز پر تلاوت کی ہے غور کریں تو وہ کہہ اُٹھے گا کہ اِس میں تزکیہ نفس کا ذکر کیا گیا ہے۔ تزکیہ نفس سے مراد ہے کہ انسانی نفس میں موجود شر کے فطری غلبہ کو دور کرنا اور اسے گناہوں کی ان آلودگیوں اور آلائشوں سے پاک کرنا جو روحانی نشوونما میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہیں۔ ان تمام بدی کی خواہشات پر غلبہ پا لینے کا عمل تزکیۂ نفس کہلاتا ہے۔ انسان کا وجود جسم اور روح دونوں کا مرکب ہے۔ جسم اور روح دونوں کے الگ الگ تقاضے ہیں اور یہ تقاضے ان کی فطری اور طبعی صلاحیتوں کے مطابق ہیں۔

انسان کا نفس بسا اوقات فطری طور پر برائیوں کی طرف رغبت دلاتا رہتا ہے جبکہ دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے انسان میں روح کی صورت میں اُس کے اندر ایک لطیف و نورانی ملکہ بھی ودیعت کر دیا ہے جس کے تحت وہ نیکی و بدی، حق پرستی، سچ اور جھوٹ، امانت اور خیانت جیسے معاملات میں خوب تمیز کر سکتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا (الشمس:9) کہ پس اُس کی بے اعتدالیوں اور اس کی پرہیزگاریوں (کی تمیز کرنے کی صلاحیت) کو اس کی فطرت میں ودیعت کیا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ (الشمس:11) کہ اور ہم نے اُسے دو مرتفع راستوں کی طرف

ہدایت دی۔ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر نیکی و بدی، برائی اور اچھائی، خیر اور شر دونوں طرح کے رجحانات ازل سے ودیعت کیے ہیں کہ یہ انسانی فطرت ہے۔ نیکی اور بدی کے درمیان ایک کشمکش جاری رہتی ہے جس کی وجہ سے جہاں برائیاں جنم لیتی ہیں وہاں نیکیاں بھی ہو رہی ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ وَاَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَہَی النَّفۡسَ عَنِ الۡہَوٰی (النازعات: 41) کہ اور وہ جو اپنے ربّ کے مرتبہ سے خائف ہوا اور اُس نے اپنے نفس کو ہَوَس سے روکا۔ اگر انسان کے اندر خوفِ خدا ہو گا، تقویٰ ہو گا اور وہ اپنے نفس کا مطالعہ کرے گا کہ مَیں کہاں غلط ہوں۔ مجھے خدا تعالیٰ نے کس بات سے روکا ہے اور مجھے کس کام کا حکم دیا ہے تو اس کی نیکیاں بدی پر غالب آجائیں گی۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس کا مطالعہ کرتے رہنے کے متعلق فرمایا کہ

”عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے اور موت کے بعد کی زندگی کے لئے عمل کرے اور عاجز وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کرے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی آرزوؤں کی تکمیل کا خواہش مند رہے“

(جامع ترمذی کتاب الزھد)

ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اَلۡکَیِّسُ مَنۡ دَانَ نَفۡسَہٗ حقیقی دانا وہ شخص ہے جو اپنا محاسبہ نفس (ساتھ ساتھ) کرتا چلا جاتا ہے اور موت کے بعد کی زندگی کو مدنظر رکھتے ہوئے نیک اعمال بجالاتا چلا جاتا ہے۔ وَالعَاجِزُ: اور ناکارہ بے بس ہے وہ شخص جو اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور اللہ سے امید لگاتا ہے۔ (سنن الترمذی)

حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ حَاسِبُوْا أَنْفُسَکُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوْا اپنا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے اور بڑے دن کی پیشی کے لئے خوب تیاری کرتے رہو اپنے آپ کو نیکیوں سے مزیّن کرتے چلے جاؤ اور جو شخص دنیا میں اپنا محاسبہ کرتا ہے تو قیامت کے روز اس کا ہلکا پھلکا حساب لیا جائے گا۔

(سنن الترمذی)

پھر لکھا ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے اپنے ایک والی کو ایک تحریر بھجوائی جو آپؓ کی آخری تحریروں میں سے سمجھی جاتی ہے۔ اس میں آپؓ فرماتے ہیں کہ حَاسِبْ نَفْسَكَ فِي الرَّخَاءِ قَبْلَ حِسَابِ الشِّدَّةِ اپنے نفس کا محاسبہ سخت حساب آنے سے قبل کرلو۔ جو اچھے وقت میں سخت حساب سے پہلے اپنا محاسبہ کرتا ہے اس کا انجام خوش نصیبی اور خوشنودی کے ساتھ ہو گا اور جس شخص کو اس کی لذتیں اور خواہشات محاسبہ نفس سے غافل کر دیں اس کا انجام حسرت اور ندامت کے ساتھ ہو گا۔ (شعب الإيمان)

حضرت میمون بن مہرانؒ فرماتے ہیں: کسی شخص کو اس وقت تک متقی عابد نہیں کہہ سکتے حَتّٰی يُحَاسِبَ نَفْسَهُ كَمَا يُحَاسِبُ شَرِيْكَهُ مِنْ أَيْنَ مَطْعَمَهُ وَمَلْبَسَهُ جب تک کہ وہ اپنا محاسبہ ایسے نہ کرے جیسے وہ تجارت میں اپنے شراکت دار کا محاسبہ کرتا ہے.... کہ کھانا کہاں سے کھاتا ہے اور لباس کہاں سے لیتا ہے۔

(سنن الترمذی)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ اِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرٰى ذُنُوبَهُ كَأَنَّهُ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ مومن اپنے گناہوں کو ایسا محسوس کرتا ہے جیسے وہ کسی پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہیں وہ اس کے اوپر نہ آگرے اور بدکار اپنے گناہوں کو مکھی کی طرح ہلکا سمجھتا ہے کہ وہ اس کے ناک کے پاس سے گزرے اور وہ اسے اپنے ہاتھ کے اشارے سے اُڑا دے۔ (صحیح بخاری کتاب الدعوات)

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بستر پر جانے سے پہلے سارے دن کی کردنی اور ناکردنی کا جائزہ لیا کرتے تھے اور نیکی کے جو کام رہ جاتے تھے ان کا عزم صمیم کیا کرتے تھے۔

حضرت براءؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر سونے کے لیے جاتے تو اپنے دائیں پہلو پر لیٹ کر یہ دُعا مانگتے۔ اے میرے اللہ! مَیں اپنے آپ کو تیرے حوالے کرتا ہوں، اپنی آبرو تیرے سُپرد کرتا ہوں، اپنے سب معاملات تیرے حوالے کرتا ہوں اور تجھے اپنا سہارا بناتا ہوں۔ تیری طرف رغبت رکھتا ہوں اور تجھی سے ڈرتا ہوں۔ تیرے سوا کوئی جائے پناہ نہیں اور نہ ہی کوئی

جائے نجات۔ (بخاری کتاب الدعوات باب النوم علی الشق الأیمن)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا کثرت سے کرتے تھے کہ اے دلوں کے پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔ حضرت ام سلمہؓ نے اس دعا کو کثرت سے اور باقاعدگی سے پڑھنے کی وجہ پوچھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ام سلمہؓ! انسان کا دل خدا تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے، جسے چاہے ثابت قدم رکھے اور جسے چاہے ٹیڑھا کر دے، اس لیے اسی سے مدد مانگنی چاہیے۔

(ترمذی کتاب الدعوات)

اے میری الفت کے طالب! یہ میرے دل کا نقشہ ہے
اب اپنے نفس کو دیکھ لے تُو، وہ ان باتوں میں کیسا ہے

معزز سامعین! جب انسان میں شہوانی، نفسانی قوتیں کمزور ہونے لگتی ہیں تو اُس کی روح میں موجود نیکی کی قوتیں نشو نما پا کر اور مضبوط ہو جاتی ہیں اور وہ نیکی کی طرف مائل ہونے لگتا ہے اُس کو کوئی بھی دنیاوی شے صراطِ مستقیم سے نہیں ہٹا سکتی۔ اُس کو اپنی عبادتیں لطف دینے لگتی ہیں۔ خدا تعالیٰ سے اُس کا تعلق مضبوط ہونے لگتا ہے اور مومن ہر وہ کام کرنے کی کوشش کرتا ہے جس سے اُس کا ربّ راضی ہو۔ برائی کی طرف اُس کا دل مائل ہی نہیں ہوتا اور یہی نفس کا محاسبہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 12 میں فرماتے ہیں:

”خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو اور مخلوق کی پرستش نہ کرو اور اپنے مولیٰ کی طرف منقطع ہو جاؤ اور دنیا سے دل برداشتہ رہو اور اسی کے ہو جاؤ اور اسی کے لئے زندگی بسر کرو اور اسی کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیونکہ وہ پاک ہے۔ چاہئے کہ ہر صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دھوئیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ دن کو رات نہیں کر سکتیں۔ بلکہ

خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی ہے، اور جس پر پڑتی ہے اُس کی دونوں جہانوں میں بیخ کنی کر جاتی ہے۔"

پھر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اپنے ایمانوں کا وزن کرو۔ عمل ایمان کا زیور ہے۔ اگر انسان کی عملی حالت درست نہیں ہے تو ایمان بھی نہیں ہے۔ مومن حسین ہوتا ہے۔ جس طرح ایک خوبصورت انسان کو معمولی اور ہلکا سا زیور بھی پہنا دیا جائے تو وہ اُسے زیادہ خوبصورت بنا دیتا ہے۔ اگر وہ بد عمل ہے تو پھر کچھ بھی نہیں۔ انسان کے اندر جب حقیقی ایمان پیدا ہو جاتا ہے تو اُس کو اعمال میں ایک خاص لذّت آتی ہے اور اُس کی معرفت کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ وہ اس طرح نماز پڑھتا ہے جس طرح نماز پڑھنے کا حق ہوتا ہے۔ گناہوں سے اُسے بیزاری پیدا ہو جاتی ہے۔ ناپاک مجلس سے نفرت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور رسول کی عظمت اور جلال کے اظہار کے لئے اپنے دل میں ایک خاص جوش اور تڑپ پاتا ہے" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 249 ایڈیشن 2003ء)

مَیں اپنے پیارے سامعین کے سامنے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا اِس حوالے سے ایک اور ارشاد رکھتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"اپنے دلوں کو ہر دم ٹٹولتے رہو اور جیسے پان کھانے والا اپنے پانوں کو پھیرتا رہتا ہے اور ردی ٹکڑے کو کاٹتا ہے اور باہر پھینکتا ہے۔ اسی طرح تم بھی اپنے دلوں کے مخفی خیالات اور مخفی عادات اور مخفی جذبات اور مخفی ملکات کو اپنی نظر کے سامنے پھیرتے رہو اور جس خیال یا عادت یا ملکہ کو ردّی پاؤ اس کو کاٹ کر باہر پھینکو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے سارے دل کو ناپاک کر دے اور پھر تم کاٹے جاؤ۔"

(روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 547-548)

آپؑ مزید فرماتے ہیں کہ

"اسی طرح قرآن میں منع کیا گیا ہے کہ بجز خدا کے تم کسی چیز کی عبادت کرو، نہ انسان کی، نہ حیوان کی، نہ سورج کی، نہ چاند کی اور نہ کسی اور ستارے کی اور نہ اسباب کی اور نہ اپنے نفس کی۔"

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26)

امام غزالیؒ نے اپنی کتاب "احیاء العلوم" میں اصلاح نفس کے جو چار اصول لکھے ہیں ان میں چوتھا یہ ہے کہ

”مواخذہ کہ نفس نے جو دن بھر نافرمانیاں کی ہیں۔ اس کو ان کی سزا دینا یعنی عبادت کا بوجھ ڈالے۔ جو غلط ہو اس پر شرمندگی کے ساتھ استغفار کرے اور جو اچھا ہو اس پر اللہ کا شکر ادا کرے۔“

(الفضل آن لائن 15 مارچ 2022ء)

سامعین! حکیم لقمانؒ سے ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ آپ نے حکمت و دانائی کہاں سے سیکھی؟ کہنے لگے: ”نادانوں سے کہ جب وہ کوئی نادانی والا عمل کرتے، میں فوراً اپنا محاسبہ کرتا کہ کہیں مجھ میں تو یہ عمل نہیں پایا جاتا؟ اگر میرے اندر وہ عادت ہوتی تو میں فوراً اُسے چھوڑ دیتا۔“

اپنا محاسبہ کرنے کی عادت کامیابی کا پہلا زینہ ہے۔ اس کے ذریعہ ہمیں اپنے اندر پیدا ہونے والے منفی اور مثبت رجحانات کا علم ہوتا ہے۔ ہم اپنی خوبیوں اور خامیوں پر بھی نظر رکھ سکتے ہیں۔ اپنے اخلاق بہتر کر سکتے ہیں۔ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد بھی بہتر طریقے سے سرانجام دے سکتے ہیں۔ اپنی سابقہ غلطیوں سے سبق حاصل کر کے مستقبل میں ان کو نہ دہرانے کا عہد کر سکتے ہیں۔ اس سے ہمارے دل میں آخرت کا خوف بھی پیدا ہو گا کہ ہم کوئی ایسا عمل نہ کریں جس کے لیے آخرت میں ہمیں خدا تعالیٰ کے آگے جوابدہ ہونا پڑے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”میں سمجھتا ہوں کہ دنیا میں ہر انسان کے اندر کوئی وقت سُستی کا آجاتا ہے اور کوئی وقت چُستی کا آجاتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا نام باسط بھی ہے اور قابض بھی ہے اس لئے وہ کبھی انسان کی فطرت میں قبض پیدا کر دیتا ہے اور کبھی بسط پیدا کر دیتا ہے۔ اس حالت کا علاج یہی ہوا کرتا ہے کہ انسان اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے اور اپنے گردو پیش کے حالات کا بھی محاسبہ کرتا رہے۔ اس لئے صوفیاء نے محاسبہ نفس کو ضروری قرار دیا ہے۔ میرے دل میں خیال گزرا ہے کہ اگر ہم اپنے تمام وقت کا جائزہ لیتے رہتے تو شاید ہم بہت سی سستیوں سے محفوظ رہتے۔ کسی شاعر نے کہا ہے

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اَور گھٹا دی“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 11ء جنوری 1952ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

"مبارک وہ جو خدا کے لئے اپنے نفس سے جنگ کرتے ہیں اور بد بخت وہ جو اپنے نفس کے لئے خدا سے جنگ کر رہے ہیں اور اس سے موافقت نہیں کرتے جو شخص اپنے نفس کے لئے خدا کے حکم کو ٹالتا ہے وہ آسمان میں ہر گز داخل نہیں ہو گا۔" (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 25)

معزز سامعین! جس طرح ایک تاجر یا کوئی بزنس مین اپنے لیے اور اپنے ملازموں کے لیے کچھ اصول بناتا ہے اور اس کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اور اس کے ملازم ان اصولوں کی پابندی کریں۔ وہ وقتاً فوقتاً اس کا جائزہ بھی لیتا رہتا ہے۔ سال کے آخر میں اپنی فرم کا آڈٹ بھی کرتا ہے تاکہ اس کو معلوم ہو سکے کہ اس نے کیا کھویا یعنی کتنا نقصان ہوا اور کتنا فائدہ ہوا بالکل اسی طرح انسان کو اپنی ذات کے لیے اپنے نفس کے لیے بھی کچھ اصول مقرر کرنے چاہئیں اور ہر رات کو سونے سے قبل اپنے دن کا محاسبہ کرنا چاہیے کہ آج میں نے کیا غلط کیا اور کیا صحیح کیا۔ اگر کچھ غلط کام کیے ہوں تو خدا تعالیٰ کے سامنے عاجزی سے توبہ استغفار کرنی چاہیے۔ توبہ استغفار ہی ہم کو شیطان کے حملوں سے بچا سکتی ہے۔

معزز سامعین! کہتے ہیں ایک بزرگ کا شاگرد تھا، اُس نے جب تعلیم مکمل کی اور واپس جانے لگا تو بزرگ نے اُس شاگرد سے پوچھا کہ کیا جس ملک میں تم جا رہے ہو، وہاں شیطان بھی ہوتا ہے؟ تو شاگرد نے حیران ہو کر کہا کہ شیطان کہاں نہیں ہوتا؟ شیطان تو ہر جگہ ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ جو کچھ تم نے مجھ سے دین کے بارے میں، اخلاقیات کے بارے میں سیکھا ہے، پڑھا ہے، اگر اس پر عمل کرنے لگو اور شیطان حملہ کر دے تو کیا کرو گے؟ اُس نے کہا مقابلہ کروں گا۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر تمہاری توجہ دوسری طرف ہو اور وہ پھر حملہ کر دے تو پھر کیا کرو گے؟ اُس نے کہا پھر مقابلہ کروں گا۔ غرض دو تین دفعہ انہوں نے اس طرح ہی پوچھا۔ پھر وہ کہنے لگے کہ اگر تم اپنے کسی دوست کے پاس جاؤ اور اُس کے دروازے پر کُتّا بیٹھا ہو اور وہ تمہیں پکڑ لے، تم پر حملہ کرے اور کاٹنے لگے تو کیا کرو گے؟ اُس نے کہا میں اُس کو ڈرا کے دوڑانے کی کوشش کروں گا۔ پھر حملہ کرے تو پھر یہی کروں گا۔ انہوں نے کہا اگر تم اسی طرح لگے رہے تو پھر دوست تک تو نہیں پہنچ سکتے۔ تو کیا کرو گے تم؟ اُس نے کہا کہ آخر مَیں دوست کو آواز دوں گا کہ آؤ اور اپنے کُتّے کو پکڑو۔ تو بزرگ کہنے لگے کہ شیطان بھی خدا تعالیٰ کا کُتّا ہے۔ اس کے لئے تمہیں خدا تعالیٰ کو آواز دینی ہو گی۔ اُس کے در کو کھٹکھٹانا ہو گا۔ تبھی شیطان کے حملوں سے بچ سکتے ہو۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 330-331 خطبہ جمعہ فرمودہ 22 مئی 1936ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

”مومن کو ہمیشہ خدا کی طرف متوجہ رہنا چاہیے اور خرابیوں کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اپنے نفس کے محاسبہ میں لگے رہنا چاہیے کہ کہیں اس میں کوئی نقص تو نہیں پیدا ہو گیا۔ یہ بیشک درست ہے کہ اپنی غلطی کا اجمالی احساس تو ہر ایک کو ہوتا ہے لیکن تفصیلی احساس ہر ایک کو نہیں ہوتا۔ مگر صرف اجمالی احساس کوئی نفع نہیں پہنچاتا۔ اجمالی احساس یہ ہوتا ہے کہ جب انسان کسی درجہ پر پہنچ جاتا ہے تو سمجھتا ہے کہ وہ بہت کمزور ہے حالانکہ خود اس پر اس کے قول کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ عام طور پر یہ کہنا کہ کمزور ہوں، گنہگار ہوں یہ فقرے تو متکبر اور کافر بھی کہتے ہیں، مثلاً جب کوئی ان کی تعریف کرے تو انکسار سے وہ بھی ایسے فقرے کہہ دیتے ہیں لیکن دل سے اسے محسوس نہیں کرتے۔ پس اجمالی نقص کا اظہار کوئی چیز نہیں کیونکہ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اس کا اظہار کرتے ہیں لیکن تفصیلی طور پر اپنے آپ کو بے گناہ سمجھتے ہیں ...... پس جو گناہ کا احساس کرتا ہے وہ گناہ سے بچتا ہے۔ جب گناہ کا احساس نہیں رہتا تو انسان معصیت میں مبتلا ہو جاتا ہے...... پس انسان کو اپنے نفس کی کمزوری کا محاسبہ کرنا چاہیے۔ ایسے شخص کے لیے روحانیت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔“ (خطبات محمود صفحہ 141-142 سال 1937ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے جو یہ جماعت قائم فرمائی تو وہ اس میں شامل ہونے والوں کو خاص طور پر پاک کرنا چاہتا ہے تا کہ پاک جماعت کا قیام ہو اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم میں سے ہر ایک سے یہ چاہتے ہیں کہ یہ عارفانہ خوردبین ہم لگائیں۔ اس سے ہم اپنے نفس کو دیکھیں۔ اپنے نفس کا محاسبہ کریں۔ اپنی اعتقادی غلطیوں کی جہاں اصلاح کریں وہاں ہر قسم کی چھوٹی سے چھوٹی عملی غلطیوں کی بھی اصلاح کریں۔ اپنے اعمال کی طرف بھی نظر رکھیں۔ اور یہ عارفانہ خوردبین ہی ہے جو معمولی قسم کی غلطیوں کو بڑا کر کے دکھائے گی کیونکہ خوردبین کا یہی کام ہے کہ باریک سے باریک چیز بھی بڑی کر کے دکھاتی ہے۔ پس اپنے

گناہوں کو دیکھنے کے لئے، اپنی غلطیوں کو دیکھنے کے لئے، اپنی کمزوریوں کو دیکھنے کے لئے ہمیں وہ خوردبین استعمال کرنی پڑے گی جس سے ہم اپنے نفس کے جائزے لے سکیں۔ اسی سوچ کے ساتھ ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔" (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 30مارچ 2012ء)

پھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ اصلاح نفس کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"ہر کام کرتے وقت یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ اس کام کے نتائج نیک ہیں یا نہیں۔ اس کام کو کرنے کی مجھے اجازت ہے یا نہیں۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس بات پر عمل کر رہا ہوں یا نہیں کہ قرآنِ کریم کے جو سات سو حکم ہیں اُن پر عمل کرو۔ کہیں میں ان سے دُور تو نہیں جا رہا۔ مثلاً دیانت سے کام کرنا ایک اہم حکم ہے۔ ایک دکاندار کو بھی یہ حکم ہے، ایک کام کرنے والے مزدور کو بھی یہ حکم ہے اور اپنے دائرے میں ہر ایک کو یہ حکم ہے کہ دیانتدار بنو...... اسی طرح ہر میدان کے احمدی کو اپنی دیانت کا حسن ظاہر کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے ہر وقت اس حکم کی جگالی کرنے کی ضرورت ہے جو ابھی پڑھا ہے، تبھی عملی اصلاح ممکن ہو گی۔ ہر وقت دہراتے رہنا پڑے گا کہ میری عملی اصلاح کے لئے مَیں نے یہ یہ کام کرنے ہیں۔ اسی طرح دوسری برائیاں ہیں، مثلاً جھوٹ ہے۔ ہر بات کہتے وقت یہ خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ میری بات میں کوئی غلط بیانی نہ ہو...... پس ہر معاملے میں ہر وقت نظر رکھ کر ہی عملی اصلاح کی طرف ہر ایک جو ہے صحیح قدم اُٹھا سکتا ہے۔ برائیوں کی طرف ایک مرتبہ انسان جھک گیا تو پھر وہ اُس میں ڈوب جاتا ہے۔ گویا برائیوں سے بچنے کے لئے ہر کام پر نظر رکھ کر انسان ایک حجاب میں آ جاتا ہے اور جب یہ حجاب ختم ہو جائے تو ایک کے بعد دوسری کمزوری اُس پر غلبہ پا لیتی ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20دسمبر 2013ء)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اِن ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق دیتا رہے تا ہم اپنے اللہ کے محبوب بندے بن جائیں۔ آمین

ہر اِک نیکی کی جڑ یہ اِتّقا ہے
"اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے"

(کمپوزڈ بائی: عائشہ منصور چوہدری۔ جرمنی)

ضضضض

{56 } {مشاہدات۔374}

انصار اللہ اور انفاق فی سبیل اللہ

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ۬ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَیۡءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیۡمٌ
(آل عمران:93)

ترجمہ: تم ہر گز نیکی کو پا نہیں سکو گے یہاں تک کہ تم اُن چیزوں میں سے خرچ کرو جن سے تم محبت کرتے ہو۔ اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو تو یقیناً اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔

جو ہمارا تھا وہ اب دلبر کا سارا ہو گیا
آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا

پیارے انصار بھائیو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **انصار اللہ اور انفاق فی سبیل اللہ**

ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ مقرِّر اپنی تقریر کے آغاز پر اپنے مقرّرہ عنوان کا اہم ترین حصہ بیان کرتا ہے اور آہستہ آہستہ اختتام کی طرف بڑھتا ہوا تقریر کے آخر پر بہت جوش اور ولولہ سے اپنی تقریر کا نچوڑ بیان کر دیتا ہے۔ یہی کیفیت کسی مضمون یا کتاب میں دیکھنے کو ملتی ہے اور اُس کا مصنف اپنی کتاب یا مضمون کے آغاز میں ابتدائیہ اور اختتام پر آخری کلمات کے نام سے قارئین کے دلوں میں اپنی بات راسخ کرنے کے لئے اپنا مطمع نظر یا خلاصہ تحریر کرتا ہے۔ مقرّرِین اور مصنّفین نے یہ طریق در حقیقت اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن کریم سے مستعار لیا ہے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے مذہب سے متعلقہ اہم امور کو قرآن کریم کے آغاز پر بیان فرمایا ہے اور پھر اس کا اعادہ بطور نچوڑ قرآن کریم کے آخر پر بیان فرمایا۔ جیسے سورۃ البقرۃ کے آغاز پر متقی لوگوں کی علامات بیان کرتے ہوئے ایک علامت ”انفاق فی سبیل اللہ“ بیان فرمائی۔ پھر یہ مضمون پورے قرآن میں مختلف انداز اور پہلوؤں میں پھیلا پڑا ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ مومنوں کو سمجھا

کر قرآن کے آخری حصہ یعنی تیسویں پارے میں بار بار تکرار کے ساتھ اُس اللہ کی راہ میں مالی قربانی کی طرف توجہ دلاتا ہوا مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ ۙ۬ الۡخَنَّاسِ٥ الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ٥ مِنَ الۡجِنَّۃِ وَ النَّاسِ٥ کی دعا پر اپنی الہامی کتاب کو ختم کرتا ہے جس میں بھی اموال کے ذریعہ وسوسے پیدا ہو کر نقصان پہنچنے کے خطرے کا احتمال موجود ہوتا ہے۔ آخری پارے کی تلاوت کرنے اور اِس میں درج اللہ تعالیٰ کی تعلیمات و احکامات پر غور وخوض کرنے سے یہ بات ظاہر و باہر ہو کر ہمارے سامنے آتی ہے کہ آخری زمانہ کی علامات کے ذکر میں ایسی علامات کا کثرت سے ذکر ہے جن کا تعلق مال جمع کرنے والوں کی ہلاکت سے ہے۔ (دیکھیں سورۃ الھمزہ) جن کا تعلق یتیم و مسکین کو دھتکارنے، کھانا نہ کھلانے اور سختی کرنے سے ہے (الماعون، الضحیٰ اور الیل) جن کا تعلق سوالی کو جھڑکنے اور اس کے سوال کو ردّ کرنے سے ہے (الضحیٰ) جن کا تعلق ناپ میں کم تولنے سے ہے (المطففین) جن کا تعلق مال سے محبت اور ورثہ کے ہڑپ کر جانے سے ہے (جیسے الفجر) اللہ تعالیٰ نے ایسے نامراد لوگوں کے لئے ابولہب کی ہلاکت کی مثال دی ہے جس کا جمع شدہ مال بھی اُس کے کام نہ آیا اور وہ ہلاک ہوا۔ اتنی شدت اور کثرت سے اِن امور کا ذکر کرنے کا مقصد شاید یہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ظہور پر لوگوں میں یہ بیماریاں، بُرائیاں کثرت سے پائی جاتی تھیں۔ اِن کا اموال سے پیار اور محبت عیاں ہوتی تھیں اور مامورِ زمانہ نے آکر اِن لوگوں سے جہاں بہت سی قربانیوں کا مطالبہ کرنا تھا اُن میں مالی قربانی بھی سرِ فہرست تھی اور اِس دَور میں صحابہؓ جیسی قربانیوں کی یاد تازہ ہونی تھی۔ اِس کا اشارہ ہمیں قرآنِ کریم کے آخری حصہ میں ملتا بھی ہے۔ سورۃ البیّنہ میں دوسری خوبیوں کے ساتھ زکوٰۃ دینے کی خوبی کے حامل لوگوں کا ذکر ہے۔ جن کے متعلق کہا گیا ذٰلِکَ دِیۡنُ الۡقَیِّمَۃِ ؕ (البینہ:7) کہ یہی قائم رہنے والی اور قائم رکھنے والی تعلیمات کا دین ہے۔

میرے انصار بھائیو! سورۃ البینہ آیت 6 کے یہ الفاظ غور طلب ہیں کہ اللہ کی راہ میں خلوصِ نیت سے دی ہوئی مالی قربانی نہ صرف خود قائم رہتی ہے بلکہ دینے والے وجود کو بھی دوام بخشتی ہے۔ اُس کا نام زندہ رہتا ہے۔ پھر سورۃ الکوثر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب تمہیں الکوثر مل جائے، تمہیں اللہ کی نعماء میں سے کثرت سے حصہ ملا ہو جس میں حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان اور خلافت جیسی پیاری نعمت کو حرزِ جان بنانا

شامل ہے تو فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ کا حکم ہے کہ اپنے رب کی عبادت بطور شکرانے کے کثرت سے کیا کر اور قربانی کر جس میں مالی قربانی بھی شامل ہے۔

سامعین! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جہاں جہاں مالی قربانی کی طرف توجہ دلائی ہے اُن میں سے ایک سورۃ آل عمران آیت 93 ہے جو یوں ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ کہ تم ہرگز نیکی کو پا نہیں سکو گے یہاں تک کہ تم اُن چیزوں میں سے خرچ کرو جن سے تم محبت کرتے ہو۔ اس آیت کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ آیت گو سورۃ آل عمران کے نصف میں واقع ہوئی ہے لیکن اِسے چوتھے پارہ کا عنوان بنا کر اِس کی افادیت کو نمایاں کیا گیا ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ رسولؐ اپنی اپنی پسندیدہ اشیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔ حضرت ابو طلحہؓ نے اپنی جائیداد میں سے پسندیدہ جائیداد المعروف بہ بیرِ رُحاء کنواں وقف کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یا رسول اللہ! یہ میرا کنواں میٹھے پانی کے اعتبار سے بہت مشہور ہے اور کھجوروں کے باغ میں ہونے کی وجہ سے بہت قیمتی بھی ہے جو مجھے باقی جائیدادوں میں سے بہت پسند ہے۔ اِس آیت کریمہ کے مطابق مَیں اپنی اِس جائیداد کو وقف کرتا ہوں (صحیح بخاری) اور یہ یاد رہے کہ حضرت ابو طلحہؓ یہ قربانی کرتے وقت 40 سال سے زائد عمر کے تھے۔

قرآن کریم میں بیان انفاق فی سبیل اللہ کے بارے میں متعدد آیات میں سے ایک اور آیت کا ذکر کر کے ہم انصار اللہ اور انفاق فی سبیل اللہ کے مضمون میں داخل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ التغابن آیت 17 میں انفاق فی سبیل اللہ کے فوائد بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ کہ اپنے اموال اُس کی راہ میں خرچ کرتے رہو یہ تمہاری جانوں (نفوس) کے لئے بہتر ہو گا۔

آج آخری زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے والے غریب اور مفلس صحابہؓ نے وہ شاندار تاریخ رقم فرمائی جس کی بدولت وہ 1400 سال کا زمانہ پاٹ کر صحابہ رضوان اللہ علیہم سے جا ملے۔ جن کی قربانیاں دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ کہنا پڑا۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

وہی مَے اُن کو ساقی نے پلادی
فسبحان اللہ الذی اخزی الاعادی

یہ وہ نیک بخت لوگ تھے جنہوں نے ایک ایک دو دو دمڑی یا پیسہ اشاعتِ اسلام میں دیا اور آپؑ نے ان مخلصین کے نام اپنی کتب میں درج فرمائے جو تا قیامت محفوظ ہو گئے۔ اب لاکھوں، کروڑوں اور اربوں روپے دے کر کوئی شخص بھی اپنا نام ان لازوال کتب میں نہیں لکھوا سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دَور میں چندہ وصیت اور چندہ عام جاری فرمایا۔ چندہ وصیت کی شرح حضورؑ کے دور میں ہی 1/10 مقرر ہو چکی تھی تاہم چندہ عام کی شرح 1/16 حضرت مصلح موعودؓ کے دَور میں مقرر ہوئی۔ طوعی قربانیاں اس کے علاوہ تھیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے جب ذیلی تنظیموں کے قیام کا اعلان فرمایا۔ ساتھ کے ساتھ ان کی فلاح و بہبود اور ترقی کے لئے چندہ جات کا اعلان فرماتے گئے اور ہر تنظیم کے لئے جو عہد مقرر ہوئے اُن میں بھی مالی قربانی کا ذکر بھی فرمایا جیسے مجلس انصار اللہ کے عہد کے یہ الفاظ مالی قربانی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

”مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظامِ خلافت کی حفاظت کے لئے ان شاء اللہ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اِس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا...ان شاء اللہ“

پیارے انصار بھائیو! اِس بڑی سے بڑی قربانی میں جانی قربانی تو ہے ہی لیکن آج کے مادیت کے دَور میں جس میں اموال سے محبت و پیار آخری زمانہ کی علامات میں شامل ہے اموال کی قربانی انصار اللہ کا ایک طرہ امتیاز رہا ہے اور ان شاء اللہ آئندہ بھی تا ابد رہے گا۔ جہاں تک چندہ انصار اللہ کے لازمی یا طوعی ہونے کا تعلق ہے۔ اس ضمن میں آغاز پر ہی مجلس عاملہ مرکزیہ منعقدہ 27 اکتوبر 1943ء یہ فیصلہ ہوا کہ تمام ممبروں سے کم از کم ایک آنہ ماہوار کے حساب سے چندہ لیا جائے گا جس کا باقاعدہ حساب رکھا جائے گا۔ اس فیصلہ پر بانی مجلس انصار اللہ حضرت مصلح موعودؓ نے بطور توثیق تحریر فرمایا

”منظور ہے۔ عمل کیا جائے۔“

(تاریخ انصار اللہ جلد دوم صفحہ 13)

سامعین! یہ تو اظہر من الشمس بات ہے کہ مالی قربانی سے مومنوں کو تزکیہ نفس حاصل ہوتا ہے۔ ایک مومن اس قربانی سے اپنے اللہ کے قریب ہوتا چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب اور پیار اُسے نصیب ہوتا ہے نیز اِس قربانی سے دوسرا مال پاک ہو جاتا ہے اُس میں برکت بڑھتی ہے اور انسان بہت سی ناگہانی آفات، مصائب، مشکلات اور بیماریوں سے بچ جاتا ہے۔ چندے ادا کرنے والوں کی اولادوں کو خدا تعالیٰ نے بے انتہا فضلوں اور برکتوں سے نوازتا چلا جاتا ہے اور جب خداوند کریم کی ان چندوں پر نظر کرم پڑے گی تو یہ رقم یا روپے انمول دولتیں بن جائیں گی اور ہم اپنی سابقہ تاریخ کو دیکھتے اور پڑھتے ہوئے یہ یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں دینے والوں کی اِن دھمبڑیوں، اِن دھیلوں اور اِن پائیوں کی بدولت اِن کی اولادیں آج لاکھوں اربوں کی مالک دنیا بھر میں پھیلی پڑی ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

”پھر روحانی طور پر اس انفاق کا ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کے لئے اپنا مال خرچ کرتا ہے وہ آہستہ آہستہ دین میں مضبوط ہوتا جاتا ہے اسی وجہ سے مَیں نے اپنی جماعت کے لوگوں کو بارہا کہا ہے کہ جو شخص دینی لحاظ سے کمزور ہو وہ اگر اور نیکیوں میں حصہ نہ لے سکے اس سے چندہ ضرور لیا جائے کیونکہ جب وہ مال خرچ کرے گا تو اس سے اس کو ایمانی طاقت حاصل ہو گی اور اس کی جرأت اور دلیری بڑھے گی اور وہ دوسری نیکیوں میں بھی حصہ لینے لگ جائے گا۔“ (تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 412)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے ایک موقع پر چندہ انصار اللہ کے لازمی ہونے کے متعلق فرمایا تھا:

”مَیں نے انصار اللہ کے چندہ کی شرح نصف پیسہ سے بڑھا کر پیسہ کر دی ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 19 نومبر 1971ء)

گویا کہ انصار اللہ کا چندہ اپنی آمدنی پر شرح کے مطابق ادا کرنا ضروری ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”جو انصار اللہ کا چندہ نہیں دیتے وہ جماعت کی مجلس عاملہ کے ممبر بھی نہیں بن سکتے اور نہ ہی مجلس انصار اللہ کی عاملہ کے ممبر بن سکتے ہیں“ (روزنامہ الفضل 14 اکتوبر 2013ء، صفحہ 5)

نیز حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اِن دو کو قواعد کا حصہ بنادیا ہے۔

a) A Nasir who is in arrears of Chanda Majlis Ansarullah for more than 6 months, and of Chanda Salana Ijtima for more than 1 year shall not be eligible to hold any office of Majlis Ansarullah.

b) A Nasir who is in arrears of Obligatory Chandas (vis. Chanda Aam, Chanda Hissa Amad for more than 6 months, and of Chanda Jalsa Salana for more than 1 year) shall not be eligible to hold any office of Majlis Ansarullah.

کہ ایسا ناصر جس کے ذمہ 6 ماہ سے زائد کا چندہ انصاراللہ کا بقایا ہو یا ایک سال سے زائد کے سالانہ اجتماع کے چندہ کا بقایا دار ہو وہ مجلس انصاراللہ کا کسی سطح پر عہدیدار نہیں بن سکتا۔ اِسی طرح ایسا ناصر جو 6 ماہ سے زائد کے چندہ عام یا چندہ حصہ آمد کا بقایا دار ہو یا ایک سال سے زائد کے چندہ جلسہ سالانہ کا بقایا دار ہو وہ مجلس انصاراللہ کا کسی سطح پر عہدیدار نہیں بن سکتا۔

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب جب صدر انصار اللہ مرکزیہ تھے نے 1981ء کے انصار اللہ کے اجتماع پر اپنے خطاب میں کیا ہی نفیس رنگ میں اپنے انصار بھائیوں کو مالی قربانی کی طرف توجہ دلائی۔
آپ فرماتے ہیں کہ:

”حضرت مصلح موعودؓ کی تعلیم جو مَیں نے سنی ہے خطبات کے ذریعے اور اب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اس مسئلے کو جماعت پر اتنا کھول چکے ہیں کہ جماعت کے کام تو خدا نے کروانے ہیں، تم اپنے روپوں پر کبھی ناز نہ کرنا۔ وہم میں بھی نہ مبتلا ہونا کہ اِن پیسوں سے خدا نے کام بنانے ہیں۔ وہ خدا جو ساری جماعت کا خدا ہے یہی انصار کا بھی تو خدا ہے۔ انصار بھی تو جماعت کا ایک معمولی حصہ ہیں۔ اس لئے انصار پر بھی خدا اِسی طرح فضل کرتا ہے اور پیسوں کی کمی نہیں آنے دیتا.... (عہدیداران سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ) اِن (انصار) کو بار بار بتائیں کہ جو کچھ دینا ہے اس کو پاکیزگی کے ساتھ دو اور یہ محسوس کر کے دو کہ جس خدا نے تمہیں دیا ہے اُس خدا کو تم دوبارہ حساب پیش کر رہے ہو۔ اگر جماعت یہ بات سمجھ جائے اور بہت سے

عارف لوگ یہ سمجھتے ہیں اور بھی آہستہ آہستہ سمجھ جائیں گے تو پھر یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ بجٹ غلط بنے۔ غلط بجٹ بنانے اور غلط آمدن لکھوانے کی جرأت تو کوئی تب کرے اگر نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ بھول جاتا ہو کہ اُس نے اپنے بندے کو کیا دیا تھا۔" (تاریخ انصار اللہ جلد دوم صفحہ 218)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ہر احمدی کو اس روح کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ہم چندہ کیوں دیتے ہیں؟ اگر کسی سیکرٹری مال یا صدر جماعت کو خوش کرنے کے لئے، یا اُس سے جان چھڑانے کے لئے چندہ دیتے ہیں تو ایسے چندے کا کوئی فائدہ نہیں۔ بہتر ہے نہ دیا کریں۔ اگر دوسرے کے مقابل پر آکر صرف مقابلے کی غرض سے بڑھ کر چندہ دیتے ہیں تو اس کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ غرض کہ کوئی بھی ایسی وجہ جو خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے علاوہ چندہ دینے کی ہو، وہ خدا تعالیٰ کے ہاں ردّ ہو سکتی ہے۔ پس چندہ دینے والے یہ سوچیں کہ خدا تعالیٰ کا اُن پر احسان ہے کہ اُن کو چندہ دینے کی توفیق دے رہا ہے، نہ کہ یہ احسان کسی شخص کا، اللہ تعالیٰ پر یا اللہ تعالیٰ کی جماعت پر ہے کہ وہ اُسے چندہ دے رہے ہیں۔ پس ہر چندہ دینے والے کو یہ سوچ رکھنی چاہئے کہ وہ چندے دے کر خدا تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بننے کی کوشش کر رہا ہے۔"

(خطبہ جمعہ 31 مارچ 2006ء)

انصار بھائیو! الغرض کسی بھی تنظیم کا بجٹ اِس امر کا آئینہ دار ہوتا ہے کہ اس میں زندگی کی روح اور ترقی کی صلاحیت کس قدر موجود ہے۔ پھر اِس کے مطابق ادائیگی اس تنظیم کو دن دونی رات چونی ترقی کی طرف لے جاتی ہے۔ ایک طرف وہ تنظیم اگر دینی، مذہبی اور اسلامی ہے اُس میں ان چندوں سے برکت پڑ رہی ہوتی تو دوسری طرف ان شاملین کے نفوس و اموال اور اولادوں میں خیر و برکت کا موجب ہوتی ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہم میں ہر وہ جو 40 سال سے اوپر ہے وہ بجٹ میں شامل ہو اور چندہ انصار اللہ، چندہ اجتماع، چندہ اشاعت اور چندہ تحریک جدید و وقف جدید باقاعدگی سے ادا کریں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے شعبہ مال کے عہدیداران کو ہدایت دیتے ہوئے فرمایا کہ:

"لوگوں کو یہ بتایا کریں کہ چندہ کوئی ٹیکس نہیں ہے بلکہ ان فرائض میں داخل ہے جن کی ادائیگی کا اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں متعدد جگہ حکم فرمایا ہے۔" (خطبہ جمعہ 16 اگست 2016ء)

پھر فرمایا:

”اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس جماعت پر، اس پیاری جماعت پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس میں شامل ہونے کے بعد افراد جماعت اپنے عہد کے مطابق مالی قربانیوں میں پیش پیش رہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت کہ نیک باتوں کی یاددہانی کراتے رہنا چاہئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے وقتاً فوقتاً جماعت کو مالی قربانیوں کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے تاکہ اگر کوئی سست ہو رہا ہے تو اس کو اس طرف توجہ پیدا ہو جائے اور جو نئے آنے والے ہیں اور نوجوان ہیں ان کو مالی قربانیوں کا احساس ہو جائے، اس کی اہمیت کا احساس پیدا ہو جائے کہ مالی قربانی بھی ایک انتہائی ضروری چیز ہے اور وہ اپنی اصلاح کے لئے اور اپنے نفس کو پاک کرنے کے لئے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے بن جائیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَ اَنۡفِقُوۡا خَیۡرًا لِّاَنۡفُسِکُمۡ (التغابن:17) کہ اپنے مال اس کی راہ میں خرچ کرتے رہو یہ تمہاری جانوں کے لئے بہتر ہو گا۔“ (خطبہ جمعہ 31 مارچ 2006ء)

انصار بھائیو! اب آخر پر مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد انفاق فی سبیل اللہ کے حوالے سے پیش کر کے تقریر کو ختم کرتا ہوں۔

آپؑ فرماتے ہیں:

”جو شخص ایسی ضروری مہمات میں مال خرچ کرے گا مَیں امید نہیں رکھتا کہ اس مال کے خرچ سے اس کے مال میں کچھ کمی آجائے گی۔ بلکہ اس کے مال میں برکت ہو گی۔ پس چاہئے کہ خدا تعالیٰ پر توکل کر کے پورے اخلاص اور جوش اور ہمت سے کام لیں کہ یہی وقت خدمت گزاری کا ہے۔ پھر بعد اس کے وہ وقت آتا ہے کہ ایک سونے کا پہاڑ بھی اس راہ میں خرچ کریں تو اس وقت کے ایک پیسے کے برابر نہیں ہوتا۔“

پس انصار بھائیو! اسلام کا زندہ ہونا ہم سے فدیہ مانگتا ہے اور وہ ہے انفاق فی سبیل اللہ جسے ہم مالی قربانی کا نام بھی دے سکتے ہیں بلکہ اپنے چندوں کی بروقت باشرح ادائیگی کا نام بھی دیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشادات کی روشنی میں اپنے چندوں کی ادائیگی کی توفیق دیتا چلا جائے۔ آمین

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار

اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(کمپوزڈ بائی: منہاس محمود۔ جرمنی)

ضضضض

{57} {مشاہدات۔218}

ہمارا امتیازی نشان۔ خدمت خلق

(حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات کی روشنی میں)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَاعۡبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشۡرِكُوۡا بِهٖ شَيۡـئًا ؕ وَّبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا وَّبِذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَالۡجَـارِ ذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡجَـارِ الۡجُـنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالۡجَـنۡۢبِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ ۙ وَمَا مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنۡ كَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا (النساء:37)

ترجمہ: اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور ان سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یقیناً اللہ اس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر (اور) شیخی بگھارنے والا ہو۔

سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات کی روشنی میں، خدمت خلق**

مرا مطلوب و مقصود و تمنا خدمت خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم

یعنی میری زندگی کی سب سے بڑی تمنا اور خواہش خدمت خلق ہے۔ یہی میرا کام، یہی میری ذمہ داری، یہی میرا فریضہ اور یہی میرا طریقہ ہے۔

خدمتِ خَلق جس کو خدمتِ انسانیت کہہ لیں یا ہمدردی خَلق کا نام دیں لیں ایک ایسا اسلامی وصف ہے جس سے ہمارے پیارے سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم متَّصِف تھے۔ آپؐ کا دل اللہ تعالیٰ نے بہت نرم، شفیق، ہمدرد، دوسروں کے کام آنے والا، ہر دم اپنوں اور غیروں کی خیر خواہی سوچنے والا، ہمہ وقت اپنے آپ کو دوسروں کے لئے وقف رکھنے والا، ان کی خوشی میں خوش اور رنج و ملال میں دکھ اور درد محسوس کرنے والا بنایا تھا۔ دوسروں کی تکلیف کا احساس گویا آپ کی فطرت ثانیہ تھی۔ کبھی آپ مہمان نوازی میں کمال کر رہے ہیں، کبھی دکھی اور درد مند دلوں کو ڈھارس بندھا رہے ہیں، اپنوں سے پیار و الفت سے پیش آرہے ہیں تو کبھی غیروں سے حسن سلوک میں آخری حدوں کو چھو رہے ہیں۔ خادموں، بچوں، رفقاء کار، اپنی اولاد، حاجتمندوں حتی کہ جانوروں اور پرندوں کے لئے بھی تو شفقت ہی شفقت بھری تھی آپؐ کے قلب صافی میں۔

یہی کیفیت آپؐ کے روحانی فرزند حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کی تھی۔ آپؑ کے اندر اطاعتِ رسولؐ اِس حد تک تھی کہ ایک دفعہ شدید گرمیوں کے موسم میں میزبان نے آپؑ کی چارپائی رات کو بنیرے کے بغیر چھت پر بچھا دی۔ آپؑ یہ کہتے ہوئے چھت سے نیچے آگئے کہ میرے آقا و مولی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنیرے کے بغیر چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے اور ساری رات شدید گرمی میں بغیر پنکھے کے کمرے کے اندر گزار دی۔ خدمتِ انسانیت میں بھی آپؑ نے کمال حد تک اپنے آقا کی اطاعت کی جو اپنی ذات میں ایک دفتر ہے جس کے لکھنے کے لئے کئی صفحات درکار ہیں۔ آپؑ کی زندگی میں ایسے بیسیوں واقعات ہیں جن میں مخالفین نے آپؑ کو دکھ پہنچانے اور جان تک لینے کی کوشش کی۔ مخالفوں نے آپؑ کے قتل کے منصوبے کئے، قید کرانے کی کوششیں کیں۔ آپؑ کو ہر طرح اذیتیں پہنچائیں لیکن اللہ اللہ! اس امن و آشتی و صلح کے شہزادے نے ان کے مقابلہ پر اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ فرمایا۔ لوگوں نے آپؑ کو مارنے کے منصوبے کئے تو مقابلے میں آپؑ نے راتوں کو اٹھ اٹھ کر ان کی دینی زندگی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کیں، لوگوں نے آپؑ کو گالیاں دیں لیکن ان کے مقابلے میں آپؑ نے ان کو دعائیں دیں۔ الغرض آپ کی شفقت تمام خلق اللہ پر محیط رہی۔

آپؑ فرماتے ہیں:

اَحِنُّ اِلٰی مَنْ لَّا یَحِنُّ مَحَبَّۃً
وَ اَدْعُوْ لِمَنْ یَّدْعُوْ عَلَیَّ وَ یَھْذِرُ

ترجمہ: یعنی میں تو محبت کی وجہ سے اس کی طرف بھی مائل ہوتا ہوں جو میری طرف مائل نہیں ہوتا اور میں اس کے لئے بھی دعا کرتا ہوں جو مجھ پر بددعا کرتا ہے اور بکواس کرتا ہے۔

(حمامۃ البشریٰ، روحانی خزائن، جلد 7، صفحہ 331)

شرط بیعت

سامعین! آپؑ نے جماعتِ احمدیہ میں داخلے کی جو 10 شرائط مقرر فرمائیں۔ اُس کی نویں شرط بیعت میں فرماتے ہیں:

"عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔" (مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 160)

آنحضرتؐ ہمدردی مخلوق میں سب سے بڑھے ہوئے تھے

اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال دیتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں۔

"جذب اور عقد ہمت ایک انسان کو اس وقت دیا جاتا ہے جبکہ وہ خدا تعالیٰ کی چادر کے نیچے آجاتا ہے اور ظِلُّ اللہ بنتا ہے پھر وہ مخلوق کی ہمدردی اور بہتری کے لئے اپنے اندر ایک اضطراب پاتا ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مرتبہ میں کل انبیاء علیہم السلام سے بڑھے ہوئے تھے اس لئے آپ مخلوق کی تکلیف دیکھ نہیں سکتے تھے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ یعنی یہ رسول تمہاری تکالیف کو دیکھ نہیں سکتا وہ اس پر سخت گراں ہے اور اسے ہر وقت اس بات کی تڑپ لگی رہتی ہے کہ تم کو بڑے بڑے منافع پہنچیں۔"

(الحکم مورخہ 24 جولائی 1902ء)

میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا

سامعین! آپؑ ایک حدیثِ قدسی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”ہر شخص کو ہر روز اپنا مطالعہ کرنا چاہئے کہ وہ کہاں تک ان امور کی پرواہ کرتا ہے اور کہاں تک وہ اپنے بھائیوں سے ہمدردی اور سلوک کرتا ہے۔ اس کا بڑا بھاری مطالبہ انسان کے ذمہ ہے۔ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ قیامت کے روز خدا تعالیٰ کہے گا کہ مَیں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ مَیں پیاسا تھا اور تو نے مجھے پانی نہ دیا۔ مَیں بیمار تھا۔ تم نے میری عیادت نہ کی۔ جن لوگوں سے یہ سوال ہوگا وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! تو کب بھوکا تھا جو ہم نے کھانا نہ دیا۔ تو کب پیاسا تھا جو پانی نہ دیا اور تو کب بیمار تھا جو تیری عیادت نہ کی۔ پھر خدا تعالیٰ فرمائے گا کہ میرا فلاں بندہ جو ہے وہ ان باتوں کا محتاج تھا مگر تم نے اس کی کوئی ہمدردی نہ کی۔ اس کی ہمدردی میری ہی ہمدردی تھی۔ ایسا ہی ایک اور جماعت کو کہے گا کہ شاباش! تم نے میری ہمدردی کی۔ میں بھوکا تھا۔ تم نے مجھے کھانا کھلایا۔ میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا وغیرہ۔ وہ جماعت عرض کرے گی کہ اے ہمارے خدا! ہم نے کب تیرے ساتھ ایسا کیا؟ تب اللہ تعالیٰ جواب دے گا کہ میرے فلاں بندہ کے ساتھ جو تم نے ہمدردی کی وہ میری ہی ہمدردی تھی۔ دراصل خدا تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی کرنا بہت ہی بڑی بات ہے اور خدا تعالیٰ اس کو پسند کرتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ وہ اس سے اپنی ہمدردی ظاہر کرتا ہے۔ عام طور پر دنیا میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کا خادم کسی اس کے دوست کے پاس جاوے اور وہ شخص اس کی خبر بھی نہ لے تو کیا وہ آقا جس کا کہ وہ خادم ہے اس اپنے دوست سے خوش ہوگا؟ کبھی نہیں، حالانکہ اس کو تو کوئی تکلیف اس نے نہیں دی، مگر نہیں۔ اس نوکر کی خدمت اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک گویا مالک کے ساتھ حسن سلوک ہے۔ خدا تعالیٰ کو بھی اس طرح پر اس بات کی چڑ ہے کہ کوئی اس کی مخلوق سے سرد مہری برتے۔ کیونکہ اس کو اپنی مخلوق بہت پیاری ہے۔ پس جو شخص خدا تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے وہ گویا اپنے خدا کو راضی کرتا ہے۔“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 215)

جذباتِ حضورؑ

سامعین! حضرت مسیح موعودؑ ہمدردی مخلوق کے حوالے اپنے جذبات کا یوں اظہار کرتے ہیں۔

”میری تو یہ حالت ہے کہ اگر کسی کو درد ہوتا ہو اور مَیں نماز میں مصروف ہوں، میرے کان میں اس کی آواز پہنچ جائے تو مَیں یہ چاہتا ہوں کہ نماز توڑ کر بھی اگر اس کو فائدہ پہنچا سکتا ہوں تو فائدہ پہنچاؤں اور جہاں

تک ممکن ہے اس سے ہمدردی کروں۔ یہ اخلاق کے خلاف ہے کہ کسی بھائی کی مصیبت اور تکلیف میں اس کا ساتھ نہ دیا جائے۔ اگر تم کچھ بھی اس کے لئے نہیں کر سکتے تو کم از کم دعا ہی کرو۔

اپنے تو در کنار مَیں تو یہ کہتا ہوں کہ غیروں اور ہندوؤں کے ساتھ اعلیٰ اخلاق کا نمونہ دکھاؤ اور ان سے ہمدردی کرو۔ لا ابالی مزاج ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔

ایک مرتبہ مَیں باہر سیر کو جا رہا تھا۔ ایک پٹواری عبدالکریم میرے ساتھ تھا۔ وہ ذرا آگے تھا اور مَیں پیچھے۔ راستہ میں ایک بڑھیا کوئی 70، 75 برس کی ضعیفہ ملی۔ اس نے ایک خط اسے پڑھنے کو کہا، مگر اس نے اس کو جھڑکیاں دے کر ہٹا دیا۔ میرے دل پر چوٹ سی لگی۔ اُس نے وہ خط مجھے دیا۔ میں اس کو لے کر ٹھہر گیا اور اس کو پڑھ کر اچھی طرح سمجھا دیا۔ اس پر پٹواری کو بہت شرمندہ ہونا پڑا۔ کیونکہ ٹھہرنا تو پڑا اور ثواب سے بھی محروم رہا۔" (ملفوظات جلد 1 صفحہ 305)

مادرِ مہربان کی طرح بنی نوع انسان سے محبت کرتا ہوں

فرمایا۔

"دنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔ مَیں بنی نوع انسان سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے والدۂ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ مَیں صرف ان باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور ناانصافی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اصول۔" (اربعین، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 344)

ہمارا امتیازی نشان

سامعین! حضرت مسیح موعودؑ انسان کے معانی کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"عربی میں آدمی کو انسان کہتے ہیں یعنی جس میں دو انس ہیں ایک انس خدا کی اور ایک انس بنی نوع کی اور اسی طرح ہندی میں اس کا نام مانس ہے جو مانوس کا مخفف ہے۔"

(نسیم دعوت، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 387)

ہمارا دستور۔ کمزور بھائیوں کی مدد کرنا

فرمایا:

”اصل بات یہ ہے کہ اندرونی طور پر ساری جماعت ایک درجہ پر نہیں ہوتی۔ کیا ساری گندم تخم ریزی سے ایک ہی طرح نکل آتی ہے۔ بہت سے دانے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ ضائع ہو جاتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو چڑیاں کھا جاتی ہیں۔ بعض کسی اور طرح قابل ثمر نہیں رہتے۔ غرض ان میں سے جو ہونہار ہوتے ہیں۔ ان کو کوئی ضائع نہیں کر سکتا۔ خدا تعالیٰ کے لئے جو جماعت تیار ہوتی ہے وہ بھی کَزَرْعٍ ہوتی ہے۔ اسی لئے اس اصول پر اس کی ترقی ضروری ہے۔ پس یہ دستور ہونا چاہئے کہ کمزور بھائیوں کی مدد کی جاوے اور ان کو طاقت دی جاوے۔ یہ کس قدر نامناسب بات ہے کہ دو بھائی ہیں۔ ایک تیرنا جانتا ہے اور دوسرا نہیں۔ تو کیا پہلے کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ وہ دوسرے کو ڈوبنے سے بچاوے یا اس کو ڈوبنے دے۔ اس کا فرض ہے کہ اس کو غرق ہونے سے بچائے۔ اسی لئے قرآن شریف میں آیا ہے۔ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالْتَقْوٰی کمزور بھائیوں کا بار اٹھاؤ۔ عملی، ایمانی اور مالی کمزوریوں میں بھی شریک ہو جاؤ۔ بدنی کمزوریوں کا بھی علاج کرو۔ کوئی جماعت، جماعت نہیں ہو سکتی جب تک کمزوروں کو طاقت والے سہارا نہیں دیتے اور اس کی یہی صورت ہے کہ ان کی پردہ پوشی کی جاوے۔ صحابہ کو یہی تعلیم ہوئی کہ نئے مسلموں کی کمزوریاں دیکھ کر نہ چڑو، کیونکہ تم بھی ایسے ہی کمزور تھے۔ اسی طرح یہ ضروری ہے کہ بڑا چھوٹے کی خدمت کرے اور محبت ملائمت کے ساتھ برتاؤ کرے۔ دیکھو! وہ جماعت جماعت نہیں ہو سکتی جو ایک دوسرے کو کھائے اور جب چار مل کر بیٹھیں تو ایک اپنے غریب بھائی کا گلہ کریں اور نکتہ چینیاں کرتے رہیں اور کمزوروں اور غریبوں کی حقارت کریں اور ان کو حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھیں۔ ایسا ہرگز نہیں چاہئے۔ بلکہ اجماع میں چاہئے کہ قوت آ جاوے اور وحدت پیدا ہو جاوے جس سے محبت آتی ہے اور برکات پیدا ہوتے ہیں...... اخلاقی قوتوں کو وسیع کیا جاوے اور یہ تب ہوتا ہے کہ جب ہمدردی، محبت اور عفو اور کرم کو عام کیا جاوے اور تمام عادتوں پر رحم، ہمدردی اور پردہ پوشی کو مقدم کر لیا جاوے۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 263)

حقوق العباد کا پہلو حقوق اللہ کے پہلو کو تقویت دیتا ہے

فرمایا:

”اخلاق ہی ساری ترقیات کا زینہ ہے۔ میری دانست میں یہی پہلو حقوق العباد کا ہے جو حقوق اللہ کے پہلو کو تقویت دیتا ہے۔ جو شخص نوع انسان کے ساتھ اخلاق سے پیش آتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کے ایمان کو ضائع نہیں کرتا۔ جب انسان خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے ایک کام کرتا ہے اور اپنے ضعیف بھائی کی ہمدردی کرتا ہے تو اس اخلاص سے اس کا ایمان قوی ہو جاتا ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ نمائش اور نمود کے لئے جو اخلاق برتے جائیں وہ اخلاق خدا تعالیٰ کے لئے نہیں ہوتے اور ان میں اخلاص کے نہ ہونے کی وجہ سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ اس طرح پر تو بہت سے لوگ سرائیں وغیرہ بنا دیتے ہیں۔ ان کی اصل غرض شہرت ہوتی ہے اور اگر انسان خدا تعالیٰ کے لئے کوئی فعل کرے تو خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اسے ضائع نہیں کرتا اور اس کا بدلہ دیتا ہے۔ میں نے تذکرۃ الاولیاء میں پڑھا ہے کہ ایک ولی اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ بارش ہوئی اور کئی روز تک رہی۔ ان بارش کے دنوں میں مَیں نے دیکھا کہ ایک اسّی برس کا بوڑھا گبر ہے جو کوٹھے پر چڑیوں کے لئے دانے ڈال رہا ہے۔ مَیں نے اس خیال سے کہ کافر کے اعمال حبط ہو جاتے ہیں اس سے کہا کہ کیا تیرے اس عمل سے تجھے کچھ ثواب ہو گا؟ اس گبر نے جواب دیا کہ ہاں ضرور ہو گا۔ پھر وہی ولی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جو میں حج کو گیا تو دیکھا کہ وہی گبر طواف کر رہا ہے۔ اس گبر نے مجھے پہچان لیا اور کہا کہ دیکھو! ان دانوں کا مجھے ثواب مل گیا یا نہیں؟ یعنی وہی دانے میرے اسلام تک لانے کا موجب ہو گئے۔“ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 216)

اپنے بھائیوں سے معاملہ صاف نہ رکھنے والا خدا کے حقوق بھی ادا نہیں کر سکتا

سامعین! فرمایا:

”حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کرنے کے واسطے ہمہ تن تیار رہنا چاہئے اور جیسے زبان سے خدا تعالیٰ کو اس کی ذات اور صفات میں وحدہ لاشریک سمجھتا ہے ایسے ہی عملی طور پر اس کو دکھانا چاہئے اور اس کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور ملائمت سے پیش آنا چاہئے اور اپنے بھائیوں سے کسی قسم کا بھی بغض، حسد اور کینہ نہیں رکھنا چاہئے اور دوسروں کی غیبت کرنے سے بالکل الگ ہو جانا چاہئے۔ لیکن مَیں دیکھتا ہوں کہ یہ معاملہ تو ابھی دور ہے کہ تم لوگ خدا تعالیٰ کے ساتھ ایسے از خود رفتہ اور محو ہو جاؤ کہ بس اسی کے ہو جاؤ اور

جیسے زبان سے اس کا اقرار کرتے ہو، عمل سے بھی کر کے دکھاؤ۔ ابھی تو تم لوگ مخلوق کے حقوق کو بھی کماحقہ ادا نہیں کرتے۔ بہت سے ایسے ہیں جو آپس میں فساد اور دشمنی رکھتے ہیں اور اپنے سے کمزور اور غریب شخصوں کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں اور بدسلوکی سے پیش آتے ہیں اور ایک دوسرے کی غیبتیں کرتے اور اپنے دلوں میں بغض اور کینہ رکھتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم آپس میں ایک وجود کی طرح بن جاؤ اور جب تم ایک وجود کی طرح ہو جاؤ گے اس وقت کہہ سکیں گے کہ اب تم نے اپنے نفسوں کا تزکیہ کر لیا۔ کیونکہ جب تمہارا آپس میں معاملہ صاف نہیں ہوگا اس وقت تک خدا تعالیٰ سے بھی معاملہ صاف نہیں ہو سکتا گو ان دونوں قسم کے حقوق میں بڑا حق خدا تعالیٰ کا ہے مگر اس کی مخلوق کے ساتھ معاملہ کرنا یہ بطور آئینہ کے ہے۔ جو شخص اپنے بھائیوں سے صاف صاف معاملہ نہیں کرتا وہ خدا تعالیٰ کے حقوق بھی ادا نہیں کر سکتا۔" (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 407)

بھائیوں سے سچی محبت اور ہمدردی سے پیش آنا

فرمایا:

"یادرکھو! اپنے بھائیوں کے ساتھ بکلی صاف ہو جانا یہ آسان کام نہیں بلکہ نہایت مشکل کام ہے۔ منافقانہ طور پر آپس میں ملنا جلنا اور بات ہے مگر سچی محبت اور ہمدردی سے پیش آنا اور چیز ہے۔ یادرکھو! اگر اس جماعت میں سچی ہمدردی نہ ہوگی تو پھر یہ تباہ ہو جائے گی اور خدا اس کی جگہ کوئی اور جماعت پیدا کر لے گا..... یادرکھو! یہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ خبیث اور طیب کبھی اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ ابھی وقت ہے کہ اپنی اپنی اصلاح کر لو۔ یادرکھو کہ انسان کا دل خدا کے گھر کی مثال ہے۔ خانۂ خدا اور خانۂ انسان ایک جگہ نہیں رہ سکتا جب تک انسان اپنے دل کو پورے طور پر صاف نہ کرلے اور اپنے بھائی کے لئے دکھ اٹھانے کو تیار نہ ہو جائے تب تک خدا تعالیٰ کے ساتھ معاملہ صاف نہیں ہو سکتا۔" (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 408)

حقوق العباد، حقوق اللہ شریعت کے دو بڑے حصے

سامعین! فرمایا:

”شریعت کے دو ہی بڑے حصے اور پہلو ہیں جن کی حفاظت انسان کو ضروری ہے۔ ایک حق اللہ، دوسرے حق العباد۔ حق اللہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کی اطاعت، عبادت، توحید، ذات اور صفات میں کسی دوسری ہستی کو شریک نہ کرنا اور حق العباد یہ ہے کہ اپنے بھائیوں سے تکبر، خیانت اور ظلم کسی نوع کا نہ کیا جاوے۔ گویا اخلاقی حصہ میں کسی قسم کا فتور نہ ہو۔ سننے میں تو یہ دو ہی فقرے ہیں لیکن عمل کرنے میں بہت ہی مشکل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی فضل انسان پر ہو تو وہ ان دونوں پہلوؤں پر قائم ہو سکتا ہے کسی میں قوت غضبی بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ جب وہ جوش مارتی ہے تو نہ اس کا دل پاک رہ سکتا ہے اور نہ زبان۔ دل سے اپنے بھائی کے خلاف ناپاک منصوبے کرتا ہے اور زبان سے گالی دیتا ہے اور پھر کینہ پیدا کرتا ہے۔ کسی میں قوت شہوت غالب ہوتی ہے اور وہ اس میں گرفتار ہو کر حدود اللہ کو توڑتا ہے۔ غرض جب تک انسان کی اخلاقی حالت بالکل درست نہ ہو وہ کامل ایمان جو مُنعَم علیہ گروہ میں داخل کرتا ہے اور جس کے ذریعہ سچی معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے اس میں داخل نہیں ہو سکتا۔ پس دن رات یہی کوشش ہونی چاہئے کہ بعد اس کے جو انسان سچا موحد ہو اپنے اخلاق کو درست کرے۔“ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 214)

ہمسایہ کی خبر گیری

فرمایا:

”پھر مَیں دیکھتا ہوں کہ بہت سے ہیں جن میں اپنے بھائیوں کے لئے کچھ بھی ہمدردی نہیں۔ اگر ایک بھائی بھوکا مرتا ہو تو دوسرا توجہ نہیں کرتا اور اس کی خبر گیری کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ یا اگر وہ کسی اور قسم کی مشکلات میں ہے تو اتنا نہیں کرتے کہ اس کے لئے اپنے مال کا کوئی حصہ خرچ کریں۔ حدیث شریف میں ہمسایہ کی خبر گیری اور اس کے ساتھ ہمدردی کا حکم آیا ہے بلکہ یہاں تک بھی ہے کہ اگر تم گوشت پکاؤ تو شوربا زیادہ کر لو تا کہ اُسے بھی دے سکو۔ اب کیا ہوتا ہے اپنا ہی پیٹ پالتے ہیں، لیکن اس کی کچھ پرواہ نہیں۔ یہ مت سمجھو کہ ہمسایہ سے اتنا ہی مطلب ہے جو گھر کے پاس رہتا ہو۔ بلکہ جو تمہارے بھائی ہیں وہ بھی ہمسایہ ہی ہیں خواہ وہ سو کوس کے فاصلے پر بھی ہوں۔“ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 215)

کُل مخلوق سے ہمدردی

سامعین! فرمایا:

"سورۃ فاتحہ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے پیش کی ہے اور اس میں سب سے پہلی صفت رَبُّ الْعَالَمِیْنَ بیان کی ہے۔ جس میں تمام مخلوقات شامل ہے۔ اسی طرح پر ایک مومن کی ہمدردی کا میدان سب سے پہلے اتنا وسیع ہونا چاہئے کہ تمام چرند پرند اور کل مخلوق اس میں آجاوے۔ پھر دوسری صفت رحمٰن کی بیان کی ہے۔ جس سے یہ سبق ملتا ہے کہ تمام جاندار مخلوق سے ہمدردی خصوصاً کرنی چاہئے اور پھر رحیم میں اپنی نوع سے ہمدردی کا سبق ہے۔ غرض اس سورۃ فاتحہ میں جو اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کی گئی ہیں۔ یہ گویا خدا تعالیٰ کے اخلاق ہیں جن سے بندہ کو حصہ لینا چاہئے اور وہ یہی ہے کہ اگر ایک شخص عمدہ حالت میں ہے تو اس کو اپنی نوع کے ساتھ ہر قسم کی ممکن ہمدردی سے پیش آنا چاہئے۔ اگر دوسرا شخص جو اس کا رشتہ دار ہے یا عزیز ہے۔ خواہ کوئی ہے اس سے بیزاری نہ ظاہر کی جاوے اور اجنبی کی طرح اس سے پیش نہ آئیں بلکہ ان حقوق کی پرواہ کریں جو اس کے تم پر ہیں۔ اس کو ایک شخص کے ساتھ قرابت ہے اور اس کا کوئی حق ہے تو اس کو پورا کرنا چاہئے۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ 262)

اپنے نفس جیسی ہمدردی اپنے بھائیوں سے کرو

فرمایا:

"یہ سچی بات ہے کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کی وجہ سے دوسروں کو فائدہ پہنچے اس کو کینہ ور نہیں ہونا چاہئے اگر وہ کینہ ور ہو تو دوسروں کو اس کے وجود سے کیا فائدہ پہنچے گا؟ جہاں ذرا اس کے نفس اور خیال کے خلاف ایک امر واقع ہوا وہ انتقام لینے کو آمادہ ہو گیا۔ اسے تو ایسا ہونا چاہئے کہ اگر ہزاروں نشتروں سے بھی مارا جاوے پھر بھی پروا نہ کرے۔

میری نصیحت یہی ہے کہ دو باتوں کو یاد رکھو۔ ایک خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ دوسرے اپنے بھائیوں سے ایسی ہمدردی کرو جیسی اپنے نفس سے کرتے ہو۔ اگر کسی سے کوئی قصور اور غلطی سرزد ہو جاوے تو اسے معاف کرنا چاہئے نہ یہ کہ اس پر زیادہ زور دیا جاوے اور کینہ کشی کی عادت بنالی جاوے۔

نفس انسان کو مجبور کرتا ہے کہ اس کے خلاف کوئی امر نہ ہو اور اس طرح پر وہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تخت پر بیٹھ جاوے اس لئے اس سے بچتے رہو۔ میں سچ کہتا ہوں کہ بندوں سے پورا خلق کرنا بھی ایک موت ہے۔ میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ اگر کوئی ذرا بھی کسی کو توں تاں کرے تو وہ اس کے پیچھے پڑ جاوے۔ میں تو اس کو پسند کرتا ہوں کہ اگر کوئی سامنے بھی گالی دے دے تو صبر کرکے خاموش ہو رہے۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 69)

ہمدرد نوعِ انسان ہو جاؤ

فرمایا:

"مَیں نصیحت کرتا ہوں کہ شر سے پرہیز کرو اور نوع انسان کے ساتھ حق ہمدردی بجالاؤ۔ اپنے دلوں کو بغضوں اور کینوں سے پاک کرو کہ اس عادت سے تم فرشتوں کی طرح ہو جاؤ گے۔ کیا ہی گندہ اور ناپاک وہ مذہب ہے جس میں انسان کی ہمدردی نہیں اور کیا ہی ناپاک وہ راہ ہے جو نفسانی بغض کے کانٹوں سے بھرا ہوا ہے۔ سو تم جو میرے ساتھ ہو ایسے مت ہو تم سوچو کہ مذہب سے حاصل کیا ہے۔ کیا یہی کہ ہر وقت مردم آزاری تمہارا شیوہ ہو؟ نہیں! بلکہ مذہب اس زندگی کے حاصل کرنے کے لئے ہے جو خدا میں ہے اور وہ زندگی نہ کسی کو حاصل ہوئی اور نہ آئندہ ہوگی بجز اس کے کہ خدائی صفات انسان کے اندر داخل ہو جائیں۔ خدا کے لئے سب پر رحم کرو تا آسمان سے تم پر رحم ہو۔ آؤ! مَیں تمہیں ایک ایسی راہ سکھاتا ہوں جس سے تمہارا نور تمام نوروں پر غالب رہے اور وہ یہ ہے کہ تم تمام سفلی کینوں اور حسدوں کو چھوڑ دو اور ہمدرد نوع انسان ہو جاؤ۔"

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 14)

سامعین! پھر بنی نوع کے ساتھ ہمدردی کے طبعی امر اور اس کے اعلیٰ خلق میں تبدیلی کا راز یوں بیان کرتے ہیں:

"منجملہ انسان کے طبعی امور کے جو اس کی طبیعت کے لازم حال ہیں۔ ہمدردی خلق کا ایک جوش ہے۔ قومی حمایت کا جوش بالطبع ہر ایک مذہب کے لوگوں میں پایا جاتا ہے اور اکثر لوگ طبعی جوش سے اپنی قوم کی

ہمدردی کے لئے دوسروں پر ظلم کرتے ہیں۔ گویا انہیں انسان نہیں سمجھتے۔ سو اس حالت کو خُلق نہیں کہہ سکتے۔ یہ فقط ایک طبعی جوش ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ حالت طبعی کووں وغیرہ پرندوں میں بھی پائی جاتی ہے کہ ایک کوے کے مرنے پر ہزارہا کوے جمع ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ عادت انسانی اخلاق میں اُس وقت داخل ہوگی جبکہ یہ ہمدردی انصاف اور عدل کی رعایت سے محل اور موقع پر ہو۔ اس وقت یہ ایک عظیم الشان خُلق ہوگا جس کا نام عربی میں مواسات اور فارسی میں ہمدردی ہے۔ اسی کی طرف اللہ جل شانہ قرآن شریف میں اشارہ فرماتا ہے ..... یعنی اپنی قوم کی ہمدردی اور اعانت فقط نیکی کے کاموں میں کرنی چاہئے اور ظلم اور زیادتی کے کاموں میں ان کی اعانت ہرگز نہیں کرنی چاہئے اور قوم کی ہمدردی میں سرگرم رہو، تھکو مت اور خیانت کرنے والوں کی طرف سے مت جھگڑو جو خیانت کرنے سے باز نہیں آتے۔ خدا تعالیٰ خیانت پیشہ لوگوں کو دوست نہیں رکھتا۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 363)

اس خُلق کو بھی ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلندی کی معراج پر پہنچا دیا۔ کیا بلحاظ تعلیم اور کیا بلحاظ نمونہ ہر پہلو سے ہمدردی خلق کے لازوال نمونے تخلیق کئے جن کی دنیا آج شدت سے محتاج ہے اول تو یہ خُلق معدوم ہوتا جارہا ہے اور اگر ہے تو درحقیقت خُلق نہیں بلکہ قومی تعصب اور ذاتی اور نسلی اور ملکی مفادات کا مجموعہ ہے۔

آج جماعت احمدیہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق اس خُلق کو زندہ کر رہی ہے۔ آج جماعت دکھ اٹھا کر آرام پہنچا رہی ہے۔ اس کے سر سے چادر کھینچی جاتی ہے مگر وہ غریبوں کے لئے سائبان مہیا کرتی ہے۔ اس کا پانی بند کیا جاتا ہے تو وہ آب حیات پلاتی ہے۔ اس کو غریب اور کنگال بنانے کی کوشش کی جاتی ہے تو وہ جھولیاں بھر بھر کر دیتی ہے۔ اس کی راہ میں روڑے اٹکائے جاتے ہیں تو وہ وقار عمل کر کے راستوں کو ہموار کرتی ہے۔ اس کو گالیاں دی جاتی ہیں تو وہ دعائیں دیتی ہے۔

بدِل دردے کہ دارم از برائے طالبانِ حق
نمے گردد بیاں، آں درد، از تقریر کوتاہم
دل و جانم، چُناں مستغرق، اندر فکرِ اُوشان است

کہ نَے از دِل خبر دارم، نہ از جانِ خود آگاہم
بدِیں شادم کہ غم از بہرِ مخلوقِ خدا دارم
ازِیں درلذّتم کز درد مے خیزد زِدِل آہم

وہ درد جو میں طالبان حق کے لئے اپنے دل میں رکھتا ہوں میں اس درد کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ میری جان و دل ان لوگوں کی فکر میں اس قدر مستغرق ہے کہ مجھے اپنے دل کی خبر ہے، نہ اپنی جان کا ہوش ہے۔ میں تو اس بات پر خوش ہوں کہ مخلوق کا غم رکھتا ہوں اور اس کے باعث میرے دل سے جو آہ نکلتی ہے اس میں مگن ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے یہ امتیازی نشان زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ضضضض

{58} {مشاہدات۔214}

جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:
وَ لَا تَمۡشِ فِی الۡاَرۡضِ مَرَحًا ۚ اِنَّکَ لَنۡ تَخۡرِقَ الۡاَرۡضَ وَ لَنۡ تَبۡلُغَ الۡجِبَالَ طُوۡلًا (بنی اسرائیل:38)

سامعین ! آج میری تقریر کا عنوان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شعر کا یہ مصرع ہے۔ **جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا**

اوراس مضمون کو سمجھنے کے لئے مکمل شعر حاضرین کے سامنے سنانا ضروری ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

دنیا بھر کے موجودہ حالات و واقعات کی روشنی میں معاشرے میں صبر، حوصلہ اور برداشت کا مادہ کم ہوتا جارہا ہے، معمولی معمولی بات پر بھڑک اٹھنا معمول بن چکا ہے۔ وسعتِ حوصلہ کا فقدان معاشرہ میں نظر آنے لگا ہے۔ معمولی معمولی باتوں پر آپس میں ناچاقیاں اور لڑائیاں بڑھ رہی ہیں۔ دورانِ گفتگو چھوٹے بڑے کا لحاظ نہ رکھنا عام سی بات سمجھی جانے لگی ہے۔ بدزبانی سے بھی ماحول میں تعفّن پیدا ہو رہا ہے۔ گفتگو کے دوران تکبر اور ریاکاری، ملاوٹ کر کے بعض یہ سمجھتے ہیں کہ معاشرہ میں ان کا قد اونچا ہوتا ہے، حالانکہ ان عقل کے اندھوں کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی لوگوں کو سخت وعید کی ہے۔

ممکن ہے میرے سامعین یہ سوچیں کہ مندرجہ بالا تمہید کا تقریر کے اس موضوع کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی پہچان، اس کے حقوق اور اس کی عبادت اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک اس کی مخلوق (جو اللہ کی عیال یعنی خاندان ہے) کے ساتھ نیک اور محبت کے تعلقات استوار نہ ہوں، اس کے بندوں کے حقوق ادا نہ ہو رہے ہوں۔ ان کے ساتھ تحمل، بُردباری، طبیعت میں نرمی اور کشائش کے ساتھ برتاؤ نہ کیا جائے تو نہ خدا ملتا ہے اور نہ وصالِ صنم ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو خاک میں ملانے اور جُھک کر زندگی گزارنے سے یہی مراد ہے کہ سب سے پہلے معاشرہ میں بسنے والوں کے ساتھ عاجزی، انکساری اور خاکساری کا برتاؤ کرو پھر بڑے آشنا اللہ تعالیٰ سے ملنے کے لئے اس کے آگے رکوع و سجود کرو۔ سجدے میں ناک رگڑو تب آشنا ملے گا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ دعا کی قبولیت کے لئے دل کینہ اور بغض سے صاف ہونا ضروری ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ”دعاؤں کی قبولیت کے لئے یہ انتہائی ضروری چیز ہے کہ سب ذاتی رنجشوں اور کدورتوں کو بھلا دیا جائے۔“ (خطبہ جمعہ 29دسمبر 2017ء)

جب انسان اس حد تک اپنے آپ کو نیچے لے جا کر خدا کی مخلوق سے حسنِ سلوک کرتے ہوئے اس کے حضور گرتا ہے، جھکتا ہے تو یہی معنی ہیں حضرت مسیح موعودؑ کے اس مصرع کے، جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا۔ اپنے آشنا، اپنے ربّ کو پانے کا یہی راز ہے۔

سامعین! حضرت مسیح موعودؑ کے مندرجہ بالا مصرع کے الفاظ کو روحانی لحاظ سے سمجھنے کے لئے اس دنیا میں مجازی محبت پر اس مثال کو اپلائی کرنا چاہئے۔ آشنا کا لفظ رفیق، یار، جگری دوست، محبوب، عاشق کے لئے بولا جاتا ہے اور مذکر و مؤنث دونوں کے واسطے استعمال ہوتا ہے۔ جبکہ خاک کے معنی زمین، مٹی، دھول، غبار اور نیچے لگنے کے ہیں۔ آشنا کے معنی پر غور کریں تو اس کے اندر ہی خاک میں ملنے کے معنی موجود ہیں۔ اردو لغات میں لکھا ہے کہ کسی کی طرف مائل ہونا اور محاورہ درج ہے دونوں گھٹنے آشنا بزمین ہوئے کہ دونوں گھٹنے زمین کی طرف مائل ہوئے۔ زمین کی طرف جھکے۔ اگر مجازی آشنا کی بات کریں تو ہم آئے روز Affair کے بارے سنتے رہتے ہیں اور بارہا سننے میں آتا ہے کہ جب کسی کو کسی سے پیار ہو جائے تو اُس کو پانے کے لئے انسان ہر قسم کے جتن کرتا ہے اور ہر اس حد سے گزرنے کی کوشش کرتا ہے جس کو

عرف عام میں بہت معیوب سمجھا جاتا ہے۔ مگر اس کے حصول کی خاطر اس کو خاک چاٹنی پڑتی ہے اس کے بعد کہیں جا کر آخری حد تک پہنچتا ہے۔ بعض اوقات منت سماجت، عجز وانکساری اور عزیز و اقارب کے پاؤں پکڑ کر منانے کی کوشش ہوتی ہے تب وہ آشنا پانے میں کامیاب ہوتا یا ہوتی ہے۔ گویا اس کے حصول کے لئے ناکوں چنے چبانے پڑتے ہیں یا دانتوں سے لوہے کے چنے چبانے کی نوبت آجاتی ہے۔ اس سب کا ذکر کرنے سے مراد یہ ہے کہ آپ کو علم ہو جائے کہ اس دنیا میں مجازی آشنا کو پانے کے لئے کتنے جتن کرنے اور اپنے آپ کو خاک میں ملانا پڑتا ہے۔

اس اہم موضوع کے روحانی معنوں میں داخل ہونے سے قبل تمام مذاہب کی عبادات کے طریق کار کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ دنیا کے مذاہب پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی عبادت میں اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنا ضروری ہے۔ کسی میں Bowdown کی اور کسی میں سجدہ کرنے یعنی Prostrate کی کیفیت ہے۔ کسی میں سرنگوں کر کے با ادب کھڑے ہو کر یا ذرا سا کمر کے بل رکوع کی طرح جھک کر عبادت کے فرائض ادا کئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تمام مذاہب کے طریقوں کو اسلام کی عبادت یعنی نماز پڑھنے کے انداز میں جمع کر دیا ہے۔ یہ تمام طریق آشنا کے حصول کے لئے خاک میں ملنے ہی کی مانند ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو مومن کی نماز میں ان اداؤں پر اتنا پیار اور ناز آتا ہے کہ وہ مومن کے قریب آجاتا ہے۔ مومن ایک قدم بڑھتا ہے تو آشنا دو قدم قریب ہو جاتا ہے۔ نوافل تو ہے ہی نام اپنے آپ کو خاک میں ملانے کا اور تہجد کے وقت کی ادائیں خدا کو بہت پسند آتی ہیں۔ جب وہ انکساری، عاجزی میں گڑ گڑا کر اور آنسو کی لڑی کے ساتھ اللہ کے حضور اپنی بپتا سناتا ہے تو وہ سمیع و بصیر خدا اسے سنتا بھی ہے اور دیکھ بھی رہا ہوتا ہے۔ رات جب نوافل میں ایک مومن اپنی پیشانی کو اپنے روحانی آشنا کی طرف جھکاتا ہے تو اس کے آنسو خدا کو بہت پسند آتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دو قطرے بہت پسند ہیں ایک شہید کا راہِ خدا میں نکلا ہوا خون کا قطرہ اور ایک اللہ تعالیٰ اور اس کی محبت کے حصول کی خاطر آنکھوں سے نکلا ہوا آنسوؤں کا قطرہ۔ یہ بھی اسی شہید بمعنی گواہ کا قطرہ ہے جو خدا کی خدائی اور وفادار آشنا کی وحدانیت کی گواہی کے لئے نکلتا ہے۔

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مضمون کو بہت اچھوتے انداز میں یوں بیان فرمایا ہے:

”نماز کی جس قدر حالتیں جسم پر وارد ہوتی ہیں۔ مثلاً کھڑا ہونا یا رکوع کرنا۔ اس کے ساتھ ہی روح پر بھی اثر پڑتا ہے اور جس قدر جسم میں نیاز مندی کی حالت دکھاتا ہے۔ اسی قدر روح میں پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ خدا نرے سجدہ کو قبول نہیں کرتا مگر سجدہ کو روح کے ساتھ ایک تعلق ہے۔ اس لئے نماز میں آخری مقام سجدہ کا ہے۔ جب انسان نیاز مندی کے انتہائی مقام پر پہنچتا ہے تو اس وقت وہ سجدہ ہی کرنا چاہتا ہے۔ جانوروں تک میں بھی یہ حالت مشاہدہ کی جاتی ہے۔ کتے بھی جب اپنے مالک سے محبت کرتے ہیں تو آکر اس کے پاؤں پر اپنا سر رکھ دیتے ہیں اور اپنی محبت کے تعلق کا اظہار سجدہ کی صورت میں کرتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد 4 آن لائن ایڈیشن 2016ء صفحہ 79)

سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو خطبہ جمعہ فرمودہ 2 جنوری 2004ء میں یوں بیان فرمایا ہے۔

”حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس بارہ میں فرماتے ہیں کہ:

وہ عبادالرحمن جنہوں نے دنیا میں انکسار اور عدل و انصاف کے ساتھ اپنی عمر بسر کی۔ جو دن کے اوقات میں بھی احکام الٰہی کے تابع رہے اور رات کی تاریکیوں میں بھی سجدہ و قیام میں اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتے اور دعائیں کرتے رہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند کرتے ہوئے انہیں ساتویں آسمان پر جگہ عنایت فرمائے گا یعنی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ رکھے جائیں گے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ساتویں آسمان پر ہی ہیں۔(مسنداحمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 207-208) اس کی طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بھی اشارہ فرمایا ہے کہ اِذَا تَوَاضَعَ الْعَبْدُ رَفَعَہُ اللّٰہُ اِلَی السَّمَآءِ السَّابِعَۃِ (کنز العمال جلد 2 صفحہ 52) کہ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ساتویں آسمان میں جگہ دیتا ہے۔ چونکہ ان لوگوں نے خدا کے لئے ھَوْن اور تَذَلُّلْ اختیار کیا ہو گا اس لئے خدا تعالیٰ بھی انہیں سب سے اونچا مقام رفعت عطا فرمائے گا اور انہیں منازل قرب میں سے سب سے اونچی منزل عطا کی جائے گی۔(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 597)

اسی مضمون کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مندرجہ بالا مصرع کا مکمل شعر اس طرح ہے۔

جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ اس زمانے میں عاجزی اختیار کرنے کے طریقے اور سلیقے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں سکھائے اس لئے آپ علیہ السلام کے روحانی نسخوں پر عمل کرکے ہی ہم اس خلق کو حاصل کر سکتے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ ”تذلل اور انکساری کی زندگی کوئی شخص اختیار نہیں کر سکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی مدد نہ کرے۔ اپنے آپ کو ٹٹولو اور اگر بچہ کی طرح اپنے آپ کو کمزور پاؤ تو گھبراؤ نہیں۔ اِھْدِنَاالصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کی دعا صحابہ کی طرح جاری رکھو۔ راتوں کو اٹھو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی راہ دکھلائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے بھی تدریجاً تربیت پائی۔“ (ملفوظات جلد اول صفحہ 28 رپورٹ جلسہ سالانہ 1897ء)

سامعین! پھر آپؑ فرماتے ہیں: ”عاجزی اختیار کرنی چاہیے۔ عاجزی کا سیکھنا مشکل نہیں ہے اس کا سیکھنا ہی کیا ہے۔ انسان تو خود ہی عاجز ہے اور وہ عاجزی کے لئے ہی پیدا کیا گیا ہے۔ مَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (اَلذّٰریٰت:57) (ملفوظات جلد سوم صفحہ 232)

تو اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ عاجزی اختیار کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور جھکو، اس کی عبادت کرو۔ تو عاجزی سمیت تمام خلق پیدا ہوتے چلے جائیں گے، اِنْ شَآءَ اللّٰہُ

پھر آپؑ فرماتے ہیں: ”پانچ وقت اپنی نمازوں میں دعا کرو۔ اپنی زبان میں بھی دعا کرنی منع نہیں ہے۔ نماز کا مزا نہیں آتا ہے جب تک حضور نہ ہو اور حضورِ قلب نہیں ہوتا ہے جب تک عاجزی نہ ہو۔ عاجزی جب پیدا ہوتی ہے جو یہ سمجھ آجائے کہ کیا پڑھتا ہے۔ اس لئے اپنی زبان میں اپنے مطالب پیش کرنے کے لئے جوش اور اضطراب پیدا ہو سکتا ہے۔“ (ملفوظات جلد سوم صفحہ 434)

جب آدمی دعا کر رہا ہو سمجھ نہ آرہی ہو تو عاجزی کس طرح پیدا ہو گی اگر مطلب نہ آرہا ہو۔ اس لئے اپنی زبان میں دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ سے مانگیں اس کے آگے روئیں، گڑگڑائیں۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"انبیاء میں بہت سے ہنر ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک ہنر سَلبِ خودی کا ہوتا ہے۔ ان میں خودی نہیں رہتی۔ وہ اپنے نفس پر ایک موت وارد کر لیتے ہیں۔ کبریائی خدا کے واسطے ہے۔ جو لوگ تکبر نہیں کرتے اور انکساری سے کام لیتے ہیں وہ ضائع نہیں ہوتے۔" (ملفوظات جلد 5 صفحہ 216)

آپؑ جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "انسان بیعت کنندہ کو اول انکساری اور عجز اختیار کرنی پڑتی ہے اور اپنی خودی اور نفسانیت سے الگ ہونا پڑتا ہے تب وہ نشو و نما کے قابل ہوتا ہے لیکن جو بیعت کے ساتھ نفسانیت بھی رکھتا ہے اسے ہرگز فیض حاصل نہیں ہوتا۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ 455)

پھر آپؑ نے فرمایا: "میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تکبر سے بچو کیونکہ تکبر ہمارے خداوند ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے... ایک شخص جو اپنے بھائی کی بات کو تواضع سے سننا نہیں چاہتا اور منہ پھیر لیتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔... کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ۔ خدا کی طرف جھکو اور جس قدر دُنیا میں کسی سے محبت ممکن ہے تم اس سے کرو اور جس قدر دُنیا میں کسی سے انسان ڈر سکتا ہے تم اپنے خدا سے ڈرو۔ پاک دل ہو جاؤ اور پاک ارادہ اور غریب اور مسکین اور بے شر تا تم پر رحم ہو۔"

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 402-403)

فرمایا: "انسان جو ایک عاجز مخلوق ہے اپنے تئیں شامتِ اعمال سے بڑا سمجھنے لگ جاتا ہے۔ کبر اور رعونت اس میں آجاتی ہے۔ اللہ کی راہ میں جب تک انسان اپنے آپ کو سب سے چھوٹا نہ سمجھے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔ کبیر نے سچ کہا ہے۔

بھلا ہوا ہم نیچ بھئے ہر کو کیا سلام
جے ہوتے گھر اونچ کے ملتا کہاں بھگوان

یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم چھوٹے گھر میں پیدا ہوئے۔ اگر عالی خاندان میں پیدا ہوتے تو خدا نہ ملتا۔ جب لوگ اپنی اعلیٰ ذات پر فخر کرتے تو کبیر اپنی کم ذات باخندہ پر نظر کر کے شکر کرتا۔ پس انسان کو چاہئے کہ ہر دم اپنے آپ کو دیکھے کہ میں کیسا ہیچ ہوں۔ میری کیا ہستی ہے۔ ہر ایک انسان خواہ کتنا ہی عالی نسب ہو مگر جب وہ اپنے آپ کو دیکھے گا بہر نہج وہ کسی نہ کسی پہلو میں بشر طیکہ آنکھیں رکھتا ہو تمام کائنات سے اپنے آپ کو ضرور بالضرور نا قابل و ہیچ جان لے گا۔ انسان جب تک ایک غریب و بیکس بڑھیا کے ساتھ وہ اخلاق نہ برتے جو ایک اعلیٰ نسب عالی جاہ انسان کے ساتھ برتتا ہے یا برتنے چاہئیں اور ہر ایک طرح کے غرور رعونت و کبر سے اپنے آپ کو نہ بچاوے وہ ہر گز ہر گز خدا تعالیٰ کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ 314-315)

سامعین! میں اپنی تقریر کو مثالوں سے آراستہ کرنے کے لئے سب سے پہلے اپنے آقا و مولیٰ اور مطاع حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی طرف آتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل میں لکھا ہے۔ آپؐ کسی کی مذمت و تحقیر نہ کرتے اور نہ توہین و تنقیص۔ نہ اتنی تعریف جیسے وہ آپؐ کو بے حد پسند ہو۔ آپؐ کسی دنیوی معاملہ کی وجہ سے نہ غصّہ ہوتے نہ برا مناتے۔ اپنی ذات کے لئے کبھی غصہ نہ ہوتے اور نہ اس کے لئے بدلہ لیتے۔ آپؐ کے اخلاق و اطوار قرآن کے عین مطابق تھے۔ (حدیقۃ الصالحین صفحہ 45-50)

آپؐ کی عادات میں لکھا ہے۔

اپنے اونٹ کو خود چارہ ڈالتے گھر کے کام کاج کرتے...... خادم کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے، آٹا پیستے پیستے اگر وہ تھک جاتا تو اس میں اس کی مدد کرتے، بازار سے گھر کا سامان اٹھا کر لانے میں شرم محسوس نہ کرتے، امیر غریب ہر ایک سے مصافحہ کرتے۔ اگر کوئی معمولی کھجوروں کی دعوت دیتا تو آپ اسے حقیر نہ سمجھتے اور قبول کرتے۔ خدا کے خوف سے فکر مند رہتے لیکن ترش روئی اور خشکی نام کو نہ تھی۔ منکسر المزاج تھے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 63-64)

"حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تکبر نام کو بھی نہ تھا نہ آپ ناک چڑھاتے اور نہ اس بات سے برا مناتے اور بچتے کہ آپ بیواؤں اور مسکینوں کے ساتھ چلیں اور ان کے کام آئیں اور ان کی مدد کریں یعنی بے سہارا

عورتوں اور مسکینوں اور غریبوں کی مدد کے لیے ہر وقت کمربستہ رہتے اور اس میں خوشی محسوس کرتے۔" (حدیقۃ الصالحین صفحہ 67)

ایک جگہ فرمایا مجھے غریبوں میں تلاش کرو۔ خاک میں ملنے کا طریق بیان کرتے ہوئے آپؐ فرماتے ہیں۔

"اے لوگو! سلام کو عام کرو، ضرور تمندوں کو کھانا کھلاؤ، رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو اور جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو نماز پڑھو اگر تم ایسا کرو گے تو تم امن اور سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔" (حدیقۃ الصالحین صفحہ 51-52)

فرمایا۔ تم مجھے کبھی بھی بخل سے کام لینے والا، بڑہانکنے والا یا بزدلی دکھانے والا نہیں پاؤ گے۔

(صحیح بخاری کتاب الجہاد)

آئیں! اب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عادات و خصائل کو عاجزی وانکساری کے اس آئینہ میں دیکھتے ہیں۔

آپؑ کی سیرت قدسیہ اور اوصاف کریمانہ جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا کے مضمون سے لبریز ہیں۔ آپ کی تمام زندگی انتہائی سادگی، عاجزی و فروتنی اور انکساری سے گزری۔ آپؑ اپنی مجالس میں آنے والے دوستوں سے انتہائی محبت سے ملتے۔ آپؑ کے قول و فعل سے بڑا پن یا بڑے آدمی کا تاثر نہ ملتا۔ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب اکثر فرماتے تھے کہ والد صاحب نے اپنی عمر ایک مغل کے طور پر نہیں گزاری۔ ایک دفعہ آپ ایک یکہ پر سوار ہو کر بٹالہ جا رہے تھے۔ رقم کی ادائیگی ہو چکی تھی۔ آپ کو نہر کا پل پار کر کے یاد آیا کہ کوئی چیز گھر رہ گئی ہے۔ آپ یکہ والے کو نہر پر کھڑا کر کے قادیان پیدل آئے۔ اتنے میں یکہ والے کو بٹالہ کی سواریاں مل گئیں اور وہ چل دیا۔ جس پر آپؑ پیدل بٹالہ پہنچے۔ اگلے روز مکرم مرزا سلطان احمد صاحب نے یکہ والے کو برا بھلا کہا اور سختی بھی کی اور کہا کہ اگر مرزا نظام الدین صاحب ہوتے تو تم کو خواہ تین دن وہاں ٹھہرنا پڑتا تو ضرور ٹھہرتے۔ ایک نیک اور درویش طبع آدمی کی تم نے کوئی خاطر نہیں کی۔ جب حضرت مسیح موعودؑ کو علم ہوا کہ یکے والے کے ساتھ سختی ہوئی ہے تو آپؑ نے فرمایا "وہ میری خاطر کیسے بیٹھا رہتا اسے مزدوری مل گئی اور وہ چلا گیا۔"

(حیات طیبہ صفحہ 15-16)

آپؑ فرماتے ہیں:

’’انسان کے نفس امارہ میں کئی قسم کی پلیدیاں ہوتی ہیں مگر سب سے زیادہ تکبر کی پلیدی ہے۔ اگر تکبر نہ ہوتا تو کوئی شخص کافر نہ رہتا سو تم دل کے مسکین بن جاؤ۔‘‘

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 63)

پھر فرماتے ہیں کہ

’’تکبر سے بچو...... تکبر کیا چیز ہے۔ پس مجھ سے سمجھ لو کہ میں خدا کی روح سے بولتا ہوں ہر ایک شخص جو اپنے بھائی کو اس لئے حقیر جانتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ عالم یا زیادہ عقل مند یا زیادہ ہنر مند ہے وہ متکبر ہے کیونکہ وہ خدا کو سرچشمہ عقل اور علم کا نہیں سمجھتا اور اپنے تئیں کچھ چیز قرار دیتا ہے۔ کیا خدا قادر نہیں کہ اس کو دیوانہ کر دے اور اس بھائی کو جس کو وہ چھوٹا سمجھتا ہے اس سے بہتر علم اور عقل دے دے۔‘‘

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 402)

حضرت مسیح موعودؑ اپنے ایک اور شعر میں فرماتے ہیں:

بد تر بنو تم ہر ایک سے اپنے خیال میں
کہ شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ بالا اقتباس کو تقریر کی پیک بناتے اور اب اپنی تقریر کو سمیٹتے ہوئے خاکسار اپنی ذہنی فکر کو اسی پر ختم کرتا ہے اور چند ایسی نیکیاں، اخلاق حسنہ اور ایسی بدیاں یا اخلاق سیئہ کا ذکر کر کے تقریر کا اختتام کرتا ہے جن نیکیوں کو اپنا کر اور بدیوں کو چھوڑ کر خاک میں اپنے آپ کو ملا کر حقیقی آشنا سے ملا جا سکتا ہے۔

نیکیاں اور اخلاق حسنہ

سامعین! نماز میں انکساری، نوافل، احکامِ قرآن پر عمل، قرآن کریم میں موجود اوامر و نواہی کا اپنے آپ کو مخاطب سمجھنا، ہر نیکی کا اپنے آپ کو سب سے پہلا مخاطب سمجھنا، اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، سبقت الی الخیر، احترام انسانیت / آدمیت و یتامیٰ، دنیا کی محبت و خواہشات سے اجتناب، بیوی بچوں کے

حقوق، شہریوں، پڑوسیوں کے حقوق، بیوی کے لیے خاوند اور بچوں کے حقوق، صلہ رحمی والدین اور عزیزواقارب سے تیمارداری، تعزیت، تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ میں شمولیت، صدقہ و خیرات، وقار عمل، بزرگوں کا احترام، علماء کا احترام، صحبت صالحین، ایفائے عہد، ایثار، پاک دامن، تواضع و انکساری، خدا پر یقین، عدل، احسان ایتاء ذی القربیٰ، حلت و حرمت، حلیم بُردباری، رافت، قرض کی ادائیگی، اللہ کا شکر گزار بندہ بننا، خوش خلقی، بشاشت، عفو و درگزر، مہمانوں کی عزت و احترام، خیر خواہی اور تَعَاوَنُ عَلَى الْبِرِّ۔

بدیاں، اخلاق سیئہ

تکبر / غرور، استہزاء، اسراف، بخل / حرص، بد ظنی، عیب جوئی، غیبت / چغل خوری، خیانت، ظلم و ستم، حق تلفی، احسان جتانا، زبان کا غلط استعمال، لغویات سے پرہیز، فحاشی سے پرہیز، تجسس، تکلف، نقالی، بناوٹ، تشبہ بالخیر، توہم پرستی اور بد فالی۔

اپنی تقریر میں تکبر کے حصّے پر واپس آتے ہوئے ایک سبق آموز حدیث بیان کرنا چاہتا ہوں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اونٹنی کا نام عضباء تھا جو کسی کو آگے نہیں بڑھنے دیتی تھی۔ ایک دفعہ ایک دیہاتی نوجوان کی اونٹنی نے اسے مات دے دی جس کا صحابہ کو بہت افسوس ہوا تو آپ نے اس افسوس کو بھانپ کر فرمایا یا حَقٌّ عَلَى اللهِ اَنْ لَّا يَرْ تَفَعْ شَئٌ مِّنَ الدُّ نْيَااِ لَّا وَضَعَهُ۔

(صحیح بخاری،کتاب الجہاد)

کہ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ دنیا میں جو بلند ہوتا ہے بالآخر اللہ تعالی اس کے غرور کو توڑنے کے لئے اسے نیچا دکھاتا ہے۔

گھروں کے باہر جو باڑ لگائی جاتی ہے اس کی جب کٹائی کریں تو اکثر سرکنڈے یا ٹہنیاں اپنی روٹین میں بڑھتی ہیں مگر ایک آدھ ٹہنی بہت تیزی سے اپنا سر اوپر نکالتی نظر آتی ہے۔ ہم نے اکثر دیکھا ہے کہ وہ پھر محفوظ بھی نہیں رہتی۔ کوئی راہگیر یا پھر مالی ہی اسے مسل دیتا ہے۔ پاکستان میں چونکہ اکثر باہر سڑکوں پر کھڑے ہونے کا رواج ہے تو کھڑے کھڑے ہمارا ہاتھ اسی سرکنڈے پر جاتا ہے جو نمایاں طور پر نظر آرہا ہوتا ہے اور ہم اسے ایک دوسرے سے گفتگو میں مگن ہاتھوں سے مسل دیتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ جرمنی 2021ء کی اختتامی اجلاس میں مؤرخہ 9/ اکتوبر کو جو بصیرت افروز خطاب فرمایا اس میں بھی تکبر اور عاجزی کے مضمون کو بہت پُر حکمت اور خوبصورت انداز میں اجاگر فرمایا۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی حاصل کرنے والوں کی ایک یہ نشانی بھی بتائی ہے کہ وہ تکبّر نہیں کرتے، تکبّر ایک بہت بڑی بیماری ہے جس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اگر ہم تکبّر کی وجوہات تلاش کریں تو ایک بہت بڑی وجہ فخر کرنا نظر آتا ہے، اپنے آپ کو کچھ سمجھنا، اپنی ذات پر فخر ہے، اپنی قومیت پر فخر ہے، اپنی دولت پر فخر ہے، اپنے علم پر فخر ہے، اپنی اولاد پر فخر ہے کہ زیادہ اولاد ہونا یا اُس کا لائق ہونا اور اِس طرح کی مختلف چیزیں ہیں۔

یہ فخر اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر سمجھنے کا یا تکبّر کا بیج بوتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ چیزیں نہ انسان کے لیئے فخر کی جگہ ہیں، نہ بہتر سمجھنے کا معیار ہیں، اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے کہ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (الحجرات:14) یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

پس یہ دنیاوی چیزیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز ہونے کا معیار نہیں ہیں، پھر کس بات پر فخر اگر یہ معیار نہیں ہیں۔ پس سوچنے کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو چیز کسی انسان کو معزز بناتی ہے وہ تقویٰ ہے، وہ جو تقویٰ پر چلنے والا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتے ہوئے کبھی یہ سوچے گا بھی نہیں کہ مَیں معزز ہوں، اُس کو اللہ تعالیٰ کا خوف اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کی تڑپ ہر وقت اِس خیال میں ہی ڈالے رکھے گی کہ مَیں کب اور کس طرح اللہ تعالیٰ کا پیار حاصل کروں۔ انسان کو اگر فخر ہے بھی تو کس بات پر، ہے تو وہ اِس زمین پر رہنے والی مخلوق کا ہی ایک فرد اَور اِس زمین کی حیثیّت اِس کائنات میں ایک چھوٹے سے ذرّے سے زیادہ کچھ نہیں ہے پھر کس بات پر فخر کرتا ہے اور تکبّر کرتا ہے انسان۔ پھر زمین پر ہی اگر ہم دیکھیں تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے جو نظارے ہمیں نظر آتے ہیں اُن تک بھی انسان نہیں پہنچ سکتا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَ لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَ لَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا (بنی اسرائیل:38)

اور زمین میں اکڑ کر نہ چل، تو یقیناً زمین کو پھاڑ نہیں سکتا اور نہ قامت میں پہاڑوں کی بلندی تک پہنچ سکتا ہے۔

آسمانی آفات جب آتی ہیں تو کیا اِنسان اُس کا مقابلہ کر سکتا ہے؟ تکبّر کرنے والے لوگ بھی بچوں کی طرح بِلبلا رہے ہوتے ہیں اُس وقت، تکلیفیں جب پہنچتی ہیں اُن کو۔ گزشتہ دنوں بارشوں نے ہی جرمنی کے بعض علاقوں میں تباہی مچادی تھی، بڑے بڑے قد کاٹھ کے لوگ اُن کو مَیں نے دیکھا ہے ٹی وی پر آتے تھے، جو یہ سمجھتے تھے ہم بڑے آرام سے رہ رہے ہیں اور ہمیں کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی، اُنہیں اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ اصل ذات میری ہے، وہی لوگ جو لوگوں کو کھانا کھلانے کا ذریعہ بن رہے تھے خود لائن میں لگے ایک روٹی کے ٹکڑے کے لیئے بھیک مانگ رہے تھے تو تکبّر کس بات کا ہے؟

پس اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ تمہارے اندر کوئی بڑائی نہیں، اللہ تعالیٰ کے اِس ارشاد کو ہمیشہ ایک احمدی کو سامنے رکھنا چاہیئے کہ اپنے اندر عاجزی پیدا کرے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِس سے تم میری محبّت حاصل کرنے والے بھی بنوگے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تکبّر کرنے والے پر بڑا اِنذار فرمایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے دل میں ذرّہ بھر بھی تکبّر ہو گا، اللہ تعالیٰ اُسے جنّت میں داخل ہونے نہیں دے گا۔ سوال کرنے والے نے کہا کہ انسان چاہتا ہے کہ دنیا کی اچھی اچھی چیزوں کو استعمال کرے، کشائش اگر اللہ تعالیٰ نے دی ہے تو پھر استعمال بھی کرے اور اپنے ظاہر کو بھی سنوار کر رکھے، کپڑے بھی اچھے پہنے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تکبّر یہ نہیں، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا استعمال کرنا، احسن رنگ میں کرنا اور اپنے اوپر اُس کا اظہار کرنا یہ تکبّر نہیں ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو خود خوبصورت ہے اور خوبصورت چیزوں کو پسند کرتا ہے، صفائی ستھرائی، حُسن کو پسند کرتا ہے، اِس لیئے اِن چیزوں سے تمہیں نہیں روکا جارہا (یہ نہ سمجھو کہ اِن چیزوں سے تمہیں روکا جارہا ہے) بلکہ تکبّر یہ ہے کہ حق کا انکار کرو (سچی بات ہے اُس کا انکار کرو، اپنی اناء اور ضدوں میں پڑ جاؤ یا اپنی بڑائی تمہارے اندر ہو جس کی وجہ سے ضد پیدا ہو جائے)، لوگوں کو ذلیل سمجھو اور اُن کو کم تر سمجھ کر حقارت کی نظر سے دیکھو، اُن سے بری طرح پیش آؤ، یہ تکبّر ہے۔

(حدیقۃ الصّالحین۔ حدیث نمبر 855، صفحہ 810)

سامعین! اِس بارہ میں حضرت مسیحِ موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام مزید کھول کر بیان فرماتے ہیں، آپؑ نے فرمایا! ایک شخص جو اپنے بھائی کے ایک غلط لفظ کی تکبّر کے ساتھ تصحیح کرتا ہے، اُس نے بھی تکبّر سے حصّہ لیا ہے (اب یہ چھوٹی سی بات ہے کہ کسی لفظ کی، کسی فقرے کی تصحیح کر دی لیکن اگر اُس تصحیح میں، اُس کو ٹھیک کرنے میں تکبّر کی روح ہے تو وہ متکبّر کہلائے گا، اپنی بڑائی کی بُو ہے تو وہ متکبّر کہلائے گا)۔ فرمایا! ایک شخص جو اپنے بھائی کی بات کو تواضع سے (توجہ اور انکسار سے) سننا نہیں چاہتا اور منہ پھیر لیتا ہے، اُس نے بھی تکبّر سے حصہ لیا ہے (غور سے بات نہیں سنتے تب بھی تکبّر ہے)۔

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 403)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"ان ساری باتوں سے معلوم ہو گیا کہ سچے تقویٰ کے بغیر کوئی راحت اور کوئی خوشی مل ہی نہیں سکتی تو معلوم کرنا چاہئے کہ تقویٰ کی بہت سے شعبے ہیں جو عنکبوت کے تاروں کی طرح پھیلے ہوئے ہیں مکڑی کے جال کی طرح پھیلے ہوئے ہیں۔ تقویٰ تمام جوارِ انسانی اور، عقائد اور اخلاقِ انسانی سے متعلق ہے۔" انسان کے جتنی خصوصیات ہیں، ان کے عقیدے ہیں، زبان ہے، خلاق ہے، ساری باتیں ہیں، قویٰ ہیں ان سب سے متعلق تقویٰ کا حکم ہے۔ ان سب کو تقوٰی کے مطابق چلانا ہے۔ فرمایا کہ نازک ترین معاملہ زبان ہے۔ زبان میں تقویٰ نہ ہو تو بڑا نازک معاملہ ہے یہ۔ بسا اوقات تقویٰ کو دور کر کے ایک بات کہتا ہے اور دل میں خوش ہو جاتا ہے کہ میں نے یوں کہا اور ایسا کہا۔ حالانکہ وہ بات بری ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ مجھے اس پر ایک نقل یاد آئی کہ ایک بزرگ کی کسی دنیا دار نے دعوت کی۔ جب وہ بزرگ کھانا کھانے کے لئے تشریف لے گئے تو اس متکبر دنیادار نے اپنے نوکر کو کہا کہ فلاں تھال لانا جو ہم پہلے حج میں لائے تھے اور پھر کہا کہ دوسرا تھال بھی لانا جو ہم دوسرے حج میں لائے تھے اور پھر کہا تیسرے حج والا بھی لیتے آنا۔ ان بزرگ نے فرمایا اس نام نہاد حاجی کو کہ تُو تو بہت ہی قابلِ رحم ہے ان تین فقروں میں تو نے اپنے تین ہی حجوں کا ستیاناس کر دیا۔ دکھاوا اور دنیا داری تھی تیرا یہ حج دنیا داری اور دکھاوے کے لئے ہے۔ تیرا مطلب اس سے صرف یہ تھا کہ تو اس امر کا ظاہر کرے کہ تُو نے تین حج کئے ہیں۔ اسلئے خدا نے فرمایا کہ زبان جو ہے بڑی سوچ سمجھ کر استعمال کرنی چاہئے اور عقل کا استعمال بھی۔ عقل کرے انسان پھر اس کے

ساتھ زبان کو چلائے انسان۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ اسی لئے خدا تعالیٰ نے تعلیم دی ہے کہ زبان کو سنبھال کر رکھو۔ اور بے معنی، بے ہودہ بے موقع، غیر ضروری باتوں سے اعتراض کی جائے۔ فرمایا دیکھو اللہ تعالیٰ نے ایاک نعبد کی تعلیم دی ہے ممکن تھا کہ انسان اپنی عقل پر بھروسہ کرلیتا اور خدا سے دور ہو جاتا اس لئے ساتھ ہی ایاک نستعین کی تعلیم دے دی کہ یہ مت سمجھو کہ عبادت جو میں کرتا ہوں اپنی قوت اور طاقت سے کرتا ہوں، ہرگز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی استعانت جب تک نہ ہو اور خود وہ پاک ساتھ توفیق اور طاقت نہ دے کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اور پھر فرمایا کہ ایاک نعبدو اور ایاک استعین نہیں کہا اس لئے کہ اس میں نفس کے تکبر کی بو آتی تھی۔ اس میں مَیں آجاتی ہے۔ اور فرمایا کہ یہ تقویٰ کے خلاف ہے۔ تقویٰ پر چلنے والا ہے وہ نیکیوں کے لئے دعا بھی کرتا ہے تو کُل انسانوں کو اپنے ساتھ ملاتا ہے۔ فرمایا کہ زبان سے ہی انسان تقویٰ سے دور چلا جاتا ہے۔ زبان سے تکبر کرلیتا ہے اور زبان سے ہی فرعونی صفات آجاتی ہیں۔ اور اسی زبان کی وجہ سے پوشیدہ اعمال کو ریاکاری سے بدل لیتا ہے۔ اور زبان کا زیاں بہت جلد ظاہر ہوتا ہے۔ نیک عمل کئے اور ظاہر کر دیے تو ریاکاری ہو گئی دکھاوا ہو گیا جیسے اس حاجی کا واقعہ ہے۔ جس نے تین حج کئے اور تشریح لانے کے لئے تینوں حجوں کا اظہار بھی کر دیا بتانے کے لئے۔ یہ ریاکاری ہے۔ فرمایا اور زبان کا زیاں بہت جلد پیدا ہوتا ہے ...... اس لئے متقی اپنی زبان کو بہت ہی قابو میں رکھتا ہے۔ اس کی زبان سے کوئی ایسی بات نہیں نکلتی جو تقویٰ کے خلاف ہو پس تم اپنی زبان پر حکومت کرو نہ یہ کہ زبانیں تم پر حکومت کریں۔ پس یہ ہے وہ معیار جو ہمیں اپنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اپنے روزمرہ کے معاملات میں ہم کیا کرتے ہیں یہ ہمیں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ ہمارا بولنا، ہماری باتیں کرنا، ہمارا ایک دوسرے سے تبادلہ خیال کرنا، ہمارے ایک دوسرے سے کسی کاروبار میں یا کسی بھی وجہ سے جو اینٹرایکشن ہے، بات چیت ہے اس کو ہم کس طرح کر رہے ہیں۔ اگر ہماری زبانوں کے غلط استعمال ہیں تو ہم اسلام کی تعلیم سے دور جا رہے ہیں۔ تقویٰ سے دور جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حق ادا کرنے کے ساتھ ساتھ ہم نے یہ بھی دیکھنا ہے کہ ہم ایک دوسرے کے کیا اور کس حد تک حق ادا کر رہے ہیں۔ عبادت کا حق ادا کر رہے ہیں تو ساتھ دوسرے حقوق بھی دیکھنے ہوں گے۔ ایک دوسرے کے ساتھ ہمارا سلوک کیسا ہے، تبھی تقویٰ کی صحیح راہوں کا پتہ چلے گا۔ ہم نے دیکھنا ہے کہ آپس میں کس حد تک ہم محبت اور پیار سے رہ رہے ہیں، تکبر

سے بچنے کی ہم کس حد تک کوشش کر رہے ہیں، عاجزی کی راہوں کو ہم کس حد تک اپنا رہے ہیں، اپنے عہدوں کو کس حد تک پورا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، سچائی کے قیام کے لئے ہم کیا کوشش کر رہے ہیں، کیونکہ سچائی کا قیام ہی ہے جو ہمیں شرک سے بھی پاک کرتا ہے، اپنی اولادوں اور اپنی نسلوں کو سنبھالنے کے لئے ہماری کیا کوشش ہے کہ تقویٰ ان میں جاری رہے اور وہ بھی اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق گزارنے کی کوشش کرنے والے ہوں۔ پس اس حوالے سے ہمیں ہر چیز کو دیکھنا ہوگا کہ جو بھی نیکیاں ہیں جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے ہم کر رہے ہیں؟ اور جو بھی برائیاں ہیں جن کے رکنے کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے اُن سے رک رہے ہیں؟ اگر تو یہ ٹھیک ہے تو پھر ہم یقیناً تقویٰ پر چلنے والے کہلا سکتے ہیں۔ پس اپنی زندگیوں کو ہمیں یوں ہی نہیں ضائع کر دینا چاہئیے کہ ہمارا ہر قول و عمل ہمیں صحیح راستے پر ڈالنے والا ہونا چاہئے۔ ہماری آپس کی محبت ایسی ہو جو ایک مومن کو دوسروں سے ممتاز کرے۔ گھر کے ماحول سے لے کر معاشرے کے عمومی تعلقات تک ہم اس کی اعلیٰ مثالیں قائم کرنے والے ہوں اور یہ نظر آنی چاہئیں ورنہ نہ ہی گھر میں سکون رہتا ہے، نہ ہی معاشرے میں اور جب ہم اس پر غور کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ بدظنی کی وجہ سے ہی امن و سکون برباد ہو رہا ہوتا ہے ایک برائی بہت بڑی بدظنی بھی ہے۔ بعض فتنہ انگیز بدظنی کی بات دل میں پیدا کر دیتے ہیں کوئی ایسی بات کر دیتے ہیں جس سے دل میں بدظنی پیدا ہو جائے۔ اور جلد باز انسان بغیر سوچے سمجھے اس بات پر یقین بھی کر لیتے ہیں یا پس میں صحیح طرح ایک دوسرے کی بات کو سمجھا نہ سکنے کی وجہ سے بدظنیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بدظنی کو بہت بڑا گناہ قرار دیا ہے کہ اس وجہ سے معاشرے کا امن و سکون برباد ہو جاتا ہے اور اس حکم کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ بدظنی سے بچو کیونکہ بدظنی سخت قسم کا جھوٹ ہے اور ایک دوسرے کے عیب نکالنے کی جستجو میں نہ رہو، ایک دوسے کے خلاف تجسس نہ کرو اور پھر اس کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی برائیوں کا ذکر فرمایا کہ ان سے بچو کیونکہ یہ معاشرے کا امن برباد کرتی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی اچھی چیز ہتھیانے کی کوشش نہ کرو یعنی کسی کی اچھی چیز دیکھو تو اپنے قبضے میں لینے کی حرص نہ کرو، حسد نہ کرو، حسد کسی کی اچھی چیز دیکھ کے یا ترقی دیکھ کر تمہارے میں حسد نہیں پیدا ہونی چاہئے، مسابقت کی روح بیشک ہو آگے بڑھنے کی روح بیشک ہو

لیکن حسد کرتے ہوئے اسے نقصان کو شش کرتے وہ پھر تم اس لئے حسد نہ کرو، آپس میں دشمنی نہ رکھو دشمنیاں بھی بدظنی کی وجہ سے عموماً پیدا ہوتی ہیں۔ ایک دوسرے سے بے رخی نہ برتو اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اللہ تعالیٰ کے بندے اور بھائی بھائی بن کے رہو...... پس جب انسان اللہ تعالیٰ کا بندے بننے کو شش کرے گا تو اس سے برائیاں سرزد ہو ہی نہیں سکتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اس پر ظلم نہیں کرتا اسے رسوا نہیں کرتا اسے حقیر نہیں جانتا اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا تقویٰ یہاں ہے ایک تو اس کا یہ مطلب ہے کہ حقیقی تقویٰ آنحضرت ﷺ کے مطہر دل میں ہی ہے سب سے بڑھ کے لیکن یہ بھی یادرکھنا چاہئے کہ تقویٰ یہاں ہے سے یہ مراد بھی ہے کہ مقامِ تقویٰ دل ہے جس کو اس بات کی سمجھ آجائے کہ دل کو تقویٰ سے بھرنا ہے تو پھر یہ خیال آہی نہیں سکتا کہ وہ کوئی ایسی حرکت کرے جس سے دلوں کی رنجشیں پیدا ہوں۔ ایک دوسرے کے حق غصب کرنے کا خیال آئے، پس ہمیں اپنے دلوں کو ٹٹولنے کی ضرورت ہے کیا واقعی ہمارے دلوں میں تقویٰ ہے یا صرف ہمارے منہ کی باتیں ہیں۔ اگر ہمارے دل میں دوسرے کا احترام نہیں ہے، اس کا حق ادا کرنے جذبہ نہیں ہے، تو ہمارے دل تقویٰ سے خالی ہیں۔ ہم لاکھ نمازیں پڑھنے والے اور عبادت کرنے والے ہوں ہم اللہ تعالیٰ کی نظر میں تقویٰ پر چلنے والے نہیں کہلا سکتے پھر بھی اگر یہ باتیں ہم میں نہیں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کس باریکی سے اس بارے میں نصیحت فرمائی ہے کہ فرمایا کہ ایک مسلمان کے لئے یہی برائی کافی ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کو تحقیر کی نظر سے دیکھتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہر مسلمان کی تین چیزیں دوسرے مسلمان پر حرام ہیں اس کا خون، اس کی آبرو اور اس کا مال...... اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی حاصل کرنے والوں کی ایک نشانی یہ بھی بتائی ہے کہ وہ تکبر نہیں کرتے، تکبر ایک بہت بری بیماری ہے جس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اگر ہم تکبر کی وجوہات تلاش کریں تو ایک بہت بڑی وجہ فخر کرنا نظر آتا ہے، اپنے آپ کو کچھ سمجھنا، اپنی ذات پر فخر ہے اپنی قومیت پر فخر ہے، اپنی دولت پر فخر ہے اپنے علم پر فخر ہے اپنی اولاد پر فخر ہے زیادہ اولاد ہونا یا ذہین ہونا اور اس طرح کی مختلف چیزیں ہیں اور یہ فخر اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر سمجھنے کا یا تکبر کا بیج بوتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ چیزیں نہ انسان کے لئے فخر کی جگہ ہیں نہ بہتر سمجھنے کا معیار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے

نزدیک تم میں سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے پس یہ دنیاوی چیزیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز ہونے کا معیار نہیں ہیں پھر کس بات کا فخر ہے اگر یہ معیار نہیں ہے۔ پس سوچنے کا مقام ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو چیز سب سے زیادہ معزز بناتی ہے وہ تقویٰ ہے۔ جو تقویٰ پر چلنے والا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتے ہوئے کبھی سوچے گا بھی نہیں کہ میں معزز ہوں۔ اس کو اللہ تعالیٰ کا خوف اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کی تڑپ ہر وقت ہی اس خیال میں ڈالے رکھے گی کہ میں کب اور کس طرح اللہ تعالیٰ کا پیار حاصل کروں۔ انسان کو اگر فخر ہے بھی تو کس بات پر، ہے تو وہ اس زمین پر رہنے والی ایک مخلوق کا ایک فرد اور اس زمین کی حیثیت اس کائنات میں ایک چھوٹے سے ذرے سے زیادہ کچھ نہیں پھر کس بات پر فخر کرتا ہے اور تکبر کرتا ہے انسان۔" (اختتامی خطاب جلسہ سالانہ جرمنی، مورخہ 9 اکتوبر 2021ء)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مؤرخہ 16/دسمبر 2022ء کو دعا کی اہمیت و برکات پر ایک خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جس میں مختلف مثالیں بیان فرما کر حضور انور نے اپنے خالق کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ اِن میں سے ایک مثال حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں یوں بیان فرمائی ہے کہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام دنیاوی مثالوں کے ساتھ دعا کرنے والے کے صبر کی مثال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"دیکھو! دعا کی ایسی ہی حالت ہے جیسے ایک زمیندار باہر جا کر اپنے کھیت میں ایک بیج بو آتا ہے۔ اب بظاہر تو یہ حالت ہے کہ اس نے اچھے بھلے اناج کو مٹی کے نیچے دبا دیا۔ اس وقت کوئی کیا سمجھ سکتا ہے کہ یہ دانہ ایک عمدہ درخت کی صورت میں نشو نما پا کر پھل لائے گا۔ باہر کی دنیا اور خود زمیندار بھی نہیں دیکھ سکتا کہ یہ دانہ اندر ہی اندر زمین میں ایک پودا کی صورت اختیار کر رہا ہے مگر حقیقت یہی ہے کہ تھوڑے دنوں کے بعد وہ دانہ گل کر اندر ہی اندر پودا بننے لگتا ہے اور تیار ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا سبزہ اوپر نکل آتا ہے۔ بیج کی ایک خصوصیت ہے پہلے اس کی جڑیں نکلتی ہیں جڑیں زمین میں پیوست ہو جاتی ہیں پھر باہر کونپلیں نکلنی شروع ہو جاتی ہیں اور دوسرے لوگ بھی اس کو دیکھ سکتے ہیں۔ اب دیکھو! وہ دانہ جس وقت

سے زمین کے نیچے ڈالا گیا تھا دراصل اسی ساعت سے وہ پودا بننے کی تیاری کرنے لگ گیا تھا مگر ظاہر بین نگاہ اس سے کوئی خبر نہیں رکھتی اور اب جبکہ اس کا سبزہ باہر نکل آیا تو سب نے دیکھ لیا۔ لیکن ایک نادان بچہ اس وقت یہ نہیں سمجھ سکتا کہ اس کو اپنے وقت پر پھل لگے گا۔ اب پودا نکل آیا اب پھل لگنے کا مرحلہ باقی ہے۔ نادان بچہ یہ سمجھے گا کہ اس کو تو پھل لگ نہیں سکتا یہ چھوٹا سا ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ کیوں اسی وقت اس کو پھل نہیں لگتا مگر عقلمند زمیندار خوب سمجھتا ہے کہ اس کے پھل کا کونسا موقع ہے۔ وہ صبر سے اس کی نگرانی کرتا اور غور و پرداخت کرتا رہتا ہے اور اس طرح پر وہ وقت آجاتا ہے کہ جب اس کو پھل لگتا ہے اور وہ پک بھی جاتا ہے یہی حال دعا کا ہے اور بعینہٖ اسی طرح دعا نشوونما اور مثمر بثمرات ہوتی ہے۔ جلد باز پہلے ہی تھک کر رہ جاتے ہیں اور صبر کرنے والے مال اندیش استقلال کے ساتھ لگے رہتے ہیں۔ دور اندیش لوگ جو ہیں نتیجہ کو صبر سے دیکھنے والے لوگ جو ہیں وہ مستقل مزاجی سے اپنے کام میں لگے رہتے ہیں دعاؤں میں لگے رہتے ہیں اور اپنے مقصد کو پا لیتے ہیں۔''

آج کے ماحول میں جہاں دہریت سر اٹھا رہی ہے اور حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کو اس جیسے اہم موضوع پر خطبہ دے کر اللہ کی طرف جھکنے کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

دنیا میں نشوونما کا مٹی کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے۔ حتٰی کہ تخلیق انسانی اور اس کے ارتقاء کے لیے اللہ تعالیٰ نے تُرَابٍ (آل عمران:60) طِيْنٍ (الانعام:3)، طِيْنٍ لَّازِبٍ (الصافات: 12)اور صَلْصَالٍ (الحجر:27) کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ جن کے کسی نہ کسی رنگ میں معانی مٹی کی مختلف کیفیتوں کے ہیں۔

انسان کا آغاز بھی مٹی سے ہے اور مرنے کے بعد بھی مٹی ہی اس کا مقدّر ہے۔ مٹی درحقیقت ایک انکساری اور عاجزی کی علامت ہے۔ دنیا بھر کی قوموں میں سے کسی کو سلیوٹ کرنے اور آداب سے ملنے کی اداؤں اور حرکات کا جائزہ لیں تو ان میں زمین کی طرف جھکنے کا طرز ملتا ہے۔ حضور نے خطبہ جمعہ میں کتے کی مثال دی ہے کہ وہ اپنے مالک کی محبت چاہنے کے لیے اس کے قدموں پر سر رکھ دیتا ہے۔

ایک بیج یا دانہ جب زمین میں ڈالا جاتا ہے تو وہ نشو و نما پانے کے لیے اپنی اصلی حیثیت یا Shape کھو دیتا ہے۔ مٹی میں مل جاتا ہے۔ پھر اس کے اندر سے زندگی نکلتی ہے۔ جو دوسروں کو زندگی دینے کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔

شاعر کہتا ہے:

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہیے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

اس مضمون کو انسان کو ہر وقت اپنے اوپر لاگو کرتے رہنا چاہیے۔ انسان نے اگر پنپنا ہے، اگر نشو و نما پانی ہے، اگر آگے بڑھنا ہے، اگر بڑا ہونا ہے اور اعلیٰ مرتبہ پانا ہے تو اسے اللہ کے حضور سرنگوں ہونا پڑتا ہے۔ اپنے آپ کو مٹی میں ملانا پڑتا ہے۔ کبھی اکڑ کر یا سینہ تان کر بلندی کا سفر طے نہیں ہوتا۔ کوہ پیما جھک کر ہی پہاڑ سر کرتے ہیں۔ ہائیکنگ کرنے والوں کے ہاتھوں میں ہمیں کھونٹی ہی دکھائی دیتی ہے جو انسان کو جھکنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ اکڑ کے مضمون کو ہم تکبر، انا وغیرہ سے تعبیر کر سکتے ہیں جو خدا کو اور اس کے رسولؐ کو بہت ناپسند ہیں۔

انسان بھی اگر دانے یا بیج کی طرح اپنے آپ کو فنا کر لے تو اس کی جڑیں زمین میں پیوست ہوتی جاتی اور وہ خود شاخوں کی طرح آسمان سے باتیں کرتا ہے۔

آج کل معاشرہ میں ہر طرف فرعونیت اور دجل دکھنے کو ملتا ہے۔ دراصل ایسے لوگوں نے، قوموں نے، سربراہوں نے عاجزی انکساری کو خیر آباد کہہ دیا ہے۔ پھر ایسی قومیں یا سربراہ جلد تنزلی کا شکار بھی ہو جاتے ہیں۔ انسانی زندگی میں ہے اگر تو نیکیوں میں مقابلہ کرتے ہوئے کوئی انسان تیز تیز بھاگتا، اچھلتا کودتا دربار الٰہی کی طرف بڑھتا جاتا ہے تو اچھی بات ہے اسے مسابقت الی الخیر کہیں گے لیکن اگر دوسروں کی ناک کو خاک میں ملانے اور اپنی ناک اونچی رکھنے کے لیے اپنے آپ کو بلند کرتا ہے تو آخر ایک دن اس کی گردن کے سریہ کو کاٹنے والا بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

آج حضور نے دہریت کے قلع قمع کے لیے جو اصول بیان فرمایا ہے اس کے لیے راتوں کو اٹھ کر آداب الٰہی اور آداب دعا کو ملحوظ خاطر رکھ کر اللہ کو پانے کی خاطر اپنے آپ کو مٹا دینا ہی اصل میں کامیابی کا گر ہے۔ یہ وہ وقت ہے جب یہ دعا کرنے کی ضرورت ہے۔

اے اللہ! میں تجھ سے تجھ کو مانگتا ہوں

اور ہم میں سے اکثر کو اللہ مل جائے گا اور اس کے اثرات دعاؤں کی قبولیت کی صورت میں ہمارے معاشرہ پر نظر آئیں گے تو دہریت مٹتی جائے گی اور الوہیت و ربوبیت معاشرہ میں نظر آئے گی۔

اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو اپنے حقیقی آشنا اللہ تعالیٰ تک رسائی کے لیے اپنے آپ کو خاک میں ملا کر خاکستر ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

اور ہم اپنی زندگیوں میں حضرت مسیح موعودؑ کا یہ شعر پورا ہوتے دیکھیں:

جو ہمارا تھا وہ اب دلبر کا سارا ہو گیا
آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا

ضضضض

{59} {مشاہدات۔71}

وقف زندگی کی اہمیت اور برکات

وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآ فَّةً ؕ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (التوبہ:122)

وقف کرنا جاں کا ہے کسب کمال
جو ہو صادق وقف میں ہے بے مثال
چمکیں گے واقف کبھی مانندِ بدر
آج دنیا کی نظر میں ہیں ہلال

سامعین! میری تقریر کا عنوان ہے۔ **وقف زندگی کی اہمیت اور برکات**

جس آیت کی میں نے ابھی تلاوت کی ہے اُس کا ترجمہ ہے کہ
مومنین کے لیے ممکن نہیں کہ وہ تمام کے تمام اکٹھے نکل کھڑے ہوں۔ پس ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ان کے ہر فرقہ میں سے ایک گروہ نکل کھڑا ہوتا وہ دین کا فہم حاصل کریں اور وہ اپنی قوم کو خبر دار کریں جب وہ ان کی طرف واپس لوٹیں تاکہ شاید وہ (ہلاکت سے) بچ جائیں۔
وقف زندگی کے لغوی معنی یہ ہیں کہ اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا۔ عربی زبان میں کہتے ہیں وَقَفَ الدَّارَ اَیْ جَعَلَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللہِ یعنی اس نے گھر کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیا۔
میرے بھائیو! وقف کی زندگی ایسی مبارک زندگی ہے جو انبیاء علیہم السلام اور آپ کے مقرّبین نے گزاری۔ ویسے تو ہر مومن واقف زندگی ہوتا ہے۔ ہر آن وہ اپنے دین کے لئے اپنا تَن مَن دَھن قربان

کرنے کو تیار رہتا ہے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ کی بھی خاص محبت کی نظریں اس پر پڑتی ہیں۔ خدا کی راہ میں مصائب بھی اس کو عزیز ہوتے ہیں کیونکہ یہ مصائب کی راہیں بھی محبوب کے گھر کو جاتیں ہیں۔ اسی لئے وہ پکار پکار کے کہتا ہے کہ

وقف راہ کنم گر جان دھندم صد ہزار

کہ اگر ایک لاکھ دفعہ بھی مجھے جان دی جائے تو اسی راہ میں وقف کر دوں۔

ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ جو سب سے بڑے واقف زندگی تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے سکھایا کہ کامل وقف کیسے ہوتا ہے اور یہی وقف ہمیں ہمارے آقا و مطاع ﷺ کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ فرمایا: قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الانعام:163)

تو کہہ دے کہ میری عبادت اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

وَ لْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُ مَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

(اٰل عمران:105)

اور چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو۔ وہ بھلائی کی طرف بلاتے رہیں اور اچھی باتوں کی تعلیم دیں اور بُری باتوں سے روکیں اور یہی ہیں وہ جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

امام اعظم حضرت ابو حنیفہؒ نے صحابی رسول حضرت عبد اللہؓ بن الحارث سے آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان سنا آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ تَفَقَّهَ فِىْ دِيْنِ اللهِ كَفَاهُ اللهُ تَعَالٰى مُهِمَّهٗ وَ يَرْزُقُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

(مُسند الامام الاعظم کتاب العلم روایت نمبر 33 صفحہ 59-60)

یعنی جو شخص بھی اپنے اندر تفقّہ فی الدین پیدا کرتا تو اللہ تعالیٰ اُس کے تمام کاموں اور مقاصد کا خود متکفل ہو جاتا ہے اور اُس کے لیے ایسی جگہوں سے رزق کے سامان مہیا کرتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں کرتا۔

سامعین! پھر ایک انعام اور اعزاز اللہ تعالیٰ واقف زندگی کو یہ عطا کرتا ہے کہ لوگ اُسے دیکھ کر اپنے لئے قابلِ اقتدا سمجھتے ہیں اور اس طرح وہ لوگوں کو راہ راست پر لانے کا موجب بنتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ خدا کی قسم! تیرے ذریعے سے ایک آدمی کا بھی ہدایت پا جانا اعلیٰ درجے کے سرخ اونٹوں کے مل جانے سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الجہاد باب من اختار الغزو بعد البناء حدیث2942)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں

جانم فدا شود برہ دین مصطفیٰ

این است کام دل اگر آید میسرم

سامعین! جماعت احمدیہ میں رضاکارانہ اور والینٹریری خدمات بھی وقف کے زمرہ میں آتی ہیں اور اِن پر بھی اللہ کے فضل اور برکتیں واقفینِ زندگی کی طرح نازل ہوتی ہیں۔

میرے بھائیو! موضوع اور وقت کی مناسبت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کے صرف اقتباسات پیش ہیں جن سے اس موضوع کی اہمیت کی وضاحت ہوتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں:

”غرض یہ ہے کہ انسان کو ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی زندگی کو وقف کرے۔ میں نے بعض اخبارات میں پڑھا ہے کہ فلاں آریہ نے اپنی زندگی آریہ سماج کیلئے وقف کر دی اور فلاں پادری نے اپنی عمر مشن کو دے دی۔ مجھے حیرت آتی ہے کہ کیوں مسلمان اسلام کی خدمت کے لئے اور خدا کی راہ میں اپنی زندگی کو وقف نہیں کر دیتے۔ رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانہ پر نظر کر کے دیکھیں تو اُن کو معلوم ہو کہ کس طرح اسلام کی زندگی کے لئے اپنی زندگیاں وقف کی جاتی تھیں۔ یاد رکھو! یہ خسارہ کا سودا نہیں ہے بلکہ بے قیاس نفع کا سودا ہے۔“ (ملفوظات جلد 1 ایڈیشن 1988ء صفحہ 369)

فرمایا:

”اے عزیزو! یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کے لئے خدمت کا وقت ہے۔ اِس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔“ (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 7)

ایک موقع پر حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

”میں خود جو اس راہ کا پورا تجربہ کار ہوں اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور فیض سے میں نے اس راحت اور لذّت سے حظّ اٹھایا ہے۔ یہی آرزو رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کے لئے اگر مر کر پھر زندہ ہوں اور پھر مروں اور زندہ ہوں تو ہر بار میرا شوق ایک لذّت کے ساتھ بڑھتا ہی جاوے۔ پس مَیں چونکہ خود تجربہ کار ہوں اور تجربہ کر چکا ہوں اور اس وقف کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ جوش عطا فرمایا ہے کہ اگر مجھے یہ بھی کہہ دیا جاوے کہ وقف میں کوئی ثواب اور فائدہ نہیں ہے بلکہ تکلیف اور دُکھ ہو گا تب بھی مَیں اسلام کی خدمت سے رک نہیں سکتا۔“ (ملفوظات جلد 1 ایڈیشن 1988ء صفحہ 370)

عسر ہو یسر ہو تنگی ہو کہ آسائش ہو
کچھ بھی ہو بند مگر دعوتِ اسلام نہ ہو

وقفِ زندگی کی پہلی منظم تحریک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد مبارک میں 25/ستمبر 1907ء کو جاری ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ واقفین کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اس وقت خدا تعالیٰ پھر ایک قوم کو معزز بنانا چاہتا ہے اور اس پر فضل کرنا چاہتا ہے لیکن اس کے لئے بھی وہی شرط اور امتحان ہے جو ابراہیم علیہ السلام کے لئے تھا۔ وہ کیا؟ سچی اطاعت اور پوری فرمانبرداری۔ اس کو اپنا شعار بناؤ اور خدا تعالیٰ کی رضا کو اپنی رضا پر مقدم کر لو۔ دین کو دنیا پر اپنے عمل اور چلن سے مقدم کر کے دکھاؤ۔ پھر خدا تعالیٰ کی نصرتیں تمہارے ساتھ ہوں گی.... ہم سب ایک عظیم الشان وعدہ کر چکے ہیں کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے اور جہاں تک طاقت اور سمجھ ہے گناہوں سے بچتے رہیں گے۔ اس وعدہ کو

ایفاء کرنے کی پوری کوشش کرو اور پھر خدا تعالیٰ ہی سے توفیق اور مدد چاہو کیونکہ وہ مانگنے والوں کو ضائع نہیں کرتا بلکہ ان کی دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے۔" (خطبات نور صفحہ 189)

سامعین! مثیل مسیح حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے زمانہ مبارک میں وقف زندگی کی تحریک زمانے کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک نئے جذبے سے پروان چڑھی۔ آپؓ نے جماعت کو وقف کی راہوں کو کھول کھول کے سمجھایا تا کہ ہر ایک شخص جو وقف کرے وہ پیش آمدہ مصائب کا ادارک رکھے۔ حضورؓ فرماتے ہیں:

"جہاں میں یہ کہتا ہوں کہ زندگیاں وقف کرو وہاں یہ بھی کہتا ہوں کہ خوب سوچ سمجھ کر اس راہ میں قدم رکھو۔ کیونکہ یہ اقرار کرنا پڑے گا کہ ہم اپنی زندگیوں سے دستبردار ہو گئے۔ بعض عزیزوں رشتہ داروں کی طرف سے مشکلات پیدا کی جائیں گی یا اپنا نفس ہی پیچھے ہٹنے کے لئے کہے گا۔ پس خوب سمجھ کر دعاؤں کے بعد اس راہ میں قدم رکھو۔ پھر یہ بھی اقرار کرنا پڑے گا کہ جہاں اور جس جگہ چاہو بھیج دو ہمیں انکار نہیں ہو گا۔ اگر ایک منٹ کے نوٹس پر بھی ان کو بھیجا جائے گا تو ان کو جانا پڑے گا۔ اگرچہ یہ بہت بڑا کام اور بہت بڑا ارادہ ہے مگر اس کے انعامات بھی بہت بڑے ہیں۔ اگر کسی کو ایک ہزار روپیہ بھی آمدنی ہو گی تو اس کو چھوڑنا پڑے گا اور ایسی جگہ جانا ہو گا جہاں صرف دس روپے ملنے کی امید ہو گی اور آباد علاقوں کو چھوڑ کر جنگلوں کے سفر پر جانا پڑے گا۔ شہروں کو چھوڑ کر گاؤں میں رہنا پڑے گا۔ خطرناک موسم ان کو اس ارادہ سے روک نہ سکیں۔ جنگیں ان کے لئے رکاوٹ کا موجب نہ ہوں۔ دشوار گزار راستہ ان کو بددل نہ کرے۔ بیوی بچوں کے تعلقات ان کے عزم کو ڈھیلا نہ کر سکیں۔ وہ چاہیں تو بیوی بچوں کو لے جائیں یا کہیں رکھیں مگر یہ نہیں ہو گا کہ کہیں کہ ہم ان سے علیحدہ نہیں ہو سکتے۔ پس جو ان تکالیف کو برداشت کریں گے خدا اُن کی مدد کرے گا اور ان کو بڑے بڑے انعامات کا وارث بنائے گا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ مؤرخہ 27/ستمبر 1917ء)

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا
ترک رضائے خویش پئے مرضی خدا

میرے بھائیو! ایک وقف زندگی کے کیا اوصاف ہونے چاہیں اور کس نہج پر اس کو کام کرنا چاہیے اس کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

”ہمیں ایسے نوجوان نہیں چاہئیں جو حکومت کے طالب ہوں بلکہ ہمیں وہ نوجوان چاہئیں جو سچے طور پر غرباء کی خدمت اور سلسلہ کی خدمت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ میں ان واقفین کے ذریعے وہ جماعت تیار نہیں کرنا چاہتا جو افسروں کی جماعت ہو بلکہ وہ جماعت تیار کرنا چاہتا ہوں جس کے ہر فرد کو یہ احساس ہو کہ میں نے جماعت احمدیہ کی خصوصاً اور بنی نوع انسان کی عموماً خدمت کرنی ہے۔ جب تک اس رنگ میں ہمیں کام کرنے والے نہیں ملیں گے اس وقت تک وہ تمدن قائم نہیں ہو سکتا جو رسول کریم ﷺ نے اپنے زمانے میں قائم کیا تھا اور جس کے قائم کرنے کی آپ ﷺ نے تعلیم دی ہے۔“

(خطبہ جمعہ 2/دسمبر 1938ء)

ایک احمدی واقف زندگی کا کیا نمونہ ہونا چاہیے اس کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

”جماعت احمدیہ کے قیام اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی بعثت کے ذریعہ اسلام کے لئے ترقی کے سامان پیدا ہو گئے ہیں۔ اس لئے ہر احمدی کو وقف کا وہی نمونہ دکھانا چاہئے جو آج سے چودہ سو سال پہلے صحابہ کرامؓ نے دکھایا تھا۔ اِس وقت بھی اسلام کے مخالفوں اور دشمنوں کی چُھری ہماری گردنوں کی تلاش میں ہے اس لئے میں پوچھتا ہوں کہ کہاں ہیں وہ واقف گردنیں جو برضاء ورغبت اپنے آپ کو اس چُھری کے نیچے رکھ دیں؟ اور خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو حاصل کریں؟...... میں پھر پوچھتا ہوں کہ کہاں ہیں حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی بہنیں جو اپنے بچوں کو خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کریں اور کہاں ہیں حضرت اسمٰعیلؑ کے وہ بھائی جو دنیا کو چھوڑ کر اور دنیا کی لذّت، آرام اور عیش سے منہ موڑ کر خدا تعالیٰ کی طرف آئیں اور اس کی خاطر بیابانوں میں اپنی زندگیاں گزارنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں؟“

(روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ 4/مئی 1966ء صفحہ 3)

سامعین! وقف کی راہ میں ابتلاء بھی پیش آتے ہیں ایسے میں ایک وقف زندگی کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمونہ اختیار کرنا چاہیے۔ اس کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

”بسا اوقات ایک واقف زندگی ابتلاؤں سے گزارا جاتا ہے۔ بسا اوقات ایک واقف زندگی کا بظاہر مقام بلند ہونا چاہئے اپنے منصب کے لحاظ سے لیکن اس سے ادنیٰ کام لئے جاتے ہیں، بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ

ایک واقف زندگی سمجھتا ہے کہ میں دنیا میں باہر تبلیغ کے لئے مفید ہوں، میرا وجود زیادہ انسب ہے اس بات کا کہ باہر مقرر کیا جائے، اسے دفتر میں کلرک مقرر کر دیا جاتا ہے ...... اس آیت پر غور ضروری ہے۔ ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام یہ عرض کرتے ہیں وَاَرِنَامَنَاسِكَنَا جب ہم پیش کر چکے ہیں تو ہمیں یہ بھی حق حاصل نہیں ہے کہ ہم فیصلہ کریں کہ ہم نے کیا قربانیاں دینی ہیں؟ جس کے سپرد کر دیا ہے اپنے آپ کو اس کا کام ہے کہ وہ فیصلہ کرے کہ کیا قربانیاں لینی ہیں؟ کیسی کامل دعا ہے! حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی سپردگی کا کمال اور آپؑ کی کمال ذہانت کا بھی کمال ہے۔ کتنا باریک نکتہ ہے جسے خدا کے حضور پیش کر رہے ہیں کہ خدا! مَیں تو پیش کر چکا ہوں اب یہ نہیں کہوں گا کہ میں نے یہ قربانی دینی ہے۔ اب تیرا کام ہے تُو جانتا ہے، جہاں لگائے گا وہاں لگ جائیں گے جس قسم کا کام تُو ہم سے لے گا اُسی قسم کا کام ہم کریں گے۔" (خطبہ عیدالاضحیہ 5/ اگست 1987ء)

تو مرے دل کی شش جہات بنے
اِک نئی میری کائنات بنے
سب جو تیرا ہے لاکھ ہو میرا
تُو جو میرا بنے تو بات بنے
ہیچ ہے تجھ سے منقطع ہر ذات
جس کا تُو ہو اُسی کی ذات بنے

واقفین زندگی کو نصائح کرتے ہوئے ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ایک واقفِ زندگی کو اپنی خواہشات کی قربانی بھی دینی پڑتی ہے۔ شدائد سے بھی گزرنا پڑتا ہے۔ مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے...... آج بھی بعض جگہ یہ نمونے ہمیں نظر آتے ہیں اور دیکھے ہیں...... اس سوچ کے ساتھ اپنے آپ کو تیار کرنا چاہئے کہ یہ جذبہ ہے جو ہم نے لے کر میدانِ عمل میں جانا ہے...... ابھی سے اپنے آپ کو تیار کریں کہ ہمیں یہ سب قسم کی سختیاں برداشت کرنی ہیں...... ہمیشہ پہلے اپنے والدین کے عہد

کو، پھر اپنے عہد کو اور اپنے بزرگوں کی قربانیوں کو اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی توقعات کو سامنے رکھنا چاہئے اور ان باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے۔ یہ وفا کا مظاہرہ ہے جو ہر واقفِ زندگی کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔"

(خطبہ جمعہ 22/اکتوبر 2010ء)

سامعین و سامعات! ایک واقف زندگی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے خلفاء کے احکامات اسی روح سے کرنے چاہیں جو روح ہمیں حضرت حکیم مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ میں نظر آتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپؓ کے متعلق فرماتے ہیں:

"ہر ایک امر میں میری اس طرح پیروی کرتے ہیں جیسے نبض کی حرکت تنفس کی حرکت کی پیروی کرتی ہے۔" (آئینہ کمالات اسلام)

نیز فرمایا:

"دل میں ازبس آرزو ہے کہ اَور لوگ بھی مولوی صاحب کے نمونہ پر چلیں۔ مولوی صاحب پہلے راست بازوں کا ایک نمونہ ہیں۔" (ازالہ اوہام)

میرے بھائیو! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وصیت آپ تک پہنچا کر میں اپنی گزارشات ختم کرتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیت کروں اور یہ بات پہنچا دوں آئندہ ہر ایک کا اختیار ہے کہ وہ اُسے سُنے یا نہ سُنے کہ اگر کوئی نجات چاہتا ہے اور حیات طیّبہ یا ابدی زندگی کا طلبگار ہے تو وہ اللہ کے لئے اپنی زندگی وقف کرے۔ اور ہر ایک اس کوشش اور فکر میں لگ جاوے کہ وہ اس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے کہ کہہ سکے کہ میری زندگی، میری موت، میری قربانیاں، میری نمازیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور حضرت ابراہیمؑ کی طرح اُس کی رُوح بول اٹھے اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ (البقرہ:132) جب تک انسان خدا میں کھویا نہیں جاتا، خدا میں ہو کر نہیں مرتا وہ نئی زندگی پا نہیں سکتا۔

پس تُم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو، تم دیکھتے ہو کہ خدا کے لئے زندگی کا وقف مَیں اپنی زندگی کی اصل غرض سمجھتا ہوں۔ پھر تم اپنے اندر دیکھو کہ تم میں سے کتنے ہیں جو میرے اِس فعل کو اپنے لئے پسند کرتے اور خدا کے لئے زندگی وقف کرنے کو عزیز رکھتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 100 ایڈیشن 1984ء)

احمدی اٹھ کہ وقت خدمت ہے
یاد کرتا ہے تجھ کو رب عباد
خدمت دیں ہوئی ہے تیرے سپرد
دور کرنا ہے تو نے شر و فساد
تجھ پہ ہے فرض، نصرت اسلام
تجھ پہ واجب ہے دعوت و ارشاد
فتح تیرے لئے مقدر ہے
تیری تائید میں ہے رب عباد
قصر کفر و ضلالت و بدعت
تیرے ہاتھوں سے ہو گا برباد

ضضضض

{60} {مشاہدات۔229}

وقفِ عارضی کی ضرورت واہمیت

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ أُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

(ال عمران:105)

ترجمہ: امت مسلمہ میں ہمیشہ ایک گروہ ایسا موجود ہونا چاہیے جو لوگوں کو بھلائی اور نیکی کے کاموں کا حکم دیتا رہے اور انہیں برائیوں سے روکتا رہے۔

وقف کرنا جاں کا ہے کسبِ کمال
جو ہو صادق وقف میں ہے بیمثال
چمکیں گے واقف کبھی مانند بدر
آج دنیا کی نظر میں ہیں ہلال

سامعین! آج مجھے وقفِ عارضی کی ضرورت اور اہمیت پر گفتگو کرنی ہے۔

کسی بھی مذہب کی اشاعت کے لئے ہر نبی اور فرستادہ کے ساتھ اُس پر ایمان لانے والوں نے اپنی اپنی زندگیاں وقف کیں اور اِس راہ میں قربانیاں دیں جن میں جان، مال، وقت اور عزت کی قربانیاں شامل تھیں۔ اِن میں سب سے اعلیٰ و افضل وقف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے صحابہ کرامؓ کا تھا جنہوں نے اسلام کی اشاعت و ترویج کے لئے بہت تکالیف اور مشکلات برداشت کیں اور جان کی قربانیوں سے بھی دریغ نہیں کیا۔ زندگی وقف کرنے اور دعوتِ اِلَی اللہ کی اہمیت بارے ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

”جو شخص کسی نیک کام اور ہدایت کی طرف بلاتا ہے اس کو اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا ثواب اس بات پر عمل کرنے والے کو ملتا ہے اور ان (نیکی کرنے والوں) کے ثواب میں سے بھی کچھ بھی کم نہیں ہوتا۔“

(مسلم کتاب العلم باب من سن حسنۃ او سیئۃ)

سامعین! احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ چند دن قیام کر کے دین سیکھتے اور پھر جا کر اپنی قوم کو دین سکھاتے جیسا کہ حضرت مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نوجوانوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں 20 دن رات رہے اور دین سیکھا۔ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم فرمایا کہ ”اپنے اہل وعیال کے پاس واپس لوٹ جاؤ اور ان کو دینِ اسلام سکھاؤ اور اوامر و نواہی پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرو اور جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے ویسے نماز ادا کرو۔“ (صحیح بخاری کتاب الآذان)

”ایک اور روایت سے پتہ چلتا ہے کہ جب وفد عبدالقیس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ جو دیکھو اور سنو۔ اسے یاد کر لو اور دوسروں کو اس کی آگاہی کرو۔“

(صحیح بخاری کتاب العلم باب تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

سامعین! آخری زمانہ میں آپؐ کے روحانی فرزند حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہؓ نے صحابہ رسولؐ کی اقتداء میں اپنی زندگیاں وقف کر کے اور اکنافِ عالَم میں اسلام احمدیت کا پیغام پہنچا کر تاریخ رقم کر دی اور ہم نے دیکھا کہ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام، آپؑ کے اِن اشعار پر پورا اترے۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مَے ان کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الّذی اخزی الاعادی

سامعین! سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وقف کی طرف یوں توجہ دلائی۔

”چاہیے کہ ایسے آدمی منتخب ہوں جو تلخ زندگی کو گوارا کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اور ان کو باہر متفرق جگہوں میں بھیجا جاوے بشرطیکہ ان کی اخلاقی حالت اچھی ہو اور تقوی اور طہارت میں نمونہ بننے کے لائق ہوں۔ مستقل، راست قدم اور بردبار ہوں اور ساتھ ہی تابع بھی ہوں اور ہماری باتوں کو فصاحت سے بیان کر سکتے ہوں۔ مسائل سے واقف اور متقی ہوں۔ کیونکہ متقی میں ایک قوت جذب ہوتی ہے۔ وہ آپ جاذب ہوتا ہے، وہ اکیلا رہتا ہی نہیں“ **(ملفوظات جلد 9 صفحہ 415-416)**

پھر فرمایا۔

”تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو، تم دیکھتے ہو کہ خدا کے لیے زندگی کا وقف مَیں اپنی زندگی کی اصل غرض سمجھتا ہوں۔ پھر تم اپنے اندر دیکھو کہ تم میں سے کتنے ہیں جو میرے اس فعل کو اپنے لیے پسند کرتے ہیں اور خدا کے لیے زندگی وقف رکھنے کو عزیز سمجھتے ہیں۔“

سامعین! آپؑ کے بعد خلفائے کرام نے جہاں پوری زندگیاں اعلائے کلمہ اسلام کے لئے وقف کرنے کی تحریکات فرمائیں وہاں زندگی کے چند لمحات ، گھڑیاں، رخصتیں وقف کرنے کی طرف بھی توجہ دلاتے رہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”جو قربانی کرتا ہے۔ اللہ اس پر خاص فضل کرتا ہے۔ اللہ اس کا ولی بن جاتا ہے۔ پھر اسے محبت کا مظہر بناتا ہے۔ پھر اللہ انہیں عبودیت بخشتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جس میں لامحدود ترقیاں ہو سکتی ہیں۔“

(بدر مؤرخہ 21 جنوری 1909ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تحریکِ جدید کے تحت ”وقف رخصتِ موسمی اور وقفِ رخصت“ کی تحریکات کا اعلان کیا اور فرمایا۔

”صحابہ کرام میں سے تو ایک بڑے حصہ نے اپنے وطن دین کے لیے چھوڑ دیے اور میں تو تم سے صرف ایک یا دو مہینہ وقف کر دینے کا مطالبہ کرتا ہوں۔“ **(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 804)**

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ایک اور موقع پر وقف عارضی کی برکات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"یاد رکھو! اس کے بدلہ میں جو کچھ مل سکتا ہے اور اس مشقت پر جو انعام ملنے والا ہے وہ اس تکلیف سے بہت بڑھ چڑھ کر ہے۔ تم زیادہ سے زیادہ یہی قربانی کرو گے کہ تین ماہ کے لیے بیوی بچوں کی صحبت ترک کرو گے اور کچھ اموال کی قربانی کرو گے اور اخراجات برداشت کرو گے اور کچھ وقت کی قربانی کرو گے۔ مگر غور کرو کہ تم بیوی بچوں کی صحبت کو چھوڑو گے تو اس کے بدلے میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی صحبت ملے گی۔ تم تین ماہ کی قربانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ابدی زندگی عطا فرمائے گا اور جس طرح خدا کی ذات کامل اور ابدی ہے وہ ایسے لوگوں کو بھی ابدیت عنایت کرے گا۔ تم اموال خرچ کرو گے اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ تم کو ایسے انعام دے گا جو عطا غیر مجذوذ ہوں گے اور کبھی چھینے نہ جائیں گے۔ تم تین ماہ تک اپنے کاروبار چھوڑو گے تمہیں اس سے کہیں اعلیٰ کاروبار ملیں گے۔ پس اس موقع پر مشکلات سے مت گھبراؤ اور اس قربانی سے پیچھے مت ہٹو کہ جو کچھ تمہیں ملنے والا ہے وہ اس سے بہت اعلیٰ ہے۔ صحبت کے بدلہ اعلیٰ صحبت اور مال کے بدلہ میں اعلیٰ مال اور کاروبار کے بدلہ اعلیٰ کاروبار ملیں گے۔ میں تو جب انعام کو دیکھتا ہوں تو اس قربانی کو قربانی کہنا قربانی کی ہتک کرنا سمجھتا ہوں۔ پس میں اپنے دوستوں سے درخواست کرتا ہوں کہ جنہوں نے اپنے نام پیش نہیں کیے وہ فوراً اپنے نام پیش کر دیں اور اس سستی میں نہ رہیں کہ ابھی وقت ہے ابھی وقت بہت ہے پھر پیش کر دیں گے۔" (خطبات محمود جلد 8 صفحہ 65-66)

سامعین! اِسی طرح سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسلام و احمدیت کی اشاعت اور نئی نسل کی دینی تعلیم و تربیت اور اصلاحِ اَحوال کے پیش نظر وقف عارضی کی تحریک جاری فرمائی جس کے تحت کم سے کم پندرہ دن اپنے خرچ پر وقف کرنا تھا۔ جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کامیابی کے ساتھ خلافتِ رابعہ کا سفر طے کرتی ہوئی خلافِ خلامسہ میں کامیابی کے جھنڈے گاڑ رہی ہے۔ لاکھوں افراد نے اس بابرکت تحریک میں حصہ لے کر جہاں اپنے نفس کی اصلاح کی کوشش کی وہاں نئی نسل اور نئے داخل ہونے والوں کی دینی تعلیم و تربیت کا مقدس فریضہ سرانجام دینے کی سعادت حاصل کی ہے۔ سیدنا حضرت

خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالی نے 1982ء میں مسجد بشارت سپین کے افتتاح کے بعد وقف عارضی کی تحریک کو عالمی درجہ دیتے ہوئے سپین میں وقف عارضی کرنے کی طرف احباب جماعت کو توجہ دلائی۔

سامعین! بانی تحریک وقفِ عارضی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ وقفِ عارضی کا مقصد قرآنِ کریم سکھانا کو قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"وقف عارضی کی جو تحریک ہے اس کا بڑا مقصد بھی یہ تھا اور ہے کہ دوست رضاکارانہ طور پر اپنے خرچ پر مختلف جماعتوں میں جائیں اور وہاں قرآنِ کریم سیکھنے، سکھانے کی کلاسز کو منظم کریں اور منظم طریق پر وہاں کی جماعت کی اس رنگ میں تربیت ہو جائے کہ وہ قرآنِ کریم کا جو آبشاشت سے اپنی گردن پر رکھیں اور دنیا کے لیے ایک نمونہ بن جائیں" (خطبہ جمعہ الفضل 12 مئی 1969ء)

پھر آپؒ وقفِ عارضی اصلاحِ نفس کا ذریعہ ہے کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

"تحریکِ وقفِ عارضی کا دوسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ جو لوگ وقفِ عارضی پر جاتے ہیں اُن کو اپنے نفس کا بعض پہلوؤں سے محاسبہ کرنا پڑتا ہے۔ جانے سے قبل انہیں اپنی بعض کمزوریوں کی طرف توجہ ہو جاتی ہے اور دعاؤں کی طرف ان کی توجہ مائل ہو جاتی ہے۔ یعنی وقف عارضی پر جانے کی جو تیاری ہے اس کا بڑا حصہ یہ ہے کہ وہ دعاؤں کی طرف متوجہ ہوتے اور اپنی دینی معلومات میں اضافہ کرتے یا انہیں تازہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جانے سے پہلے کتب کا زیادہ مطالعہ کرتے ہیں اور کچھ کچھ کتب اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں اور اپنی عقلوں اور کمزوریوں پر نگاہ رکھتے ہیں اور انہیں دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے اندر یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ دوسری جگہ جائیں تو لوگوں کے لئے نیک نمونہ بنیں۔ ان کے لئے ٹھوکر کا باعث نہ بنیں۔ چنانچہ وقف عارضی کے وفود نے دعاؤں کی برکات سے بہت فائدہ اٹھایا ہے" (روزنامہ الفضل 12 فروری 1977ء)

غافل افراد کو چُست کرنا

سامعین! بانی تحریک وقفِ عارضی فرماتے ہیں۔

"بہت سی جماعتوں کے متعلق ایسی شکایتیں بھی آتی رہتی ہیں کہ ان میں بعض دوست ایمانی لحاظ سے یا جماعتی کاموں کے لحاظ سے اتنے چست نہیں جتنا ایک احمدی کو ہونا چاہیے ان دوستوں (واقفین عارضی)

سے ایسے احباب کی اصلاح اور تربیت کا کام بھی لیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ وہ ایسی جماعتوں کے سست اور غافل افراد کو چست کرنے کی کوشش کریں۔" (خطبہ جمعہ الفضل 23مارچ1966ء)

باہمی جھگڑوں کو نپٹانا

وقفِ عارضی کا ایک اور مقصد بیان کرتے ہوئے حضورؒ فرماتے ہیں۔

"اچھا احمدی ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اچھا شہری بھی ہو۔ لیکن بہت سے دوست چھوٹی چھوٹی باتوں پر آپس میں جھگڑتے لڑتے رہتے ہیں اور یہ بات ایک احمدی ہونے کی صورت میں بھی مناسب نہیں۔ جب یہ جھگڑے اور لڑائیاں لمبی ہو جاتی ہیں تو جماعت میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ پس جن دوستوں کو اللہ تعالیٰ دو ہفتے سے چھ ہفتے تک کا عرصہ میری اس تحریک پر وقف کرنے کی توفیق دے انہیں ان باتوں کی طرف بھی توجہ دینا ہوگی اور جماعت کے دوستوں کے باہمی جھگڑوں کو نپٹانے کی ہر ممکن کوشش کرنا ہوگی" (خطبہ جمعہ الفضل 23مارچ1966ء)

سامعین! پھر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے مختلف طبقات کے افراد کو اس بابرکت تحریک میں حصہ لینے کی طرف ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا۔

طالب علم اور وقف عارضی

"میں طالب علموں سے خاص طور پر کہتا ہوں کہ چونکہ گرمی کی چھٹیاں آرہی ہیں، وہ ضرور وقف عارضی پر جائیں ان کا علم بڑھے گا۔ جہاں وہ جائیں گے وہاں کے لوگوں کے لیے انہیں نمونہ بننے کی کوشش کرنی پڑے گی اور اگر نوجوان ان کے لیے نمونہ بنیں گے تو ان پر بڑا اثر ہو گا کہ چھوٹی چھوٹی عمروں والے اس قسم کا کام کر رہے ہیں۔" (روزنامہ الفضل 12 فروری 1977ء)

گورنمنٹ کے ملازمین اور وقف عارضی

"جو دوست گورنمنٹ یا کسی ادارہ کے ملازم ہیں ان کو سال میں کچھ عرصہ کی رخصتوں کا حق ہوتا ہے۔ وہ اپنی یہ رخصتیں اپنے لیے یا اپنوں کے لیے لینے کی بجائے اپنے رب کے لیے حاصل کریں اور انہیں اس منصوبہ کے ماتحت خرچ کریں۔" (خطبہ جمعہ الفضل 23مارچ1966ء)

کالج کے پروفیسر، سکول کے اساتذہ اور وقف عارضی

”کالجوں کے پروفیسر اور لیکچرار، سکولوں کے اساتذہ، کالجوں کے سمجھدار طلباء بھی اپنی رخصتوں کے ایام اس منصوبہ کے ماتحت کام کرنے کے لیے پیش کریں۔ سکولوں کے بعض طلباء ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی صحت اور عمر کے لحاظ سے اس قابل ہوتے ہیں کہ اس قسم کی ذمہ داریاں ادا کر سکیں۔ ان کو بھی اپنے نام اس تحریک کے سلسلہ میں پیش کر دینے چاہیں۔ بشرطیکہ وہ اپنا خرچ برداشت کر سکتے ہوں۔“

(خطبہ جمعہ الفضل 23 مارچ 1966ء)

وکلاء اور وقف عارضی

”بعض ایسے پیشے والے ہیں جن کو ان دنوں چھٹیاں ہوتی ہیں مثلاً بعض عدالتیں بند ہو جاتی ہیں اور وہاں جو احمدی وکیل وکالت کا کام کرتے ہیں۔ وہ بھی اپنی زندگی کے چند ایام اشاعتِ علومِ قرآنی کے لیے وقف کر سکتے ہیں۔“ (خطبہ جمعہ 10 اگست 1966ء)

احمدی خواتین اور وقف عارضی

”یہ واقفین وفد کی شکل میں دو افراد پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس میں احمدی بہنیں بھی حصہ لیتی ہیں۔ ان کو باہر صرف اس صورت میں بھجوایا جاتا ہے جبکہ وہ خاوندوں کے ساتھ یا والد کے ساتھ یا اپنے بھائی کے ساتھ باہر جا سکیں۔ ورنہ ان سے اپنے ہی شہر یا قصبہ میں عورتوں کی تعلیم، عورتوں کی تربیت وغیرہ کے کام لیے جاتے ہیں۔ تاکہ بہنیں بہنوں سے خدا کی رضا کی خاطر حُسنِ معاملہ اور پیار کے تعلقات قائم کریں۔“

(روزنامہ الفضل 17 فروری 1977ء)

واقفین عارضی کے لیے تفقہ فی الدین کا انتظام کرنا ضروری ہے!

سامعین! 1990ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو متنبہ فرمایا کہ جہاں اللہ تعالیٰ نئے افراد کے شامل ہونے کی خوشخبری عطا فرما رہا ہے وہاں اگر ہم ان کی تربیت سے غافل رہیں اور بروقت اپنی ذمہ داریوں کو ادا نہ کیا تو نہ صرف یہ کہ جماعت اور نومبائعین کے لیے خطرہ ہے بلکہ آئندہ بنی نوع انسان کے لیے بھی خطرات درپیش ہو سکتے ہیں۔

سیدنا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ کی آیت 122 وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے ملتا جلتا اور کئی پہلوؤں سے ذرا مختلف نظام، جماعت احمدیہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے جاری فرمایا تھا جس کا نام وقفِ عارضی ہے۔ کچھ عرصہ سے جماعت احمدیہ اس پروگرام سے آنکھیں بند کیے ہوئے ہے۔

حضورؒ نے مزید فرمایا۔ انگلستان ہے یا جرمنی ہے یا ناروے ہے اسی طرح افریقن ممالک ہیں۔ ہندوستان میں آج کل خدا کے فضل سے کثرت سے تبلیغ ہو رہی ہے اور جوق در جوق بعض جگہ لوگ حقیقی اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ ان سب جگہوں میں وقف عارضی کے نظام کو دوبارہ زندہ کرنا بے حد ضروری ہے اور جن ذیلی تنظیموں کے سپرد بھی میں نے یہ کام کیا ہے کہ وہ قرآنِ کریم کی تعلیم دیں، وہ وقفِ عارضی کے نظام کے علاوہ اپنے دائرہ میں مختصر ایسی کلاسز کا انتظام کر سکتے ہیں۔ ایسے تربیتی انتظامات جاری کر سکتے ہیں جن کے نتیجے میں جن لوگوں کو انہوں نے قرآنِ کریم سکھانا ہے ان میں سے کچھ لوگ چن لیے جائیں اور جہاں جہاں ایسے تربیتی انتظامات جاری کر سکتے ہیں جن کے نتیجے میں جن لوگوں کو انہوں نے قرآن کریم سکھانا ہے ان میں سے کچھ لوگ چن لیے جائیں اور جہاں جہاں ممکن ہے وہاں مختصر پیمانے پر تفقہ فی الدین سکھانے کا انتظام کرا دینا چاہیے۔ آڈیو ویڈیو کیسٹس سے بے شک مدد لیں۔ مگر مربی ہونا ضروری ہے۔ کوئی تربیت دینے والا آپ کے لیے ضروری ہے کہ اُن کو مہیا کیا جائے اور پھر اس کے تابع اُن کو کچھ سمجھا کر واپس بھیجیں اور اُن کو کہیں کہ یہ تم آگے جاری کر دو....!!

حضورؒ نے فرمایا، جہاں ممکن ہے، جہاں آپ کو اساتذہ مہیا ہو سکتے ہیں اور کم سے کم محنت سے زیادہ سے زیادہ بہترین انتظام جاری کیا جا سکتا ہے وہاں آپ یہ نظام جاری کریں۔ خدام اور انصار اور لجنات قرآن کریم سکھانے اور نمازیں سکھانے کے اپنے پروگرام میں اس مضمون کو پیشِ نظر رکھیں اور وہ بھی ایک تربیتی اور تعلیمی نظام جاری کریں جو سارا سال کام کرتا رہے۔ اس طریق پر جب ہم کام کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ جس کثرت کے ساتھ دنیا میں اسلام پھیلے گا اسی رفتار کے ساتھ ساتھ اسلام کا روحانی نظام مستحکم ہوتا چلا جائے گا اور جو شخص بھی اسلام میں داخل ہو گا وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے کامل طور پر ایک ایسے نظام کا حصہ

بن جائے گا جو اس کو سنبھالنے والا ہو گا اور نئے آنے والوں کو سنبھالنے والا ہو گا۔ یہ نہیں ہو گا کہ کچھ لوگ داخل ہو گئے ، رپورٹوں میں ذکر آ گیا، نعرہ تکبیر بلند ہو گئے اور پھر دو سال چار سال کے بعد نظر ڈال کے دیکھیں تو پتہ چلا کہ وہ سارے علاقے آہستہ آہستہ عدم تربیت کا شکار ہو کر واپس اپنے اپنے مقام پر چلے گئے ہیں۔!!

یہ وہ خطرات ہیں جن کے پیش نظر قرآن کریم نے حیرت انگیز طور پر ایسی خوبصورت نصیحت ہمارے سامنے رکھی ہے کہ جس کے اندر ہماری ساری تربیتی ضرورتیں پوری ہوتی دکھائی دیتی ہیں۔ پس میں امید رکھتا ہوں کہ جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ان نصیحتوں پر عمل کرے گی اور بڑی تیزی کے ساتھ آگے بڑھنے کے ساتھ ساتھ استحکام کا پروگرام بھی جاری ہو جائے گا۔

(تلخیص از خطبہ جمعہ فرمودہ 11 مئی 1990ء)

روس کا علاقہ واقفینِ عارضی کا انتظار کر رہا ہے!!

سامعین! سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے 18 اکتوبر 1991ء کے خطبہ میں روس کے انقلاب اور اس کے بعد عیسائیت کی یلغار پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے جماعتِ احمدیہ کو آگاہ فرمایا کہ

”روس کے متعلق میں نے اعلان کیا تھا کہ ہمیں ایسے واقفین کی ضرورت ہے جو عارضی طور پر روس میں جا کر اسلام کا پیغام پہنچائیں۔ ضرورت بڑی تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے اور روس کے مختلف علاقوں سے آوازیں بلند ہو رہی ہیں کہ ہماری طرف آؤ۔ ہماری طرف مستقل آدمی بھیجو۔ ہمیں ایسے معلّم عطا کرو جو بیٹھ کر ہمیں اسلام سکھائیں۔ مگر سر دست جماعت احمدیہ کے پاس ایسی انفرادی طاقت نہیں ہے کہ ہم ان کی ضرورتیں پوری کر سکیں۔ وقف کی جو میں نے تحریک کی تھی اس میں اگرچہ میں سمجھتا ہوں کہ جماعت میں لبیک کہنے کا جذبہ ضرور ہے لیکن بعض غلط فہمیاں غالباً مانع رہی ہیں۔ ایک غلط فہمی یہ ہے کہ روس میں صرف روسی زبان استعمال کی جاتی ہے اور اس وجہ سے وہ لوگ جن کو روسی زبان کا ایک لفظ بھی نہیں آتا وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری خواہش تو ہے۔ دل تو چاہتا ہے مگر ہم مجبور ہیں اور اس خدمت میں شامل نہیں ہو سکتے۔ ان کی غلط فہمی دور کرنے کے لیے میں بتاتا ہوں کہ روس میں بہت سی زبانیں بولی جاتی ہیں اور خاص طور پر اہل مشرق کے لیے یہ خوشخبری ہے کہ فارسی زبان بعض علاقوں میں بکثرت استعمال

ہوتی ہے اور بعض علاقوں میں ترکی زبان بکثرت بولی اور سمجھی جاتی ہے اور بعض ایسے علماء ہیں جو عربی زبان بھی خوب اچھی طرح بولتے اور سمجھتے ہیں۔ پس وہ لوگ جو روسی زبان نہیں جانتے اور فارسی جانتے ہیں یا فارسی سے کسی حد تک شُد بُد رکھتے ہیں ان کے لیے بہت اچھا موقع ہے کہ اپنے آپ کو پیش کریں۔ پس روسی زبان جاننا کوئی شرط نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اگر ان میں سے بھی کوئی زبان نہ آتی ہو تو اب تک جو میں نے جائزہ لیا ہے اس سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ اکثر ریاستوں کے صدر مقامات میں ہر قسم کے مترجمین بہت سستے داموں مل جاتے ہیں۔

مثلاً یہ ازبکستان ہے، بخارا اور سمرقند وغیرہ کے علاقے ہیں۔ ان میں بڑے اچھے اردو دان بھی موجود ہیں۔ تو اگر پاکستانی دوست یا ہندوستانی یا دوسرے اردو دان روس کے لیے اپنے آپ کو وقف کریں اور ان علاقوں میں جائیں جن کا میں ذکر کر رہا ہوں تو میں یقین رکھتا ہوں کہ کچھ عرصہ بعد وہ خود بھی ان کی زبان سیکھنے کے اہل ہو جائیں گے۔ تو ہمیں اس وقت کثرت کے ساتھ لام بندی کی ضرورت ہے اور بہت احمدیوں کی ضرورت ہے جو نئے علاقوں میں جہاں اسلام کی طرف توجہ پیدا ہو رہی ہے کثرت سے پہنچیں۔ وہاں چھوٹے چھوٹے مکاتب لگائیں۔ وہاں ان کو نمازیں پڑھنی سکھائیں۔ دعائیں کرنی سکھائیں اور درس جاری کریں۔ جس طرح گزشتہ زمانوں میں اولیاء اللہ نے تبلیغ کے کام کیے تھے اس رنگ میں جا کر انہی اداؤں کے ساتھ دوبارہ ان قوموں میں تبلیغ اسلام کریں۔ مسلمان علاقوں میں اس لیے خصوصیت سے تبلیغ کی ضرورت ہے کہ ان میں سے اکثریت ایسی ہے جو خدا کی ہستی سے ہی غافل ہو چکی ہے اور اپنے آپ کو مسلمان کہتے بھی ہیں تب بھی خدا کا تصور نہیں ہے اور اسلام کو ایک قوم اور نیشن کے طور پر لے رہے ہیں۔

حضورؒ نے فرمایا۔ اس عمومی تحریک کے بعد کہ ہمیں آج یو ایس ایس آر (رشین اسٹیٹس) کے علاقوں میں بکثرت واقفین زندگی کی ضرورت ہے جو عارضی طور پر اپنے آپ کو پیش کریں۔ جہاں تک اخراجات کا تعلق ہے بالعموم روس میں تھوڑے روپے میں گزارا ہو سکتا ہے۔ اگر انسان ہوٹلوں میں گزارا نہ کرے۔ آج کل ایسا ماحول بن چکا ہے کہ درویش صفت لوگ جا کر مسجدوں میں ڈیرے لگا سکتے ہیں اور کوئی روک نہیں ہو گی اور اگر وہ نظام جماعت سے رابطہ کر کے ہدایات لے کر سفر شروع کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم ان

کو بہت سے ایسے روابط مہیا کر سکتے ہیں جن کے نتیجہ میں ان کی دیکھ بھال کرنے والا ،ان کا خیال رکھنے والا، ان کو مشورہ دینے والا، ان کا خرچ بچانے والا کوئی نہ کوئی سلطان نصیر ان کو مہیا ہو جائے گا۔"

سامعین! مَیں تقریر کے آخر پر وقف عارضی کے حوالے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کے ارشادات ایک بار پھر رکھ دیتا ہوں تا اِس اہم ذمہ داری کی طرف ہماری توجہ مبذول رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عباد اللہ کی علامت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"یہ وہی لوگ ہیں جو اپنی زندگی کو جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دی ہے اللہ تعالیٰ ہی کی راہ میں وقف کر دیتے ہیں اور اپنی جان کو خدا کی راہ میں قربان کرنا، اپنے مال کو اس کی راہ میں صرف کرنا اس کا فضل اور اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔" (ملفوظات جلد 1، صفحہ 364)

پھر آپ علیہ السلام وقف کی برکات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"یاد رکھو کہ یہ خسارہ کا سودا نہیں، بلکہ بے قیاس نفع کا سودا ہے۔ کاش مسلمانوں کو معلوم ہوتا اور اس تجارت کے مفاد اور منافع پر ان کو اطلاع ملتی۔ جو خدا کے لیے اس کے دین کی خاطر اپنی زندگی وقف کرتا ہے۔ کیا وہ اپنی زندگی کھوتا ہے؟ ہرگز نہیں فَلَہٗۤ اَجۡرُہٗ عِنۡدَ رَبِّہٖ ۪ وَ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ (البقرہ:113) اس للہی وقف کا اجر خدا دینے والا ہے یہ وقف ہر قسم کے ہموم و غموم سے نجات اور رہائی بخشنے والا ہے۔" (ملفوظات جلد اول صفحہ 369)

"جو حالت میری توجہ کو جذب کرتی ہے اور جسے دیکھ کر میں دعا کے لیے اپنے اندر تحریک پاتا ہوں وہ ایک ہی بات ہے کہ میں کسی شخص کی نسبت معلوم کر لوں کہ یہ خدمت دین کی سزاوار ہے اور اس کا وجود خدا تعالیٰ کے لیے خدا کے رسول کے لیے خدا کی کتاب کے لیے خدا کے بندوں کے لیے نافع ہے۔ ایسے شخص کو جو درد و الم پہنچے وہ در حقیقت مجھے پہنچتا ہے۔"

فرمایا: "ہمارے دوستوں کو چاہیے کہ وہ اپنے دلوں میں خدمت دین کی نیت باندھ لیں جس طرز اور جس رنگ کی خدمت جس سے بن پڑے کریں۔ پھر فرمایا میں سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اس شخص کی قدر و منزلت ہے جو دین کا خادم اور نافع الناس ہے۔"

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”کئی لوگ ایسے ہیں جو اپنے اوقات کے متعلق خیال کرتے ہیں کہ اگر ہم نے اشاعت دین میں لگایا تو ہماری تجارت یا پیشہ کے کاروبار میں نقصان ہوگا گویا وہ دین کی اشاعت کی طرف اس لیے توجہ نہیں کرتے کہ اس وجہ سے انہیں مالی نقصان برداشت کرنا پڑے گا، لیکن انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ صداقت پر قائم رہنے اور خدا تعالیٰ کے انعامات حاصل کرنے کے لیے ہر قسم کی قربانیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر کس قدر افسوس کی بات ہے کہ اکثر لوگ اس طرف توجہ نہیں کرتے۔ خدا تعالی نے ہر ایک مومن کا فرض رکھا ہے کہ وہ دین کو پھیلائے۔ پس جب دین کی اشاعت کرنا ہر ایک مومن کا فرض ہے تو میں پوچھتا ہوں۔ آپ لوگوں میں سے کتنے ہیں جنہوں نے اس فرض کو سمجھا ہے اور اس کے ادا کرنے کے لیے کام کیا ہے۔ بس میں اپنی ساری جماعت کو کہتا ہوں کہ جہاں وہ وعظ اور نصیحت کو سننے کی عادت پیدا کریں اور اس سے فائدہ اٹھائیں وہاں اس کے پھیلانے کی بھی کوشش کریں تاکہ جلد از جلد خدا تعالی کے فصلوں کے وارث بن جائیں۔“

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ واقفینِ عارضی کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”وقف عارضی کے جو وفود باہر دوسری جگہوں پر جائیں وہاں بھی اور پھر واپس آکر اپنے ہاں بھی یہ بات اچھی طرح دلوں میں گاڑ دیں کہ اسلام کو ہم نہیں چھوڑ سکتے۔ اپنی جانوں کو چھوڑ سکتے ہیں، اپنے مالوں کو چھوڑ سکتے ہیں، اپنے بیوی بچوں کی گردنیں کٹوا سکتے ہیں لیکن اسلام کو نہیں چھوڑ سکتے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کسی صورت میں بھی کوئی احمدی اپنے آپ کو اسلام سے دور نہیں کہہ سکتا۔ باقی اگر کوئی شخص ہمیں کافر کہتا ہے تو یہ نئی بات نہیں 80 سال سے ہمیں کافر کہا جا رہا ہے البتہ تم یہ سوچ لو کہ تم نے خدا تعالیٰ کے حضور جوابدہ ہونا ہے۔ تم مخالفین جو مرضی کہہ لو ہم اپنے منہ سے کیسے وہ چیز کہہ سکتے ہیں جو حقیقت سے دور اور نفاق کی بدبو اپنے اندر رکھتی ہے۔ ہمارا جو رشتہ ہمارے پیار کرنے والے رب کے ساتھ ہے ہم کیسے وہ توڑ سکتے ہیں ہمارا جو تعلق محبتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اس

تعلق کو تمہاری کوئی تدبیر قطع نہیں کر سکتی، خدا کے فضل اور اس کے رحم کے ساتھ۔ یہ باتیں آپس میں کیا کرو اور وقفِ عارضی پر جو دوست باہر جائیں وہ جا کر ایسی باتیں کہیں۔“ (خطبات ناصر جلد 6 صفحہ 388)

سامعین! آپؒ نے وقفِ عارضی کی برکات کا مزید ذکر کرتے ہوئے ایک اور موقع پر فرمایا۔

”جو دوست اس منصوبہ کے تحت گئے مجھے سینکڑوں کی تعداد میں ان کے خط ملے جن میں انہوں نے یہ لکھا کہ انہوں نے بھی فائدہ اٹھایا ہے کیونکہ باہر جانے سے پہلے انسان زیادہ متوجہ ہوتا ہے کہ میں دوسری جگہ جا رہا ہوں لوگ مجھ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے متعلق سوال کریں گے پھر وہ پڑھتا ہے اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پڑھنے پر زیادہ وقت دیتا ہے اور زیادہ غور اور زیادہ توجہ سے پڑھتا ہے سوچتا ہے دعائیں کرتا ہے۔ بہتوں کو اللہ تعالیٰ نے بڑے پیار سے نوازا اور ان کو سچی خوابیں دکھائیں اور ان کے کاموں میں برکت ڈالی اور بڑے خوش ہو کر اور روحانی سرور حاصل کرنے کے بعد واپس لوٹے۔“ (خطبات ناصر جلد 6 صفحہ 383)

پھر آپ فرماتے ہیں:

”وقت کی قربانی کی طرف زیادہ توجہ کی ضرورت ہے اس کے لیے میں جماعت میں یہ تحریک کرتا ہوں کہ آپ کے وہ دوست جن کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دے سال میں دو ہفتہ سے چھ ہفتہ تک کا عرصہ دین کی خدمت کے لیے وقف کریں اور انہیں جماعت کے مختلف کاموں کے لیے جس جس جگہ بھجوایا جائے وہاں وہ اپنے خرچ پر جائیں، اور ان کے وقف شدہ عرصہ میں سے جس قدر عرصہ انہیں وہاں رکھا جائے اپنے خرچ پر رہیں، اور جو کام ان کے سپرد کیا جائے انہیں بجالانے کی پوری کوشش کریں۔ میں جانتا ہوں کہ بعض دوست مالی لحاظ سے زیادہ سخت لمبا سفر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اس لیے جو دوست دو ہفتہ سے چھ ہفتہ تک کا عرصہ میری اس تحریک کے نتیجہ میں وقف کریں۔ وہ ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیں کہ ہم مثلاً 100 میل تک اپنے خرچ پر سفر کرنے کے قابل ہیں یا 200 میل یا 400 میل یا 500 میل اپنے خرچ پر سفر کر سکتے ہیں بہر حال جس قدر بھی ان کی مالی استطاعت ہو وہ ذکر کر دیں تا انہیں اس کے مطابق مناسب جگہوں پر بھجوایا جا سکے۔“ (خطبات ناصر جلد 1 صفحہ 183)

سامعین! ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 7اپریل 2013ء کو سپین کی نیشنل مجلس عاملہ کی میٹنگ میں سیکرٹری صاحب تعلیم القران و وقف عارضی سے دریافت فرمایا کہ:

”کیا لوگ وقف عارضی کرتے ہیں؟۔ وقف عارضی کی تحریک کیا کریں۔ اپنی عاملہ کے ممبران کو کہیں کہ وقف عارضی کریں۔ وقف عارضی کا ریکارڈ آپ کے پاس ہونا چاہیے اور آپ کو اس کا علم ہونا چاہیے جو اپنے طور پر پروگرام بنا کر چلا گیا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے وقف عارضی کی ہے تو یہ وقف عارضی نہیں ہے۔“ (الفضل ربوہ 29اپریل 2013ء صفحہ 3)

پھر آپ ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ برطانیہ 2003ء کے دوسرے روز کے خطاب میں ڈاکٹرز کو وقف کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:

”افریقہ میں جو ہمارے ہسپتال ہیں، ان میں ڈاکٹروں کی بہت ضرورت ہے۔ یہ بھی میں تحریک کرنا چاہتا ہوں ڈاکٹر صاحبان کو کہ اپنے آپ کو وقف کے لئے پیش کریں اور کم از کم تین سال تو ضرور ہو۔ اور اگر اس سے اوپر جائیں چھ سال یا نو سال، تو اور بھی بہتر ہے۔

اسی طرح فضل عمر ہسپتال ربوہ کے لئے بھی ڈاکٹرز کی ضرورت ہے۔ تو ڈاکٹر صاحبان کو آج اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے میں عارضی وقف کی تحریک کرتا ہوں۔

اپنے آپ کو خدمت خلق کے اس کام میں جو جماعت احمدیہ سرانجام دے رہی ہے، پیش کریں۔ اور یہ ایک ایسی خدمت ہے جس کے ساتھ دنیا تو آپ کما ہی لیں گے۔ دین کی بہت بڑی خدمت ہو گی۔ اور اس کا اجر اللہ تعالیٰ آپ کی نسلوں تک کو دیتا چلا جائے گا۔ ان شاء اللہ“

پھر مؤرخہ 6، نومبر 2022ء کو بیلجئیم کی نیشنل مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

”جس طرح اپنے کاموں کے لیے باہر پھر سکتی ہیں۔ اسی طرح وقف عارضی کر لیا کریں۔ اگر شہر سے باہر نہیں جانا تو اپنے شہر میں ہی لٹریچر تقسیم کرتی رہیں۔ اپنے بیٹوں کو یا اپنی بیٹیوں کو، کسی کو ساتھ لے گئے۔ پمفلٹ تقسیم کیا، بروشر تقسیم کیا، اسلام کے بارے میں بتایا کہ میں پردے میں ہوں لیکن پردے کا مطلب کیا ہے؟ میں آزاد ہوں۔ حالات کے مطابق کسی ایسی جگہ نہ چلی جائیں جہاں مار پڑنے لگ جائے۔

اسی طرح اپنے ذاتی رابطے رکھیں، اپنے تعلقات کو وسیع کریں، اپنے تعلقات کو بڑھائیں اوران کو تبلیغ کریں۔ اسی طرح وقف عارضی میں قرآن شریف پڑھانے اور تربیت کی باتیں بتانے کے لیے اپنے آپ کو پیش کر سکتی ہیں۔ اپنے حلقہ میں بتائیں کہ میں دو ہفتے دے رہی ہوں۔ میں قرآن شریف بھی پڑھا سکتی ہوں اور باقی تربیتی کام بھی کر سکتی ہوں۔ پھر صدر لجنہ اور جو بھی وقف عارضی کی انچارج ہیں وہ آپ کو بتا دے گی کہ کہاں جا کر کیا پڑھانا ہے۔ اب تو آن لائن بھی پڑھایا جا سکتا ہے۔ تو بہت سارے ذریعے ہیں کام کرنے کے۔ تبلیغ کا بھی کام کیا جا سکتا ہے۔ تربیت کا بھی کام کیا جا سکتا ہے وقف عارضی میں۔ مرد جس طرح کرتے ہیں ویسے ہی عورتیں کریں۔“

(This Week with Huzoor–11 نومبر 2022ء، روزنامہ الفضل آن لائن 8 دسمبر 2022ء)

پھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”یورپ کے بہت سے احمدی سیر کرنے بھی سپین جاتے ہیں۔ یا مختلف جگہوں پر جاتے ہیں۔ اگر اِدھر اُدھر جانے کی بجائے سپین کی طرف رخ کریں تو زیادہ بہتر ہو گا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ تحریک فرمائی تھی کہ سپین میں وقف عارضی کے لئے جائیں۔ سیر بھی ہو جائے گی اور اللہ کا پیغام پہنچانے کا ثواب بھی مل جائے گا۔ تو اس طرف مَیں احمدیوں کو دوبارہ متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ اپنے ملکوں کے امراء کے ذریعے سے جو اس طرح وقف عارضی کرکے سپین جانا چاہتے ہوں، امراء کی وساطت سے وکالت تبشیر میں اپنے نام بھجوائیں۔ اسی طرح حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے سپین کے جو ٹورسٹ (Tourist) باہر جاتے ہیں مختلف ممالک میں اور ایشیا، پاکستان وغیرہ میں بھی جاتے ہیں۔ ان سے رابطے کے لئے بھی ایک منصوبہ بنایا تھا کہ اگر ان کو اپنے گھروں میں مہمان ٹھہرایا جائے، جن جن شہروں میں وہ جاتے ہیں یا ملکوں میں تو اس سے بھی ایک تعارف حاصل ہو گا۔“

(خطبہ جمعہ 28 جنوری 2005ء)

مؤرخہ 26 ستمبر 2020ء کو حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے نیشنل عاملہ جماعت احمدیہ بیلجیم سے (آن لائن) ملاقات میں نیشنل عاملہ کو وقف عارضی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

”میں نیشنل عاملہ کی بات کر رہا ہوں۔ اگر عاملہ ممبران کام نہیں کر رہے تو باقیوں پر کیا اثر ہو گا۔ پہلے تو آپ اپنے سامنے سے شروع کریں، اپنے گھر سے شروع کریں۔ صرف وہی گھر نہیں ہے جو آپ کے بیوی بچوں والا ہے، یہ بھی آپ کا گھر ہے۔ بیوی بچے کا تو گھر ہے ہی، ہر سیکرٹری کا گھر اس کی اپنی عاملہ بھی ہے اور پھر جس علاقہ میں وہ رہتا ہے، وہ بھی اس کا گھر ہے۔ وہاں اگر کام نہیں کریں گے تو لوگوں کو کام کرنے کی عادت ہی نہیں پڑے گی۔ آپ کا نمونہ دیکھیں گے نہیں تو وہ سامنے کیسے آئیں گے۔ اس لیے پہلے تو تمام عاملہ ممبران سے وقت لیں، وقفِ عارضی کا فارم پُر کروائیں۔ ان سے وقت لیں کہ یہ سال میں دو ہفتہ کی وقفِ عارضی کریں گے، کس کس ماہ کریں گے اور کہاں کہاں کریں گے۔ پھر جہاں جہاں یہ رہتے ہیں وہاں کے صدران سے یہ جائزہ لیں کہ کتنے افراد ہیں جو قرآنِ کریم پڑھنا جانتے ہیں، جو نہیں جانتے کیا ان کو قرآنِ کریم پڑھانے کا کوئی انتظام ہے یا نہیں؟ انتظام نہیں ہے تو دیکھیں کہ یہ عاملہ ممبران پڑھا رہے ہیں یا نہیں پڑھا رہے۔ اگر کوئی ایسا نہیں ہے جو قرآنِ کریم نہ جانتا ہو تو پھر اپنے گھر میں ہی پڑھائیں۔ یہاں سے تو شروع کریں۔ پھر آپ کی جو 14 جماعتیں ہیں، ان کے صدران اور لوکل عاملہ کو کہیں کہ وہ اپنا نمونہ دکھائیں۔ پھر انصار اللہ کی عاملہ کو کہیں کہ وہ اپنی عاملہ کو کہے، وہ وقفِ عارضی کے لیے نمونہ دکھائیں اور قرآنِ کریم پڑھانے کا نمونہ دکھائیں، پھر خدام الاحمدیہ کو کہیں، پھر لجنہ کو کہیں۔ اگر آپ اس طرح صرف عاملہ کو ہی قابو کرلیں، ہر سطح پر، جماعتی بھی اور ذیلی تنظیموں کی بھی تو 80 فیصد تو آپ کا کام ہو گیا۔ صرف کاغذ فِل کرنا اور لوگوں کے پیچھے پڑنا تو مقصد نہیں ہے۔ عہدیدار اگر خود اپنا نمونہ دکھائے گا تو لوگ خود بخود کام کرنا شروع کر دیں گے۔“ (الفضل انٹر نیشنل یکم جنوری 2021ء)

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”ایک مطالبہ وقف عارضی کا ہے اس طرف بھی توجہ کی ضرورت ہے۔ باہر کی دنیا میں (باہر سے مراد یورپ اور مغربی ممالک، افریقہ وغیرہ) اگر آرگنائز کر کے اس مطالبے پر سارے نظام پر کام کیا جائے تو اپنوں کی تربیت کے لحاظ سے بھی اور تبلیغ کے لحاظ سے بھی بہت بہتری پیدا ہو گی، جماعتیں اس طرف بھی

توجہ کریں۔ پھر وقف بعد از ریٹائرمنٹ ہے۔ ان مغربی ممالک میں بھی جماعتی ضروریات بڑھ رہی ہیں اور یہاں کیونکہ حکومت کی طرف سے، اداروں کی طرف سے سہولتیں ملتی ہیں اس لئے جو احمدی ریٹائرمنٹ کے بعد یہ سہولیات لے رہے ہیں ان کو اپنے آپ کو جماعتی خدمات کے لئے پیش کرنا چاہئے۔ جماعت سے مالی مطالبہ نہ ہو کیونکہ ان کی ضروریات تو ان سہولتوں سے جو وہ حکومت سے یا اداروں سے لے رہے ہیں یا پنشن وغیرہ سے جو رقم ملی ہے اس سے پوری ہو رہی ہیں۔ بعض لوگ تو ریٹائرمنٹ کے بعد دوبارہ کام تلاش کرتے ہیں کیونکہ بعض ایسی ذمہ داریاں ہوتی ہیں جن کو پورا کرنا ہوتا ہے، بچے وغیرہ ابھی پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ تو بہرحال جن کی ذمہ داریاں ایسی نہیں ہیں اور اگر صحت اچھی ہے تو ان کو اپنے آپ کو جماعتی خدمات کے لئے رضاکارانہ طور پر پیش کرنا چاہئے۔ لیکن بعض دفعہ ذہنوں میں یہ بات آجاتی ہے کہ شاید ہم رضاکارانہ کام کرکے جماعت پر کوئی احسان کر رہے ہیں، تو اگر اپنے آپ کو پیش کرنا ہو تو اس سوچ کے ساتھ آئیں کہ اگر ہم سے کوئی جماعتی خدمت لے لی جائے تو جماعت اور خدا تعالیٰ کا ہم پر احسان ہو گا۔"

(خطبہ جمعہ 3؍نومبر 2006ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں سلسلے کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے مطابق کثرت سے واقفین عارضی عطا فرمائے۔ آمین

احمدی اٹھ کہ وقت خدمت ہے
یاد کرتا ہے تجھ کو رب عباد
خدمت دیں ہوئی ہے تیرے سپرد
دور کرنا ہے تو نے شر و فساد
تجھ پہ ہے فرض، نصرت اسلام
تجھ پہ واجب ہے دعوت و ارشاد

(کمپوزڈ بائی: عطیۃ العلیم-ہالینڈ)

ضضضض

{61} {مشاہدات۔79}

جادو، ٹونہ ٹوٹکا اور مزاروں پر جانا

ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور
ایسا چمکا ہے کہ صد نیّر بیضاء نکلا
زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اِس دنیا میں
جن کا اِس نور کے ہوتے بھی دل اعمیٰ نکلا

پیارے بھائیو! آج مَیں نے جس موضوع کا انتخاب کیا ہے وہ ہے **"جادو، ٹونہ ٹوٹکا اور مزاروں پر جانا"**

سب سے پہلے تو ہم ان الفاظ کے معنی جانتے ہیں۔ جادو، ٹونہ، ٹوٹکا کے معنی ہیں سحر، منتر، کوئی عجیب سی خلافِ عقل بات، شعبدہ بازہ وغیرہ۔

کوئی بھی ایسا فعل جس میں آپ خدا تعالیٰ کا کسی کو شریک ٹھہرائیں یا ایسے کسی عمل کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی مخلوق کو نقصان پہنچائیں شرک کے زمرہ میں آتا ہے اور خدا تعالیٰ نے شرک کو سخت ناپسندیدہ عمل قرار دیا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا (النسآء 37:) کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ کیونکہ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمان:14) شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں تمام گناہ بخش دوں گا۔ لیکن شرک کا گناہ نہیں بخشوں گا۔ مگر افسوس کہ آج کا مسلمان تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود چند ایسے لوگوں کے ہتھکنڈوں کا شکار ہو جاتا ہے جو جادو ٹونے کا سہارا لے خود بے شمار پیسہ بٹور کر لوگوں کو بیوقوف بناتے ہیں اور ان کا خدا تعالیٰ سے یقین ختم کر کے جادو ٹونے جیسی لغویات کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہ ٹونے ٹوٹکے میاں بیوی، ساس بہو اور دوسرے رشتہ داروں کے خلاف استعمال کیے جاتے ہیں بجائے اس کے خدا تعالیٰ

سے اس کا رحم مانگیں، استغفار کریں ،اس کی مدد مانگیں کہ وہ ان کی پریشانیاں دور فرماوے وہ پیروں فقیروں کے پاس جاکر الٹے سیدھے تعویذ، گنڈے اور غلط قسم کے سِفلی عمل کروانے لگتے ہیں اور اس میں اپنا روپیہ پیسہ اپنی رشتہ داریاں سب کچھ ختم کر لیتے ہیں۔ انگلینڈ جیسے ترقی یافتہ ملک میں بھی اس قسم کے پِیر فقیر اور تعویذ کرنے والے لوگ پائے جاتے ہیں اور ان کے باقاعدہ اشتہار ٹی وی پر بھی دکھائے جاتے ہیں ۔ یہ تمام باتیں اسلام کے منافی ہیں اور ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باتوں سے سختی سے منع فرمایاہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَلَّذِیۡنَ یَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِیَّ الۡاُمِّیَّ الَّذِیۡ یَجِدُوۡنَہٗ مَکۡتُوۡبًا عِنۡدَہُمۡ فِی التَّوۡرٰىۃِ وَالۡاِنۡجِیۡلِ ۫ یَاۡمُرُہُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَیَنۡہٰہُمۡ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَیُحِلُّ لَہُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیۡہِمُ الۡخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنۡہُمۡ اِصۡرَہُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ کَانَتۡ عَلَیۡہِمۡ ؕ فَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِہٖ وَعَزَّرُوۡہُ وَنَصَرُوۡہُ وَاتَّبَعُوا النُّوۡرَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ مَعَہٗۤ ۙ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ

(الاعراف:158)

ترجمہ: جو اس رسول نبی اُمّی پر ایمان لاتے ہیں جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ **وہ ان کو نیک باتوں کا حکم دیتا ہے اور انہیں بُری باتوں سے روکتا ہے اور اُن کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال قرار دیتا ہے اور اُن پر ناپاک چیزیں حرام قرار دیتا ہے** اور اُن سے اُن کے بوجھ اور طوق اتار دیتا ہے جو اُن پر پڑے ہوئے تھے۔ پس وہ لوگ جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور اسے عزت دیتے ہیں اور اس کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کی پیروی کرتے ہیں جو اس کے ساتھ اتارا گیا ہے یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ ایک اور موقع پر فرماتا ہے:

وَلَا تَدۡعُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنۡفَعُکَ وَلَا یَضُرُّکَ ۚ فَاِنۡ فَعَلۡتَ فَاِنَّکَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیۡنَ (یونس:107)

ترجمہ: اور **اللہ کے سوا اُسے نہ پکار جو نہ تجھے فائدہ دیتا ہے اور نہ نقصان پہنچاتا ہے** اور اگر تُو نے ایسا کیا تو یقیناً تُو ظالموں میں سے ہو جائے گا۔

پھر فرمایا:

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ * وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ؕ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ؕ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ؕ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ؕ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (البقرہ:103)

اور انہوں نے پیروی کی اس کی جو شیاطین سلیمان کے ملک کے خلاف پڑھا کرتے تھے اور سلیمان نے کفر نہیں کیا بلکہ وہ شیاطین تھے جنہوں نے کفر کیا۔ وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ اور (اس کے برعکس) بابل میں جو دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتارا گیا (اس کا قصہ یہ ہے) وہ دونوں کسی کو بھی کچھ نہیں سکھاتے تھے جب تک وہ (اُسے) یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو محض ایک آزمائش کے طور پر ہیں پس تُو کفر نہ کر۔ پس وہ لوگ ان دونوں سے ایسی بات سیکھتے تھے جس کے ذریعے وہ خاوند اور بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیتے تھے اور اللہ کے اِذن کے سوا وہ اس ذریعہ سے کسی کو نقصان پہنچانے والے نہیں تھے۔ اور (اس کے برعکس جو لوگ شیاطین سے سیکھتے تھے) **وہ وہی باتیں سیکھتے تھے جو ان کو نقصان پہنچانے والی تھیں اور فائدہ نہیں پہنچاتی تھیں۔ حالانکہ وہ خوب جان چکے تھے کہ جس نے بھی یہ سودا کیا اس کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں رہے گا۔ پس بہت ہی برا تھا وہ (عارضی فائدہ) جس کے بدلے میں انہوں نے اپنی جانیں بیچ دیں، کاش کہ وہ جانتے۔**

الحدیث

سامعین! اگر ہم احادیث کی روشنی میں اس موضوع کو دیکھیں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ دشمنی ہے۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو مسلمان ہو کر جاہلیت کی رسموں پر چلنا چاہے۔ (بخاری کتاب الدیات)

پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سات ہلاک کرنے والی باتوں سے دور رہو۔ لوگوں نے پوچھایا رسول اللہ! وہ کون سی سات باتیں ہیں۔ فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور جادو کرنا اور اس جان کا حق مارنا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اور سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا اور جہاد سے فرار یعنی بھاگنا اور پاک دامن مومن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔ (صحیح بخاری کتاب الوصایا)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے اور اُن پر جو قبروں پر مسجدیں بناتے ہیں اور اُن پر جو قبروں پر چراغ جلاتے ہیں۔

(جامع ترمذی ابواب الصلوۃ)

فرمایا: قبروں پر مت بیٹھو اور نہ ان کی طرف نماز پڑھو۔ (جامع ترمذی ابواب الصلوۃ)

بھائیو! بعض لوگ خاص طور پر ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش میں گدی نشینوں، پیروں، فقیروں کے پاس جا کر یا قبروں پر جا کر دعائیں مانگتے ہیں۔ وہ بزرگ جن کی قبروں پہ جاتے ہیں ان کے بارہ میں ان کا خیال ہوتا ہے کہ یہ چونکہ بہت پہنچے ہوئے نیک بزرگ تھے اس لئے نعوذ باللہ یہی ہماری نجات کا ذریعہ ہیں حالانکہ درحقیقت وہ بزرگ ساری زندگی وحدانیت کی تعلیم دیتے رہے مگر ان کے مزاروں پر جا کر شرک کیا جاتا ہے۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ جو ہر قسم کے شرک ہیں ان سے بچو۔ اس لئے ہر احمدی کا یہ بھی فرض ہے کہ اس کے خلاف ہمیشہ جہاد کرتا رہے۔

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

پیارے بھائیو! اب آپ حاضرین کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے کرام کے ارشادات و فرمودات کی روشنی میں اِس مضمون کی اہمیت اُجاگر کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے اپنی کچھ حاجات تحریری طور پر پیش کیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے پڑھ کر فرمایا کہ "اچھا! دعا کریں گے" اس پر وہ شخص بولا کہ حضور! کوئی تعویذ نہیں کیا کرتے؟ فرمایا:

"تعویذ گنڈے کرنا ہمارا کام نہیں۔ ہمارا کام تو صرف اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرنا ہے۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 505)

سامعین! بعض لوگ مختلف وظائف کی طرف بہت دھیان دیتے ہیں اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"وظیفوں کے ہم قائل نہیں۔ یہ سب جنتر منتر ہیں جو ہمارے ملک میں جوگی ہندو سنیاسی کرتے ہیں جو شیطان کی غلامی میں پڑے ہوئے ہیں۔ البتہ دعا کرنی چاہیے خواہ اپنی زبان میں ہی ہو۔ سچے اضطراب اور سچی تڑپ سے جناب الٰہی میں گداز ہو ایسا کہ وہ قادر الحیّ القیوم دیکھ رہا ہے۔ جب یہ حالت ہو گی تو گناہ پر دلیری نہ کرے گا۔" **(ملفوظات جلد سوم صفحہ 323)**

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"شریعت تو اسی بات کا نام ہے کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اسے لے لے اور جس بات سے منع کیا ہے اس سے ہٹے۔ اب اِس وقت قبروں کا طواف کرتے ہیں اِن کو مساجد بنایا ہوا ہے۔ عرس وغیرہ ایسے جلسے نہ منہاج نبوت ہے نہ طریق سنت ہے۔" **(ملفوظات جلد 3 صفحہ 129)**

ارشادات خلفائے کرام

رسم و رواج یا بدعات انسان کو اللہ کا باغی بنا دیتی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اِس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"انسان میں ایک مرض ہے جس میں یہ ہمیشہ اللہ کا باغی بن جاتا ہے اور اللہ کے رسول اور نبیوں اور اس کے اولو العزموں اور وَلیوں اور صدیقوں کو جھٹلاتا ہے۔ وہ مرض عادت، رسم و رواج اور دم نقد ضرورت یا کوئی خیالی ضرورت ہے۔ یہ چار چیزیں میں نے دیکھا ہے، چاہے کتنی نصیحتیں کرو جب وہ اپنی عادت کے خلاف کوئی بات دیکھے گا یا رسم کے خلاف یا ضرورت کے خلاف تو اس سے بچنے کے لیے کوئی نہ کوئی عذر تلاش کرے گا۔" **(خطبات نور صفحہ 650)**

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"اسی طرح عورتیں ٹونے ٹوٹکے کرتی ہیں۔ اگر کوئی بیمار ہوتا ہے تو کچا تاگا باندھتی ہیں کہ صحت ہو جائے حالانکہ جس کو ایک چھوٹا بچہ بھی توڑ کر پھینک سکتا ہے، تو وہ کیا کر سکتا ہے۔ اسی طرح عورتوں میں اور کئی

قسم کی بدعتیں اور بُرے خیالات پائے جاتے ہیں جن کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور جن سے سوائے اِس کے کہ اِن کی جہالت اور نادانی ثابت ہو اور کچھ نہیں ہوتا۔ پس خوب اچھی طرح یاد رکھو کہ ٹونے ٹوٹکے، تعویذ گنڈے، منتر جنتر، سب فریب اور دھوکے ہیں جو پیسے کمانے کے لیے کسی نے بنائے ہوئے ہیں۔ یہ سب لغو اور جھوٹی باتیں ہیں ان کو ترک کرو۔ ایسا کرنے والوں سے خدا تعالیٰ سخت ناراض ہوتا ہے۔ "

(الازھار لذوات الخمار جلد اوّل صفحہ 43)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

"مختصراً میں بڑی تاکید کے ساتھ آپ میں سے ہر ایک کو کہتا ہوں کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے تعلیمی لحاظ سے قرآن کریم کے اِس اعلان کے ذریعہ اِن رسوم کو یک قلم مٹا دیا ہے آپ اپنے گھروں سے اور اپنی زندگیوں سے اِن رسومات کو اور بدعات کو یکسر اور یک قلم مٹا دیں اور دنیا اور دنیا داروں کی پرواہ نہ کریں اور اپنے رب کی رضا کی پرواہ کریں۔" (المصابیح صفحہ 32)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ سے تعویذ کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا:

"تعویذ گنڈہ وغیرہ کو دستورِ زندگی بنالینا حد سے زیادہ جہالت ہے اور تمام دینی معاشرہ کی روح اس سے تباہ ہو جائے گی۔ اصل دعا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے تیرہ سو سال کی جو رسوم کے خلاف ایک عظیم جہاد فرمایا اور دین حق کو اس کی اصل صورت پہ بحال کرنے کے لئے بہت بڑی جدوجہد فرمائی ہے۔ یہی دراصل حقیقی مجددیت ہے۔ اسی کا نام مہدویت ہے اور اس کے نتیجہ میں اب جماعت جو ابھر کر اور نکھر کر دنیا کے سامنے آئی ہے اس کا مرکزی نقطہ دعا ہے۔ اِس کی ساری زندگی، اِس کے تمام اعمال اور تمام کامیابیاں، اِس کی تمام کاوشیں، اِس کے غم و فکر کے علاج دعا میں ہیں اور دعا کو چھوڑ کر تعویذ گنڈوں کی طرف جانا حد سے زیادہ جہالت ہے۔ یہ تاریک زمانے کی پیداوار باتیں ہیں اور ایسی قوموں کو دعا سے ہٹا کر جادو منتر وغیرہ کی طرف منتقل کر دیتی ہیں۔ یہ کہہ دینا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دم کی اجازت دی، یہ ایک بالکل الگ بات ہے۔ تعویذ گنڈے کا معاشرہ پیدا کرنا بالکل الگ بات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسا ہرگز کوئی معاشرہ نہیں تھا۔ دعا ہی کا معاشرہ تھا اور جس دم کی بات کرتے ہیں اس میں سورۃ

فاتحہ بطور دعا استعمال ہوتی ہے اور وہ اب بھی اسی طرح جائز ہے فاتحہ کو دعا کے طور پر آپ چاہے پانی پر پڑھ کے دم کریں اور نفسیاتی لحاظ سے اس کو برکت کے لئے دے دیں۔ اس حد تک تو کوئی ہرج نہیں ہے لیکن تعویذ گنڈے کی جو یہ بات کر رہی ہیں یا کر رہے ہیں جو بھی ہے لکھنے والا، یہ تو بہت خطرناک بے ہودہ رسم ہے جو روشنی سے اندھیروں کی طرف لے جانے والی ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کے آنے کے مقاصد کے بالکل برعکس تحریک ہے، بالکل برعکس جماعت کا رُخ موڑنے والی بات ہے۔"

(مجلس عرفان 4 نومبر 1994ء)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"پیروں فقیروں کے پاس جا کر تعویذ گنڈے لینے سے بچیں...... آپ کو اکثر ایسی مثالیں نظر آئیں گی کہ پیروں فقیروں کے پاس جا کر تعویذ لئے جاتے ہیں۔ کسی نے بہو کے خلاف لینا ہے، کسی نے ساس کے خلاف، کسی نے ہمسائی کے خلاف تعویذ لینا ہے، کسی نے خاوند کے حق میں تعویذ لینا ہے بے تحاشہ بد رسمیں پیدا ہو چکی ہیں یہ سب عورتوں کی بیماریاں ہیں یہ شرک کی طرف بڑی جلدی مائل ہو جاتی ہیں ...... اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کو کچھ نہ سمجھنا نماز اور دعا کی طرف توجہ نہ ہونا۔ فکر ہے تو پیروں فقیروں کے ہاں حاضریاں دینے کی...... یہ سب لغویات ہیں بلکہ شرک ہے یہ تعویذ گنڈے کرنے والی جو عورتیں ہیں اگر آپ ان کے ساتھ رہ کر ان کا جائزہ لیں تو شاید وہ کبھی نماز نہ پڑھتی ہوں...... پھر ہمارے معاشرے میں یعنی جماعت کے باہر اس میں زندہ انسانوں کے علاوہ مُردہ پرستی بہت ہے...... پیروں فقیروں کی قبروں پر جاتے ہیں اور وہاں مرادیں مانگتے ہیں اب ان قبروں کو بھی لوگوں نے شرک کا ذریعہ بنایا ہوا ہے۔"

(الازھار لذوات الخمار جلد 3 حصہ اول صفحہ 363-364)

پیارے بھائیو! الحمد للہ ہم احمدی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے والے ہیں جنہوں نے ہمیشہ اس قسم کی بدعات کی مناہی کی ہے لیکن بعض دفعہ جب کوئی جماعت ترقی کرتی ہے اور اس میں نئے نئے لوگ شامل ہوتے ہیں تو وہ اپنے ساتھ اپنے علاقے، اپنی ثقافت اور اپنے خاندان میں جاری کئی بدعات اور رسومات اپنے ساتھ لے کر آتے ہیں یا بعض دفعہ کچھ کمزور عقیدہ لوگ ایسی بدعات کو بغیر سوچے سمجھے اپنا لیتے ہیں جو کہ غلط ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”بعض لوگ پیروں فقیروں کے چکر میں پڑ جاتے ہیں۔ بعض دفعہ مجھے شکایتیں ملتی ہیں کہ غیروں کے زیرِ اثر بعض احمدی بھی پیروں سے، دوسروں سے، دعاؤں کی طرف زیادہ توجہ ہوتی ہے اور اپنی دعاؤں کی طرف کم توجہ ہوتی ہے یا جادو ٹونے پر یقین ہوتا ہے اس لئے اُس کو تڑوانے کے لئے دوسروں کے پاس جاتے ہیں اور بعض دفعہ غیروں کے پاس بھی چلے جاتے ہیں۔ بعض لوگوں میں جہالت اس حد تک ہے اور اپنے عملوں کی طرف توجہ نہیں ہے۔ دعاؤں کی طرف توجہ نہیں ہے۔ یہ چیز انتہائی غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ شکر ہے کہ چند ایک کے علاوہ شاید احمدیوں میں ایسے لوگ نہ ہوں ورنہ غیروں میں تو شرک کی انتہا ہوئی ہوئی ہے اور پھر یہ لوگ اپنے آپ کو مومن اور مسلمان بھی سمجھتے ہیں۔“

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 26 اگست 2011ء)

پھر فرمایا:

”اپنے آپ کو معاشرے کے رسم و رواج کے بوجھ تلے نہ لائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ کو آزاد کروانے آئے تھے اور آپ کو ان چیزوں سے آزاد کیا اور اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہو کر آپ اس عہد کو مزید پختہ کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ چھٹی شرط بیعت میں ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائے گا۔ یعنی کوشش ہوگی کہ رسموں سے بھی باز رہوں گا۔ تو قناعت اور شکر پر زور دی۔ یہ شرط صرف احمدی کے لئے ہے چاہے وہ امیر ہو یا غریب ہو۔ اپنے اپنے وسائل کے لحاظ سے اس کو ہمیشہ ہر احمدی کو اپنے مد نظر رکھنا چاہئے۔“ (مشعل راہ جلد سوم صفحہ 155)

شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک راہِ احمد مختار ہیں

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسے شرک اور بدعات سے بچنے کی توفیق دے۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والے ہوں۔ آمین

ضضضض

{62} {مشاہدات۔43}

صحت منداور توانامومن، کمزور مومن سے بہتر ہے

سویرے جو کل آنکھ میری کھلی
عجب تھی بہار اور عجب سیر تھی
خوشی کا تھا وقت اور ٹھنڈی ہوا
پرندوں کا تھا ہر طرف چہچہانا

پیارے بھائیو! مجھے آج آپ کے سامنے ایک حدیث مبارکہ " اَلْمُؤمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ مِنَ الْمُؤمِنِ الضَّعِيْفِ" پر اپنے خیالات کا اظہار کرنا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے صحت منداور توانامومن، کمزور مومن سے بہتر ہے۔ ایک اور مقام پر آنحضور ﷺ کے یہ الفاظ ملتے ہیں کہ طاقتور مومن کمزور مومن سے بہتر ہے اور طاقتور مومن اللہ تعالیٰ کو زیادہ پیارا ہے۔

سامعین! اس مضمون کی حقیقت کو جب ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب میں دیکھتے ہیں تو ہمیں طالوت اور جالوت کا قصہ سورۃ البقرہ آیت 248 میں ملتا ہے کہ جب بنی اسرائیل کی قوم نے اپنے نبی سے ایک ایسے بادشاہ کی درخواست کی جو ظلم سے ان کو نجات دلائے تب اس نبی نے طالوت یعنی جدعون کے بادشاہ ہونے کی خدائی خبر قوم کو سنائی مگر قوم کے سرداروں نے یہ کہہ کر اس کو بادشاہ ماننے سے انکار کر دیا کہ یہ مالی اعتبار سے ہم سے کمزور ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے طالوت کو بادشاہ یہ کہتے ہوئے مقرر فرمایا کہ **یہ علم اور جسمانی اعتبار سے بھی تم پر فضیلت رکھتا ہے۔** گویا کہ دوسرے معنوں میں قوم کا سردار بننے کے لئے، عہدیدار ہونے کے لئے علم سے سُدھ بُدھ رکھنا اور جسمانی لحاظ سے دوسروں سے بہتر ہونا ضروری ہے۔ جو اپنے ماتحتوں کے لئے نمونہ بھی بنتا ہے۔

قرآن کریم میں صحت کو برقرار رکھنے اور صحت مند رہنے کی ایک مثال سورۃ یوسف آیت 12-13 میں ملتی ہے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے آپ کو اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام سے اپنے ساتھ لے جانے کی استدعایوں کی اَرۡسِلۡہُ مَعَنَا غَدًا یَّرۡتَعۡ وَ یَلۡعَبۡ کہ اِسے کل ہمارے ساتھ بھیج دے تاوہ کھاتا رہے اور کھیلے کودے۔ گویا کہ صحت مند رہنے کے لئے کھیلنا کودنا، چہل قدمی کرنا، سیر کرنا اور ورزش کرنا بہت ضروری ہے۔

پیارے بھائیو! اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ کے احکام و ارشادات کے بعد آپ ﷺ، آپؐ کے روحانی فرزند حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کے نمونہ کی باری آتی ہے۔ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے معمولات زندگی کے متعلق احادیث میں آتا ہے کہ آپؐ صبح سویرے بیدار ہو کر نماز تہجد اور باجماعت نماز فجر ادا کرنے کے عادی تھے۔ بعد ازاں آپؐ یا تو صبح سیر پر نکل جاتے یا کسی ایسے صحابی کے گھر تشریف لے جاتے جو نمازوں میں باقاعدہ ہونے کے باوجود اُس روز فجر کی نماز پر حاضر نہ ہو سکا ہو یوں تیمارداری بھی ہو جاتی اور سیر بھی۔ آپؐ گھڑ سواری کیا کرتے اور اپنی بیگمات کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کرتے اور ایک روایت میں آتا ہے کہ جنگ بدر میں آپؐ کے لئے جو گھوڑا مخصوص ہوا۔ اس میں دو صحابہ اور بھی ساتھ تھے۔ لکھا ہے کہ آپ اپنی باری آنے پر بھی پیدل چلا کرتے اور ان دونوں صحابہ میں سے کسی ایک کو گھوڑے پر بیٹھ جانے کا ارشاد فرماتے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ، آنحضور ﷺ کے اس حوالہ سے معمولات زندگی کا ذکر یوں فرماتے ہیں:

"انسانی روح اور جسم کا ایسا جوڑ ہے کہ ایک کی خرابی دوسرے پر اثر ڈالے بغیر نہیں رہ سکتی۔ رسول کریم ﷺ نے اس امر میں بھی ہمارے لئے ایک عمدہ مثال قائم کی ہے اور نیکی اور تقویٰ کو صحت کی درستی اور ورزش کا خیال رکھنے کے خلاف نہیں قرار دیا ہے تاریخ بتاتی ہے کہ آپ اکثر شہر سے باہر باغات میں جا کر بیٹھتے تھے۔ گھوڑے کی سواری کرتے تھے اپنے صحابہ کو کھیلوں وغیرہ میں مشغول دیکھ کر بجائے ان پر ناراضگی کا اظہار کرنے کے ان کی ہمت بڑھاتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے اپنے احباب کو تیر اندازی کا مقابلہ کرتے دیکھا تو خود بھی اس مقابلہ میں شامل ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ مرد تو مرد رہے آپ عورتوں

کو بھی ورزش کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ چنانچہ کئی دفعہ آپ اپنی بیویوں کے ساتھ مقابلہ پر دوڑے اور اس طرح عملاً عورتوں اور مردوں کو ورزش جسمانی کی تحریک کی۔ ہاں آپ اس امر کا خیال ضرور رکھتے تھے کہ انسان کھیل ہی کی طرف راغب نہ ہو جائے اور اس امر کی تعلیم دیتے تھے کہ ورزش مقصد کے حصول کا ایک ذریعہ ہونا چاہئے نہ کہ خود مقصد۔" (انوار العلوم جلد 10 صفحہ 548)

میرے ساتھیو! جہاں تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ورزش، چہل قدمی اور پیدل چلنے کا ذکر ہے۔ گو آپؑ بچپن سے خلوت پسند تھے۔ آپ کو اپنے ہم جھولی بچوں کے ساتھ مل کر کھیلنے کودنے کی عادت نہ تھی مگر آپؑ ورزش اور مناسب تفریح میں حصہ لیا کرتے تھے۔ آپ نے بچپن میں تیرنا سیکھا اور کبھی کبھی قادیان کے تالابوں میں تیراکی کر لیا کرتے تھے۔ آپؑ کی زیادہ تر ورزش پیدل چلنا تھی۔ بٹالہ تک پیدل آنا جانا معمول تھا۔ آپ تیز چلا کرتے اور بسا اوقات تانگے کے ساتھ ساتھ اور بعض دفعہ آگے بھی نکل جاتے۔ غلیل کے ساتھ شکار کھیلتے اور آخری عمر میں مُوگریاں پھیرتے بھی آپ کو دیکھا گیا۔ صبح کی سیر میں صحابہؓ آپؑ کے ہمراہ ہوتے اور واپسی پر بہشتی مقبرہ کے باغ میں لگے پھلوں سے لطف اندوز ہوا کرتے۔

مخملیں پھولوں پہ شبنم کی پری سوتی ہے
سو کے اٹھ جاؤ کہ اب صبح کی اذاں ہوتی ہے
صبح کی تازہ ہواؤں میں رَچی ہے خوشبو
باغِ احمد میں ہے طِفلانِ حسیں سے خوشبو
حمد کے گیت ہیں چڑیوں کی زباں پر جاری
پھولوں اور پتوں کی خاموش زباں پر جاری
صبح کے ماتھے سے تاریکی سمٹتی دیکھو!
اک نئی صبح نئی شان سے آتی دیکھو!

سامعین! صحت و تندرستی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ جوانی کے عالَم میں روزمرہ زندگی کے جو کام ہم تیز تیز کر لیتے ہیں اور عبادات میں لمبا قیام، رکوع اور سجود بجالاتے ہیں وہ بڑھاپے میں

کہاں ادا ہوتے ہیں۔ خصوصاً آج کل کے دَور میں 40 سال کی عمر ہم میں سے کوئی مرد یا خاتون عبور کرتی ہے تو قویٰ مضمحل ہونے لگتے ہیں۔ گھر کے کام کاج میں مشکل پیش آنے کے علاوہ عبادات اور سجود کا حق ادا کرنے میں مشکل پیش آتی ہے۔ ہماری خواتین میں ورزش کرنے کا رجحان ذرا کم ہے۔ وہ سمجھتیں ہیں کہ ہم جو گھر کے کام کاج کر لیتی ہیں۔ ہانڈی روٹی پکالی، بچوں کو اسکولز سے لے آئیں یہی ہماری روز کی سیر ہے ہرگز ایسا نہیں۔ سیر وہ ہے جس کو قصد کر کے ذہن اور دماغ میں بٹھا کر کی جائے۔ آدھ گھنٹہ سے زیادہ سیر یا ورزش کرنی چاہئے کیونکہ ماہرین کہتے ہیں کہ پہلے گیارہ سے چودہ منٹ تو خون گرم کرنے کے لئے ہوتے ہیں اور سیر اس کے بعد شروع ہوتی ہے۔ جب خون گرم ہو کر باریک در باریک شریانوں میں سرایت کر جاتا ہے۔ جس سے بلڈ پریشر اور کولیسٹرول وغیرہ متوازی رہتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے خطبہ جمعہ 22 جولائی 2016ء میں فرماتے ہیں:

”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محنت و مشقت کی عادت اور صحت کے قائم رکھنے اور جسم کو چست رکھنے کے لئے کیا آپ کا معمول تھا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ سست ہرگز نہ تھے بلکہ نہایت محنت کش تھے اور خلوت کے دلدادہ ہونے کے باوجود مشقت سے نہ گھبراتے تھے اور بارہا ایسا ہوتا تھا کہ آپ کو جب کسی سفر پر جانا پڑتا تو سواری کا گھوڑا نوکر کے ہاتھ آگے روانہ کر دیتے اور آپ پاپیادہ بیس پچیس میل کا سفر طے کر کے منزل مقصود پر پہنچ جاتے بلکہ اکثر اوقات آپ پیادہ ہی سفر کرتے۔ پیدل سفر کرتے تھے اور سواری پر کم چڑھتے اور یہ عادت پیادہ چلنے کی آپ کو آخر عمر تک تھی اور سترّ سال سے متجاوز عمر میں جبکہ بعض سخت بیماریاں آپ کو لاحق تھیں اکثر روزانہ ہوا خوری کے لئے جاتے اور چار پانچ میل روزانہ پھر آتے اور بعض اوقات سات میل پیدل پھر لیتے تھے“

میرے بھائیو! ایک فائدہ سیر اور ورزش کا یہ ہے کہ ہم خدمت دین اور خدمت خلق کے حقوق کماحقہ ادا کر سکتے ہیں۔ ضعیف اور نحیف جسم کے ساتھ وقف کے حق بھی ادا نہیں ہو سکتے اور نہ ہی خدمت دین کا۔

میرے بھائیو! ہم نے اپنی خواتین کی ورزش اور سیر کے حوالہ سے بات کی ہے۔ ہماری خواتین میں ڈپریشن اور ذہنی و جسمانی امراض کا جو غلبہ نظر آتا ہے اس کی ایک بڑی وجہ سیر و ورزش کو مناسب مقدار میں نہ

کرنا ہے۔ تحقیقی طور پر یہ مسلمہ اصول ہے کہ سیر ڈپریشن اور Anxiety میں بھی کمی کا موجب ہوتی ہے۔ لہذا ہماری خواتین جہاں اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے دیگر امور میں اطاعت کرنے میں مَردوں سے بہت آگے ہیں۔ اس میدان میں بھی ہماری خواتین کو آنحضور ﷺ کے اسوہ پر چلتے ہوئے ورزش اور سیر اور چہل قدمی کرنی چاہیے۔ یوں آپ صحت مند بھی رہیں گی اور خوش خرم رہ کر خاوند کے حقوق بھی کماحقہ ادا کر کے بچوں کی تعلیم وتربیت کے حقوق بھی ادا کر سکیں گی۔ ہم نے دیکھا ہے کہ عورتوں کی خراب صحت کا اثر بچوں پر مَردوں کی خراب صحت سے زیادہ پڑتا ہے اور گھرانہ میں اداسی دیکھنے کو ملتی ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ احمدی بچوں کو اس حوالہ سے نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ورزش انسان کے کاموں کا حصہ ہے"

شیخ سعدی نے کہا ہے کہ

در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری است

وقت پیری گرگ ظالم میشود پرہیزگار!

بڑھاپے میں تو بھیڑیا بھی پرہیزگار بن جاتا ہے۔ اصل میں تو جوانی کے وقت توبہ اور پرہیزگاری نیکوں کا شیوہ ہے۔

بچپن اور جوانی کی عمر میں ورزش کے دُوررس فوائد دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ادھیڑ عمری اور ضعیف العمری میں انسان ان فوائد سے فائدہ اٹھاتا ہے اور متحرک رہتا ہے۔ کُرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے والوں کا بڑھتا ہوا رجحان اس امر کی نشان دہی کرتا ہے کہ ہم میں سے بہتوں نے جوانی میں ورزش اور چہل قدمی کی طرف توجہ نہیں کی۔

سامعین! ہمارے معاشرہ میں بڑھتا ہوا چڑچڑا پن، غصہ، لاابالی، تو تکار اور لڑائی جھگڑا دراصل یہی بتاتا ہے کہ ہم سیر اور چہل قدمی یا ورزش نہیں کرتے۔ ورزش کرنے سے جسم اور روح پر یہ بات بھی اچھے طریق سے اثر انداز ہوتی ہے جب طبیعت ہشاش بشاش رہے گی اور ماحول بھی خوش وخرم اور توانا رہے گا۔

میرے بھائیو! سیر و تفریح، چہل قدمی اور ورزش کا ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ تسبیح و تحمید، درود شریف مقررہ تعداد میں پڑھا جاسکتا ہے اور ہمارے بہت سے احمدی دوست و خواتین اس کو ترجیح بھی دیتے ہیں اور میں نے بھی یہ دیکھا ہے کہ ورزش اور تسبیحات میں ایک مخصوص تعداد ورزش کرتے مد نظر رہتی ہے۔ اگر ورزش اور اٹھک بیٹھک کی تعداد کو طاق رکھا جائے جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے کیونکہ وہ خود بھی طاق ہے تو ورزش خدا تعالیٰ سے ملاپ اور تعلق کا ذریعہ بھی بن جاتی ہے۔ ورزشی مقابلہ جات میں دُعا کا پہلو بھی بہت اہم رہتا ہے۔ ہم کوشش کریں اور تیاری بھی بھرپور کریں مگر دعا ضرور کریں۔ ہمارے معاشرہ میں ٹیم کا سر جوڑ کر دعا کرنے کا رواج بھی ٹھیک ہے۔ سیر یا چہل قدمی کے آغاز سے قبل بھی دعا ہوسکتی ہے۔

سامعین! گزشتہ دنوں جامعہ احمدیہ برطانیہ کے سالانہ کھیلوں کی اختتامی تقریب پر مکرم عبدالماجد طاہر صاحب ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی قبولیت دُعا کے چار واقعات سنا کر ہمیں اس اہم امر کی طرف توجہ دلائی کہ مقابلہ سے قبل دعا کرلینی چاہئے۔ ان میں سے ایک واقعہ سامعین کی نظر ہے۔

1992ء کا کرکٹ ورلڈ کپ ٹورنامنٹ تھا۔ سیمی فائنل میں نیوزی لینڈ کے ساتھ پاکستان کا مقابلہ تھا۔ نیوزی لینڈ نے بہت بڑا اسکور کرلیا تھا۔ لندن میں فجر کا وقت تھا کہ حضورؒ کو میچ کی صورت حال بتائی گئی۔ پاکستان کو چند گیندوں پر اس سے زیادہ رنز کی ضرورت تھی۔ حضورؒ نے فرمایا ابھی ایک چھکا لگے گا تو معاملہ ٹھیک ہو جائے گا۔ حضورؒ ابھی مسجد فضل میں داخل نہیں ہوئے تھے کہ معین خان نے چھکا لگا دیا اور ساتھ ہی ایک چوکا اور یوں پاکستان میچ جیت گیا۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے واقفین زندگی کو ورزش کی طرف توجہ دلواتے ہوئے ایک موقع پر فرمایا:

”ایکسر سائز نہ کرنے کی وجہ سے موٹاپا ہو جاتا ہے اور پھر دل کی تکلیف ہوتی ہے۔ صحت کے لئے ضروری ہے کہ باقاعدہ ایکسر سائز کی جائے۔ دو چار میل پیدل چل لیا کریں۔“

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی صحت کو بہتر بنانے اور خدمت دین میں بہتر طور پر حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ضضضض

{63} {مشاہدات۔143}

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُواْ الْخَيْرَاتِ أَيْنَ مَا تَكُونُواْ يَأْتِ بِكُمُ اللهُ جَمِيعاً إِنَّ اللهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (البقرہ:149)

اس آیت میں انسان کی نجی اور جماعتی و قومی زندگی میں ترقی کا رہنما اصول بیان ہوا ہے اور وہ ہر نیکی اور اچھائی کے میدان میں دوسروں سے آگے بڑھنے کی نصیحت و تلقین اور عمل ہے۔

معزز سامعین! میری آج تقریر کا عنوان ہے۔ **فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ** یعنی نیکیوں کے میدان میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا جذبہ۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اسے دے چکے مال و جاں بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار

سامعین! اِس آیت میں مسلمانوں کو بالخصوص نیکی اور بھلائی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا درس دیا گیا ہے۔ ایک مسلمان کی سارا سال ہی اس رہنما اصول کو اپنانے کی طرف توجہ رہنی چاہئے۔

آج سے 14 سو سال قبل صحابہؓ کی نجی و مذہبی زندگی کو اگر ہم تاریخ کے آئینہ میں دیکھیں تو صحابہ میں نیکیوں کے میدان میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی دوڑ لگی ہوئی نظر آتی ہے۔ کہیں مسجد میں پہلی صف میں بیٹھنے کے ثواب کے حصول کی خاطر اتنے صحابہؓ جمع ہو جاتے ہیں کہ قرعہ اندازی کروانے کا اظہار ہوتا ہے۔ کہیں اذان دینے کے شوق میں صحابہؓ میں قرعہ اندازی کروانی پڑتی ہے اور جب غریب اور مفلس صحابہؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ صاحبِ ثروت صحابہؓ مالی قربانی کرتے ہیں ہم نہیں کر سکتے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نماز کے بعد 33، 33 دفعہ سبحان اللہ، الحمدللہ اور 34 مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو تو تمہیں بھی امیر صحابہؓ کے برابر مالی قربانی کا ثواب مل جایا کرے گا۔ جب یہ ارشاد امیر صحابہؓ کے کانوں میں پڑتا ہے تو صاحبِ ثروت صحابہ بھی مسابقت الی الخیر کرتے ہوئے ان تسبیحات کا ورد شروع کر دیتے ہیں۔ اس پر غریب صحابہؓ نے دوبارہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اِس کیفیت سے آنحضورؐ کو آگاہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے (میں اس فضل کو کیسے روک سکتا ہوں)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”تمہاری زندگی کا مقصد اور مطمح نظر جس کو سامنے رکھ کر ایک انسان اپنے راستوں کا تعین کرتا ہے، وہ یہ ہونا چاہئے کہ تم نے نیکیوں میں ترقی کرنی ہے اور جب ہر مومن، ہر احمدی ایک لگن کے ساتھ، ایک تڑپ کے ساتھ اس دوڑ میں شامل ہو گا کہ اس نے نیکیوں میں ترقی کرنی ہے تو تصور کریں کہ ایسی صورت میں کس قدر حسین معاشرہ قائم ہو گا۔ جہاں عبادتوں کے بھی اعلیٰ معیار قائم ہو رہے ہوں گے اور دوسری نیکیوں کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے کی بھی کوشش کر رہے ہوں گے۔ کچھ تو ایک دوسرے کو دیکھ کر اس رنگ میں رنگین ہو رہے ہوں گے کہ ہم نے بھی وہ معیار حاصل کرنے ہیں جو دوسرے حاصل کر رہے ہیں۔ ان کو بھی یہ فکر ہو گی کہ ہم نے بھی خدا تعالیٰ کا قرب پانے کے وہ اعلیٰ معیار حاصل کرنے ہیں جو ہمارے بھائی حاصل کر رہے ہیں۔ دوسروں کی عبادتوں اور نیکیوں کو دیکھ کر حسد کے جذبے پیدا نہیں ہوں

گے بلکہ ان پر رشک آئے گا اور پھر خود بھی ان نیکیوں میں بڑھنے کی کوشش ہو گی۔ صحابہ کرام اس طرف بہت توجہ دیا کرتے تھے اور بڑی فکر کے ساتھ توجہ دیا کرتے تھے۔" (خطبہ جمعہ 29 اپریل 2005ء)

گویا نیکیوں میں آگے بڑھنا بھی اللہ کا فضل ہے جس کے حصول کے لئے اس میدان میں کوشاں رہنا چاہیئے۔

سامعین! صحابہؓ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سُننے کو ہر وقت مشّاق نظر آتے تھے۔ وہ تو دیوانوں کی طرح اپنے ساتھیوں سے پوچھا کرتے تھے کہ کوئی تازہ ارشاد ہو تو بتاؤ تا اس پر عمل کر کے دوسروں پر سبقت لی جاسکے۔ مدینہ کے نواح میں بسنے والے صحابہؓ نے ڈیوٹیاں لگا رکھی تھیں کہ فلاں شخص فجر کی نماز اور فلاں شخص ظہر کی نماز اور فلاں فلاں باقی نمازوں پر مسجدِ نبوی میں حاضر ہو گا اور جو بھی حضرت نبیِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہو اس کو مدینہ کے نواح میں بسنے والے صحابہ تک پہنچائے گا تا وہ مدینہ کے صحابہ سے پیچھے نہ رہ جائیں۔

سامعین! حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ میں مسابقت فی الخیرات کی دوڑ ہر میدان میں نظر آتی ہے۔ اشاعت اسلام کے لئے حضرت عمرؓ گھر کا نصف اثاثہ لے آتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ آج مَیں اپنے بھائی حضرت ابو بکرؓ کو مات دے دوں گا مگر تھوڑی دیر بعد حضرت ابو بکرؓ گھر کا سارا مال اُٹھا لاتے ہیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ پوچھنے پر کہ گھر میں کیا چھوڑ آئے ہو جواب میں فرماتے ہیں "مَیں اللہ اور اس کا رسولؐ گھر چھوڑ آیا ہوں"

ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر عبادت کا ایک دروازہ ہوتا ہے، نمازی کے لئے الگ دروازہ ہے۔ روزے دار کے لئے الگ، جہاد کرنے والوں کے لئے الگ اور ہر مومن اپنی نمایاں عبادات کی وجہ سے متعلقہ دروازہ سے داخل ہو گا۔ حضرت ابو بکرؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ کوئی ایسا بھی شخص ہے جو ان تمام دروازوں سے گزرے؟ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَیں اُمید کرتا ہوں آپ اُن میں ایک ہوں گے۔ (بخاری کتاب الصوم)

سامعین! ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی الصبح اپنے صحابہؓ کا مسابقت فی الخیرات کے لئے جائزہ لیا۔ تو حضرت ابو بکرؓ ہی اول ٹھہرے اور جنت کی بشارت حاصل کی۔

مجمع الزوائد میں یہ واقعہ یوں لکھا کہ ایک صبح فجر کی نماز کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے پوچھا۔ آج روزہ کس نے رکھا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی۔ مَیں نے رات ہی نفلی روزہ کی نیت کر لی تھی۔ پھر پوچھا مریض کی عیادت کس نے کی ہے؟ حضرت عمرؓ کہنے لگے صبح کی نماز کے بعد ابھی تو ہم یہیں ہی بیٹھے ہیں۔ وقت ہی نہیں ملا۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی صلی اللہ علیہ وسلم مَیں راستے میں آتا ہوا حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ سے ان کی بیماری کا حال احوال پوچھ آیا ہوں۔ پھر پوچھا کسی نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے۔ حضرت عمرؓ نے پھر وہی بات دہرائی جبکہ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ مَیں جب مسجد میں داخل ہوا تو ایک سوالی کو کھڑا دیکھا تو اپنے بیٹے عبد الرحمٰن کے ہاتھ سے روٹی کا ٹکڑا لے کر اُس سائل کو دے آیا ہوں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا اے ابو بکر! تمہیں جنت کی بشارت ہو۔ اس پر حضرت عمرؓ نے لمبی سانس لی اور کہا وائے جنت! تو مجھ سے دُور ہے۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا دی۔ اللہ عمر پر رحم کرے۔ اللہ عمر پر رحم کرے جب بھی وہ نیکی کا ارادہ کرتا ہے۔ ابو بکر اُس سے سبقت لے جاتا ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے لمبی سانس لی اور کہا یہ بڈھا (پیار سے) کسی میدان میں آگے نہیں بڑھنے دیتا۔

معزز سامعین! صحابہؓ میں بالخصوص ابو بکرؓ و عمرؓ میں مسابقت فی الخیرات کے بے شمار ایمان افروز واقعات ملتے ہیں۔ صرف ایک واقعہ اور بیان کر کے اپنی تقریر کو آگے بڑھاتا ہوں۔

ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات گئے گشت پر نکلے۔ راستے میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو نماز میں قرآن پڑھتے سنا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم رُک گئے جب وہ رکوع میں گئے تو آپؐ نے فرمایا مانگو۔ جو مانگو گے عطا کیا جائے گا۔ حضرت عمرؓ صبح سویرے یہ بشارت دینے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے گھر گئے۔ وہاں جا کر علم ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ تو رات ہی کو یہ بشارت سنا گئے تھے اور حضرت ابو بکرؓ نے مجھ سے پوچھا تھا کہ مَیں اس وقت کون سی دُعا کر رہا تھا۔ مَیں نے کہا

''رسول اللہؐ کی رفاقت اور معیت کی دُعا تھی جو مَیں مانگ رہا تھا''۔ سُبْحَانَ اللهِ ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ

یہی وہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ تھے جو کہا کرتے تھے کہ جنگِ بدر میں مشورہ کے وقت حضرت مقداد بن الأسودؓ کے الفاظ کاش! میرے منہ سے نکلے ہوتے اور یہ سعادت مجھے نصیب ہوتی کہ میں یہ کہتا کہ یارسول اللہ! ہم موسیٰ کی قوم کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ جاؤ! آپؐ اور آپؐ کا رب جا کر لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ ہم تو آپؐ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی، آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ آئے۔

بعض ہمارے بزرگوں نے صحابہؓ کی اقتداء میں نیکیوں کی فہرستیں بنا رکھی تھیں اور اپنے ساتھی دوستوں کے ساتھ موازنہ کر کے دیکھا کرتے اور چپکے چپکے اُن سے آگے بڑھنے کی ٹوہ میں رہتے تھے اور یہ دلچسپ مقابلہ دیکھنے کو ملتا تھا۔ مقابلہ کرتے ہوئے ہر نیکی کے میدان میں اوّل رہنا خدائی صفت'' الاوّل ''سے بھی مشابہت اختیار کرنا ہے۔

سامعین! حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک آدمی بے آب و گیاہ جنگل میں جا رہا تھا بادل گھرے ہوئے تھے اس نے بادل میں سے آواز سنی کہ اے بادل فلاں نیک انسان کے باغ کو سیراب کر۔ وہ بادل اس طرف کو ہٹ گیا پتھریلی سطح مرتفع پر بارش برسی۔ پانی ایک چھوٹے سے نالے میں بہنے لگا۔ وہ شخص بھی اِس نالے کے کنارے کنارے چل پڑا کیا دیکھتا ہے کہ یہ نالہ ایک باغ میں جا داخل ہوا اور باغ کا مالک کُدّال سے پانی اِدھر اُدھر مختلف کیاریوں میں لگا رہا ہے اور اس آدمی نے باغ کے مالک سے پوچھا اے اللہ کے بندے تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے وہی نام بتایا جو اس مسافر نے اس بادل سے سنا تھا۔ پھر باغ کے مالک نے اُس مسافر سے پوچھا اے اللہ کے بندے تم مجھ سے میرا نام کیوں پوچھتے ہو؟ اس نے کہا مَیں نے اس بادل میں سے جس کی بارش کا پانی تم لگا رہے ہو یہ آواز سُنی تھی کہ اے بادل! فلاں آدمی کے باغ کو سیراب کر۔ تم نے ایسا کون سا عمل کیا ہے جس کا یہ بدلہ تجھ کو ملا ہے۔ باغ کے مالک نے کہا اگر آپ پوچھتے ہیں تو سنیں میرا طریق کار یہ ہے کہ اس باغ سے جو پیدا

وار ہوتی ہے اس کا ایک تہائی خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہوں۔ ایک تہائی اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لیے رکھتا ہوں اور باقی ایک تہائی دوبارہ ان کھیتوں میں بیج کے طور پر استعمال کرتا ہوں۔

(مسلم کتاب الزھد باب الصدقۃ فی المساکین)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی نیکیوں میں ترقی کرنے کے بارہ میں فرماتے ہیں:

”سابق بالخیرات بننا چاہئیے ایک ہی مقام پر ٹھہر جانا کوئی اچھی صفت نہیں ہے۔ دیکھو ٹھہرا ہوا پانی آخر گندا ہو جاتا ہے۔ کیچڑ کی صحبت کی وجہ سے بدبودار اور بدمزہ ہو جاتا ہے۔ چلتا پانی ہمیشہ عمدہ، ستھرا اور مزیدار ہوتا ہے۔ اگرچہ اس میں بھی نیچے کیچڑ ہو۔ مگر کیچڑ اس پر کچھ اثر نہیں کر سکتا۔ یہی حال انسان کا ہے کہ ایک ہی مقام پر ٹھہر نہیں جانا چاہئے۔ یہ حالت خطرناک ہے۔ ہر وقت قدم آگے ہی رکھنا چاہئیے۔ نیکی میں ترقی کرنی چاہئے۔ ورنہ خدا تعالیٰ انسان کی مدد نہیں کرتا۔ اور اس طرح سے انسان بے نور ہو جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ آخر کار بعض اوقات ارتداد (دین سے پھر جانا) ہو جاتا ہے۔ اس طرح سے انسان دل کا اندھا ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی نصرت انہی کے شامل حال ہوتی ہے جو ہمیشہ نیکی میں آگے ہی آگے قدم رکھتے ہیں ایک جگہ نہیں ٹھہر جاتے اور وہی ہیں جن کا انجام بخیر ہوتا ہے۔“ (ملفوظات جلد 5 صفحہ 456)

سامعین! اسی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہؓ بھی کبھی کسی نیکی میں پیچھے نہیں رہتے تھے۔ قادیان میں ایک نابینا حافظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پُرانے صحابہ میں سے تھے۔ ایک روز حکیم صاحب کے پاس گئے اور یہ شکایت کی کہ میرے کانوں میں شائیں شائیں کی آواز سنائی دیتی ہے اور سنائی بھی کم دیتا ہے کوئی علاج بتائیں۔ حکیم صاحب نے بتایا کہ آپ کے کانوں میں خشکی ہے دودھ پیا کریں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ روٹی تو مجھے حضورؑ کے لنگر سے مل جاتی ہے دودھ کہاں سے پیوں۔ اسی دوران حضرت مولوی شیر علیؓ وہاں سے گزر رہے تھے انہوں نے یہ ساری گفتگو سُن لی اور خاموشی سے چلے گئے۔ اسی روز رات کے وقت ایک شخص حافظ صاحب کے پاس آیا اور قریباً ڈیڑھ سیر دودھ دے کر چلا گیا اور پھر یہ سلسلہ جاری رہا وہ شخص خاموشی سے آتا اور دودھ دے کر چلا جاتا۔ حضرت حافظ صاحب نے یہ قصہ شیخ عبدالعزیز صاحب کو سنایا۔

شیخ عبد العزیز فرماتے ہیں میرے دل میں خیال آیا کہ دیکھوں کہ یہ کون شخص ہے جو مسلسل ڈیڑھ سال سے دودھ لے کر آتا ہے اور کبھی ناغہ نہیں کرتا نہ ہی رقم کا مطالبہ کرتا ہے۔ چنانچہ اس خیال کے تحت میں روز اس شخص کے آنے سے پہلے ہی حافظ صاحب کے دروازے کے آس پاس گھومنے لگا اتنے میں ایک شخص ہاتھ میں برتن لیے ان کے گھر کے اندر چلا گیا۔ چونکہ سردیوں کے دن تھے حافظ صاحب اندر چارپائی پر بیٹھے تھے۔ اس شخص نے حسبِ معمول دودھ دیا۔ میں اُسے دیکھنے کے لیے جب اندر داخل ہوا وہ آہٹ سُن کر کونے میں جاکر کھڑا ہو گیا۔ اندھیرے کی وجہ سے مَیں اُسے پہچان نہ سکا۔ مَیں نے پاس جا کر پوچھا کہ بھائی! تم کون ہو؟ مجھے دھیمی آواز آئی۔ شیر علی! میں سخت شرمندہ ہوا کہ جس کام کو حضرت مولوی صاحب راز رکھنا چاہتے تھے مَیں نے اُسے افشاء کر دیا۔ مجھے دیر تک آپ کے سامنے جاتے ہوئے شرم محسوس ہوتی تھی۔ (الفضل 28 جون 2003ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”نیکی ایک زینہ ہے اسلام اور خدا کی طرف چڑھنے کا۔ لیکن یاد رکھو کہ نیکی کیا چیز ہے۔ شیطان ہر ایک راہ میں لوگوں کی راہ زنی کرتا ہے اور ان کو راہ حق سے بہکاتا ہے۔ مثلاً رات کو روٹی زیادہ پک گئی۔ صبح کو باسی بچ رہی۔ عین کھانے کے وقت کہ اس کے سامنے اچھے اچھے کھانے رکھے ہیں ابھی ایک لقمہ نہیں لیا کہ دروازے پر آکر فقیر نے صدا کی اور روٹی مانگی۔ کہا کہ باسی روٹی سائل کو دے دو۔ کیا یہ نیکی ہو گی؟ باسی روٹی تو پڑی ہی رہنی تھی۔ تنعّم پسند اسے کیوں کھانے لگے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا (الدھر:9) یہ بھی معلوم رہے کہ طعام کہتے ہی پسندیدہ طعام کو ہیں۔ سڑا ہوا باسی طعام نہیں کہلاتا۔ الغرض اس رکابی میں سے جس میں ابھی تازہ کھانا اور لذیذ اور پسندیدہ رکھا ہوا ہے۔ کھانا شروع نہیں کیا۔ فقیر کی صدا پر نکال دے تو یہ تو نیکی ہے۔“

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 75۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

سامعین! پھر ایک اور جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اسلام میں انسان کے تین طبقے رکھے ہیں۔ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ، مُقْتَصِدٌ، سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ۔ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ تو وہ ہوتے ہیں جو نفسِ امّارہ کے پنجے میں گرفتار ہوں اور ابتدائی درجہ پر ہوتے ہیں۔ جہاں تک ان

سے ممکن ہوتا ہے وہ سعی کرتے ہیں کہ اس حالت سے نجات پائیں۔ مُقْتَصِدٌ وہ ہوتے ہیں جن کو میانہ رَو کہتے ہیں۔ ایک درجہ تک وہ نفس امّارہ سے نجات پا جاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی کبھی کبھی اس کا حملہ اُن پر ہوتا ہے اور وہ اس حملہ کے ساتھ ہی نادم بھی ہوتے ہیں، پورے طور پر ابھی نجات نہیں پائی ہوتی۔ مگر سَابِقٌ بِالْخَیْرَات وہ ہوتے ہیں کہ اُن سے نیکیاں ہی سرزد ہوتی ہیں اور وہ سب سے بڑھ جاتے ہیں۔ ان کے حرکات و سکنات طبعی طور پر اس قسم کے ہو جاتے ہیں کہ اُن سے افعالِ حسنہ ہی کا صدور ہوتا ہے۔ گویا ان کے نفس امّارہ پر بالکل موت آ جاتی ہے اور وہ مطمئنہ حالت میں ہوتے ہیں۔ ان سے اس طرح پر نیکیاں عمل میں آتی ہیں گویا وہ ایک معمولی امر ہے۔ اس لئے ان کی نظر میں بعض اوقات وہ امر بھی گناہ ہوتا ہے جو اس حد تک دوسرے اس کو نیکی ہی سمجھتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی معرفت اور بصیرت بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے جو صوفی کہتے ہیں حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْن"

(الحکم جلد 9 نمبر 39 مورخہ 10ء نومبر 1905ء صفحہ 6-5)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن میں چار باتیں پائی جاتی ہیں وہ ہیں اُولٰٓئِکَ یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ جن کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ہمارے اس حکم کی تعمیل کی کہ وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُہَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اور یہی لوگ ہیں جن کے اندر مسابقت کی روح پیدا ہو سکتی ہے وہ جو اپنے ربّ کی خشیت کا احساس نہیں رکھتے وہ جو اپنے ربّ کی آیات عظیمہ (قرآن کریم) پر ایمان نہیں لاتے وہ جن کے دلوں میں شرک کی باریک معصیت پائی جاتی ہے اور وہ جب نیکی کرتے ہیں تکبر سے کام لیتے ہیں سمجھتے ہیں کہ ہم نے ایسے کام کیے ہیں کہ اب ہمارا ربّ مجبور ہے کہ ہماری ان باتوں کو قبول کرے اور ہمیں بہتر جزا دے وہ لوگ مُسَابَقَتْ فِیْ الْخَیْرَات اور یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ کے مصداق نہیں ہوا کرتے نہ ان میں مُسَابَقَتْ فِیْ الْخَیْرَات پائی جاتی ہے نہ وہ جلدی جلدی نیکیوں کی طرف متوجہ ہونے والے اور حرکت کرنے والے ہوتے ہیں۔"

(انوار القرآن جلد 1 صفحہ 489)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان پر یہ فرض قرار دیا ہے کہ وہ نیکیوں پر قائم ہو اور نہ صرف نیکیوں پر قائم ہو بلکہ ان میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش بھی کرے۔ تو جب آپس میں ایمان لانے والوں کو نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا حکم ہے تو پھر یہ کس طرح برداشت ہو سکتا ہے کہ غیروں کے مقابلے میں کسی بھی قسم کی کوئی بھی نیکی ان کی کم ہو اور وہ دوسروں سے آگے نکلنے کی کوشش نہ کریں۔ کیونکہ نیکی کرنا اور نیک اعمال بجالانا تو صرف مومن کا ہی خاصہ ہے اور ہونا بھی چاہئے کیونکہ وہ اللہ کے نزدیک بہترین مخلوق ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْاالصّٰلِحٰتِ۔ اُوْلٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ (البینۃ:8) یقیناوہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے یہی ہیں وہ جو بہترین مخلوق ہیں۔ کیونکہ اب اسلام قبول کرکے اور ان لوگوں میں شامل ہو کر جن میں شامل ہونے کی ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی تھی، حکم دیا تھا، مسیح و مہدی کو مان کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیادہ مضبوط بندھن اور تعلق کا اگر دعویٰ کرتے ہیں تو آپ کے لئے اگر کامیابی کی کوئی راہ ہے اور آپ اگر اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کی رضا کو حاصل کرنا چاہتے ہیں تو پھر صرف اور صرف یہی راستہ ہے کہ نیکیوں میں آگے بڑھیں۔ یہی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اگر تم مسلمان ہو اور پکے مسلمان ہو تو تمہیں خوشی سے اچھلنا چاہئے، خوش ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک راستہ دکھا دیا جو اس کی طرف لے جانے والا ہے۔“ (خطبہ جمعہ 10 ستمبر 2004ء)

پڑ جائے ایسی نیکی کی عادت خدا کرے
سرزد نہ ہو کوئی بھی شرارت خدا کرے

ضضضض

{64} {مشاہدات۔234}

شخصیت پرستی اور اِس کے مضر اثرات

وَ لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ (البقرۃ:149)

اور ہر ایک کے لئے ایک مطمحِ نظر ہے جس کی طرف وہ منہ پھیرتا ہے۔ پس نیکیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ۔

میں اپنے پیاروں کی نسبت
ہرگز نہ کروں گا پسند کبھی
وہ چھوٹے درجہ پہ راضی ہوں
اور اُن کی نگاہ رہے نیچی

سامعینِ کرام! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **شخصیت پرستی اور اِس کے مضر اثرات**

سامعین! خلافت احمدیہ کی افادیت و برکات کا اندازہ صرف اس بات سے ہی لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح کے خطبات و خطابات علم و معرفت کے خزانوں سے بھرے ہوتے ہیں جن کو سُن کر جہاں احباب جماعت اپنی اصلاح و تربیت کی طرف توجہ کرتے ہیں وہاں بہت سے پُر حکمت نکات بھی مال۔ و مطاع کے طور پر حاصل ہوتے ہیں۔ جیسے غزوہ بدر میں شریک ہونے والے خوش قسمت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات و واقعات اور سوانح پر مشتمل طویل ترین خطبات کے سلسلہ کے تحت حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت و سوانح پر خطبات کی جو سیریز جاری رہی، اس میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک جنگ میں حضرت عمرؓ کی طرف سے سپہ سالار حضرت خالد بن ولیدؓ کو فوج کی سربراہی سے معطل کر کے کسی اور صحابی کو اُن کی جگہ سپہ سالار مقرر کرنے کا ذکر فرمایا اور اس کی وجہ یہ

بتلائی کہ لوگ حضرت خالد بن ولیدؓ پر بہت انحصار کرنے لگے تھے کہ اگر اسلامی فوج، حضرت خالد بن ولیدؓ کی سپہ سالاری میں بھجوائی جائے گی تو فتح ضرور قدم چومے گی۔ یہ شخصیت پرستی ہے یہ خیال بالآخر شرک کے زمرے میں آتا ہے۔اسی کے سدّباب کے لئے حضرت عمرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو معطل کر دیا تھا تاکہ نہ صرف مسلمانوں کے دل میں پنپنے والا یہ غلط خیال ختم ہو جائے بلکہ آئندہ یہ سبق بھی مل جائے کہ کچھ بھی ہو جائے اس قسم کے شرک کی ہر حالت میں بیخ کنی کرنی۔ہے۔

یہ واقعہ تحریر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی ولولہ انگیز خلافت کا آخری دور یاد آرہاہے جب مختلف جماعتیں اور مجالس، جماعت کے چوٹی کے اَجَل علماء کے نام لکھ کر اپنے ہاں جلسوں میں تقاریر کے لئے بھجوانے کی درخواست کرتی تھیں تو حضور رحمہ اللہ اس مطلوبہ عالِم دین کو نہ بھجواتے بلکہ دعاؤں کے ساتھ کسی اور دوست کو خواہ وہ جونئیر ہی ہوتے بھجوادیتے اور فرمایا کرتے تھے کہ کسی اعلیٰ مقرر کا نام لکھ کر منگوانا شرک کے زمرہ میں آتا ہے گویا کہ اگر وہ نہ گیا تو جلسہ کامیاب نہ ہو گا۔ یہ بھی حضرت خلیفۃ المسیح رحمہ اللہ کی دُوررس نگاہوں میں شرک کی ایک قسم یعنی شخصیت پرستی کی نفی تھی اور جماعت کو یہ بتانا تھا کہ اس قسم کے شرک کو اپنے درمیان سے نکال باہر کریں اور اپنے آپ کو موَحد جماعت بنائیں۔

سامعین! دینی تعلیمات کی روشنی میں شخصیت پرستی، شرک کی ابتداء ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ شرک کی ابتدائی سیڑھی ہے تو غلط نہ ہو گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عظیم ہستی کے ساتھ کسی اور کو کھڑا کیا جائے اور یہ کہا جائے کہ نعوذ باللہ یہ شخص ہی ہمیں کامیاب کرواسکتا ہے یا ہمارے کام کر سکتا ہے۔ یہ اور اس طرح کے سب خیال شرک ہیں اور چاہے یہ شخصیت پرستی ہو یا کچھ اور۔

گزشتہ زمانے میں فوت ہونے والے بڑے لوگوں کے مجسّمے، مورتیاں اور تصویریں بنا کر عبادت کے لئے یا ان کو یاد کرنے کے لئے سجالینا شخصیت پرستی کے زمرے میں آتا ہے۔ خانہ کعبہ میں جو بت رکھے ہوئے تھے وہ مشرکین کے بزرگوں کے ناموں سے ہی تو منسوب تھے۔ جن کو اللہ۔تعالیٰ کے حکم کے ماتحت موَحد نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مسمار کر دیا تھا۔ سورہ نوح آیت 24 میں وُدّ، سواع، یغوث، یعوق اور نَسْر کے نام سے عرب کے دیوتاؤں اور بتوں کا ذکر ملتا ہے یہ درحقیقت عرب قوم کے بزرگوں، ستاروں اور ان کی منزلوں کے نام تھے۔ جن کی عربوں نے بت بنا کر پرستش شروع کر دی تھی، مکہ والوں

نے اپنے باپ دادوں سے سن کر اپنے بتوں کے یہ نام رکھے تھے۔ اس پریکٹس کا ذکر قرآن کریم کی آیت اِتَّخَذُوۡۤا اَحۡبَارَہُمۡ وَ رُہۡبَانَہُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ (التوبہ:31) میں بہت واضح رنگ میں بیان فرمایا گیا ہے۔

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور مثال، قرآن کے حوالہ سے پیش کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِہِ الرُّسُلُ (آل عمران :145)

کہ محمدؐ صرف ایک رسول ہیں۔ یقیناً ان سے پہلے تمام رسول گزر چکے ہیں۔ اس آیت کو بھی شخصیت پرستی کی نفی میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ جب آپؐ کی وفات کے بعد یہ تصور کیا جانے لگا کہ آپؐ وفات نہیں پا سکتے جس کا اعلان حضرت عمرؓ نے بھی ان الفاظ میں کر دیا تھا کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضرت محمدؐ اب اس دنیا میں نہیں رہے مَیں اس کی گردن قلم کر دوں گا۔ اس فتنہ کا حضرت ابو بکرؓ نے آل عمران کی آیت 145 پڑھ کر ہی قلع قمع کیا تھا کہ حضرت محمدؐ ایک رسول ہی تو تھے۔ آپؐ سے پہلے تمام رسول وفات پا چکے ہیں۔ لہٰذا سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے ہیں۔ تو جہاں یہ وفات مسیح پر صحابہ کا پہلا اجماع تھا وہاں اسلام میں شخصیت پرستی کی روک تھام کے لئے بھی یہ پہلا اعلانِ عام تھا جو سیدنا حضرت ابو بکرؓ کے زبان مبارک سے ہوا۔

یہی کیفیت یا اس سے ملتی جلتی کیفیت ہمیں آج کے مامور سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے دَور میں آپؑ کے والد محترم حضرت غلام مرتضیٰ مرحوم کی وفات پر دیکھنے کو ملتی ہے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے والد ماجد کی وفات پر زندگی کے معاش کی فکر دامن گیر ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے قرآنی آیت اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ بطور الہام نازل فرما کر آپؑ کو تسلی دی اور فرمایا۔ کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں؟ تو یہاں بھی شخصیت پرستی کے طرز عمل کی نفی کر دی گئی۔

سامعین! بعض لوگ اپنے بیٹوں پر انحصار کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ عنایتِ ربی ہے۔ اُسی کی دین ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ اپنی اولاد کو مہمان سمجھنا چاہئے۔ پھر آپ علیہ۔ السلام اس حوالہ

سے حضرت ابراہیمؑ کی مثال دے کر فرماتے ہیں کہ ”ابراہیم علیہ السلام کا یہی عظیم الشان اخلاص تھا کہ بیٹے کی قربانی کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اسلام کا منشاء یہ ہے کہ بہت سے ابراہیم بنائے۔ پس تم میں سے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے کہ ابراہیم بنو۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں

ولی پرست نہ بنو بلکہ ولی بنو

اور پیر پرست نہ بنو بلکہ پیر بنو

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 518)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مضمون کو نہایت آسان اور پُر معارف معنوں میں یوں بیان فرمایا ہے۔

”ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم کرتے ہیں اور ہم یقین کرتے ہیں کہ جو کچھ وہ کرتا ہے بہتر کرتا ہے۔ یہ مت خیال کرو کہ اللہ تعالیٰ کے کاروبار میں جن کا اس نے ارادہ کیا ہوتا ہے کسی قسم کا فرق آجاتا ہے۔ ایسا تو وہم کرنا بھی سخت گناہ ہے۔ نہیں بلکہ وہ کاروبار جس طرح وہ چاہتا ہے بدستور چلتا ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اُسے چلاتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مَیں نے ابھی ذکر کیا ہے کہ وہ راستہ ہی میں فوت ہو گئے۔ قوم چالیس دن تک ماتم کرتی رہی۔ مگر خدا تعالیٰ نے وہی کام یشوع بن نون سے لیا اور پھر چھوٹے چھوٹے نبی آتے رہے یہاں تک کہ مسیح ابنِ مریم آ گیا اور اس سلسلہ میں جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ سے شروع کیا تھا۔ کوئی فرق نہ آیا۔

پس یہ کبھی نہیں سمجھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ میں کوئی فرق آجاتا ہے۔ یہ ایک دھوکہ لگتا ہے اور بُت پرستی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اگر یہ خیال کیا جاوے کہ ایک شخص کے وجود کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ میں تو اللہ تعالیٰ کے وجود کے سوا کسی اور طرف نظر اُٹھانا بھی پسند نہیں کرتا۔“

فرمایا۔ ”میرے ایک چچا فوت ہو گئے تھے عرصہ ہوا میں نے ایک مرتبہ اُن کو عالم رؤیا میں دیکھا اور ان سے اس عالم کے حالات پوچھے کہ کس طرح انسان فوت ہوتا ہے اور کیا ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت عجیب نظارہ ہوتا ہے جب انسان کا آخری وقت قریب آتا ہے تو دو فرشتے جو سفید پوش ہوتے ہیں سامنے آتے ہیں اور وہ کہتے ہیں مولا بس۔ مولا بس۔

(فرمایا: حقیقت میں ایسی حالت میں جب کوئی مفید وجود درمیان سے نکل جاتا ہے تو یہی لفظ مولا بس موزوں ہوتا ہے)

اور پھر وہ قریب آکر دونوں اُنگلیاں ناک کے آگے رکھ دیتے ہیں۔ اے رُوح! جس راہ سے آئی تھی اسی راہ سے واپس نکل آ۔

فرمایا:

”طبی امور سے ثابت ہوتا ہے کہ ناک کی راہ سے روح داخل ہوتی ہے اسی راہ سے معلوم ہوا نکلتی ہے۔ توریت سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ نتھنوں کے ذریعہ زندگی کی روح پھونکی گئی۔“

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 274-275)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پیر پرستی کے بارہ میں فرماتے ہیں:

”عوام الناس میں جس قدر بدرسومیں پھیلی ہوئی ہیں جو مخلوق پرستی تک پہنچ گئی ہیں ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ بعض پیر پرستی میں اس قدر بڑھ گئے ہیں جو اپنے پیروں کو معبود قرار دے دیا ہے۔ بعض قبروں کی نسبت اس قدر غلو رکھتے ہیں کہ قریب ہے کہ ان قبروں کو ہی اپنا خدا تصور کر لیں بلکہ کئی لوگ قبروں پر سجدے کرتے دیکھے گئے ہیں اور وہ لوگ جو پیر اور سجادہ نشین کہلاتے ہیں۔ اکثر لوگوں میں ان میں سے بدعملی حد سے بڑھ گئی ہے اور وہ لوگ خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں بلکہ اپنی طرف بلاتے ہیں۔“

(چشمہ معرفت صفحہ 311 مطبوعہ 1908ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اسلام کا منشا یہ ہے کہ بہت سے ابراہیم بنائے۔ پس تم میں سے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے کہ ابراہیم بنو۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ

ولی پرست نہ بنو۔ بلکہ ولی بنو

اور پیر پرست نہ بنو۔ بلکہ پیر بنو

تم اُن راہوں سے آؤ۔ بے شک وہ تنگ راہیں ہیں لیکن ان سے داخل ہو کر راحت اور آرام ملتا ہے۔ مگر یہ ضروری ہے کہ اس دروازہ سے بالکل ہلکے ہو کر گزرنا پڑے گا۔ اگر بہت بڑی گٹھری سر پر ہو تو مشکل

ہے۔ اگر گزرنا چاہتے ہو تو اس گٹھری کو جو دنیا کے تعلقات اور دنیا کو دین پر مقدم کرنے کی گٹھری ہے، پھینک دو۔ ہماری جماعت خدا کو خوش کرنا چاہتی ہے تو اس کو چاہئے کہ اس کو پھینک دے۔ **تم یقیناً یاد رکھو کہ اگر تم میں وفاداری اور اخلاص نہ ہو تو تم جھوٹے ٹھہروگے اور خدا تعالیٰ کے حضور راستباز نہیں بن سکتے۔** ایسی صورت میں دشمن سے پہلے وہ ہلاک ہوگا جو وفاداری کو چھوڑ کر غدّاری کی راہ اختیار کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ فریب نہیں کھا سکتا اور نہ کوئی اسے فریب دے سکتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ تم سچا اخلاص اور صدق پیدا کرو۔" **(ملفوظات جلد 3 صفحہ 188 تا 190 ایڈیشن 1984ء)**

سامعین! اپنا ایک مقام بنانا چاہئیے۔ دنیاوی خواہشات کو اپنے اوپر طاری نہ ہونے دیں۔ خود کو نیک کاموں میں اتنا مصروف کر لیں کہ لوگ آپ کو دیکھ کر کہیں کہ یہ شخص نیک ہے اور ہمیں اس کی پیروی کرنی چاہیے۔ان لوگوں کی مثال نہ بنیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا بھی دعویٰ کرتے ہیں اور دنیاوی خواہشات کے حصول کے لیے اتنا گر جاتے ہیں کہ بجائے خدا کی رحمت طلب کرنے کے پیروں فقیروں کے در کے چکر کاٹتے ہیں۔

ہمارے موجودہ اور محبوب امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی خطبہ جمعہ 22 جون 2021ء اور خطبہ عید الفطر 2021ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں اس مضمون پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کی طرف توجہ دلائی ہے۔

روحانی بزرگوں سے پیار تو شخصیت پرستی نہیں

سامعین! یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم انبیاء، صلحاء اور خلفاء کرام سے جو پیار کرتے ہیں اور ان پر اپنی جان، مال، عزت اور وقت غرض سب کچھ وار دیتے ہیں کیا یہ شخصیت پرستی کے زمرے میں نہیں آتا؟

اس کا آسان جواب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول سے تم اپنی جانوں سے زیادہ پیار کرو۔ پھر ایک مقام پر یہاں تک فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ نیک صالح لوگوں کی محبت خود پیدا فرما دیتا ہے۔ جیسے فرمایا:

اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجۡعَلُ لَهُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا

(مریم:97)

ترجمہ: یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اُن کے لئے رحمان محبت پیدا کر دے گا۔
اور یہ مضمون احادیث میں بھی ملتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل کو آواز دے کر اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ مَیں فلاں بندے سے محبت رکھتا ہوں تم بھی اس سے محبت رکھو۔ (بخاری کتاب بدءالخلق) جبکہ نیک، صلحاء سے دشمنی کے حوالہ سے حدیثِ قدسی ہے کہ جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے مَیں اس سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔

(صحیح بخاری کتاب الرقاق)

پس ہماری اپنے خلفاء سے محبت طبعی ہے۔ جو ہماری جانوں اور دل کے نہاں خانوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کر دی گئی ہے۔ نظامِ خلافت اور خلفاء کے انتخاب کا طریق اس حقیقت پر گواہ ہے کہ جماعت شخصیت پرستی پر نہ یقین رکھتی ہے اور نہ ہی کسی وجود کو ایسا مقام دیتی ہے۔ جماعت کا نظام اس کے ہر شعبہ نظام میں انسانوں کی تبدیلی کے ساتھ آگے کی طرف بڑھتا چلا جارہا ہے اور ان شاء اللہ بڑھتا چلا جائے گا۔ ہم الحمدللہ توحید کے قائل ہیں اور توحیدِ الٰہی کے ہی علمبردار رہیں گے۔ یہ سبق ہے جو ہمیں سورۃ الفاتحہ میں ملتا ہے کہ تمام تعریفیں اُس اللہ جو رحمٰن، رحیم اور مالک یوم الدین ہے کے لیے ہیں۔ اسی کی عبادت کرنے اور استعانت چاہنے کا ہم عزم کرتے ہیں اور ہدایت کے لئے بھی اسی واحد لاشریک خدا سے طلبگار ہیں۔

جبکہ بعض فرقوں میں شخصیت پرستی اور شرک کی کیفیت اس حد تک پھیلی ہوئی ہے کہ درگاہیں بنی ہوئی ہیں۔ حقیقی علم سے نابلد لوگ ان خانقاہوں اور درگاہوں میں حاضر ہو کر سجدہ ریز ہوتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگی جاتی ہیں۔ یہ سلسلہ صرف عام زندگی میں ہی نہیں بلکہ سطحی سیاست کے ادنیٰ درجہ کے میدانوں میں بھی بدرجہ اولیٰ موجود ہے اور عوام الناس یہ سمجھ بیٹھتے ہیں یا ان کے ذہنوں میں یہ چیز بٹھادی جاتی ہے کہ تمہارا یہی لیڈر ہے جو تمہیں دریا پار لگا سکتا ہے اور دنیاوی لیڈر بھی یہی سمجھ بیٹھتے ہیں اور یہی ادھورا اور کھوکھلا سبق وہ اپنی عوام کو دینا شروع کر دیتے ہیں۔ ہم تیسری دنیا میں اکثر ایسے دیکھتے ہیں۔ اسی سے بُت پرستی کی ابتداء ہوتی ہے۔ یہی وہ شخصیات کے بُت ہیں جو وہ اپنے ہاتھوں سے تراش کر ان کی پوجا کرتے ہیں اور ایشیائی کلچر میں ہم اپنے آپ کو مسلمان، خدائے واحد و یگانہ کا بندہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں

مگر ان معاشروں میں بعض لوگوں کے دل صنم کدہ بنے ہوئے ہیں۔ جس سے اعتدال کو خیر باد کہہ کر افراط و تفریط اور غلو ان میں جنم لیتا ہے۔ شدت پسندی، انتہا پسندی اور جذباتیت کو فروغ ملتا ہے۔ امن کا جنازہ نکلنا شروع ہوتا ہے اور معاشرہ مختلف برائیوں سے زنگ آلود بلکہ زہر آلود ہوتا ہے۔

آجکل کے پیر تو لوگوں کو غلط راستے پر ڈال کر جنت کا لالچ دے کر دوزخ کی طرف رہنمائی کر رہے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ اُن کی ایک بہن کسی پیر کی مرید تھی۔ حضرت خلیفہ اولؓ نے اُنہیں کہا کہ تم بھی اب کچھ خوفِ خدا کرو، اب سمجھ جاؤ، اپنی دنیا و عاقبت سنوارو اور احمدی ہو جاؤ۔ تو وہ کہنے لگی کہ مجھے احمدی ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں نے فلاں پیر صاحب کی بیعت کر لی ہے وہ بڑے پہنچے ہوئے پیر صاحب ہیں۔ انہوں نے مجھے کہہ دیا ہے کہ تمہیں کسی قسم کی نیکیاں کرنے کی ضرورت نہیں۔ تم ہماری سچی مریدنی ہو، جو جی میں آئے کرتی رہو، کوئی نیکی بجالانے کی ضرورت نہیں، تمہارے سب گناہ ہم نے اُٹھا لئے ہیں۔ گویا کفّارہ کا نظریہ صرف عیسائیوں میں نہیں ہے ان مسلمان پیروں نے بھی پیدا کیا ہوا ہے تو کیا یہ لوگ خیرِ اُمت کہلانے کے حقدار ہیں؟ بہر حال حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی بہن کو کہا کہ دوبارہ اپنے پیر صاحب کے پاس جاؤ تو اُن سے پوچھنا کہ جب قیامت کے دن ایک ایک شخص سے اُس کے عمل کے بارہ میں پوچھا جائے گا اور گناہوں کی وجہ سے جوتیاں پڑنی ہیں تو پھر پیر صاحب کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ آپ نے اپنے مریدوں کے گناہ اُٹھا لئے ہیں آپ کو کتنی جوتیاں پڑیں گی؟ تو بہر حال وہ کہنے لگیں کہ مَیں پیر صاحب سے ضرور پوچھوں گی۔ دوبارہ جب آپ کو ملنے آئیں تو آپ نے فرمایا کہ کیا پیر صاحب سے سوال پوچھا تھا؟ کہنے لگیں۔ مَیں نے پوچھا تھا اور جس بات کو آپ نے بہت بڑا مسئلہ بنا کر پیش کیا تھا، پیر صاحب نے تو اُسے منٹوں میں حل کر دیا۔ آپ نے فرمایا کیسے؟ کہنے لگی میرے سوال پر پیر صاحب کہنے لگے۔ دیکھو! جب فرشتے تم سے پوچھیں کہ تم نے فلاں فلاں گناہ کیوں کئے ہیں تو کہہ دینا۔ مجھے تو اس کا کچھ نہیں پتہ۔ یہ پیر صاحب یہاں کھڑے ہیں مجھے تو انہوں نے کہا تھا کہ جو جی میں آئے کرو، تمہیں کوئی نہیں پوچھے گا۔ اب یہ پیر صاحب کھڑے ہیں ان سے پوچھ لیں۔ اس پر وہ تمہیں چھوڑ دیں گے، تمہاری طرف نہیں دیکھیں گے۔ جب تمہاری طرف سے نظریں پھیریں تم دوڑ کر جنت میں داخل

ہو جانا۔ پیر صاحب کہتے ہیں باقی رہ گیا میرا معاملہ تو جب فرشتے مجھ سے پوچھیں گے تو مَیں اپنی لال لال آنکھیں نکال کر غصے سے کہوں گا کہ کربلا میں ہمارے نانا حضرت امام حسینؑ نے جو قربانیاں دی تھیں کیا وہ کافی نہیں تھیں کہ آج پھر تم لوگ ہمیں تنگ کر رہے ہو۔ دنیا میں دنیا والوں نے ہمارا جینا حرام کر دیا تھا اور آج یہاں آئے ہیں تو تم بھی وہی طریق اختیار کئے ہوئے ہو اور ہمارے اعمال کے بارے میں پوچھ رہے ہو کہ کئے کہ نہیں کئے۔ تو اس پر فرشتے شرمندہ ہو کر ایک طرف ہٹ جائیں گے اور ہم گردن اکڑاتے ہوئے جنت میں بڑے رعب، دبدبے سے داخل ہو جائیں گے۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد نمبر 7 صفحہ نمبر 208-209)

سامعین! بالکل یہی آج کل کے پیروں فقیروں کا حال ہے جو خود بھی جہنم کا ایندھن بنیں گے اور غریب اور معصوم لوگوں کو بھی اس ایندھن کا حصہ بنائیں گے۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ایک بہت بڑا طبقہ پاکستان میں بھی اور ہندوستان میں بھی بلکہ اکثر مسلمان ممالک میں جاہل لوگوں کا تو ہے ہی، لیکن صرف جاہلوں کا ہی نہیں بلکہ ایسے پڑھے لکھے لوگوں کا بھی ہے جو اپنے آپ کو کم از کم پڑھا لکھا سمجھتے تو ہیں، جن میں ہمارے لیڈر بھی ہیں اور سیاستدان بھی ہیں۔ کئی کا مجھے علم بھی ہے جو نہ نمازیں پڑھیں گے، نہ قرآن پڑھیں گے لیکن پیروں کے مرید ہیں اور اُن کی دعاؤں کو ہی اپنے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ اگر جنتیں اس طرح قریب ہونی ہیں اور ملنی ہیں پھر تو قرآنِ کریم کے احکامات کی نعوذ باللہ کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ قرآنِ کریم کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ پس ہم بڑے خوش قسمت ہیں جنہوں نے زمانے کے امام کو مان کر جنت کی حقیقت کا پتہ لگایا ہے۔ خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ادراک حاصل کیا ہے۔"

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 23 ستمبر 2011ء)

پس یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم حضرت مسیح موعودؑ اور آپؑ کی خلافتِ حقہ سے منسوب ہو کر ان رسوم ورواج اور شرک پیدا کرنے والی خرافات سے کوسوں دور ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام، اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے والی جماعت پیدا کرنے آئے تھے جو اپنی عبادتوں کی حفاظت کر سکے۔ آپؑ پیر پرستی ختم کرنے آئے تھے۔ اس لئے آپؑ نے فرمایا تھا کہ "پیر پرست نہ بنو بلکہ پیر بنو"

اللہ تعالیٰ ہم سب کو وحدہ لاشریک خدا کے حقیقی پرستاراور عبادت گزار بنائے اور شرک کی طرف لے جانے والی شخصیت پرستی ہمارے قریب تک نہ آئے۔ آمین

ذکر خدا پہ زور دے ظلمتِ دل مٹائے جا
گوہرِ شب چراغ بن دنیا میں جگمگائے جا
خالی امید ہے فضول سعیٔ عمل بھی چاہیے
ہاتھ بھی تو ہلائے جا، آس کو بھی بڑھائے جا

(کمپوزڈبائی: عائشہ منصور چوہدری۔ جرمنی)

ضضضض

{ 65} {مشاہدات۔354}

رمضان اور والدین کی اطاعت کا سبق

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلۡ تَعَالَوۡا اَتۡلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمۡ عَلَيۡكُمۡ اَلَّا تُشۡرِكُوۡا بِهٖ شَيۡـًٔا وَّبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا (الانعام:152)

ترجمہ: تو کہہ دے آؤ میں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے ربّ نے تم پر حرام کر دیا ہے (یعنی) یہ کہ کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور (لازم کر دیا ہے کہ) والدین کے ساتھ احسان سے پیش آؤ۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ أَنْ يُغْفَرَ لَهُ وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ أَدْرَكَ عِنْدَهُ أَبَوَاهُ الْكِبَرَ فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ

(ترمذی حدیث3545)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اُس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ شخص مجھ پر درود نہ بھیجے اور اُس شخص کی بھی ناک خاک آلود ہو جس کی زندگی میں رمضان کا مہینہ آیا اور اس کی مغفرت ہوئے بغیر وہ مہینہ گزر گیا، اور اس شخص کی بھی ناک خاک آلود ہو جس نے اپنے ماں باپ کو بڑھاپے میں پایا ہو اور وہ دونوں اُسے ان کے ساتھ حسن سلوک نہ کرنے کی وجہ سے جنت کا مستحق نہ بنا سکے ہوں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

آج کے درس کا عنوان ہے ”رمضان اور والدین کی اطاعت کا سبق“

یہ مہینہ رمضان کے روزے رکھ کر برکتوں کے حصول اور قبولیت دعا کا مہینہ ہے جس میں والدین کی بچوں کے حق میں دعائیں اور بچوں کی والدین کے حق میں کی گئی دعائیں بھی قبولیت کا درجہ رکھتی ہیں۔ اگر غور کریں تو اولاد کے لیے سب سے زیادہ محنت و مشقت اور تکلیف ماں برداشت کرتی ہے۔ سورۃ احقاف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَوَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَیۡہِ اِحۡسٰنًا ؕ حَمَلَتۡہُ اُمُّہٗ کُرۡہًا وَّوَضَعَتۡہُ کُرۡہًا اس ماں نے تکلیف جھیل کر اُسے پیٹ میں رکھا اور تکلیف برداشت کر کے اُسے جنا۔ حمل کے نو ماہ کی تکلیف اور اس سے بڑھ کر وضع حمل کی تکلیف اور پھر اڑھائی سال تک دودھ پلانے کی تکلیف ماں برداشت کرتی ہے۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ گوشت کا ایک ننھا منا سا وجود ہوتا ہے جو خود کچھ بھی نہیں کر سکتا اور خدا تعالیٰ کے بعد اپنے ماں باپ کا محتاج ہوتا ہے۔ ماں کا وجود اس کے لیے ایک بڑی نعمت ہوتا ہے وہی اُس کی نگہداشت کرتی ہے اُسے دودھ پلاتی ہے، ساری رات اُس کی خاطر جاگتی ہے اور اس کی ذرا سی مسکراہٹ پر بہت خوش ہوتی ہے۔ باپ بچے کی پرورش کے لیے محنت و مشقت برداشت کرتا ہے، سردی ہو یا گرمی، صحت ہو یا بیماری، وہ اپنی اولاد کی خاطر کسبِ معاش کی صعوبتوں کو برداشت کرتا ہے اور اُن کے لیے کما کر لاتا ہے، ان کے اوپر خرچ کرتا ہے۔ باپ کی شفقت اُس کی ماں کے بعد اُس کے لیے چھاؤں کی حیثیت رکھتی ہے اور وہی بچہ جب اپنے شعور کو پہنچتا ہے تو اسے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد اُس کے ماں باپ ہی اس کے نگہبان ہیں اور اب وہ جو کچھ بھی ہے اپنے والدین کی بدولت ہے۔ انہوں نے اپنی ہر راحت، ہر خوشی اُس کے آرام کی خاطر ترک کر دی۔ اُس کے والدین، اس کی تعلیم و تربیت کر کے اُس کو ایک اعلیٰ مقام تک پہنچا دیتے ہیں اور ان کو بڑھاپا آجاتا ہے تو اولاد کا فرض ہے کہ وہ اپنے والدین کے حقوق ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی عبادت کے حق کے بعد والدین کے حقوق کو سب سے بڑی حیثیت دی ہے اور فرمایا ہے کہ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنا شکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے وہیں والدین کی شکر گزاری کا بھی حکم ارشاد فرمایا ہے۔ سورۃ لقمان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَنِ اشۡکُرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیۡکَ کہ میرا شکریہ ادا کرو اور اپنے والدین کا شکریہ ادا کرو۔

والدین کا وجود ایسا مبارک وجود ہے کہ انسان تمام عمر بھی ان کے احسانوں کا بدلہ نہیں اتار سکتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ وہ جو کچھ بھی تمہارے ساتھ سلوک کریں، تمہارے سے سختی کریں، نرمی کریں، تم نے ہر حال میں ان سے نرمی اور محبت کا سلوک کرنا ہے۔ تم نے ان کی کسی بُری لگنے والی بات پر بھی اُف تک نہیں کہنی۔ صبر سے ہر چیز کو برداشت کرنا ہے۔ ہمیشہ ان سے نرمی اور پیار کا معاملہ رکھنا ہے کیونکہ تمہارے بچپن میں ان کی جو تمہارے لئے قربانیاں ہیں تم ان کا احسان نہیں اتار سکتے اور یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے لئے اس طرح دعا کیا کرو کہ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (بنی اسرائیل:25) کہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی تھی۔

حدیث میں آتا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مٹی میں ملے اس کی ناک، مٹی میں ملے اس کی ناک۔ یہ الفاظ آپ نے تین دفعہ دہرائے۔ یعنی ایسا شخص قابل مذمت ہے، بڑا ابدبخت اور بدقسمت ہے۔ لوگوں نے عرض کی کونسا شخص؟ تو آپؐ نے فرمایا وہ شخص جس نے اپنے بوڑھے ماں باپ کو پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہو سکا۔

(مسلم کتاب البر و الصلۃ باب رغم انف من ادرک ابویہ)

رمضان مبارک میں اللہ تعالیٰ نے رمضان کا مقصد خدا تعالیٰ کو پانا قرار دیا ہے۔ اس تعلق سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو سب سے زیادہ قرآن کا عرفان دیئے گئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ بتایا کہ رمضان کی برکتوں سے فائدہ اٹھاتے وقت ہر قسم کے محسنوں کا احسان اُتارنے کی کوشش کرو۔ ہم ماں باپ کا احسان اُتار تو نہیں سکتے۔ ہاں! ان سے مسلسل احسان اور محبت کا سلوک کرتے رہیں۔ ان کی صحت اور درازئ عمر کے لیے رمضان میں اور بعد میں بھی دعائیں کرتے رہیں۔ اس سے کم از کم دل میں طمانیت تو پیدا ہوگی کہ ہم نے اپنے محسن ماں باپ کی کچھ تو خدمت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احسان کا بدلہ نہیں اُتارا جا سکتا۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ اپنی ہر عبادت کو اللہ کے لیے ہی خالص کریں اور اُس کے ساتھ کسی کو اُس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔

ماں کے رتبے کے بارہ میں فرمایا کہ اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُ مَّھَاتِ یعنی جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔ اگر تم اللہ کی رضا کی جنتوں کے وارث بننا چاہتے ہو تو اپنی ماں کی خدمت اور اطاعت سے ہی اِس کو حاصل کر سکتے ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ حسن سلوک کا مستحق کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا تیری ماں۔ پھر پوچھنے والے نے پوچھا، سب سے زیادہ حسن سلوک کا مستحق کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا تیری ماں۔ پھر تیسری دفعہ پوچھا آپؐ نے فرمایا تیری ماں اور چوتھی دفعہ پوچھنے پر فرمایا تیرا باپ۔ (بخاری کتاب الادب)

ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماں باپ کی خوشی میں خدا کی خوشی ہے اور ماں باپ کی ناراضگی میں خدا کی ناراضگی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا اسوہ یہ تھا کہ ایک مرتبہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ مال تقسیم فرمانے میں مصروف تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ آپؐ سے ملنے کے لیے آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھتے ہی میری ماں! میری ماں! کہتے ہوئے اُن کی طرف لپکے۔ اُن کے لیے اپنی چادر بچھا کر انہیں بڑی محبت اور عزت کے ساتھ بٹھایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''والدین کی خدمت ایک بڑا بھاری عمل ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو آدمی بڑے بدقسمت ہیں۔ ایک وہ جس نے رمضان پایا اور رمضان گزر گیا۔ پر اس کے گناہ نہ بخشے گئے اور دوسرا وہ جس نے والدین کو پایا اور والدین گزر گئے اور اس کے گناہ بخشے نہ گئے۔ والدین کے سایہ میں جب بچہ ہوتا ہے تو اس کے تمام ہم و غم والدین اٹھاتے ہیں۔ جب انسان خود دنیوی امور میں پڑتا ہے تب انسان کو والدین کی قدر معلوم ہوتی ہے۔'' (ملفوظات جلد 4 صفحہ 289 ایڈیشن 1988ء)

چونکہ رمضان اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو پانے کا مہینہ ہے۔ اِس لئے اللہ نے قرآن کریم میں اپنی وحدانیت کے بعد والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری کا ذکر فرمایا ہے۔ رمضان کے مہینہ کی برکات کے ساتھ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی خوشنودی کے بعد والدین کی خوشنودی کا ذکر فرما اطاعتِ والدین کی طرف توجہ دلائی۔

یہ بہت افسوس کی بات ہے کہ آج کل کے ماڈرن دَور میں مسلمانوں نے بھی یورپین لوگوں کی طرح ماں باپ کی خدمت کو نظر انداز کرنا شروع کر دیا ہے۔ دنیاداری میں اتنے مصروف ہو گئے ہیں کہ اپنے بوڑھے والدین کی دیکھ بھال کے لیے اُن کے پاس وقت ہی نہیں اور اُس کا حل یورپین لوگوں نے یہ نکالا ہے کہ Old Homes بنا دیے ہیں جہاں بڑھاپے میں وہ اپنے والدین کو وہاں چھوڑ آتے ہیں حالانکہ اصل ضرورت والدین کو اپنے بچوں کی بڑھاپے میں ہوتی ہے۔ جوانی میں تو وہ انہی بچوں کو پال پوس کر اپنا وقت گزار دیتے ہیں لیکن بڑھاپے میں جب وہ تنہا رہ جاتے ہیں تو یہ اُن کے ساتھ ظلم ہوتا ہے کہ انہیں اکیلا چھوڑ دیا جائے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ان کی جتنی خدمت کر سکتے ہیں کریں۔ رمضان کا مہینہ تو ویسے ہی دُعائیں سمیٹنے کا مہینہ ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے ماں باپ کو روزے رکھوائیں، اُن کی صحت کا خیال رکھیں۔ اُن کے ساتھ وقت گزاریں۔ اُن کے ساتھ مل کر باجماعت نمازیں ادا کریں۔ تلاوت قرآن کریں اور اگر اُن کے لیے دیکھنا مشکل ہے تو اُن کو تلاوت کر کے سنائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم اپنے والدین کی خدمت کرنے والے اور اُن کی ڈھیروں دُعائیں سمیٹنے والے بنیں۔ آمین

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”جب ان کو تمہارے سہارے کی ضرورت ہے۔ تو تم یہ کہہ دو کہ نہیں، ہم تو اپنے بیوی بچوں میں مگن ہیں ہم خدمت نہیں کر سکتے۔ اگر وہ بڑھاپے کی وجہ سے کچھ ایسے الفاظ کہہ دیں جو تمہیں ناپسند ہوں تو تم انہیں ڈانٹنے لگ جاؤ، یا مارنے تک سے گریز نہ کرو۔ بعض لوگ اپنے ماں باپ پر ہاتھ بھی اٹھا لیتے ہیں۔ میں نے خود ایسے لوگوں کو دیکھا ہے، بہت ہی بھیانک نظارہ ہوتا ہے۔ اُف نہ کرنے کا مطلب یہی ہے کہ تمہاری مرضی کی بات نہ ہو بلکہ تمہارے مخالف بات ہو تب بھی تم نے اُف نہیں کرنا۔ اگر ماں باپ ہر وقت پیار کرتے رہیں، ہر بات مانیں، ہر وقت تمہاری بلائیں لیتے رہیں، لاڈ پیار کرتے رہیں پھر تو ظاہر ہے کوئی اُف نہیں کرتا۔ فرمایا کہ تمہاری مرضی کے خلاف باتیں ہوں تب بھی نرمی سے، عزت سے، احترام سے پیش آنا ہے۔ اور نہ صرف نرمی اور عزت و احترام سے پیش آنا ہے بلکہ ان کی خدمت بھی کرنی ہے۔ اور اتنی پیار، محبت اور عاجزی سے ان کی خدمت کرنی ہے جیسی کہ کوئی خدمت کرنے والا کر سکتا ہو۔“

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 4 جنوری 2004ء)

(کمپوزڈ بائی: عائشہ منصور چوہدری۔ جرمنی)

ضضضض